ماہنامہ جواب عرض لاہور ماہ دسمبر 2012ء کا شمارہ
ادھوری زندگی نمبر

خوبصورتی عذاب بن گئی
کشور کرن، پتوکی

بہت نامراد شے ہے جنون
مس صبا، کلر سیداں

دھوکہ
آمنہ، راولپنڈی

ادھور پن
قمر تسلیم، تحصیل ملکوال

دل اک شہر جنوں
انیلہ غزل، حافظ آباد

اُداسی شام ہے
شازیہ چوہدری، شیخوپورہ

محبت کے ارادے
تنویر اقبال واگھورہ، ضلع بھکر

محبت کی انوکھی سزا
محمد لقمان غنی، لیہ

وہ مجبور تھا شاید
قیصر فاروق فیصل آباد

ماہنامہ جواب عرض لاہور ماہ دسمبر 2012ء کا شمارہ
ادھوری زندگی نمبر

چند لمحے جو ساتھ گزرے
عارف حسین ساغر، گلگت دنیور

اظہار محبت
سائرہ ارم، جہلم

تنہا ہے زندگی
حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری، فیصل آباد

غموں کے باغات
ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال

محبت روگ ہے دل کا
دوست محمد خاں ڈوٹو، لیہ

ادھوری منزل
عبدالوحید ابرار بلوچ
تونڈرہ مردان گوٹھ

صنم تیری وفائیں
ذوالفقار علی سانول
منڈی بہاؤالدین

محبت اب نہیں ہوگی
زاہد بشیر، کھاریاں

ادھوری زندگی
ایشوریا شہزاد، کھاریاں

خوبصورتی عذاب بن گئی

☑.....تحریر: کشور کرن، پتوکی

راحیلہ جو کہ اپنی زندگی میں خوشیاں تلاش کرتے کرتے دنیا کی بری نظروں کا نشانہ بنتی گئی شادی کے کچھ عرصے بعد کسی کی ہوس کانشانہ بنی پھر اچانک وقت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا وہ اپنے شوہر رضا سے جدا ہو گئی ایک نیک خاتون اور اچھی سوچوں والے لڑکے نے اس کی جان بچا لی مگر وہ اپنے انتقام کا بدلہ لینا چاہتی تھی اپنے شوہر کو پانا چاہتی تھی دنیا کی نظر میں اس کا شوہر مر چکا تھا مگر راحیلہ کا دل مطمئن نہیں تھا اس کا سسر اس پر کیچڑ اچھالنے لگا وہ تنگ اکر اس نیک خاتون جسے ماں کھتی اور اس کے بیٹے کو بھائی کھتی ان کو چھوڑ کر اپنے میکے اگئی مگر بھائیوں نے اس کا انا ایک بیوہ کے روپ میں برداشت نہ کیا اس کے ساتھ ماں کو بھی گھر سے نکال دیا وہ دونوں ماں بیٹی نے دربار کا سہارا لیا ماں کے کھنے پر راحیلہ کو اسی شہاب دین سے شادی کرنی پڑی جو اس کی بربادی کا سبب بنا تھا مگر اس نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے شادی کی دو خوبصورت بچیاں اس کی گود میں ڈال کر طلاق دے دی راحیلہ اور اس کی بچیاں بازار کا مال بن کر بک گئیں اسے خریدنے والا اس کا اپنا شوہر رضا تھا مگر وہ رضا سے عرفان بن چکا تھا جو ایک بیوی کے ساتھ رھتا تھا اخر راحیلہ نے خدا سے گڑگڑا کے دعائیں کیں عرفان نے ایک عورت کے چھرے پر ایسی انکھیں دیکھیں جو ان کا سب سے بڑا دشمن تھا اس دشمن کی انکھیں دیکھتے ھی رضا کی یادداشت واپس اگئی وہ عرفان سے پھر رضا بن گیا اس نے اپنے باپ اور بیوی کو پھچان لیا مگر جس لڑکی نے رضا کو اپنا جھوٹا شوہر بنا کے رکھا تھا سچ جاننے پر وہ اپنے شوہر کی تلاش کرنے لگی جب شوہر ملا تو اس کا بچہ بھی لے گیا اور طلاق نامہ دے دیا اب رضا نے اس کی دوبارہ منگنی کی راحیلہ کی ایک بیٹی تو کروڑ پتی بن گئی ماں جو بچھڑی تھی وہ بھی مل گئی راحیلہ کے دشمن اور اس کی بچیوں کے باپ کو اس کی کرتوتوں کی سزا مل گئی اور...... اب اگے۔ (ایک درد بھری کھانی)

قسط 5

ہم لوگ چلتے جا رہے تھے ندا بیٹی کو رو رو کر بخار ہو گیا شاید ایک بیٹی اپنے باپ کی جدائی برداشت نہ کر سکی مگر ہم حیران تھے کہ وہ پہلے بھی باپ سے دور رہتی تھی ایک سات آٹھ سال کی بچی تھی لیکن یہ تو خدا کی قدرت تھی کہ ماں باپ کے لیے اولاد کو دکھ کا ضرور لگتا بچی بخار میں بے سدھ پڑی تھی بچی کی وجہ سے میں بھی پریشان تھی اور ماں بھی رضا تو بار بار اس کا ٹمپریچر چیک کر رہے تھے یہی ہوتی ہے خونی رشتے کی پہچان جو بچی باپ کے لیے تڑپ رہی تھی لیکن اگر باپ کو ذرا بھی پیار ہوگا تو وہ اپنی بچیاں طلاق میں دیتا ہی کیوں میں بھی

کوئی سوچ ذہن میں داخل کر رہی تھی اور کبھی کسی سوچ کو اپنے ذہن سے خارج کر رہی تھی اس لیے میں ایک پرائیویٹ ہسپتال ہم نے بچی کو چیک کروا کے میڈیسن لی اور آگے چلے گئے گھر جا کر سب کو مل کر رضا صاحب اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی یعنی ماں کا سایہ میرے ساتھ تھا شوہر کا تاج میرے سر پہ تھا مجھے اپنی ماں کے ساتھ دیکھ کر انکل یعقوب حیران ہو گئے یعنی ان کے دل کا وہم تھا کہ یہ دوبارہ اپنے بھائی کو یا ماں کو مل نہیں سکتی زید اور امی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے زید کے تو پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے کبھی ادھر جاتا آپی آپی کرتا کبھی ادھر جاتا اس کا پیار دیکھ کر میرا دل خوشی سے پھول گیا اب وہ میرا بھائی بھی تھا اور دیور بھی کیونکہ انکل یعقوب کا وہ سگا بیٹا تھا اور رضا سوتیلا تھا مگر تھے تو بھائی بھائی رضا بھی بہت خوش تھے ہمیں پھر بچی کی فکر ہونے لگی رضا نے پوری رات بچی کو پٹیاں کیں پوری رات ہماری باتوں میں گزر گئی کب دن ہوا پتا ہی نہ چلا میں نے بھائی زید سے کہا بھائی آپ کا جی نہیں چاہتا کہ آپ میرے پاس آؤ؟ ہاں باجی دل تو بہت کرتا ہے مگر امی اکیلی ابو بھی نہیں چاہتے کہ میں کہیں جاؤں ایسا کرتے ہیں سب ہی چلو میں سب کو لینے آئی ہوں ماں بولی ہاں بیٹا کیوں نہیں میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ اپنی بیٹی کے پاس جاؤں مگر تمہارے انکل کو بے چینی سی رہتی ہے کہ کہیں ہم دوبارہ نہ بچھڑ جائیں اللہ نہ کرے ماں ایسی باتیں نہ کرو آج تیاری کرو کل ہم سب جائیں گے میرے گھر اور ہاں اب ہم نے روزی میڈم کی شادی کرنی ہے میں چاہتی ہوں کہ ہماری اس خوشی میں میرے اپنے سارے ہوں اور میں آپ کو لیکر جاؤں اسی لیے کیری ڈبہ لے کر آئے ہیں اور صدقے جاؤں اپنی لاڈلی کے پھر ماں بہت خوش ہوئی میں نے ماں سے یہ بھی کہہ دیا کہ ماں میں آپ کو جلدی آنے نہیں دوں گی اور جلدی کرو پھر بھائی آصف اور کاشف کو لینے بھی جانا ہے یہ سن کر بھائی زید بولا واہ کیا مزہ آئے گا ہم سب رشتہ دار ایک ساتھ ہاں بھائی کیوں نہیں ہم سب ایک ساتھ جائیں گے اکٹھے رہیں گے اب کبھی واپس آنے کا نہ سوچنا یہ سن کر رضا مسکرائے میں نے امی کے ساتھ تیاری کروائی سب کچھ سیٹ کیا پیکنگ کی اگلے روز ماں نے ناشتہ جلدی بنا لیا ہم سب نے ناشتہ کیا اور گھر سے نکل آئے اب میں اپنے گاؤں جا رہی تھی جہاں میں پیدا ہوئی بڑی ہوئی پڑھا اور جہاں سے میری شادی ہوئی سچ بات ہے کہ لڑکیوں کو میکہ گاؤں بہت اچھا لگتا ہے اسی گاؤں میں اس کا بچپن بیتا تھا مجھے بھی وہ گاؤں بہت یاد آ رہا تھا یہ وہ ہی گاؤں تھا جہاں میں اپنی دوستوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی کبھی ایک سہیلی کے گھر گڑیا کی شادی ہوتی تو کبھی دوسری کے گھر کبھی ہم گاؤں کے باغ میں پورا دن کھیلتی اور میرے ہی گھر میں گڑیا والوں کی مہمان نوازی ہو رہی ہے یہ تو خیر بچپن تھا جو جتنا یاد کرو اتنا ہی زیادہ یاد آتا ہے پھر ہر ایک کے بچپن کے قصے الگ الگ ہیں جیسے میرے بچپن کے کھیل میری وہ میٹھی شرارتیں میں کھیتوں میں دیکھی جاتی تھی مجھے وہ دن یاد آ رہے تھے کہ جب میں امی کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی تھی بہت سی گاؤں کی عورتوں کو لگا کہ میں کپاس کی چنائی کرواتی تھی سارا دن لڑکیوں کے ساتھ شوغل میں گزر جاتا شام کو گھر آ کر ماں پہ رعب ڈالنا تھکاوٹ کا بہانہ بنانا گھر کے کام سے جان چھڑانا میرا ایک معمول بن گیا تھا پھر۔
خیر اسی طرح سوچتی جا رہی تھی کہ رضا بولے بیگم خیریت تو ہے کیوں خاموش ہو؟ میں یکدم اپنی سوچوں سے باہر نکلی ایک نظر سب کو دیکھا اور مسکرائی مجھے دیکھ کر رضا بھی مسکرانے لگے بولے لگتا ہے ہماری بیگم ان کچے پکے رستوں میں ان کھیتوں میں کھو گئی تھی مگر میرے ہوتے ہوئے میری راحیلہ کہاں گم ہو سکتی ہے میں ایک منٹ بھی اسے کہیں جانے دونگا بھلا؟ انہوں نے مزاحیہ موڈ میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں صاحب میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں یہ کبھی نہ سوچنا میں آپ سے دور ہو جاؤں گی پھر وہ بولے بیگم سب کو پتا ہے کہ آپ پورے راستے میں خاموش رہی ہیں سچ بتانا کیا سوچ رہی تھی؟ جی کچھ نہیں بس اپنا بچپن اور وہ سہیلیاں یاد آ رہی تھیں اور میں اپنے خیالوں میں ان سے سرگوشیاں کر رہی تھی اور آخری بار گڑیا کی شادی پہ ہمارا جھگڑا ہو گیا تھا آج وہ دن بہت یاد آ رہے تھے اور

کھیتوں کو دیکھ کر مجھے اپنے کھیت یاد آ رہے تھے کہ کبھی میں بھی ان عورتوں کی طرح کھیتوں میں گاؤں کی عورتوں سے کام کرواتی تھی پورا دن ایسے گزر جاتا ہوتا تھا مگر صاحب جی آپ کو اپنے بچپن کا زمانہ یاد ہے؟
ہاں میری جان مجھے بھی بہت یاد آتا اپنے دوستوں کے ساتھ شور شرابہ کرنا گلی ڈنڈا کرکٹ، فٹ بال کھیلنا اور دوحضروں کو تنگ کرنا یار بھلا کسی کو اپنا بچپن بھی بھولا ہے کبھی؟ دیکھو تمہارا گاؤں نظر آ رہا ہے بات کو بدلتے ہوئے رضا بولے ہاں میں دیکھ رہی ہوں راحیلہ بیگم جب میں دلہا بن کر تمہیں لینے آیا تھا تو ہم نے ادھر اپنی گاڑی کھڑی کی تھی اچھا اس کا مطلب یہ جگہ آپ کی بہت یادگیری ہے؟ ہاں یہ مجھے کبھی نہیں بھولے گی ماں بولی راحیلہ بیٹی اپنے کھیت بھی نظر آ رہے ہیں ماشاءاللہ کتنی پیاری فصلیں ہیں لگتا ہے تیرے بھائیوں نے بہت محنت کی ہوئی ہے اتنے میں بھائی نظر آ گیا جو کہ اپنی موٹر سائیکل پر کھیتوں میں نظر مارنے آیا ہوا تھا ہم بھائی کو دیکھ کر رک گئے مگر وہ ہمیں نہیں دیکھ رہا تھا پھر رضا باہر نکلے آواز دی آصف بھائی جب اس نے دیکھا تو رضا صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا انہوں نے موٹر سائیکل پکڑی اور ہماری طرف آ گئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے سب کو ملے اور بائیک سٹارٹ کی ہم سب گھر کی طرف چل پڑے گاؤں پہنچتے ہی گاؤں کا حلیہ چینج ہوا پڑا تھا گھر تبدیل ہوئے تھے اس سے پہلے کہ ہم سب گاڑی سے اترتے کاشف بھائی، بھابھیاں اور بچے آگے سے آ رہے تھے کیا وہ سماں ہوتا تھا جب کسی کا کوئی ملتا ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ آنکھیں آنسو گرا کر خوشی کا اظہار کر دیتی ہیں وہ خوشی دنیا کو بہت اچھی لگتی ہے دیکھنے والے بھی خوش ہوتے ہیں کہ کسی کا کوئی بچھڑ کر ملا ہے کاش خدا کسی کو کسی سے جدا نہ کرے خیر ہم ملے ہمارے ملاپ میں ایک تڑپ تھی اپنا پن تھا خونی رشتہ تھا ہم کو جدا نہ کر سکا ہم سب بہت خوش تھے اور گھر گئے تھا تو گھر کچا مگر بہت پیار الگ رہا تھا بہت یادیں تھیں اس میں ہم نے پانی پیا گپ شپ لگنے لگی اتنے میں کھانا تیار ہوا کھا کر میں نے ماں سے کہا ماں ہم قبرستان چلیں ابو کو بھی مل لیتے ہیں سب ہی تیار ہو گئے مگر ندا اپنی کی وجہ سے ہم نے کل کا پروگرام بنایا اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے اب ندا اپنی کل سے بہتر تھی وہ اپنے آپ کو پتا نہیں کیوں اداس رکھتی پھر بھائیوں کے بچوں کے ساتھ کھیلنے لگی مجھے کچھ سکون ہوا کہ چلو یہ کم از کم دل لگانے کی کوشش تو کر رہی ہے نہ جو اس کا خون اپنے باپ کی لاش کو دیکھ کر جوش مار رہا تھا وہ ٹھنڈا ہو گیا تھا بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھ کر میں خوش ہو رہی تھی ہم نے شام کے وقت کھیتوں میں جانے کا پروگرام بنایا میں نے اپنی ساری یادیں تازی کرنا تھیں خیر جو میرے دل میں تھا وہ میں جانتی تھی شام کا کھانا بن رہا تھا۔
ہم 4 بجے کی چائے پی کر کھیتوں کی طرف چلے گئے وہی بڑے بڑے پیپل کے پیڑ وہی بہت گہری چھاؤں وہی درختوں پر میرے جھولے کی ٹوٹی پھوٹی رسیوں کی نشانیاں وہی میرے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے جن کی بچپن میں میں نے بڑی محنت سے لگائے تھے آج وہی پیڑ جھوم جھوم کر میری آمد پر مجھے خوش ہو رہے تھے ان کی لمبی لمبی شاخیں مجھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دے رہی تھیں جن کو دیکھ کر مجھے وہ منظر یاد آ رہے تھے میں نے رضا کے ہاتھ کو پکڑ کر ایک ایک پیڑ کا تعارف کروا رہی ہوں میں نے باقاعدہ درختوں کے نام رکھے ہوئے تھے میں جس درخت کے پاس جاتی اس کا نام رضا کو بتاتی گئی پھر تین درخت جو پاس پاس تھے میں نے اچانک ان کی طرف دیکھا ان کے سنٹر میں میں نے ایک چھوٹا سا کمرا بنایا ہوا تھا جس میں میری گڑیا کی چیزیں تھیں میں پاگلوں کی طرف دوڑی جا کر اس کے اندر دیکھا تو صرف میری گڑیا کا ایک دوپٹہ تھا جس پر میں نے بڑی محنت کی تھی میں نے ایک لکڑی پکڑ کر اندر سے صفائی کی تو کچھ اور چیزیں بھی مٹی تلے دبی ہوئی ملیں میں حیران تھی میں نے بھائی سے پوچھا کہ یہ کھڈا گرایا کیوں نہیں بھائی بولے دیکھ راحیلہ تم ہماری چھوٹی اور لاڈلی بہن تھی جب ہمارے ساتھ آتی تھی ہم کام کرتے رہتے تو کھیلتی رہتی تو ہمیں دیکھ کر بہت خوشی ہوتی تھی پھر تیرا ضد کر کے جھولا بنوانا وہ تیرا گھر سے بھوکے پیٹ آنا ان

پیڑوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر کھانا کھانا ہمیں آج بھی تیری وہی یاد دلاتا ہے وہ دیکھ پیپل کے ساتھ تیرے جھولے کی رسیاں گل چکی ہیں مگر ہم نے اتاری نہیں کیوں کہ یہ ہمیں تیری یاد دلاتی ہیں ہم کافی دیر تک بیٹھے رہے بھائی گئے اور بہت سے گنے توڑ کر لے آئے ہم گنے چوستے رہے بیٹھے رہے گپ شپ لگاتے رہے بہت مزا آرہا تھا وہاں جی چاہتا تھا کہ میں پھر سے وہی شوغل کروں مگر اب میں بچی نہ تھی عورت تھی خیر پھر ہم نے اندھیرا ہوتا ہوا محسوس کیا اور گھر آنے کے لیے تیار ہو گئے میں تھک چکی تھی رضا نے میرا ہاتھ پکڑا اور بولے بیگم کیسا لگا کھیتوں میں جا کر انجوائے کرنا؟ سچ جانوں تو میں نے وہی اپنا بچپنا پن دیکھا ہے مجھے بہت اچھا لگا ہے مگر میں اب تھک گئی ہوں او ہو تھک گئی تو تو گاؤں کی جٹی ہے کھیتوں میں پلی بڑھی ہے تھک کیسے گئی؟ رضا جان جانتی ہوں یہ سب مگر میں اب گھر کی عادی ہو چکی ہوں اگر یہ کام کرتی رہتی تو آج میں ذرا بھی تھکاوٹ محسوس نہ کرتی آپ نے مجھے اب گاؤں کی جٹی سے محلوں کی رانی اور اپنی ملکہ بنالیا ہے اب میری ٹانگوں میں اتنی طاقت نہیں کہ میں کھیتوں میں پیدل آجا سکوں ہاں بیگم اب میرے ہوتے ہوئے تمہیں پیدل چلنا پڑے یہ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں ہم اپنے اپنے پیار کا اظہار کرتے آرہے تھے کہ بھائی کا بیٹا میرا بھتیجا آگے سے آرہا تھا بولی پھو پھو جی۔ پھو پھو نہیں آنٹی کہو او آنٹی جی مما کہہ رہی ہیں جلدی آجاؤ ندا منی رو رہی ہے او کے چلو چلو یہ سن کر رضا تیز تیز قدم اٹھانے لگے اور سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے گھر پہنچ گئے جب ہم گئے تو انہوں نے منی کو اٹھایا ہوا تھا مجھ یا اس بات کی خوشی ہوتی تھی کہ وہ بالکل اسے اپنی بیٹی سمجھتے تھے اور مجھے بہت خوشی ہوتی پھر جا کر ہاتھ منہ دھو کر ہم نے کھانا کھایا اور تھوڑی باتیں کیں اور میں تو سو گئی مجھے نہیں پتا سب لوگ کب سوئے ہوں گے اگلی صبح اٹھی تو میں نے خود کو ہلکی پھلکی محسوس کیا ناشتہ کیا کچھ لڑکیاں آگئیں جو کہ میری دوست تھیں جو میرے رضا کو دیکھنے آتی تھیں ہم ایک طرف چارپائی پر بیٹھ گئے باجی دو کرسیاں لے آئی میں رضا اور میری سہیلیاں بیٹھے رہے کچھ تعلیم کی باتیں کچھ میرے اور رضا کے پیار کی باتیں کچھ ہماری دوستی کی باتیں قہقہے لگتے رہے شوغل ہوتے رہے وہ لڑکیاں جانیکو تیار ہوتی مگر میں نے کھانے کے لیے روک لیا کہ دو پہر کا کھانا تیار ہے پھر ہم چاروں نے الگ لنچ کیا اور باقی سب نے الگ وہ لڑکیاں کھانا کھاتے ہی تیار ہو گئیں ہم نے قبرستان جانے کا پلین بنایا رضا نے گاڑی نکالی میں نے ندا بچی کو سلا دیا کہ وہ ہمارے ساتھ جا کر تھک جائے گی پھر ہم نے وضو کیا میں نے باپ کے لیے کچھ سامان ساتھ رکھا اگر بتی دالیں چاول سب کچھ لیا برتن پانی کے لیے رکھا تا کہ ادھر جا کر ابو کا گھر صاف کر کے پانی چھڑک دوں گی اور پنج سورہ میں نے اپنے ساتھ لے لیا تا کہ کچھ پڑھ سکوں پھر ہم سب گاڑی میں بیٹھ کر قبرستان کا رستہ پکڑا وہاں پہنچ کر میں نے سلام کیا غرض کہ سب نے قبرستان والوں کو سلام کیا یہ ایک بہت بڑا قبرستان تھا جس میں ایک ترتیب سے بہت سی قبریں تھیں چھوٹی بڑی قبریں کچھ پختہ کچھ نیم پختہ اور کچھ بالکل ہی کچی قبریں کچھ نوجوان قبریں کچھ جوڑی قبریں الغرض کہ ہر عمر کے افراد وہاں پہلو بہ پہلو ابدی نیند سو رہے تھے جن کو کوئی فکر نہ تھی کہ ان کے گھروں میں کیا ہو رہا ہے اسی قبرستان کے بیچ و بیچ ایک کچا راستہ نکلتا تھا قبرستان کے دونوں طرف آبادی تھی ایک طرف کچی آبادی تھی جس میں زیادہ تر مزدور پیشہ لوگ رہتے تھے اس آبادی میں میرے ابو کا ایک دوست بھی رہتا تھا جو اکثر میرے بابا کے پاس آیا جایا کرتا تھا دونوں کی دوستی ایک مثال تھی لوگ ان دونوں کی دوستی پر بہت خوش ہوتے تھے سب ہی کہتے کہ خدا بخش اور نذیر کی دوستی کو نظر نہ لگے ان کی جوڑی بہت اچھی ہے ان کی دوستی بہت پکی ہے پھر میں یہ سوچتے سوچتے ابو کے پاس پہنچ گئی ان کی قبر کی ایک چھوٹی سی ڈھیری تھی ساری قبر کچی تھی میں نے سلام کیا ابو سے کہا کہ ابو اٹھو تیری بیٹی بہت دور سے آئی ہے تجھے ملنے مگر ابو نے کوئی جواب نہ دیا میں نے ابو کے گھر کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا پانی پھینکا اگر بتیاں لگائیں اور دیواروں کے اوپر چاول دالیں وغیرہ رکھیں تا کہ پرندے کھالیں گے یہ سب کچھ کر کے میں
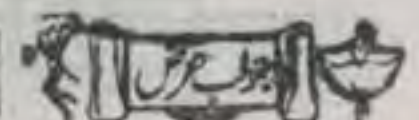
نے پنج سورہ کھولا اور پڑھنے لگی مجھے بڑا سکون مل رہا تھا تلاوت کرتے ہوئے اور پھر مجھے ابو کی ایک بات یاد آرہی تھی کہ بیٹی جب تم قرآن کی تلاوت کرتی ہو تو میرا دل کرتا ہے کہ سارے کام چھوڑ کر آپ کی تلاوت سنوں اور اکثر ایسا ہوتا بھی تھا اس لیے میں آج بلند آواز میں پڑھ رہی تھی کہ ابو اندر سن رہے تھے مجھے ایک لطف آرہا تھا میں نے نا جانے کون کون سی سورتیں پڑھیں اور دعا مانگی مگر ابھی میرا دل نہیں کر رہا تھا جانے کو سب بور ہو رہے تھے میں نے دعا کر کے ابو سے اجازت لی اور ایک پیڑ کے نیچے جا کر بیٹھ گئی اچانک نذیر بابا ادھر سے گزر رہے تھے میں نے دیکھ کر آواز دی بابا جی وہ ان سنے آگے چلتے گئے پھر میں نے کہا بابا نذیر میں راحیلہ ہوں خدا بخش کی بیٹی رکو تو وہ رک گئے بلکہ میری طرف آنے لگے میں نے سلام کیا وہ بھی ہمارے پاس بیٹھ گئے ہم تینوں تھے میں رضا اور بابا نذیر پھر بابا نے میرے بارے میں پوچھا اور ابو کی باتیں شروع کر دیں کہ خدا بخش میرا واحد یار تھا جو مجھے اور میں اسے اپنے تمام راز بتا دیتے تھے اکثر سارا دن میرے ساتھ گزارتا تھا وہ رضا کو بتانے لگے کہ میرا یار جب بیمار ہوا تو مجھے بہت دکھ ہوا تھا میں بہت رویا تھا کہ میری جوڑی مت توڑنا مگر خدا کو منظور جو ہوتا ہے وہی کرتا ہے آج جب اس کی باتیں اس کے کام دیکھتا ہوں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے ایک سادہ سا انسان تھا صبح لسی کا گلاس پی کر سارا دن کھیتوں میں کام کرتا تھا اسے نہ نیند آتی تھی نہ تھکاوٹ ہوتی تھی اور نہ ہی بھوک لگتی تھی وہ کوئی گوشت پوست انسان نہ تھا بلکہ لوہے کا بنا ہوا تھا اس کی خوراک ایک پیکٹ سگریٹ اور تین چار پیالے چائے تھے تا کہ ان کی طاقت بحال رہے گاڑی ٹریکٹر چلانا اس نے سیکھا ہی نہ تھا اس کو پتا چلا کہ موبائل فون نکلا ہے تو ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس نے فون لیا تھا اور جانتا صرف اتنا تھا کہ بٹن دبا کر ہیلو کہہ کر کان کو لگا لیا اور بٹن دبا کر بند کیا جیب میں ڈال لیا وہ سب کی عزت کرتا تھا چاہے کوئی چھوٹا ہے یا بڑا چاہے کوئی دماغی حالت سے کھوکھلا ہی اسے بھی پیار اور عزت کے ساتھ بلاتا تھا اور میں نے اسے کبھی بیمار ہوتے نہ دیکھا وہ جب بیمار ہوئے تو سب کو ایک دھکا سا لگا کہ یہ بیمار کیسے ہو گیا کوئی دوائی اس پر اثر نہ کرتی تھی یعنی کہ بابا نذیر نے اپنی دوستی کی جتنی بھی باتیں کیں وہ سچی تھیں ہم بھی چپ چاپ سنتے رہے میں جانتی تو سب کچھ تھی مگر ایک دوست کو دوسرے دوست کی یاد ڈوبا دیکھ کر میں خود ڈوب گئی تھی کہ اگر میں بابے کو کوئی جواب دوں تو میرا پاگل پن جاہلیت پن ہو گا اسلیے میں جا رہی تھی۔

4 بجے والے تھے ہم نے واپسی کی تیاری کی مگر اتنے سالوں کے بعد بابا نذیر نے ہمیں اپنے گھر جانے کی دعوت دے دی ہم سب نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے گھر چلے گئے اس کی بہو نے بڑے بڑے گلاس پکڑے اور یہ دودھ کے بھر کر ہمارے آگے کر دیئے مگر 4 بجے میرا چائے کا ٹائم تھا میں نے دودھ پینے سے انکار کر دیا رضا بولے پی لو جان نہیں صاحب مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے یہ سن کر اماں اٹھی اور اپنی بہو سے کہا کہ راحیلہ بیٹی کے چائے کا کپ بناؤ وہ چائے بنا رہی تھی کہ بابا نذیر بسکٹ نمکو لے آیا تھوڑی دیر میں چائے کا پیالہ فل بھرا ہوا ٹرے میں رکھ کر میرے پاس لے آئی میں نے چائے پی کچھ سکون سا ہو گیا میں نے بابا نذیر سے اجازت لی تقریباً بجے گھر واپس آگئے پھر ہم نے رات کو واپسی کی بات کی بھائیوں سے کہا کہ ہم آپ کو لینے آئے ہیں یہ بھابھیاں تو خوش ہو گئیں مگر بھائی سوچ میں پڑ گئے کہ اگر ہم چلے گئے تو جانور کون پالے گا کھیتوں کا کام سنبھالے گا سب کچھ سن سنا کے ڈیسائیڈ یہ ہوا کہ بھابھیاں اور بچے چلے جائیں مگر ہم بعد میں آئیں گے بچوں کو پھر میں نے بات کی کہ روزی میڈم کی شادی کے بعد بچے واپس آئیں گے اور آپ لوگ جلدی آجانا تا کہ میں تمام خوشیوں میں آپ کو شامل کر سکوں ہاں ہاں بہن کیوں نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں تیری خوشیوں میں ہی نہیں ہر وقت تیرے سر پہ ہیں پھر یہ بات سن کر وہ وقت یاد آگیا جب انکل یعقوب مجھے چھوڑ کر گئے تھے تب میر
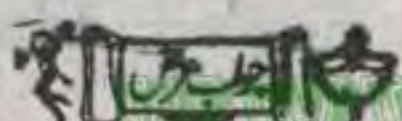
ئیوں نے میرا بوجھ میرا وجود اس کے گھر میں برداشت نہ کرتے ہوئے میرے ساتھ اپنی جنت بھی کھو دی یعنی پنی ماں کو بھی میرے ساتھ دھکے دے کر نکال دیا تھا آج اگر میں اپنے گھر میں خوش ہوں تو کہتے ہیں ہم تیرے ساتھ ہیں بچ ہے اگر کوئی اپنے گھر سے تنگ ہے تو سب ہی اس سے تنگ ہیں اگر کوئی اپنے گھر میں خوش ہیں تو سب ں کے ہیں خیر میں نے اپنے آپ کو جھٹکا دیا اور ان سوچوں سے نکالا اور بھابھیاں اور بچوں کو تیار کر لیا پھر اگلی صبح ہم نے روانہ ہونا تھا رات جو جو کرنا تھا بھابھیاں کر رہی تھیں یعنی اپنی پیکنگ وغیرہ اگلے دن صبح ناشتہ کیا تیاری مکمل کی اور گھر سے روانہ ہو گئے ہم سفر طے کرتے رہے گاڑی چلتی رہی پھر ملتان پہنچ کر انکل یعقوب بولے رضا بیٹا اپنے گھر کی دیواریں نہیں دیکھو گے جس میں تم پلے ہو وہ گھر تو تیرا آج بھی منتظر ہے رضا نے میری طرف دیکھا میں نے کہہ دیا چلتے ہیں انکل نے ہم دونوں کی ڈسکس سن لی اور بولے ہاں راحیلہ بیٹی اس گھر میں رضا تجھے دلہن بنا کر لایا تھا وہ تیرا اصل سسرال ہے اگر تو کہے تو ہم سب چلتے ہیں کہ گزر کے تو جا ہی رہے ہیں چلتے چلتے ادھر سے گزرتے جائیں کچھ میں بھی اپنی یادوں کو تازہ کر لوں ہاں انکل کیوں نہیں چلتے ہیں پھر گاڑی ہم نے اتار کر ایک رکل روڈ پر لگا دی شہر سے کافی دور ایک قصبے میں وہ گھر تھا ہم نے راستے میں اپنا کھانا لیا کچھ سامان لیا اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں میں پہلی بار آئی تھی جس گھر میں شہنائیوں کے ساتھ مجھے لایا گیا تھا اور بیگانوں کی طرح نکالا گیا تھا یہ وہ گھر تھا جہاں میں بڑی دھوم دھام سے داخل ہوتی تھی اور اگر بیگانوں کی طرح چند دنوں کے لیے ابھی میرے ہاتھوں کی مہندی پھیکی نہ پڑی تھی کہ میں بے قدری ہو گئی تھی خیر وہ میرا کل تھا اور یہ میرا آج ہے جس میں میں چل رہی ہوں خیر گزرے ہوئے برے دن بھی نہ بھی کسی نہ کسی موڑ پہ یاد آتے ہیں میں اب ان دنوں کو یاد کر کے اپنے دل کا زخم تازہ نہیں کرنا چاہتی تھی ہم گھر میں بیٹھے ہی تھے کہ میرے دل کی بات رضا نے کر دی بولے راحیلہ بیگم تمہیں کچھ یاد ہے کہ تو اس گھر میں کیسے آئی تھی ہاں جان میں جانتی ہوں کیسے آئی تھی مگر بیگم نہ پوچھنا کہ تم نکلی کیسے تھی ورنہ مجھ سے تمہارے منہ سے سن کر برداشت نہ ہو گا نہیں نہیں صاحب آپ مجھے مل گئے ہو تو میں اپنا گزرا ہوا سبھی بھول گئی ہوں اب میں اپنے برے دن یاد نہ کروں گی نہ آپ کو کرنے دوں گی۔ ہاں بیگم اب کبھی بھی اپنے خوبصورت چہرے پر کوئی مایوسی مت آنے دینا میں کبھی تمہیں مایوس نہیں دیکھوں گا اگر ہمیں اس گھر سے نکالا گیا تھا تو آج کتنی عزت سے لایا گیا ہے خیر بیگم چھوڑو یہ سب اور کھانا کھاؤ چلو ہاتھ منہ دھو لیں کھانا تیار ہے چلو صاحب پھر ہم نے لنچ کیا اور چائے پی کچھ دیر کے لیے میں نے آرام کرنا چاہا صاحب بولے لگتا ہے بیگم کو آرام کی ضرورت ہے؟ جی صاحب او کے بیگم کچھ دیر آرام کر لو میں تمہارے پاس ہی ہوں پھر رضا صاحب بیٹھے رہے موبائل پر گیم کھیلتے رہے میں سوئی رہی۔

4 بجے ہم نے دوبارہ تیاری کی اور اپنے سب کچھ سمیٹا اور نکل پڑے خیر ہم سب ہی بہت خوش تھے کہ پورا خاندان مل گیا ہے سب ہی ایک دوسرے پہ خوش ہیں میں تو ان سب کو ملا کر بہت خوش تھی اب انکا مجھے نہیں پتا خیر سب بہت خوش نظر آتے تھے ہمارا سفر جاری تھا میں اور رضا آگے بیٹھے تھے پھر ہم نے یہ سوچا کہ روزی سے پوچھ لیں اس کو کچھ چاہیے تو نہیں ہم نے روزی کو فون کیا مگر وہ بار بار کاٹ رہی تھی ہماری کال ریسیو نہ ہوئی تو ہم گھبرا گئے کہ رزینہ ایسا کیوں کر رہی ہے پھر بھی میں کوشش کرتی رہی مگر وہ تھی کہ اٹھا نہیں رہی تھی میں نے ایس ایم ایس کیا کہ کال ریسیو کرو مگر کوئی جواب نہ ملا رضا بھی پریشان ہونے لگا خیر ہم خاموش ہو گئے اچانک چوکیدار کا نمبر ملایا تو وہ بولے بیگم صاحبہ فون صاحب جی کو دو میں نے رضا کو دے دیا بولے کیا بات ہے روزی میڈم ٹھیک تو ہے؟ جی صاحب وہ ٹھیک ہیں پر...... کیا پر بولو کیا بات ہے وہ ہم سب پہ برس رہی ہیں آپ کے جانے کا سارا غصہ ہم پہ نکل رہا ہے صاحب جی آپ نے اتنے دن لگا دیئے روزی میڈم آج صبح عامر صاحب کو کہہ رہی تھیں کہ اگر آج بیگم

راحیلہ اور رضا صاحب نہ آئے تو نہ جانے وہ کیا کر لے گی آپ جلدی آ جاؤ وہ بہت اداس ہیں او کے ہم آ رہے ہیں تم بے فکر رہو میں آ رہا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا او کے صاحب جی پھر یہ کہہ کر فون بند کر دیا اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے پلین بنانے لگے کہ اسے کیسے بہلانا ہے۔

جب ہم گھر پہنچے تو دیکھا کہ روزینہ کے ماتھے پر بارہ بج رہے تھے میں نے سلام کیا اس کے تیور کو سمجھا اور اپنے روم میں چلی گئی رضا بھی میرے ساتھ تھے باقی مہمانوں کو نوکروں کا کام تھا سنبھالنا نوکروں کے قدموں کی آواز خاموشی کو توڑ رہی تھی مہمانوں کو آتے ہی دو روم دیدیئے گئے ہیں یوں محسوس کر رہی تھی جیسے ایک ویران قبرستان میں آ گئی ہوں آج نہ تو گھر میں کسی کی آواز آ رہی تھی نہ ٹی وی آن تھا نہ کمپیوٹر چل رہا تھا نہ روزی نے کوئی سانگ لگائے تھے بالکل خاموشی تھی پورا گھر بلکہ پورا بنگلہ خاموش تھا رضا بولے بیگم لگتا ہے روزی نے کچھ کھایا نہ پیا ہو گا اور دیکھا وہ کیسے منہ پھلا کر ملی ہے ہمیں۔ ہاں جان اسے منانا کوئی مشکل نہیں آپ آرام کرو تھوڑی دیر کو خود ہی آ جائے گی ہمارے پاس ہاں بیگم سچ کہا ہے آپ نے اس کا غصہ تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے نوکروں کے چہرے دیکھے ہیں جیسے مزار کے مجاور ہوں فضا میں وحشت آمیز خاموشی چھائی ہوئی تھی نوکروں کے چہرے یوں مرجھائے ہوئے تھے جیسے مرغی اپنے چوزوں پر چیل کے حملے کے خوف سے زمین پر دبکی بیٹھی ہو اچانک کمرے سے ٹی وی کی آواز آنی شروع ہو گئی رضا مسکرانے لگے نوکروں کے چہروں پر بھی رونق آ گئی وہ بھی ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے ہمارے آنے سے ان پر ایک نکھار آ گیا تھا وہ خوش نظر آ رہے تھے میں نے ایک نظر اپنے مہمانوں کو دیکھنے گئی وہ سب چائے پی رہے تھے یعنی کہ ہمیں نوکروں کو کچھ سمجھانا نہیں پڑا پھر میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھی رہی چائے پی اور انہیں آرام کرنے کو کہا پھر کچن میں آئی جائزہ لیا الگ سے پوچھا کیا صورت حال ہے اس نے کہا میڈم سب ٹھیک ہے میں نے دس ہزار اس کے ہاتھ میں دیئے اور کچن کا سامان لکھوا دیا اور کہا کہ کسی قسم کی کوئی کمی نہ آئے ٹھیک ہے میڈم آپ بے فکر رہیں سب کچھ ٹھیک ہو گا رضا صاحب بھی پہلے ٹائم ہی سونے کا ڈھونگ رچانے لگے میں روم میں گئی تو بولے بیگم تھوڑا آرام کر لوں اگر تم تھکی ہو تو سو جاؤ ورنہ آپ کی مرضی ہاں ہاں صاحب آپ سو جائیں اتنے میں روزی میڈم آ گئی بولی آ گئے آپ؟ کو گھر کی یا میری فکر تو نہیں تھی نہ میں نے اس کے گالوں کو چھوتے ہوئے جواب دیا ہو ہو میڈم کو غصہ بھی آتا ہے یہ تو میں نے آج دیکھا تو وہ میرے گلے سے لپٹ گئی پہلے رونے لگی بچوں کی طرح پھر مسکرانے لگی اپنے آپ کو شرمندہ کرنے لگی رضا بولے بس بس تم بچی نہیں ہو کل کو تم نے اپنے گھر بھی جانا ہے پھر بھی ایسے ہی کرو گی؟ وہ میری مرضی میں آپ کے ساتھ رہوں یا عامر کے پاس لیکن میڈم جو فرض ہے وہ شوہر کے ساتھ پورا ہوتا ہے او کے مجھے مت سمجھاؤ ہم سب مسکرانے لگے گھر کی دیواروں میں قہقہے گونجنے لگے نوکر بھی آ گئے اور روزی کے ظلم بتانے لگے صاحب جی آپ گئے اور جانے کے تیسرے دن بعد سے لیکر آج کے دن تک ہم لوگ تو ایسے تھے جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں اور میڈم نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا بس چائے چل رہی ہے پھر رضا بولے روزی میں کیا سن رہا ہوں کیا یہ سچ ہے ہاں یہ سچ کہہ رہے ہیں روزی بولی اور نوکروں کو غصے سے گھورا وہ فوراً غائب ہو گئے پھر ہم نے روزی کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر خوش کیا کافی دیر بیٹھے رہے اتنے میں کھانا تیار ہو گیا آواز آئی میڈم کھانا تیار ہے آ جائیں میں نے روزی کا ہاتھ پکڑا اور ٹیبل پہ لے آئی میں نے اپنے ہاتھوں سے روزی کو کھانا کھلایا ماشاء اللہ روزی نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تھا کہتے ہیں منہ بولے رشتے جھوٹے ہوتے ہیں مگر میں یہ کیسے مان جاؤں کہ منہ بولے رشتے میں کتنی پختگی ہے کتنا مضبوط ہے کتنا پیار ہے اس رشتے میں اگر میں سوچوں تو روزی میرا خونی رشتہ تو نہیں ہے کیا لگتی ہے میری جو ہمارے بغیر روتی رہی کیا لگتی ہے ہماری جو ہمارے بنا اس نے کھانا تک نہیں کھایا کیوں وہ ایسا کرتی ہے کیوں وہ یہ نہیں سوچتی کہ ہم اس

کے کچھ نہیں لگتے۔ ارے نہیں نہیں ہم کیوں سوچیں ایسا ہم کیوں کریں ایسی باتیں روزی نے ہمیں کتنی خوشیاں دی ہیں روزی نے ہمارا اتنا خیال رکھا ہے اگر روزی چاہتی تو اپنے شوہر سے پہلے ہی طلاق لے کر رضا سے شادی کر سکتی تھی مگر یہ بات اس کے ذہن میں شاید نہیں آئی تھی اس لیے کہ رضا میرا تھا میرا ہے میرا رہے گا اگر میں یہ سوچوں کہ رضا مجھے روزی کی وجہ سے ملا ہے دوبارہ تو روزی کا مجھ پہ بہت بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے مجھے میرا شوہر مل گیا ہے ہم نے بھی یہ ہی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم بھی روزی کو پریشان نہ ہونے دیں گے اسے اکیلا نہیں چھوڑیں گے وہ ہمارا ساتھی ہے ہم ہمیشہ اکٹھے رہیں گے رضا بولے ارے بیگم آج کل کچھ زیادہ ہی روزی میڈم سے پیار بڑھا رہی ہو خیر تو ہے صاحب آپ مانتے ہیں نہ کہ اب میڈم کی شادی ہونی ہے میں نہیں چاہتی کہ ہماری پیاری روزی ہماری کسی بھی بات سے مایوس ہو کیوں روزی ٹھیک کہا نہ میں نے؟ دیکھیں بیگم راحیلہ جہاں تک تو بات پیار بڑھانے کی ہے آپ اس لیے پیار بڑھا رہی ہیں کہ میری شادی ہے اگر یہ بات ہے تو مجھے نہیں کرنی شادی آپ کتنا پیار کریں گی مجھ سے؟ ارے ارے روزی یہ بات نہیں اگر ہمیں تم سے پیار نہ ہوتا تو ہم کب کے تم سے دور ہو چکے ہوتے تجھی اتنے میں چائے آئی ہم نے چائے پی اور تھکاوٹ کی وجہ سے جلدی ہونے کی۔ کی روزی نے عامر کو بتایا کہ بیگم صاحبہ اور رضا صاحب آگے ہیں وہ اگلے صبح اپنی امی کے ساتھ آگیا کھانے سے فارغ ہو کر بات ہوئی کہ ہمیں اب ڈیٹ دو کہ ہم بھی اپنے بیٹے کی شادی کر کے اپنا فرض ادا کریں رضا بولے ارے آنٹی اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ نہیں نہیں بیٹا ہمیں انکار نہیں سننا۔ بس اب تو جلدی سے ہمیں وہ دن بتادو کہ ہم بارات لے کر آجائیں ٹھیک ہے آنٹی میں ابھی سب کو بلا کر ڈی سائیڈ کرتے ہیں کہ کس کی کیا رائے ہے او کے بیٹا وہ بولیں پھر رضا نے ملازم سے کہا کہ مہمانوں کو بلاؤ اور روزی میڈم سے بھی کہو کہ صاحب بلا رہے ہیں او کے صاحب جی۔

تھوڑی دیر میں سب آگئے پھر آپس میں باتیں ہونے لگیں کہ روزی میڈم کی شادی کب کرنی چاہیے میں نے کہا کہ پہلے کسی نجومی کو بلاؤ کہ وہ اس کا ہاتھ دیکھ کر بتائے کہ اس کے لیے کون سا مہینہ یا دن ٹھیک رہے گا پھر نوکر بھیج کر نجومی کو بلایا گیا میڈم صاحبہ کا ہاتھ دیکھ کر بولے کہ اگلا مہینہ ان کے لیے بہت لکی ہے اس ماہ میں اس پر کوئی پریشانی نہیں آئے گی وہ پورا مہینہ اس کے لیے خوشیوں سے بھرا ہوگا پھر ہم نے اگلے ماہ کی 15 تاریخ فکس کی سب بہت خوش ہوگئے پھر مٹھائی منگوا کر سب کے منہ میٹھے کیے گئے اب ہمارے گھر میں خوشیوں کا سماں تھا ہر کوئی خوش خوش نظر آرہا تھا کبھی کوئی انتظام ہو رہا ہے کبھی کوئی لیکن سب کچھ ہم نے تھوڑا کرنا تھا وہ تو ملازموں کا کام تھا ہم نے جو کرنا تھا وہ ہم میں رضا صاحب اور زید بھائی ہم بازار گئے روزی اور عامر کے لیے کپڑے خریدے اور واپس آگئے پھر ٹیلر ماسٹر کو بلایا گیا کہ آکر کپڑے لے جاؤ وہ آیا اور تمام کپڑے لے گیا گھر بھر میں خوشیاں رقص کرنے لگیں گھر کے ہر کونے سے گانے کی آوازیں آنے لگیں شادی کا انتظام ہونے لگے میں نے رضا سے کہا کہ صاحب جی ہم دوسرے بنگلے میں شفٹ ہو جاتے ہیں اس میں جو سفیدی وغیرہ کروانی ہے وہ کروا لیتے ہیں تو وہ مان گئے پھر سب گھر میں صفائی شروع کروادی گئی کام زیادہ تھا ٹائم کم تھا میری بیٹی بولی مما کیا اب روزی آنٹی یہاں سے چلی جائیں گی ہاں بیٹی وہ اپنے گھر چلی جائیں گی لیکن مما یہ گھر بھی تو انہیں کا ہے ہاں بیٹی میں جانتی ہوں اور عمر بھی جانتی ہو کہ یہ گھر ان کا تھا مگر یہ بھی جانتی ہو کہ یہ گھر تیرے پاپا کے نام ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ تیرے اپنے پاپا کے نام ہے ہاں مما جب ہم اس گھر میں آتے تھے تب بالکل انجان تھے لیکن خدا کی قدرت دیکھیں کہ اب سب کچھ ہمارا ہے ہاں بیٹی یہ ہمارا نصیب ہے اگر روزی میڈم ہمیں جانے دیتی تو شاید یہ سب کچھ آج ہمارے پاس نہ ہوتا ہاں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بہت سمجھدار ہوگئی ہو بہت کچھ جاننے لگی ہو میں میں آپ اک بات کہنا چاہتی ہوں ہاں بولو بیٹی مما میری ایک دوست ہے جو میرے ساتھ پڑھتی ہے وہ ہے اس کا نام اور مما اگر آپ چاہو تو میں اسے

بھی دعوت دے دوں کہ وہ میری آنٹی کی شادی آئے۔ تو بیٹی کروا سے انوائٹ کیوں نہیں کرتی او کے مما اور مما میں آپ کو بات بتانا چاہتی ہوں جن دنوں میں اور ردہ میٹرک کے ایگزام دے رہی تھیں ان دنوں میں ان کی مما کی ڈیتھ ہوگئی تھی وہ پیپر بھی نہ دے سکی مما اب اس کا کوئی بھی اپنا نہیں ہے وہ مجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھتی ہے اور مما صرف ایک ماں تھی جو کہ اسے اکیلے چھوڑ گئی ہے وہ اکیلی لاوارث اور تنہا لڑکی ہے مما دوسری بات یہ ہے کہ وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے وہ ایک کروڑ پتی ہے اس کی بہت سی کوٹھیاں ہیں اور مما وہ مجھے بالکل اپنی بہنوں کی طرح سمجھتی ہے۔ میں بھی اسے پیار کرتی ہوں مما وہ اپنے گھر لے جانا چاہتی تھی مگر میں تو اس کی امی کا افسوس بھی نہیں کرنے گئی۔ مگر ندا بیٹی تو کیوں نہیں گئی تمہیں جانا چاہیے تھا اگر وہ تمہیں اپنی بہن سمجھتی ہے تو پھر تم نیا چھا نہیں کیا اگر تم اس کی ماں کی ڈیتھ پہ ہیں گئی تو وہ تمہاری آنٹی کی شادی میں کیسے آئے گی ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے ناراض ہو نہیں مما وہ ناراض نہیں ہے بلکہ جس دن سے اس کی ماں اسے چھوڑ گئی ہے وہ لڑکی چپ چپ سی رہنے لگی ہے ماں نا تو اس کی کوئی دوست ہے اور نا ہی اس کا کوئی رشتہ دار ہے ایک دن مجھے کہہ رہی تھی کہ میں اکیلی جی کر کیا کروں گی اتنا بڑا بنگلہ ہے اور میں اکیلی ہوں میں تو تنگ آگئی ہوں کاش کوئی میرا ہوتا پھر میں نے اسے حوصلہ دیا اور یہ لفظ بولا کہ تم ایسا مت کہو مجھے اپنی سسٹر سمجھو اور میں تمہیں تمہاری بہن بن کر دکھاؤں گی لیکن بیٹی ان کا بزنس کیا ہے مما ان کا کوئی دبئی میں بزنس ہے بقول ردہ کے کہ ان کی کوئی فیکٹری چل رہی ہے اور پاکستان میں بھی کوئی اچھا کاروبار ہے جن کی اب ردہ مالک ہے۔

او کے بیٹی لیکن تم کسی روز اس کے گھر چلی جانا وہ خوش ہو جائے گی نہیں مما آپ بھی میرے ساتھ چلنا ٹھیک ہے تم اس سے بات کرنا پھر ہم چلیں گے اس کے گھر یعنی میں نے اپنی بیٹی ندا کو تسلی دی۔ ندا بیٹی بہت خوش ہوگئی اگلے دن جب وہ سکول جانے لگی تو پوچھتی ہے مما میں ردہ سے بات کروں گی کسی دن میں اپنی مما کے ساتھ آؤں گی؟ او کے بیٹی تم جب بھی کہو گی میں تیرے ساتھ چل دوں گی او کے مما خدا حافظ یہ کہہ کر ندا بیٹی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی میں نے دوسری گاڑی نکلوائی اور بازار گئی ردہ کے لیے تحفے وغیرہ لیے اور مکمل طور پر تیار تھی کہ میں جاؤں گی پتا نہیں کیوں ایک اجنبی لڑکی کے لیے میں اتنا تڑپ رہی تھی پتا نہیں کیوں میرا خون جوش مار رہا تھا کہ میں جلدی سے اس یتیم بچی کو جا کر دیکھوں خیر مجھے ندا کے آنے کا بے چینی سے ویٹ تھا آج دن بھی جلدی نہیں گزر رہا تھا کہتے ہیں جب کسی کا اتنی شدت سے ویٹ کریں تو ٹائم جلدی نہیں گزرتا دل کی دھڑکن بڑھتی رہتی ہے مگر وقت رک سا جاتا ہے میں ندا کا رستہ دیکھ رہی تھی بہت مشکل سے وہ ٹائم پورا ہوا میں نے ڈرائیور کو آدھا گھنٹہ پہلے ہی ندا کو لینے بھیج دیا تا کہ جلدی آکر بتائے کہ ردہ کیا کہتی ہے میں اسے دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ میری بیٹی ردہ ہے یا پھر کوئی اور ہو سکتا ہے میری ہی بیٹی ہو جس کے لیے میں اتنی بے چین تھی جس کے لیے ماں کی ممتا اتنی تڑپ رہی تھی اور میں اس کے لیے خود کو بہلا رہی تھی کہ اپنی بیٹی سمجھ کر خیر ندا آئی میں نے آتے ہی پوچھا کہ بیٹی کیسی ہے آپ کی دوست بولی مما وہ پہلے مایوس سی تھی جب میں نے اسے کہا کہ میں اور میری مما آئیں گی تو وہ خوشی سے اچھل پڑی کہتی ہے کہ آج ہی لے کر آؤ اپنی مما کو یعنی آنٹی کو آج ہی لیکر آجاؤ پلیز ندا آج ہی لے آنا میں تمہارا ویٹ کرتی ہوں۔

ندا بیٹی یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی لیکن میری بے چینی اور بھی بڑھ گئی میں نے اپنی دونوں بچیوں کو ایک تل لگایا ہوا تھا جو کہ شاید آج میری بچیوں کی پہچان بنے وہ تل میں نے ان کے بازوؤں پہ حفاظتی ٹیکے کے نشان میں بنایا تھا جب ان کو ٹیکے لگے تھے تو وہ زخم بن گئے تھے میں نے ان میں سیاہی لگادی جب زخم ٹھیک ہوا تو وہ سیاہی ایک کالا تل بن گیا میں ان دونوں کو جب نہلاتی تھی تو بہت غور سے وہ تل دیکھتی تھی کہ دونوں کا نشان ایک جیسا ہے خیر میں بات کو کدھر لے گئی میں نے ندا سے کہا کہ جلدی چلو ہم آج ہی ردہ بیٹی کو مل کر آئیں اور اگر کوئی خوشی ہو تو

انسان نہ بھی جائے تو گزارا ہو جاتا ہے اگر کوئی مایوس ہو تو اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ ٹھیک ہے مما میں چینج کرلوں آپ بھی تیار ہو جائیں میں نے جلدی سے تیاری کی اور ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کو کہا اس نے گاڑی نکالی میں نے اپنی بیٹی کو آواز دی کہ آجاؤ اور اپنا پرس پکڑا اور گاڑی میں جا بیٹھی تھوڑی دیر میں ہم ایک شاندار بنگلے پاس پہنچ گئے جہاں گیٹ پر دو گن مین بیٹھے تھے پوچھا بیٹی کس سے ملنا ہے ہم نے کہا کہ ردہ میڈم سیا یک بولا آپ کا نام ندا بولی میرا نام ندا ہے میں اس کی کلاس فیلو ہوں اوکے میں ابھی آتا ہوں ایک گن مین اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد بولا آؤ میڈم وہ ہمیں ایک روم میں لے گیا اور ڈرائیور کو بھی بٹھایا ہم نے ایک نظر بنگلے کو دیکھا اور ردہ کا ویٹ کرنے لگیں ردہ بیٹی آئی پہلے جھک کر سلام کیا پھر ندا کو گلے ملی میں نے اسے دوبارہ کہا کہ بیٹی پتا نہیں کیوں تمہیں دیکھ کر مجھے ایسا لگتا ہوے جیسے تو بھی میری بیٹی ہے آنٹی جب کوئی کسی کو پیار سے دیکھتا ہے تو اسے وہ پرایا نہیں اپنا ہی لگتا ہے جیسے آپ نے مجھے پیار سے دیکھ کر اپنے دل میں میری جگہ بنائی ہے ہم بیٹھے ہی تھے کہ چائے آ گئی چائے پینے سے پہلے میں نے ردہ بیٹی سے اس کی ماں کی بات کی وہ غمزدہ ہو گئی میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ بیٹی جو خدا کو منظور تھا وہ ہی ہوتا ہے ردہ نے ہاف بازو شرٹ پہن رکھی تھی میری نظر سیدھی اس کے کندھے پہ بنے ہوئے سیاہ تل پر جا پڑی میں چونک گئی کہ یہ وہ ہی میری بیٹی ہے میرا اپنا خون ہے جسے میں کراچی کے غلہ منڈی میں اپنے سامنے فروخت ہوتے دیکھا تھا میں کچھ نہ کر سکی آج قسمت کے کھیل دیکھو کہ وہ ہی میری اپنی بیٹی میرا اپنا خون جسے میں اتنی آسانی سے اپنی نہ کہہ سکتی تھی وہ شاید ہی یقین نہ کرتی مجھ پہ خیر تھوڑی دیر میں کھانا آ گیا ہم نے ملکر کھانا کھایا وہ کچھ ہی دیر میں ہم میں ایسے گھل مل گئی جیسے وہ ہماری اپنی ہی ہو خیر وہ تھی ہی میری اپنی تو بیٹی تھی خیر میرا تو دل کل سے ہی مان چکا تھا کہ جس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے کروڑپتی ہے اکیلی ہے ردہ نام ہے وہ میری ہی بیٹی ہو گی تو وہ بات سچ ہی نکلی وہ میری ہی بیٹی ردہ تھی میں نےبہت مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ردہ سے یہ بھی کہا کہ ندا کی آنٹی کی شادی ہے اور ہم نے تمہیں لیکر جانا ہے اوکے آنٹی میں تیار ہوں اور پھر میرا اپنا ہے ہی کون ہمیں جس کے پاس جاؤں گی نہیں نہیں بیٹی ایسی بات نہ کہو ہم ہیں نہ مجھے اپنی ماں کی طرح ہی سمجھو اور تم میری بیٹی ہو ردہ اور ندا میں نے تمہیں دیکھتے ہی اپنی بیٹی کی طرح دیکھا ہے اور اب تو میری دو بیٹیاں ہیں آنٹی آپ ایسا کرو آج ندا کو چھوڑ جاؤ ویسے بھی میں اکیلی ہوں کل میں اور ندا دونوں آجائیں گی اوکے بیٹی رکھ لو اسے پھر میں ندا کو چھوڑ کر واپس آ گئی اس طرح ہمارا ملنا جلنا چلنے لگا میں بہت خوش تھی کہ میں نے آج اپنی بیٹی کو دیکھا۔ دیکھا ہی نہیں بلکہ اسے اپنے سینے سے لگایا بھی ہے پیار بھی کیا ہے اور سر بھی چوما میں اب کیسے اسے کہوں کہ وہ میری بیٹی ہے میری ہی گود میں پلی ہے میں نے اسے پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہ کی تھی کیوں کہ اپنوں کو انسان پہلی نظر میں ہی پہچان لیتا ہے اب مجھے کل کا انتظار تھا کہ کب میری بچیاں آتی ہیں۔

شام کو رضا بولے بیگم آج مجھے میری بچی نظر نہیں آ رہی کہاں ہے میری لاڈلی بیٹی تو میں چونک گئی خیر میں نے انہیں بہت ہی طریقے سے بات کی کہ صاحب آج مجھے میری دوسری بیٹی بھی ملی تھی جو ندا سے بڑی ہے اور اب شاید خدا نے میری وہ بچی ہمیشہ کے لیے ملا دی ہے کیا مطلب بیگم وہ بولے مطلب کہ میں نے آپ کو بتایا تھا نہ کہ میری دو بیٹیاں تھیں ردہ اور ندا جیسے مجھے آپ نے خریدا تھا ویسے ہی ایک کروڑپتی عورت نے ردہ کو خریدا تھا جو اپنی بیٹی بنا کر لے گئی تھی اور اس نے اپنی ساری جائیداد اس کے نام کر دی ہے کچھ ماہ پہلے اس عورت کی ڈیتھ ہو گئی تھی اتفاق سے وہ ہی ردہ ندا کے ساتھ پڑتی ہے اور ندا سے بہت گہری دوستی بھی ہے مجھے کل ندا نے بتایا تھا کہ اس کی مما کی ڈیتھ ہو گئی ہے اور وہ اکیلی ہے آج میں اسے ملنے گئی تھی اور ندا بیٹی کو اس نے رکھ لیا ہے کل سکول سے سیدھی ہمارے پاس آئیں گی دونوں میں نے بات ختم کی تو فوراً بولے کہ بیگم آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ ردہ بیٹی وہی لڑکی

ہے جو آپ کی یعنی ہماری اولاد ہے ہاں میں نے اسے پہلی نظر دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کیوں کہ میں نے دونوں بیٹیوں کو بچپن میں ایک نشانی لگائی تھی جو آج بھی ہے اور میں نے باقاعدہ طور پر اس کی اور ندا کی نشانی کی تصویر پر بھی بنائی ہوئی ہیں اور ان دونوں کی بچپن کی تصویریں میرے پاس محفوظ ہیں میں نے ردہ کے کندھے پہ وہی نشانی دیکھی ہے تو اس نے اپنی بیٹی مانا ہے کیوں کہ میرا اپنا خون ہے میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی۔

اوکے میڈم جانتا ہوں کہ تم بہت ہوشیاری سے کام لیتی ہو اب دیکھتے ہیں کیا جھوٹ ہے کیا سچ ہے مگر بیگم اس دور میں کسی پر اعتماد کرنا بے وقوفی ہے جانتی ہوں صاحب آپ ایک بار اعتماد کر کے تو دیکھیں ٹھیک ہے مگر آج میرا دل نہیں لگ رہا کیوں کہ میری ندا بیٹی گھر میں نہیں ہے اور بیگم کل میں نے فیکٹری بھی جانا ہے جب سے آپ آئی ہیں میں نے فیکٹری میں ایک بھی چکر نہیں لگایا سب کچھ ملازموں پر چھوڑا ہوا ہے مجھے ایک بار جانا چاہیے کیوں نہیں صاحب آپ کل جائیں میں نے کہا بیگم اگر تم چاہو تو ہم دونوں چلیں صاحب بولا۔

نہیں صاحب کل ردہ آئے گی میں کل کا دن اس کے ساتھ گزاروں گی اوکے بیگم آپ کی مرضی اگلی صبح ردہ اور ندا دونوں سکول کے بعد اپنی اپنی گاڑیوں میں آ گئیں پہلے ندا میرے گلے لگی پھر ردہ بیٹی میرے ساتھ لگی میں نے دونوں کو ایک جیسا پیار کیا تاکہ کسی کو کوئی کمی نہ رہ جائے پھر میں اور ردہ ایک روم میں بیٹھ گئیں جہاں ان دونوں بہنوں کی تصویر لگی ہوئی تھی ردہ تصویر کو دیکھتے ہی بولی آنٹی یہ کون بچیاں ہیں میں نے کہا یہ دونوں ہی میری بچیاں ہیں ایک ندا اور دوسری یہ کہہ کر میں چپ ہو گئی تو وہ بولی آنٹی خاموش کیوں ہو گئیں آپ بتائیں ناں دوسری آپ کی بیٹی کون سی ہے کہاں ہے وہ؟

میں نے کہا بیٹی اگر میری نظروں سے دیکھو تو وہ بھی میرے سامنے ہے کیا مطلب مگر آگے بتائیں نہ کیا بات ہے اتنے میں میری امی اور ندا بھی کمرے میں آ گئیں امی کو دیکھتے ہی ردہ بولی آنٹی یہ آیا تو ہمارے گھر میں کام کرتی تھی اب آپ لوگوں نے رکھ لیا ہے انہیں؟ وہ امی کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی امی نے آگے بڑھ کر سر پر ہاتھ رکھا اور بولی بیٹی اب میں آیا نہیں ہوں جو سچ ہے میں تمہیں بتاتی ہوں آپ مجھے جانتی تو ہو کہ میں تمہارے گھر میں کام کرتی تھی مگر تم یہ نہیں جانتی کہ میں تمہاری رشتے میں کیا لگتی ہوں اگر میں کام کرتی تھی تو صرف تمہارے لیے کیوں کہ تم دونوں بہنیں میرے ہاتھوں میں پلی ہو جب تم بہت چھوٹی تھی تو تیرے باپ نے تیری اس ماں کو طلاق دے کر ہم سب کو دھکے دے کر نکال دیا تھا پھر کسی نے تم تینوں کو کراچی کی غلہ منڈی میں بیچ دیا جہاں سے میں اور تمہاری وہ ماں جو تمہیں چھوڑ گئی ہیں ہم دونوں نے تمہیں وہاں سے خریدا تھا میں تیری ماں اور تم سے جدا ہوتے ہی اس نیک خاتون کے گھر میں ملازمت کرنے لگی وہ بے اولاد تھی اسے میں نے ہی مشورہ دیا تھا کہ کوئی بچہ گود میں لے لیں تو انہوں نے آپ کو خریدا وہ عورت جو کروڑپتی تھی اس نے میرے سامنے اپنی ساری جائیداد تیرے نام کر دی اور تجھے اپنی بیٹی بنا لیا تم میری نواسی اور میری اسی بیٹی راحیلہ کی بیٹی ہو باقی ثبوت تمہیں تمہارے بازو کا تل دے گا تم دونوں بہنوں کے بازو میں ایک سیاہ کلر کا تل ہے اگر چاہو تو ابھی دیکھ سکتی ہو ماں کی باتیں سن کر وہ پریشان سی ہو گئی میں نے اپنے پرس سے ان کی وہ تصویر نکالی جو صرف ان کے تل کی بنائی ہوئی تھی پھر اپنی اور دونوں بچیوں کی تصویر نکالی ردہ نے تصویریں دیکھیں شاید اسے کچھ یاد آ رہا تھا بولی اگر آپ میری مما ہیں تو کیوں مجھے اپنے سے الگ کیا تھا؟ میرے پاس اس کا جواب نہیں تھا میں خاموش ہو گئی پھر بولی بولیں ناں کیوں اپنے سے دور کیا تھا مجھے۔ بیٹی میں مجبور تھی میں خود تمہارے ساتھ بک چکی تھی تمہیں کیسے بچاتی یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ کسی اچھی اور نیک خاتون نے تمہیں خریدا تھا خدا نہ کرے اگر کوئی طوائف تمہیں خرید لیتی تو آج ہم کبھی نہ ملتی نہیں ماں ایسا مت کہو ماں آپ میرے ساتھ چلیں میرے پاس

ومیری بچپن کی تصویریں ہیں وہ بھی ان تصویروں سے ملتی جلتی ہیں ہاں بیٹی ظاہر بات ہے کہ وہ بھی تیری ہیں یہ
ی تیری ہیں اب تو تمہیں کوئی شک نہیں ناں؟ اگر پھر بھی تصدیق کروانا چاہو تو لیبارٹری چلو ہم تینوں ایک
دسری کا خون ٹیسٹ کروا لیتے ہیں کہ تم میرا خون ہو بس بیٹی اس کے آگے میرے پاس کوئی پروف نہیں ہے نہیں
ں مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ میں آپ کی بیٹی ہوں مگر ماں وہ باپ جس نے آپ کو اور ہم دونوں بہنوں کو گھر
ے نکال دیا تھا کیا آپ اس کا پتا بتائیں گی نہیں بیٹی اس ظالم کا نام مت لو وہ ایک شرابی اور جواری تھا جو اس
دھندا تھا ہمارے ساتھ کیے ہوئے پاپوں کی سزا اسے مل چکی ہے ہمارے سامنے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا
یسے بھی ایسے انسان کے جینے سے ہماری پاک زمین گندی ہو جاتی ہے میرا شوہر رضا ہے جو کہ تم دونوں سے
ہت پیار کرتا ہے میری شادی رضا کے ساتھ ہوئی ایک حادثے میں ہم بچھڑ گئے تھے دنیا والوں نے میرا جینا
ل کر دیا تھا میری امی نے میری شادی اس جواری سے کر دی یہ سوچ کر کہ رضا اب اس دنیا میں نہیں ہے
وں کا منہ بند کرنے کے لیے مجھے شادی کرنی پڑی وہ شادی میری بربادی کا سبب بنی جہاں سے پھر مجھے میرا
ضا مل گیا جو آپ کا باپ ہے اور میرا شوہر وہ آج تک تمہیں ڈھونڈتا رہا مگر بیٹی اب قسمت ہمارے ساتھ ہے
نیا کی کوئی طاقت ہم کو جدا نہیں کرے گی ماں اگر آپ میری مما ہو تو مجھے اپنے سینے سے لگالیں پلیز ماں پتا نہیں
ں عورت سے مجھے ماں کا پیار کیوں نہیں ملتا تھا وہ مجھے بہت پیار کرتی مگر مجھے پھر بھی ایک پیاس رہتی تھی ہاں
ٹی جو جوش اپنے خون میں ہوتا ہے وہ دوسرے خون سے نہیں ملتا اب آپ بھی یہ نہ سوچنا کہ تم اکیلی ہو اب تو
پ کو ماں باپ بہن ماموں نانی یعنی سب رشتے مل گئے ہیں نہیں مما میں اب کبھی بھی اپنے آپ کو تنہا نہیں
جھوں گی پھر میں ایسا کیوں کروں جن رشتوں سے میں آج تک دور رہی ہوں مجھے کیا پتا تھا وہ میرے رشتے
میرے آس پاس ہی رہتے ہیں مما میں اک بات کہوں بولو بیٹی مما اب میں ندا اور نانی امی ہم اس گھر میں رہیں
گی یا پھر میں آپ کے ساتھ ندا اور نانو ادھر ندا جلدی سے بولی نہیں نہیں میں اکیلی کیوں رہوں یا تو آپ کے
تھ یا پھر مما کے ساتھ چھوڑو ندا آپی آپ یہ بات مما بتائیں گی کہ کون کس گھر میں رہے گا بیٹی دونوں گھر اپنے
یں جب چاہو جہاں چاہو رہ سکتی ہو میں تو کہتی ہوں کہ نوکروں کو چھٹی کرو آپ بھی ادھر ہی رہو نہیں مما وہ بہت
پرانے سرونٹ ہیں انہیں کہاں بھیجوں وہ ہمیشہ سے یہی رہتے آرہے ہیں۔

اوکے بیٹی پھر ایسا کرو آپ کی نانی امی اور ندا آپی آپ کے ساتھ رہیں گی تھینک یو مما تھینکس اتنے میں
رضا صاحب آگئے دور سے ہی خوش ہو کر بولے لگتا ہے آج میری بیٹی ندا کی کوئی فرینڈ آئی ہوئی ہے پاپا آپ
آنکھیں بند کریں میں آپ کو ملاتی ہوں ندا جلدی سے بولی لو بیٹی پاپا آئیں میرے ساتھ ندا نے پاپا کا ہاتھ پکڑا
اور ردہ کے پاس لے آئی پاپا اب آنکھیں کھولیں اور بتائیں کہ یہ کون ہے او تو یہ مجھے میرا ہی خون لگتا ہے بالکل
آپ جیسی بچی ہے کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟ جی میرا نام ردہ ہے اور میں ندا کی چھوٹی بہن ہوں ماشاء اللہ آج
میرے گھر میں رحمت ہی رحمت جھلک رہی ہے بیٹی اگر یہ بات ہے تو دور کیوں ہو ملو گلے اپنے پاپا کو ردہ نے
جلدی سے باپ کے گلے میں بانہیں ڈالیں اور باپ نے بھی بیٹی کا منہ ماتھا چوما پوچھا بیٹی آج تک کہاں غائب
تھی پاپا میں ندا کے ساتھ ہی پڑھتی ہوں ماں کے مرنے کی وجہ سے میں پیپر نہ دے سکی ندا نے بھی میری وجہ سے
کچھ ٹھیک نہیں دیئے اگر یہ پاس ہو جاتی تو اس نے کالج اور میں نے ادھر ہی رہ جانا تھا اس نے میری وجہ سے
جان بوجھ کر پیپر خراب کیے ہیں اب ہم اکٹھی کالج جائیں گی واہ بیٹی واہ کتنا پیار ہے دونوں بہنوں میں میں نے
رضا سے کہا صاحب جی اگر آپ کہیں تو ردہ اور ندا دونوں بہنیں اس گھر میں یا اس گھر میں رہ سکتی ہیں؟ کیوں
نہیں یہ بھی گھر ان کا وہ بھی ان کا یہ ہی مالک ہیں جہاں چاہیں رہ سکتی ہیں مگر صاحب میں نے تو ان سے یہ کہا

ہے کہ ردہ ندا اور امی تینوں اس گھر میں رہیں مگر بیگم صاحب آپ نیہ فیصلہ کچھ ٹھیک نہیں کیا ردہ بیٹی کیا سوچے گی
کہ صاحب میں نے ان سے یہ بھی کہا ہے کہ ملازموں کو چھٹی کروادیں اور خود ہمارے ساتھ ہی رہیں یہ ردہ بیٹی
مان نہیں رہیں کیا کہتی ہیں؟ کہتی ہے کہ مما جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے وہ اسی بنگلے میں رہتے ہیں اگر میں
ان کو چھٹی کرواؤں تو وہ کہاں جائیں گے وہ بے چارے بے گھر ہو جائیں گے تو ٹھیک ہے پھر ان کو رہنے دو
ادھر ہی تم زیادہ تر ادھر رہو گی ہمارے ساتھ کیوں کہ اب تیری آنٹی کی شادی بھی کرنی ہے واہ پاپا کتنا مزہ
آئے گا شادی میں ہاں بیٹا خدا کرے کہ تم ایسے ہی خوشیوں میں زندگی گزارو آج میں بھی بہت خوش ہوں کہ
میری دونوں بیٹیاں اور میری ماں میرا شوہر میرے بھانجی یعنی مجھے میرے سبھی مل گئے جو مجھ سے بچھڑ چکے تھے
آج میں دنیا کی خوش قسمت عورت ہوں میرے گھر میں جشن ہو رہے تھے میری بیٹی ملنے پر مٹھائیاں بانٹی جارہی
تھیں کچھ ہی دنوں میں شہنائیوں کی بھی آوازیں گونجیں گی رات کا کھانا کھا کر ردہ اور ندا دونوں تیار ہو گئیں
ردہ نے ندا کو اپنے ساتھ اور نانی امی کو ندا کے ڈرائیور کے ساتھ بٹھایا دونوں چلی گئیں اب ادھر شادی کی مکمل
تیاری تھی کوئی کچھ کر رہا ہے تو کوئی کچھ شادی کے دس دن پہلے ہی مہندیاں شروع ہونے لگی آج عامر کی بڑی
بہن مہندی لے کر آرہی تھی ہر طرف بینڈ باجوں کی آوازیں ناچ گانے کی آوازیں باقاعدہ طور پر ہال بک ہوتا
وہاں گلوکار آتے ایک جشن کے ساتھ گانے گائے جاتے اور خاندانی رسموں کے طریقے مہندی کی رسم ہوتی پھر
شور شرابہ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں دوسرے دن عامر کی مہندی تھی جس میں ہم نے بھی شامل ہونا تھا اس کے
دوست باری باری مہندیاں بنا رہے تھے پر ہماری باری 5 دن بعد آتی کہ ہم عامر کی مہندی کی رسم ادا کریں پھر
ہم نے بنائی ہم دونوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر مہنگا حال دیکھا تھا جس کی بکنگ کروائی گئی اس طرح
مہندیاں ختم ہوئیں تو شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی ان کی پوری سٹی میں پتا چل رہا تھا
کہ کسی کی شادی ہے ہماری بھی پوری سٹی جگمگا رہی تھی ہم نے بہت بڑے بڑے سنگر بلائے تھے جو کہ روزی کی
خوشیوں میں چار چاند لگائیں اور ہوتا بھی وہ ہی آرہا تھا وہی فلمی سین تھے میرے اپنے سارے تھے آج روزی
کا رخصتی کا دن تھا صبح ہوتے ہی بولی صاحب جی مجھے بھیجنے کا آپ نے سوچ لیا ہے مجھے کل جلدی لینے آجانا ورنہ
میں سب کو چھوڑ کر آجاؤں گی۔ ارے پگلی ایسا نہیں کہتے ہم ہیں ناں تمہارے ساتھ بولو تمہاری کیا خواہش ہے آج
تیری ہر خواہش پوری ہو گی اگر یہ بات ہے تو پہلے کی طرح آپ سٹیج پر گاؤ گے اس کے بعد ردہ اور ندا گائیں گی
یہ میری خواہش ہے اور تیری خیر ہو اتنی بڑی خواہش میں تو بھول گیا تھا کہ ہم ایسا نہیں کہو گی او کے آپ کی مرضی
اب تو مجھے گانا ہی پڑے گا لو جی حال میں اعلان ہو گیا کہ رضا صاحب سٹیج پر گانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں
سب خاموش ہو گئے اچانک پردہ اٹھا اور حال تالیوں سے گونجنے لگا میوزک شروع ہو گیا۔ غزل

رک جا میرے پردیسی بھیگی ہنکوں کا سلام لیتا جا
میرے شہر سے جا رہا ہے تو کوئی انعام لیتا جا
ان روتی ہوئی آنکھوں میں اک امید ہے باقی
آنکھوں کے اس میخانے سے تھوڑا سا جام لیتا جا
کچھ پل کے لیے اب تو تو ہے میرا مہمان
میرے دل چاہتوں بھری دعائیں تمام لیتا جا
ہم کیسے رہ پائیں گے تم سے بچھڑنے کے بعد
جاتے جاتے اس دل کا الخان کہتا جا

کیا خبر کہ میری سانسیں ٹوٹ نہ جائیں
اس چاہت بھرے دل کے کرن سارے امان لیتا جا

رضا صاحب اپنی آنکھوں کا پانی صاف کرتے کرتے سٹیج سے نیچے اترے اور سیدھے روزی کی طرف پاس جا کر بولے ہاں میڈم اور کتنا امتحان لو گی ہمارے صبر کا ہم پتا نہیں کیسے تیری جدائی برداشت کریں گے اتنے میں بارات آ گئی لو جی بارات آ گئی کوئی ادھر دوڑ رہا ہے کوئی ادھر شادی میں بہت سارے لوگ تھے بارات کی تھی ماشاءاللہ۔

ایک شاندار بگھی بجی ہوئی تھی جس میں باقاعدہ طور پر صرف دولہا صاحب مسکرا رہے تھے ہال کی طرف بڑھتی ہوئی شہنائی سنگروں کا جھوم جھوم کر گانا اور حال کی طرف بڑھنا گیا سماتھا روزی کے دل کے تار بجنے لگے روزی ہم سے جدا ہو رہی تھی روزی کی آنکھیں مسلسل بھیگی ہوئی تھیں میں روزی کے پاس گئی اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا ارے روزینہ میڈم یہ آنسو دلہا راجا کی خوشی کے ہیں یا پھر ہم سے جدائی کے وہ میرے ساتھ لپٹ کر رونے لگی میں نے اسے حوصلہ دیا کہ تم ناں تو بچی ہو نا ہے بچہ جو اس طرح کر رہی ہو پھر ہم نے کون سی کسر چھوڑی ہے تمہیں خوش کرنے کی اتنے میں باہر والی لڑکیاں آ گئیں روزی کی تیاری کرنے لگیں اب وہ روزی اپنے آپ کو ایک خوبصورت دلہن کے روپ میں محسوس کرنے لگی ادھر کھانا لگا سب نے کھانا کھایا نکاح پڑھایا گیا اب روزی بالکل اس کی بیوی بن چکی تھی رخصتی کا وقت قریب آتا گیا روزی نے خاموشی اختیار کر لی اب وہ کسی سے بات نہیں کر رہی تھی کیوں کہ اس کے پاس اس کے دلہا صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ویڈیو بنا رہے تھے روزی بولتی بھی تو کیسے رضا صاحب آئے اور روزی کے کان میں بولے کیا خوب جوڑی ہے روزی مبارک ہو تیرا دلہا اور عامر کو بھی اس کی شادی اور اس کا پیار ملنے کی مبارکباد دی ہر طرف مبارکباد مل رہی تھی پھر سٹوڈیو والوں نے انڈین گانا چلا دیا۔

مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری

خیر وقت قریب تھا تیاری مکمل ہو چکی تھی میں نے روزی کو کندھے سے پکڑ کر سہارا دیا وہ کھڑی ہو گئی وہ روزی کہاں تھی ایک چاند تھا جو اتنا چمک رہا تھا اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں پھر میں نے رضا کو بلایا کہ وہ روزی کو بگھی میں بٹھائیں گے پھر ہم نے بہت سی دعاؤں کے ساتھ روزی کو الوداع کہہ دیا روزی اپنے سسرال چلی گئی وہ ہی ہال جو صبح کا ایک شاندار ہال تھا اب اس میں خاموشی چھا گئی سب لوگ اپنے اپنے جانے لگے۔

دونوں بچیاں بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں جا چکی تھیں خیر اب سب نے جانا تھا ہم بھی اپنے بنگلے میں آئے بہت مہمان تھے خوشیوں سے بھرا ہوا بنگلہ اور ہر ایک کے چہرے پر مسکراہٹ لیکن روزی کی رخصتی کے بعد سب خاموش اور مایوس سے بیٹھے تھے اچانک کال آئی کہ رضا صاحب سے بات کرا و رضا کال سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ (باقی آئندہ)

روزی کی شادی ہو گئی۔ اس کی آئندہ زندگی کے بارے میں [illegible] جو خوشیاں [illegible] تھیں وہ بھی مل گئی [illegible] یہ سب جاننے کے لیے اگلی قسط ضرور پڑھیے!

"بہت نامراد شے ہے جنون"

☑......تحریر: مس صبا، کلر سیداں

پھر ایک شام جواں اکثر وہ ملتے تھے وہ اسے ہوٹل میں ایک ہینڈسم سے لڑکے کے ساتھ دیکھ رہا تھا وہ اس لڑکے سے معذرت کر کے اس کی طرف ائی اس کے ذھن میں کھیں سوالات تھے وہ الجھن بھری نگاھوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے سوال کرنے سے پھلے ھی وہ بول پڑی مجھے معلوم نھیں تھا تم اتنے جھوٹے اور دھوکے باز انسان ھو جس نے ایک بھولی بھالی اور سچے دل سے چاھنے والی لڑکی کے ساتھ فراڈ کیا اس بات کا کیا بھروسہ میرے ساتھ تم مخلص ھو کل کو میرے ساتھ بھی ایسا کیا تو

...... (ایک درد بھری سچی کھانی)

کشف بالکل عام سی لڑکی تھی نہ شکل وصورت میں کوئی خاص نہ ہی شان وشوکت میں کوئی شہزادی ...... مگر اس کی ذات میں عجیب بات تھی کچھ لڑکے اکثر اس کے بارے میں بات کیا کرتے تھے۔

یار لگتی تو بیوقوف ہے مگر اکڑتی پتہ نہیں کس بات پہ ہے وہ ہر لڑکی پر گفتگو کرتے تھے ان لڑکوں میں ایک عدنان تھا جو ہر لڑکی کے بارے میں گفتگو کرتا تھا وہ اس اصول پر عمل پیرا تھا کبھی خود لڑکی سے اظہار نہ کرو جتنا ہو سکے اس سے دور بھا گو وہ اتنا ہی تمہاری طرف کھینچے گی اس لیے وہ اپنے دوستوں کی نسبت زیادہ کامیاب تھا اس کی یہی کوشش رہتی وہ سب سے الگ نظر آئے لڑکیاں اس سے اظہار کریں اور اس کے پیچھے بھاگیں...... وہ بہت سارے حسین چہروں میں گھرا ہوا تھا اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا کہ ایک عام سے چہرے پر نظر آنے والی آنکھیں ہر وقت اس کی طرف اٹھی رہتی ہیں اس بات کا احساس اس کے دوستوں نے دلایا تھا اس بات سے وہ سخت حیران ہوا تھا...... اچھا وہ اکڑو سی پینڈو ٹائپ مغروری لڑکی وہ زور سے ہنس پڑا تھا...... یار سب لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں......

کشف اور اس کی دوست کنول اکثر سب سے الگ رہتی تھی وہ یونیورسٹی میں ہمیشہ ایک ساتھ نظر آتی کشف عام سی لڑکی ہونے کے بعد بھی کئی لڑکے دوستی کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکے تھے مگر انہیں منہ کی کھانا پڑی وہ لوگ جو کشف سے ٹھکرائے جا چکے تھے ان کے احساس دلانے پر عدنان کو ایک کھیل سوجھا...... اس دن کشف کے بارے میں معلومات ملنے کے بعد عدنان نے اس پر غور کرنا شروع کیا تب اس کو احساس ہوا عام سی پینڈو سی لڑکی خطرناک حد تک حسین ہے مگر وہ اپنے حسین ہونے اپنے حسن سے ناواقف تھی اسی لیے وہ عام سے حلیے میں رہتی تھی وہ بالکل سادگی پسند تھی وہ حجاب میں ملبوس رہتی اور اکثر عدنان کو دیکھتی وہ اسے اچھا انسان سمجھتی تھی کشف اور کنول دونوں ایک دوسرے کی ہر بات سے آگاہ تھیں کشف خوابوں کی دنیا میں رہنے والی تھی اور بہت گہری سوچ رکھنے والی لڑکی تھی جس کا چہرہ اور زبان کبھی اپنی وضاحت نہیں کر سکتا تھا اس کا رویہ اس کی خاموشی اس کا بات کرنے کا انداز کشف کے منفرد ہونے کا ثبوت تھا دونوں کی اپنی الگ دنیا تھی۔

عدنان کو اس قصے میں کچھ خاص بات نظر آ رہی تھی وہ اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے اس کی طرف متوجہ ہو گیا وہ اپنا اصل روپ بڑی چالاکی سے چھپائے ہوئے تھا وہ اکثر کشف کے پیچھے نظر آنے لگا تھا وہ اس سے بات

کرنے کے مواقع دیکھتا اور اس کے قریب ہونا چاہتا تھا وہ بہت حیران تھا خود پہ چند دنوں میں ہی ہر لڑکی سے اکتا جایا کرتا تھا کیسے اس کے پیچھے پھر رہا ہے کشف اس کے اسٹینڈرڈ سے مختلف تھی اور اس کی سوچوں سے مختلف تھی بہر حال وہ اس کے قریب ہونا چاہتا تھا دن بھر دونوں عدنان کی نظر میں رہتی ایک دن عدنان نے دونوں کے نوٹس اٹھا لیے تاکہ وہ کسی طرح کشف سے بات کر سکے...... اس دن وہ دونوں پریشان تھیں وہ اس کے قریب آ کر وجہ پوچھی تب اسے معلوم ہو دونوں کے نوٹس غائب ہیں وہ دل ہی دل میں ہنس رہا تھا اپنے نوٹس لا کر کشف کے ہاتھ میں دے دیئے وہ اس کی بہت ممنون ہو رہی تھیں پہلی بار وہ عدنان سے مخاطب ہوئی تھی...... اتنی چھوٹی سی بات پہ اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے وہ لڑکیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا عادی تھا مگر کشف اس کے سامنے پلکیں جھکائے کھڑی تھی وہ کشف کی اس ادا پہ کچھ پل حیران ہوا اور واپس اپنے دوستوں کی طرف مڑ گیا تھا وہ اپنے دوستوں میں بیٹھ کر اس کا بہت مذاق اڑاتا تھا وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ اکثر اس کی طرف دیکھ کر مسکرا جاتا اسے ہنستا دیکھ کر وہ خوش ہو جاتی اگر وہ لمحہ بھر کے لیے پریشان ہوتا تو کشف بھی پریشان ہو جاتی وہ اس میدان کا پرانا کھلاڑی تھا اچھی طرح جانتا تھا کسی کو اپنے جال میں کیسے پھنسانا ہے اس کی تمام تر گرل فرینڈ خوبصورت اور آزاد خیال تھیں اس کو ایسی ہی لڑکیاں پسند تھیں مگر وہ کشف کو سب سے مختلف پایا وہ اکثر اس کی سادگی کا مذاق اڑاتا تھا "بیچاری...... مڈل کلاس فیملی کی سیدھی سادی لڑکی......!"

اس نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی تھیں وہ جہاں جاتی وہ اس کے پیچھے پیچھے جاتا خود سے مخاطب کرتا ایسے مسکراتا جیسے کشف اس کی زندگی کا حصہ بن چکی ہو...... ایک دن کنول یونیورسٹی نہ آ سکی وہ کشف کو کافی دیر سے اکیلا دیکھ رہا تھا آخر اس کے قریب جا کر عدنان کو معلوم ہوا کنول آج نہیں آئی وہ دل ہی دل میں خوش ہوا چلو آج کچھ باتیں ہو سکیں گی آپ دونوں کی دوستی بہت گریٹ ہے ہر پل دونوں ساتھ رہتی ہو کوئی تیسرا شامل نہیں ہو سکتا...... نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ صرف اتنا کہہ پائی اور چپ ہو گئی۔ آپ اپنے اردگرد بھی نظر رکھیں کسی کے بارے میں سوچیں کوئی آپ کو سوچے اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنے دوستوں کی طرف آ گیا وہ محسوس کر رہا تھا کشف کی آنکھوں میں اس کا انتظار جاگنے لگا تھا وہ اس کے لیے دیوانہ بننے کی کامیاب ایکٹنگ کر رہا تھا وہ کشف کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے ایسی باتیں بول رہا تھا وہ اس کے دل میں اپنے لیے احساس جگانا چاہتا تھا...... اگلے ہی دن دونوں کا آمنا سامنا ہوا وہ چاکلیٹ کھا رہا تھا مس کشف کیسی ہیں......

جی میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں...... میں بھی ٹھیک ہوں اور کہتے ہوئے اس نے ایک چاکلیٹ کشف کی طرف بڑھا دی نہیں عدنان...... Thanks...... اس میں Thanks کی کیا بات ہے وہ زبردستی اس کے ہاتھ میں دے دی اور بولا کچھ لوگوں کو آپ کا خیال ہے اپنے خول سے باہر نکل کر سوچیں اور چل پڑا کشف نے چاکلیٹ اپنے چھوٹے سے بیگ میں رکھ لی اور مسکرا دی "ہاں" عدنان کو مجھ سے پیار ہے وہ محبت کی آنکھ سے دنیا کو دیکھتی تھی ایک خوش فہم دھوکا محبت نے اس کی جھولی میں ڈالا تھا کہ عدنان کو اس سے پیار ہے اس کی آنکھوں میں ایک حسین خواب سجنے لگا تھا وہ عدنان کو دل کی گہرائیوں سے چاہنے لگی تھی ہر طرف وہی اسے نظر آنے لگا اس کا پیار دن بدن بڑھتا جا رہا تھا وہ عدنان کو بہت اچھا انسان سمجھتی تھی وہ اسے دنیا کا واحد پاک صاف مرد خیال کرتی تھی وہ محبت کے اس مقام پر آ پہنچی تھی جہاں اگر وہ کچھ جان بھی لیتی عدنان کے بارے میں تو وہ یقین نہ کرتی اس کی سب کچھ دیکھنے والی آنکھیں بند تھیں وہ محبت کی آنکھیں کھولے تھی محبت کی آنکھوں سے دیکھتی اور محبت کے کانوں سے سنتی تھی کنول جو اس کی بیسٹ فرینڈ تھی اس کی کیفیت سے آگاہ تھی وہ عدنان کے بارے میں کچھ باتیں جانتی تھی وہ کشف کو بتاتی تو وہ یقین نہ کرتی یہ پیار چیز ہی ایسی ہے اپنے محبوب کے عیب نظر نہیں آتے وہ عیب بھی اچھے لگتے ہیں وہ جیسا بھی ہے جو بھی ہے میرے دل میں میری جان میں بس چکا ہے میرا دل کہتا ہے وہ مجھ سے پیار کرتا ہے...... کشف کی

ان باتوں سے وہ چپ ہو جاتی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی یہی خوش فہمی اسے لے ڈوبے گی عدنان خود پہل کرنے کے سخت خلاف تھا کشف بھی اس سے اظہار نہیں کر پا رہی تھی وہ بیزار ہوتا جا رہا تھا اس بات کا اسے یقین تھا کشف مکمل طور پر غلط فہمی میں مبتلا ہے اور اس کے لیے سچ سیریس ہو چکی ہے مگر وہ اس سے کے منہ سے اقرار سننا چاہتا تھا وہ اس لڑکی کی محبت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا...... اسے کچھ دن معمولی سا بخار ہوا اس بات کا اس نے خوب فائدہ اٹھایا تین دن تک وہ یونیورسٹی سے غیر حاضر تھا اس کے کہنے پر اس کے دوستوں نے کشف تک یہ خبر پہنچا دی وہ خود بھی اس کے بارے میں جاننا چاہتی تھی وہ تین دن سے کہاں ہے یہ خبر سن کر اس کی حالت عجیب ہونے لگی تھی وہ اس کے ایک دوست کے روبرو کھڑی تھی بھائی کیا آپ میری عدنان سے بات کروا سکتے ہیں اس نے بلا جھجک اپنا موبائل کشف کے ہاتھ میں دے دیا اور کشف نے عدنان کے موبائل کا نمبر ڈائل کر دیا ادھر سے کشف کی آواز سن کر وہ چونک گیا آپ کو کیا ہو گیا ہے کوئی دوائی وغیرہ لی ہے ڈاکٹر سے چیک اپ کروایا ہے وہ خوش ہو رہا تھا کشف اس کے لیے پریشان ہے جی اب کچھ طبیعت بہتر ہے آپ پریشان نہ ہوں اتنی بات ہو پائی عدنان نے فون بند کر دیا اور کشف نے عدنان کے دوست کا شکریہ ادا کیا اور چل پڑی عدنان کا دوست سہیل کو احساس ہوا عدنان جو بھی کر رہا ہے بہت غلط کر رہا ہے اسے کشف کی سادگی اور معصومیت بہت اچھی لگی اور دل میں عدنان کو غلط کہہ رہا تھا۔

اگلے دن کشف کو عدنان نظر آیا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ اس کے قریب جا کر اس کا حال معلوم کر رہی تھی میں نے آپ کے لیے بہت دعائیں کی ہیں کہ اللہ آپ کو جلدی سے ٹھیک کر دے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی تو اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات آنے لگے تھے وہ اسے جانتی ہی کتنا تھی پھر بھی اس کے لیے دعائیں کر رہی تھی وہ بہت حیران ہو رہا تھا یہ کیسی لڑکی ہے ایسی کسی لڑکی سے تو وہ آج تک نہیں ملا تھا آج تک کسی لڑکی نیا اس کے لیے آنسو نہ بہائے تھے نہ ہی اس کا کوئی دوست یا کوئی لڑکی اتنی اس کے لیے پریشان ہوئی تھی زندگی میں سچے دل سے چاہنے والے بہت مشکل سے ملتے ہیں عدنان کو دل کی گہرائی سے چاہنے والی مل چکی تھی مگر اس کے سچے پیار کی قدر نہ تھی وہ عام سا سطحی سی سوچ رکھنے والا لڑکا تھا بعض لوگ ساحل پہ کھڑے ہو کر اوروں کو دیکھ کر اندازے لگاتے ہیں وہ سمندر کی گہرائی سے کبھی آشنا نہیں ہوتے۔ کشف گہرائی تک سوچنے والی لڑکی تھی...... سب سے الگ سب سے منفرد سچے دل سے ٹوٹ کر چاہنے والی...... وہ ایسے شخص کو چاہنے لگی تھی جو اس پیار کے قابل نہ تھا...... کشف کا پیار بڑھتا جا رہا تھا۔

عدنان سب کچھ خوب سمجھ چکا تھا اس کے ذہن نے اسے الارم کر دیا تھا اب کھیل بہت خطرناک ہو چکا ہے اسے واپسی کی راہ اختیار کر لینی چاہیے اس موقع پر وہ چپ رہا اور کشف سے مزید کوئی غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی بات نہ کی...... وہ دن رات اس کے خیالوں میں کھوئی رہتی اس کے بارے میں سوچتی رہتی اس کی باتوں کو یاد کر کے مسکرا جاتی۔

یہ دن یہ رات یہ لمحے اچھے لگتے ہیں
تمہیں سوچوں تو سب سلسلے اچھے لگتے ہیں
بہت دور تک چلنا مگر پھر بھی وہی رہنا
مجھے تم سے تمہی تک کے فاصلے اچھے لگتے ہیں

کشف پیار کی انتہا کو چھونے لگی عدنان کو اس نے اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا تھا وہ اسے دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی وہ اس کی ہر بات کو اپنی ڈائری میں لکھ لیتی اس نے اپنی ڈائری میں چاکلیٹ کا وہ ریپر سنبھال کے رکھا ہوا تھا وہ نوٹس جو عدنان نے اسے دیئے تھے ان کو بار بار دیکھتی اپنے سینے سے لگائی وہ اسے جنون کی حد تک چاہنے لگی تھی عدنان کو اس بات کا اندازہ تھا وہ اسے پسند کرتی ہے مگر اس حد تک جہاں سے واپس پلٹ آنے کا رستہ نہیں ملتا وہ نہیں جانتا تھا ایک سال کا عرصہ ہو چکا تھا وہ کافی دیر سے کشف میں دلچسپی لیتا رہا تھا کسی کے دل میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے ایک بات ہی کافی ہوتی ہے اتنے عرصے میں کوئی بھی اپنا وقت برباد نہیں کرتا کشف کے دل میں یہ بات پیدا ہو چکی تھی عدنان بھی اسے چاہتا ہے وہ اکثر سوچتی وہ اظہار کیوں نہیں کرتا آخر وہ خود پہل کرنے کا سوچنے لگی......

عدنان اپنے اصول کی وجہ سے سب میں مشہور تھا سب اس کو اچھا لڑکا سمجھتے تھے اکثر لڑکیاں اس کے قریب ہونا چاہتی تھیں فریال جو کہ ایک امیر باپ کی بیٹی تھی کچھ دنوں میں ہی وہ اس کے بہت قریب ہو چکی تھی فریال بالکل عدنان کی سوچوں کے عین مطابق لڑکی تھی بالکل اس کی طرح آزاد خیال۔ فریال عدنان کو چاہنے لگی اور اس بات کا اظہار اس نے عدنان سے کر دیا فریال نے عدنان کو شادی کے لیے آفر بھی کر دی...... عدنان نے بھی اس سے اظہار کر دیا فریال بالکل اس کی سوچوں کے مطابق لڑکی تھی اس میں عدنان کو کچھ خاص بات نظر آئی فریال بھی کم ہی لڑکوں سے میل جول رکھتی تھی یوں دونوں ہر وقت ساتھ رہنے لگے لیکن عدنان نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔

کشف عدنان کو فریال کے ساتھ اکثر دیکھتی رہتی وہ دونوں کو صرف دوست سمجھتی تھی وہ پیار میں بہت آگے نکل چکی تھی ہر وقت عدنان کی طرف اس کی نظریں اٹھی رہتی ہر پل اس کے بارے میں سوچتی رہتی آخر کشف نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عدنان سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے ایک خوبصورت کارڈ اور پھول لیا اور اس کی طرف لیٹر لکھنے لگی۔

مائی سویٹ عدنان

سلام محبت قبول ہو آپ میرا لیٹر پڑھ کر حیران ہوں گے عدنان میں کافی دنوں سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آپ کے سامنے میں کہہ نہیں پا رہی تھی اس لیے لیٹر لکھ رہی ہوں عدنان آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہو جب سے آپ کو دیکھا ہے میرے دل میں آپ کے لیے ایک احساس پیدا ہو گیا ہے ہر پل آپ کے بارے میں سوچتی ہوں عدنان میں اعتراف کرتی ہوں مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے میں دل کی گہرائی سے آپ کو چاہتی ہوں۔

دل و جان سے عقیدت ہو گئی ہے
مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے
تمہاری یاد میں آنسو بہا کر
سمجھتی ہوں عبادت ہو گئی ہے
اندھیری رات میں روشنی آئیں
تمہاری ہی بدولت ہو گئی ہے
تیری آنکھوں کو چھونا چاہتی ہوں
مجھے رنگوں سے الفت ہو گئی ہے

I Love u I Love U So much

مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

فقط آپ کی کشف

کشف نے خط کارڈ کے اندر رکھا پھول اور کارڈ عدنان کی بک میں رکھ دیا اور اپنی دوست کے پاس آ کر بیٹھ گئی اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا اور بہت بے چین ہو رہی تھی کنول نے نوٹ کیا اور کشف سے پوچھنے لگی آج پہلی بار کنول کو وہ کچھ نہیں بتا رہی تھی کنول کے بار بار اصرار کرنے پر کشف نے سب بتا دیا......

یہ تم نے اچھا نہیں کیا محبت کا اظہار کرنے میں تم نے کیوں پہل کی اگر وہ تم کو چاہتا ہے تو ایک نہ ایک دن تم سے اظہار ضرور کرتا تم نے جلد بازی کی ہے کنول پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو میرا دل کہتا ہے اس کا جواب ہاں ہو گا میں نے اظہار تو کرنا تھا پہل چاہے وہ کرتا...... تم نہیں جان سکتی میرے دل میں اس کے لیے کتنا پیار ہے وہ میری زندگی کا حصہ بن چکا ہے اس کے بغیر میں خود کو نامکمل تصور کرتی ہوں وہ ہے تو سب ہے اسی کو سوچ کے میری صبح ہوتی ہے کنول یہ پیار بھی کتنا تڑپاتا ہے اک پل بھی سکون نہیں ملتا...... یہ سب سن کر کنول چپ ہو گئی مزید کشف سے کچھ نہ کہا...... کشف کو اب عدنان کے جواب کا انتظار تھا عدنان نے اپنی بک اٹھائی کارڈ دیکھ کے کچھ پل حیران ہوا اور اگلے لمحے وہ لیٹر پڑھ رہا تھا وہ خوشی سے اپنے دوستوں کو بولا یار دیکھو مس کشف کا لو لیٹر...... سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کشف بھی اظہار کر سکتی ہے...... وہ جیت چکا تھا اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا ایک سال سے وہ کشف کو غلط فہمی میں مبتلا کیے ہوئے تھا آج کشف نے اس نے کھل کے اپنے پیار کا اظہار کر دیا تھا سب دوست عدنان پر حیران تھے کسی بھی لڑکی کو Trap کرنا اس کے لیے مشکل نہ تھا اگلے دن دونوں روبرو تھے وہ آنکھیں جھکائے اس کے سامنے کھڑی تھی عدنان کے دوست اس

الجھن کا شکار تھے عدنان اس کو کیا جواب دے گا اس کے پیار کو ٹھکرا دے گا یا اس کا پیار قبول کرے گا وہ دونوں سے تھوڑے دور بیٹھے تھے۔

کشف اس کے سامنے خاموشی سے کھڑی تھی آخر عدنان بولا کل لیٹر آپ نے ہی لکھ کر میری بک میں رکھا جی...... وہ اتنا ہی بول پائی کشف میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں یہ سن کر کشف کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ خود کو خوش قسمت تصور کر رہی تھی وہ تھوڑی دیر تک بیٹھے ایک دوسرے کی پسند اور ناپسند پوچھ رہے تھے...... کنول کافی دیر سے اکیلے بیٹھی تھی کشف کے آنے کا انتظار کر رہی تھی آخر کنول نے کشف کو واپس آنے کا اشارہ کیا عدنان دیکھ چکا تھا اور بولا کشف تم جاؤ تمہاری دوست اکیلی ہے وہ اپنے دوست کی طرف واپس آ گئی عدنان اپنے دوستوں کی طرف پلٹ گیا اس کے دوست اس پہ بہت حیران ہو رہے تھے عدنان بھی کسی سے اظہار کر سکتا ہے مگر وہ کشف سے ٹائم پاس کر رہا تھا وہ یہ جانتے تھے مگر عدنان کا ایک دوست سہیل عدنان کو سمجھانے کی بہت کوشش کرتا وہ عدنان کو غلط انسان تصور کر رہا تھا اسے کشف سے ہمدردی ہو رہی تھی کسی کو دھوکہ دینا بہت غلط بات ہے وہ پیار میں ایک چوٹ کھا چکا تھا دل ٹوٹتا ہے تو بہت درد ہوتا ہے ایک طوفان آ جاتا ہے سب بکھر جاتا ہے اس چوٹ سے وہ کشف کو بچانا چاہتا تھا ابھی وہ عدنان کو سمجھانا اپنا فرض سمجھتا تھا مگر عدنان اس کی ایک نہ سنتا......

عدنان کا فریال اور کشف دونوں کے ساتھ ملنا جلنا عام ہو گیا فریال کبھی کبھی عدنان کو کشف کے ساتھ دیکھتی وہ اکثر کشف سے اس ٹائم ملتا جب فریال پریڈ اٹینڈ کر رہی ہوتی تھی اگر وہ کبھی وہ اسے کشف کے ساتھ دیکھ بھی لیتی تو اس پہ خاص بات نہ کرتی اس کی نظر میں یہ عام سی بات تھی اور عدنان بھی اسے کہہ چکا تھا دونوں صرف دوست ہیں مگر کشف ایسی لڑکیوں میں شامل تھی جو اپنے پیار کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتی وہ اکثر دونوں کو ایک ساتھ دیکھتی مگر عدنان کو منع کرنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا اس لیے وہ اس موضوع پر بات نہ کرتی کشف عدنان کا پیار پا کر بہت خوش رہنے لگی اس کے دن رات حسین ہو گئے وہ دن بھر کنول سے عدنان کی باتیں کرتی رہتی تھی یوں دن گزرنے لگے عدنان دونوں طرف ملتا اور اپنے پیارے انداز سے باتیں کرتا ایسے ظاہر کرتا جیسے کشف اس کی دنیا ہے مگر وہ دل ہی دل میں اس کی سادگی اس کے پیار کا مذاق اڑاتا اور خوب ہنستا۔

عدنان کی ایک بات نے سب دوستوں کو حیران کر دیا اس نے فریال سے شادی کا اعلان کر دیا اس نے بتایا وہ جلد منگنی کر رہے ہیں یہ بات ابھی اس کے دوستوں تک محدود تھی اس کے دوستوں نے دونوں سے ہوٹل میں Dinner کی فرمائش کر ڈالی اگلے ہی دن وہ سب ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے سب خوب انجوائے کر رہے تھے عدنان اور فریال دونوں بہت خوش نظر آ رہے تھے لیکن سہیل کچھ خاص انجوائے نہیں کر رہا تھا وہ تھوڑی دیر تک ان کے ساتھ رہا پھر گھر کو لوٹ گیا باقی سب رات گئے تک گھومتے پھرتے رہے اگلے دن عدنان اور اس کے دوست غیر حاضر تھے صرف سہیل کو دیکھ کر کشف اس کے پاس آئی اور عدنان کے بارے میں پوچھ رہی تھی سہیل اس کو کیا بتاتا صرف اتنا کہا وہ کچھ نہیں جانتا کل جب وہ آئے تو خود اس سے پوچھ لینا یہ سن کر وہ کنول کے پاس چلی گئی سہیل اس معصوم اور سادہ سی لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا کتنی اچھی اور پیار کرنے والی لڑکی ہے کیوں عدنان اس کے جذبات اور پیار کا مذاق اڑاتا ہے کیوں اس کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے آخر وہ اس لڑکی کو کیسے بچائے وہ اس بارے میں سوچنے لگا۔

دن بیت رہے تھے کشف کا پیار دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا وہ اس منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں واپس پلٹ آنا ممکن نہیں تھا وہ عدنان کے علاوہ کسی اور کا تصور تک نہ کرتی تھی اس کی آنکھوں میں کئی خواب سج چکے تھے......

ویلنٹائن ڈے تھا ہر پیار کرنے والے کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی اتوار کا دن تھا چھٹی تھی وہ خود کو بہت بے چین محسوس کر رہی تھی وہ اس کو دیکھنا چاہتی تھی اس سے مل کر اپنے پیار کا اظہار کرنا چاہتی تھی اس سے مل کر

ویلنٹائن ڈے کو یادگار بنانا چاہتی تھی اس نے گلاب کے پھول، کارڈ اور پرفیوم لی اور اپنے موبائل سے عدنان کا نمبر ڈائل کر دیا عدنان نے جب دیکھا کشف کی کال آ رہی ہے اس نے ریسیو کرنا مناسب نہ سمجھا عدنان کے ساتھ فریال تھی دونوں بانہوں میں بانہیں ڈالے گھوم رہے تھے کشف نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا اس بار بھی اس نے کال ریسیو نہیں کی۔ جان کس کی بار بار کال آ رہی ہے فریال اس سے پوچھنے لگی۔ ارے جان کسی خاص کی نہیں چھوڑو...... مجھے یہ بتاؤ تم مجھ سے کتنا پیار کرتی ہو...... وہ عدنان کا ہاتھ تھام کے بولی...... بے پناہ میری جان...... وہ بات کو دوسری طرف لے جا رہا تھا اس نے آخر موبائل پر Silent لگا دیا کشف نے کئی بار کال کی مگر عدنان نے اس سے بات کرنا مناسب نہ سمجھا کشف بہت پریشان ہو رہی تھی وہ دونوں خوب انجوائے کر رہے تھے دونوں نے ایک دوسرے کو پھول پیش کیے اور تحائف دیئے...... کشف کو ایک پل بھی سکون نہیں مل رہا تھا وہ یہ دن اپنے پیار کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اس نے ایک میسج لکھا اور اس کے نمبر پہ بھیج دیا۔

Happy Velentineday my Love
True Love is not based on
Romance Candle Light Dinner and
walrs olong the beach But infact it is
based on Respeet comprmise care
ant Trust.
I Love you I miss you my Love.

میسج کے بعد بھی عدنان کی کال اور میسج کا انتظار کرتی رہی مگر عدنان کا کوئی Reply نہ پا کر وہ بہت اداس ہو گئی تھوڑی دیر بعد اس نے سہیل کا نمبر ڈائل کر دیا اور عدنان کے بارے میں پوچھنے لگی وہ جانتا تھا وہ فریال کے ساتھ ہے اس نے کچھ بتانا مناسب نہ سمجھا صرف اتنا کہا وہ آج اپنے دوستوں کے ساتھ ہے فون بند ہو گیا سہیل کو عدنان پہ بہت غصہ آ رہا تھا جب فریال کے ساتھ سیریس ہے تو اس بیچاری کے ساتھ خواہ مخواہ کیوں فراڈ کر رہا ہے۔

کشف یہ پھول اور پرفیوم کسی بھی طرح اس کو دینا چاہتی تھی وہ ان کے گھر کی طرف چل پڑی عدنان نے اسے اپنے گھر کا ایڈریس دے رکھا تھا وہ آج پہلی بار اس کے گھر کی رف جا رہی تھی تھوڑی دیر بعد وہ ان کے بنگلے کے باہر کھڑی شاندار بنگلے کو دیکھ رہی تھی اس نے گیٹ پہ دستک دی ایک ملازم نے کھولا...... یہ عدنان کا گھر ہی ہے نا...... جی بالکل ملازم نے جواب دیا کیا وہ گھر میں ہی ہیں...... نہیں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں گئے ہیں آپ کون ہیں کوئی کام ہے...... کشف بولی نہیں بس یہ عدنان کے روم میں رکھ دیجئے گا اس نے ملازم کے ہاتھ میں دے دیئے اور گھر واپس آ گئی۔

شام کو عدنان نے موبائل دیکھا کشف کی مس کالز آئی ہوئی تھیں میسج پڑھ کر اس نے بھی میسج لکھا آخر اس نے اظہار کیا تھا اتنا Igonre کرنا اسے مناسب نہ لگا۔

Today is very nice day sweet
Jaan on my heart is engraced your
name my Love... I want to be in your
arms where you hold me light and
never let me go. Listen my heart
says, Happy Valentineday I Love you
too. I also miss you.

اور کشف کے نمبر پر بھیج دیا میسج ملتے ہی وہ پھول کی طرح کھل اٹھی اس نے موبائل کی سکرین کو چوم لیا اور میسج لکھا صبح سے کدھر ہیں؟ پھر عدنان نے بہانہ بنایا دوستوں کے ساتھ تھا سوری موبائل گھر ہی رہ گیا تھا...... کشف یہ میسج پڑھ کر مطمئن ہو گئی وہ اس کے میسج کو بار بار پڑھ کر شرما رہی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوبارہ آ گئی تھی عدنان اور فریال دونوں چائے پی رہے تھے کہ عدنان کے موبائل پہ کال آنے لگی یہ کال اس کے گھر سے آ رہی تھی Receive کی تو دوسری طرف اس کی آپی تھی جن کی شادی دوسرے شہر میں ہوئی تھی آج وہ اپنے شوہر کے ساتھ آئی عدنان کو کافی دیر سے گھر نہ پا کر خفا ہو رہی تھی وہ آپی سے سوری سوری بول رہا تھا اس نے بولا بس ابھی میں آتا ہوں فون بند ہو گیا اس نے فریال سے معذرت کی اسے گھر ڈراپ کر کے اپنے گھر

واپس آ گیا وہ ان سے ملا کچھ دیر تک وہ اس سے خفا رہی لیکن کتنی دیر تک...... وہ ساری ناراضگی بھول گئی وہ باتوں میں مصروف ہو گئے رات جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا میز پر پھول اور گفٹ دیکھ کر حیران ہوا یہ کس نے بھیجا ہو گا اس نے کارڈ میں کشف کا نام دیکھ کر حیران سا ہو گیا کشف میرے گھر تک آ کر ایسا کر سکتی ہے کچھ پل کے لیے وہ سوچوں میں ڈوب گیا کب تک وہ اس کے ساتھ یہ کھیل کھیلے گا اسے اب End کرنا چاہیے وہ یہی سوچ رہا تھا...... اور بیڈ پر لیٹ گیا آج کشف کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن وہ فریال سے شادی کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یوں دن گزرنے لگے سہیل جو کہ عدنان کا دوست تھا پھر بھی عدنان کو غلط انسان تصور کرتا اسے یوں کشف کے ساتھ فراڈ کرنا پسند نہ تھا اس نے کشف کو ساری حقیقت بتانے کا فیصلہ کر لیا گھر جا کر سہیل نے کشف کی طرف کال کی سہیل کی کال دیکھ کر وہ کچھ پل کے لیے حیران ہوئی خیر اس نے ریسیو کی سلام دعا کے بعد سہیل بولا مس کشف مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے پلیز آپ مائنڈ نہ کرنا اور اس بارے میں آپ صبر سے کام لینا...... جی فرمایئے کیا بات ہے...... سہیل تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا آخر وہ کیسے سچ بتائے...... دیکھیں مس کشف آپ مجھے غلط نہیں سمجھنا ایک حقیقت جو آپ کی زندگی کو بدل کے رکھ دے گی اس حقیقت کا سامنا کرنا ہے...... کشف اس کی باتوں سے پریشان ہو رہی تھی مجھے فکر ہو رہی ہے کیسی حقیقت؟ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں صاف صاف بات کریں...... سہیل کشف جیسی معصوم لڑکی کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا مگر کسی کو دھوکے میں رکھنا بھی غلط بات ہے وہ اس کیفیت سے گزر چکا تھا اس درد سے واقف تھا مس کشف عدنان آپ کے ساتھ سیریس نہیں ہے وہ آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اس کے دل میں آپ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور وہ...... بس کیجئے مسٹر سہیل خاموش ہو جائیں آپ کو کوئی حق نہیں عدنان کے بارے میں ایسی باتیں کرنے کا...... مجھے یقین ہے وہ مجھے چاہتا ہے اگر وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا تو وہ کبھی بھی اظہار نہ کرتا...... سہیل یہ سن کر مجھے معلوم تھا آپ کو یقین نہیں آئے گا کیوں کہ آپ کو اس انسان پہ بھروسہ ہے اس انسان سے پیار ہے کاش وہ بھی سمجھ پائے آپ کی قدر کرے...... کشف نے پھر سہیل کو ٹوک دیا اسے میری قدر ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی ویسے آپ اس کے دوست ہو کر اس کے خلاف کیوں ہیں میرے ساتھ یہ ہمدردی کیوں؟ کشف کے اس سوال پر سہیل نے سرد آہ بھری اور بولا کاش آپ سمجھ پاتی، ہم کسی سے اگر پیار کرتے ہیں وہی انسان ہمارے اعتبار کو ٹھیس پہنچائے دھوکے میں رکھے، بیوفائی کر جائے تو دل میں طوفان برپا ہوتا ہے ہر زخم بھر جاتا ہے لیکن بیوفائی اور دھوکے کا زخم زندگی بھر ہرا رہتا ہے میں سب سہہ چکا ہوں مس کشف...... آپ بہت معصوم اور اچھی لڑکی ہو آپ کو حقیقت کا سامنا کرانا چاہتا تھا آپ کو یقین نہیں آ رہا چلیں میں جلد آپ کو عدنان کا اصلی روپ دکھاؤں گا اس وقت تک کے لیے آپ عدنان سے کچھ نہیں پوچھنا اور نہ ہی میرے بارے میں کچھ بتانا آپ میرے ساتھ وعدہ کریں ابھی آپ خاموش رہیں گی۔

اوکے مسٹر سہیل...... اگر آپ سچ بول رہے ہیں تو ثابت کریں میں عدنان سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گی اس کے بعد فون بند ہو گیا کشف سخت الجھن میں مبتلا ہو گئی اس کی آنکھ سے تین چار موتی بہہ نکلے اور عدنان کے میسج پڑھنے لگی اس کی باتوں کو یاد کرنے لگی کیا عدنان کی سب باتیں جھوٹ ہیں...... نہیں نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا وہ میرا ہے مجھ سے پیار کرتا ہے وہ رات بھر انہی خیالوں میں رہی صبح اٹھی اس کی آنکھیں لال تھیں ناشتہ کیا اور یونیورسٹی چلی گئی حسب معمول وہ کنول کے ساتھ تھی آج فریال غیر حاضر تھی عدنان اس کی طرف آ گیا ارے میں تمہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا وہ ان کے پاس بیٹھ گیا کنول اٹھ کے روم میں چلی گئی ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں مگر کشف کا خیال سہیل کی باتوں میں تھا وہ عدنان سے پوچھنا چاہتی تھی عدنان آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ مجھ سے سیریس ہیں آپ مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں...... یہ سن کر اسے جھٹکا لگا وہ گڑبڑا گیا تھا...... ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا کیوں کوئی شک ہے...... نہیں بس یوں ہی ایک ڈر سا لگا

رہتا ہے آپ سے بہت پیار کرتی ہوں نا...... آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے؟ اس نے عدنان کے سوال پہ ہاں میں سر ہلایا...... وہ اس نادان لڑکی کی محبت پہ حیران تھا وہ چاہتے ہوئے بھی کشف کا ساتھ نہ چھوڑ رہا تھا وہ اس سے پیار کا رشتہ ختم کرنے کا سوچ چکا تھا مگر جب اس سے ملتا اس کے پیار کو دیکھتے ہوئے وہ چپ ہو جاتا۔

موسم خوشگوار ہو رہا تھا آسمان پہ بادل چھائے ہوئے تھے اچانک بارش شروع ہو گئی ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی سب بارش کو انجوائے کرنے لگے کچھ لڑکے بارش میں بھیگ رہے تھے کنول اور کشف روم میں بیٹھی مطالعہ میں مصروف تھیں کہ سہیل ادھر آیا ارے تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے باہر نکلو اور انجوائے کرو مس کشف آپ کو عدنان بلا رہا ہے...... وہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بول رہا تھا...... وہ کس طرف ہے؟ کشف نے سہیل سے پوچھا تو وہ بولا عدنان ادھر پیپل کے درختوں کے ساتھ روم کے پیچھے میں نے دیکھا تھا یہ سن کر کنول بول پڑی ادھر تو کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے...... مجھے اس نے جو کہا میں نے پیغام دے دیا میں آگے نہیں جانتا سہیل نے بڑی چالاکی سے یہ بات کہی کشف اٹھی اچھا میں جا رہی ہوں...... کنول اسے روک رہی تھی بارش بہت تیز ہے بھیگ جاؤ گی مگر کشف نہ مانی وہ اپنے پیار اپنے محبوب کے بلانے پر تھوڑی لیٹ جائے یا بارش کے رکنے کا انتظار کرے ایسا کیسا ہو سکتا ہے سہیل عدنان اور فریال کو بارش میں بھیگتے دیکھ آیا تھا وہ کشف کو اس کا اصلی روپ دکھانا چاہتا تھا اس لیے اسے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔ کشف کے جانے کے بعد وہ کنول کو عدنان کے بارے میں سب بتاتا چلا گیا وہ بھی پریشان ہو رہی تھی......

کشف بارش میں بھیگتی اس طرف جا رہی تھی کچھ لمحے بعد وہ دونوں سے کچھ فاصلے پر تھی دونوں بانہوں میں بانہیں ڈالے مکمل طور پر بھیگ چکے تھے فریال کہہ رہی تھی یہ موسم تمہارے ساتھ میرے لیے خوشیاں لے کے آیا ہے جی چاہتا ہے ایسے ہر پل تمہارے ساتھ رہوں وقت تھم جائے آئی لو یو عدنان...... آئی لو یو ٹو جان میں بھی یہی چاہتا ہوں یہ کہتے ہوئے دونوں اتنے قریب ہو گئے کہ ایک دوسرے کی دھڑکنیں محسوس کر سکتے تھے......

یہ سب دیکھ کر کشف کی روح تک کانپ اٹھی اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آ رہا تھا آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہو رہے تھے جسم کانپ رہا تھا اس کے خواب ایک دم سے ٹوٹ گئے اس کے دل کو شدید دھچکا لگا اندھیرا ہی اندھیرا اسے نظر آ رہا تھا۔

سہیل سے سب جان کر وہ بھی اس طرف بھاگی وہ اپنی دوست کو خوب جانتی تھی دونوں کو یوں دیکھ کر کنول چیخ پڑی۔ واہ مسٹر عدنان...... یہ سن کر دونوں ہوش کی دنیا میں لوٹے کشف اور کنول کو سامنے دیکھ کر عدنان شرمندہ ہو گیا آج وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے...... کنول برس پڑی تو یہ ہے تمہارا اصل چہرہ؟ شرم نہیں آئی کسی کے ساتھ دھوکہ اور فراڈ کرتے ہوئے...... فریال بولی یہ کیا معاملہ ہے کیوں عدنان پہ برس رہی ہو...... تم تو چپ ہی رہو اسی سے پوچھو کیا معاملہ ہے میری دوست کے ساتھ اس کا کیا تعلق تھا اور تمہارے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے کیسا رشتہ بنایا ہوا تھا میری دوست کے ساتھ...... فریال عدنان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی عدنان کے تو ہوش اڑ گئے تھے کچھ بول نہیں پا رہا تھا مکمل طور پر پھنس چکا تھا...... آخر فریال سے کہا چلو یہاں سے میں تمہیں بتاتا ہوں کیا معاملہ ہے...... وہ چل پڑے کنول نے انہیں روک لیا ایسے نہیں جا سکتے میری دوست سے جھوٹے دعوے کرتے رہے پیار و محبت کے...... فریال غصے سے بھڑک اٹھی خاموش ہو جاؤ عدنان پہ جھوٹے الزامات لگاتے ہوئے شرم آنی چاہیے عدنان مجھ سے پیار کرتا ہے اور میں عدنان سے پیار کرتی ہوں...... کنول دو قدم آگے بڑھی فریال سے مخاطب ہو کر بولی یہ بات میں عدنان کے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔ وہ عدنان کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی تم فریال کو چاہتے ہو یا کشف کو......

وہ خاموش تھا فریال اس سے پوچھ رہی تھی...... یہ کیا بولے گا جھوٹا ہے مکار ہے کنول اسے خوب سنا رہی تھی اس کی برداشت جواب دے گئی تھی میں کشف کو صرف

دوست سمجھتا تھا میرے دل میں اس کے لیے کوئی بات نہیں تھی میں فریال کو پسند کرتا ہوں یہ آپ کی دوست کی غلطی ہے جو غلط سمجھ بیٹھی...... وہ اسے ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی کوئی انسان اتنا گر سکتا ہے کتنی آسانی سے جھوٹ بول رہا تھا اظہار محبت کرنے کے بعد بھی وہ پردہ ڈال رہا تھا وہ اسے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی...... بس کنول ہو گئی تسلی...... فریال نے بے باکی سے سوالیہ لہجے میں کہا تو کنول بولی فریال دیکھو یہ آدمی جھوٹ بول رہا ہے دونوں چل پڑے کشف گرنے والی تھی کہ کنول نے اسے سنبھال لیا وہ ٹوٹ چکی تھی بکھر چکی تھی وہ اسے سہارا دیتے ہوئے روم میں لے آئی اس پہ بالکل خاموشی طاری ہو گئی تھی آنسو مسلسل آنکھوں سے جاری تھے وہ اسے حوصلے دے رہی تھی آج اس کا اصل روپ کشف نے دیکھ لیا تھا اسے سہیل کی وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جو اس نے عدنان کے بارے میں بتائی تھیں۔

چھٹی ہوئی وہ تھکے ہارے قدموں سے گھر گئی سیدھی اپنے روم میں لیٹ گئی شام تک ایسے ہی پڑی رہی نہ کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا...... اچانک کنول کی آواز پر وہ چونک کر اٹھ بیٹھی...... اس کی حالت دیکھ کر کنول کو بہت دکھ ہو رہا تھا وہ کنول کے ساتھ لپٹ کر خوب روئی رو رو کر اس کی آنکھیں لال ہو گئی تھیں کنول کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے وہ روتے ہوئے کہنے لگی اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا...... جب پیار نہیں کرتا تھا تو کیوں اظہار کیا تھا اتنا عرصہ کیوں میرے پیچھے برباد کیا وہ تو بہت معصوم لگا کرتا تھا جیسے اس جیسا مظلوم اس دنیا میں کوئی موجود نہ ہو۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتا ہوا وہ پیار اس کی دیوانگی اس کا پیچھا کرتا اس کی مسکراہٹ اور اس کی باتیں سب کیا تھا صرف اداکاری تھی کیسے آسانی سے کہہ کر چل پڑا مجھے صرف دوست سمجھتا ہے اس کا اظہار کرنا ملنا یہ سب کیا تھا وہ روئے جا رہی تھی...... بس میری جان چپ ہو جاؤ اور اسے بھول جاؤ وہ تمہارے پیار کے قابل نہیں ہے وہ تو بہت گرا ہوا انسان ہے جس کو کسی کی عزت کا بھی خیال نہیں ہے دیکھنا ایک دن وہ پچھتائے گا اس کے ہاتھ ہمیشہ خالی رہیں گے کنول نے اس کے سسکتے وجود کو اپنے ساتھ لگا لیا اس کے جسم و جان میں آگ لگی ہوئی تھی اس کی باتیں فریال کے اتنے قریب ہوتا اس کی آنکھ کے گرد گھوم رہا تھا عدنان نے اسے جلا کر رکھ دیا تھا ساری رات بھر وہ جلتی رہی بے چین بے قرار محسوس کرتی رہی۔ صبح دیر سے اٹھی۔

کنول اپنی دوست کو غیر حاضر پا کر کچھ اداس ہو گئی عدنان کو دیکھ کر وہ غصے میں پھر سے لال پیلی ہو گئی اپنے دوستوں میں بیٹھا ہنس رہا تھا کسی کا دل دکھا کر کیسے ہنس رہا تھا ایک دن تم رو گے وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی لیکن اس کے ذہن میں ایک سوال تھا اگر فریال سے پیار کرتا ہے تو میری دوست کے ساتھ کیوں اپنے پیار کا اظہار کیا وہ یہ جاننا چاہتی تھی اس کا جواب صرف وہی دے سکتا تھا۔ عدنان سمجھا شاید دونوں اب کوئی تذکرہ نہیں کریں گی مگر وہ غلط سمجھ رہا تھا کنول اس کے روبرو کھڑی تھی اسے اپنے پاس دیکھ کر وہ نظریں چرا رہا تھا مسٹر عدنان مجھے تم سے صرف اتنا پوچھنا ہے میری دوست کے ساتھ ایسا تم نے کیوں کیا کیوں اسے دھوکہ دیا اب یہ نہ کہنا تمہاری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں تھی میں ہر بات جانتی ہوں وہ ہر بات مجھ سے شیئر کرتی تھی وہ کنول کو کشف کی طرح سیدھی سی لڑکی سمجھتا تھا اس سوال پہ وہ اسے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا دیکھئے مس کنول اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے آپ کی دوست کے جذبات تھے جو اس نے مجھ سے شیئر کیے میں اس...... کنول نے اس کی بات کاٹ دی اس وقت انکار کر دیتے اپنے جھوٹے پیار کا کھیل کیوں کھیلا؟ بیچاری کا دل ٹوٹ جاتا کیا کرتا۔ یہ سن کر وہ برس پڑی اب کیا ہوا اب نہیں ٹوٹا۔ اس نے سوالیہ انداز میں کہا تو وہ کہنے لگا اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے ایسا تو ہونا ہی تھا جانتے ہو وہ تم سے کتنا پیار کرتی ہے کیا کچھ سمجھ بیٹھی ہے وہ کتنی ٹوٹ چکی ہے بکھر چکی ہے بہت افسوس کی بات ہے اس نے ایسے مکار عیار فریبی انسان سے پیار کیا عدنان کافی دیر سے خود کو کنٹرول کر رہا تھا آخر بول اٹھا وہ لڑکی میرے اسٹینڈرڈ کی نہیں ہے وہ تو میری دوستی کے قابل بھی نہیں ہے میں ہمیشہ ایسی لڑکیوں سے دور رہتا ہوں لیکن تمہاری دوست سے

اچھی طرح ملا جو تم نے سوال پوچھا ہے اس کا جواب سنتی جاؤ کشف کئی لڑکوں کو Reject کر چکی تھی سوچا میں آزماتا ہوں وہ خود ہی میری جھولی میں آ گری خود مجھ سے اظہار کر دیا اور بہت آگے تک پہنچ گئی بس سن لیا اب تم جا سکتی ہو...... وہ اسے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اسے عدنان کی سوچوں سے گھن آ رہی تھی کوئی انسان اس حد تک گر سکتا ہے یاد رکھنا ایک دن تم پچھتاؤ گے میری دوست کا پیار تم کو ایک دن ضرور یاد آئے گا جیسی تمہاری پسند ہے ویسی ہی کوئی لڑکی تم کو ملے گی جیسے تم خود ہو ویسے ہی تم کو خود پسند، ادھوری اور ناخالص لڑکی ملے گی کل کو احساس ہو گا تم نے کیا گنوایا ہے اور مسٹر عدنان تمہارے پاس ہے ہی کیا کبھی غور کیا ہے خود پر؟ سوائے شکل کے...... نہ دل نہ جذبات و احساسات ایک کھوکھلے انسان ہو کنول کا لہجہ تلخ سے تلخ ہو گیا تھا۔ وہ اپنی دوست سے بے حد پیار کرتی تھی اسے یوں روتا تڑپتا دیکھ کر وہ بولے جا رہی تھی مس کنول بہت ہو گیا کافی دیر سے تمہاری بکواس سن رہا ہوں میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتا وہ چل پڑا۔

وہ اسے جاتا دیکھ کر سوچ رہی تھی کتنا برا شخص ہے...... فریال بھی اس سے وضاحت مانگ رہی تھی اس نے بڑی آسانی سے اسے یقین دلا لیا تھا خود پر۔

وہ بہت بڑا کھلاڑی تھا ماہر تھا دونوں نے جلد شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا یہ خبر جب کنول کو ملی اسے سخت غصہ آیا وہ اس بات کو ایسے کیسے جانے دیتی کشف نے بھی یونیورسٹی آنا شروع کر دیا وہ اکثر اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی وہ سمجھتا تھا وہ اس سے التجا کرے گی اپنی محبت کے لیے مجبور کرے گی لیکن ایسا کچھ نہ تھا وہ چپ تھی اس کے دل میں کئی شکوے تھے مس کنول نے اسے منع کر دیا تھا وہ اس سے کوئی شکوہ نہ کرے کوئی بات نہ کرے کنول نے اسے اپنے اور عدنان کے درمیان ہونے والی باتیں نہیں بتائی وہ اسے مزید دکھی نہیں کر سکتی تھی وہ اکثر اسے سمجھاتی اسے بھول جاؤ وہ تمہارے پیار کے قابل نہیں ہے اس سے کوئی امید نہ رکھنا پاگل پن ہے لیکن وہ اس کو دل سے کیسے نکال پاتی جو ایک بار دل میں بس جاتے ہیں وہ کبھی نہیں نکل سکتے اس نے تو عدنان کو دل سے چاہا تھا پھر کیسے بھول پاتی۔

کنول نے عدنان کے سارے میسج پڑھے اور فریال جو کینٹین میں تھی اس سے ملی اور عدنان کے سارے میسج اس کو پڑھا دیئے یہ دیکھ کر اسے سخت جھٹکا لگا اس وقت فریال نے سوچا شاید ان کی کوئی چال ہو گی وہ میسج کی Detou دیکھی اور نمبر چیک کیا عدنان کا ہی نمبر تھا وہ یہ دیکھ کر کنول سے سوری بولنے لگی اس دن وہ کنول کو خوب سنا گئی تھی فریال نے کنول کا شکریہ ادا کیا اور فریال نے عدنان سے شادی سے انکار کر دیا عدنان کے لیے یہ بات حیرت زدہ تھی وہ فریال سے اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا لیکن اس نے نمبر بند کر دیا وہ سخت الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

پھر ایک شام جہاں اکثر وہ ملتے تھے وہ اسے ہوٹل میں ایک ہینڈسم سے لڑکے کے ساتھ دیکھ رہا تھا وہ اس لڑکے سے معذرت کر کے اس کی طرف آئی اس کے ذہن میں کہیں سوالات تھے وہ الجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی وہ بول پڑی مجھے معلوم نہیں تھا تم اتنے جھوٹے اور دھوکے باز انسان ہو جس نے ایک بھولی بھالی اور سچے دل سے چاہنے والی کے ساتھ فراڈ کیا اس بات کا کیا بھروسہ میرے ساتھ تم مخلص ہو کل کو میرے ساتھ بھی ایسا کیا تو...... اس لیے ایسا وقت آنے سے پہلے میں تم کو چھوڑتی ہوں وہ غصے میں تم ایسے کیسے کر سکتی ہو؟ میں ایسا کر چکی ہوں وہ دو قدم چلی پھر رک کر بولی ایسا انسان محبت کے قابل نہیں ہوتا اور کوئی فائدہ نہیں جو محبتوں کی قدر نہ کرنا جانتا ہو وہ اس کی طرف پلٹ گئی آج وہ پہلی بار کسی سے ٹھکرایا جا چکا تھا اس کو کچھ کچھ درد ہوا کیونکہ وہ اس کے لیے کچھ حد سے سیریس تھا وہ جلد ہی سنبھل گیا تھا اس کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں تھی لیکن وہ سمجھ گیا تھا اس معاملے میں یقیناً کنول کا ہاتھ ہے۔

وہ اس کے سامنے کھڑا تھا مس کنول آپ کیا سمجھتی ہو میرے لیے لڑکیوں کی کمی ہے میں جلد ہی شادی کروں گا...... ہاں لڑکیوں کی کمی تو نہیں پر ان میں محبت کی ضرور کمی ہوگی...... کنول نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور چل پڑی۔

اس نے اپنے والدین سے شادی کا کہہ دیا وہ اس کے لیے لڑکیاں دیکھنے لگے وہ اپنے جیسی کسی امیر فیملی میں اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتے تھے آخر ایک امیر فیملی جو کہ امریکہ میں سیٹل تھی اس کے والدین نے پسند کر لیا دونوں کی ملاقات ہوئی لڑکی بہت خوبصورت تھی عدنان کو بے حد پسند آئی اور رشتہ طے ہو گیا۔

یہ خبر کشف تک پہنچی اسے لگا جیسے اس کے دل پر جلتا ہوا انگارہ کسی نے رکھ دیا ہو اس کا دھواں اس کے سارے وجود میں بھر گیا تھا وہ سخت اذیت کا شکار ہو گئی Annuol امتحان کے بعد اس کی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں پورے گھر کو خوب سجایا گیا تھا ادھر کشف کا دل معصوم بچے کی طرح کانپ رہا تھا وہ اسے کہاں بھول پائی تھی اس کے دل میں عدنان کے لیے بے پناہ چاہت تھی وہ اس کی راہیں دیکھتی شاید وہ پلٹ آئے اسے احساس ہوا اس نے غلط کیا اب اس کی ساری امیدیں جل گئی تھیں وہ اب آنسو بہا رہی تھی رونے کے سوا وہ کر بھی کیا سکتی تھی وہ اس سے آخری بار بات کرنا چاہتی تھی اس کی آواز سننا چاہتی تھی اس لیے وہ چھت پہ اکیلے میں بیٹھ کے عدنان کا نمبر ملا دیا بیل جا رہی تھی لیکن اس نے پک نہیں کی کشف نے دوبارہ کی اس بار عدنان نے پک کی اور بولا مس کشف فرمائیے کیا بات ہے...... وہ مشکل سے بول پائی کیسے ہو۔ میں ٹھیک ہوں اور بہت خوش ہوں اور کچھ......؟ عدنان مجھے صرف اتنا بتا دو میرے پیار میں کیا کمی تھی میرے ساتھ بیوفائی کیوں کی کیوں مجھے دھوکہ دیا۔ ان سوال پہ وہ بولا مس کشف کیا آپ کی دوست نے کچھ نہیں بتایا بیوفائی وہاں ہوتی ہے جہاں کبھی پیار ہو میں نے آپ کو چاہا کب تھا میں تو ٹائم پاس کر رہا تھا...... مس جان لیا اب میرا ٹائم ضائع نہ کرو مجھے بھول جاؤ...... یہ کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا۔ اس کی باتیں سن کر وہ رو پڑی وہ یہی سوچتی اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیوں ہوا۔ اس کے دن رات قیامت بنے ہوئے تھے عدنان کی شادی ہو گئی وہ اپنی بیوی کے ساتھ امریکہ چلا گیا۔ کشف لاکھ کوشش کے باوجود عدنان کو بھول نہ پا رہی تھی دن رات اس کی یادوں میں جلتی آخر اس نے اپنی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے اپنی ڈائری میں عدنان کے لیے اپنے دل کی باتیں لکھیں اس کے ہر ورق پر عدنان کا نام لکھا ہوا تھا اس نے اپنی ڈائری کو گفٹ کی طرح پیک کیا اور سہیل سے مل کر اسے دیتے ہوئے کہا جب بھی وہ پاکستان لوٹے آپ سے ملے یہ اس کو دے دیجئے گا یہ اس وقت تک کے لیے آپ کے پاس امانت ہے پلیز آپ وعدہ کریں یہ اس تک ضرور پہنچا دیں گے سہیل نے وعدہ کیا اور وہ واپس گھر لوٹ آئی۔

رات کو کشف نے اپنی نس کاٹ دی خون کافی بہہ جانے کی وجہ سے وہ اس دنیا سے چل بسی یہ خبر سن کر کنول اور سہیل کو شدید جھٹکا لگا کنول کا تو رو رو کر برا حال تھا اس کے گھر والے شدید صدمے میں تھے۔

محبت ہر انسان کو آزماتی ہے
کسی سے روٹھ جاتی ہے کسی پہ مسکراتی ہے
محبت کھیل ہی کچھ ایسا ہے
کسی کا کچھ نہیں جاتا کسی کی جان جاتی ہے

سہیل نے کنول کو کشف سے ملاقات کے بارے میں بتایا عدنان کے لیے وہ کوئی چیز دے گئی تھی یہ سن کر کنول بھڑک اٹھی وہ اس قابل نہیں ہے درندہ ہے مہربانی فرما کر وہ مجھے دے دیں...... میں وعدہ کر چکا ہوں اس نے وعدہ لیا تھا پلیز آپ سمجھنے کی کوشش کریں وہ اس کی مجبوری کو دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

وہ اپنی معصوم سی دوست کو یاد کر کے اکثر روتی دن گزرنے لگے وقت کے ساتھ ساتھ سب اس کو بھولنے لگے لیکن اکثر اسے یاد کر کے آنسو بہاتی۔

وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے چلتا رہا 5 سال گزر گئے عدنان 5 سال بعد پاکستان واپس آ گیا کچھ دن بعد وہ اپنے دوستوں سے ملا سب ہی اپنی اپنی زندگی میں مگن تھے ان سے ملتا تو اسے یونیورسٹی کا زمانہ یاد آتا اور ماضی اس کی آنکھوں کے گرد گھومنے لگتا وہ خود کو بے چین محسوس کرتا اس کی بیوی بہت خوبصورت تھی بالکل اس کی پسند کے عین مطابق۔ لیکن انتہائی آزاد خیال...... اکلوتی ہونے کی وجہ سے بہت لاڈلی تھی تمام بزنس اس کے حوالے تھا اس نے

لوگوں سے تعلقات تھے یہ سب اس کی سوسائٹی کا عام سا حصہ تھا اس کے بزنس کی ضرورت تھا وہ اکثر اس کے آنے کا انتظار کرتا وہ اپنے شوہر کو ہمیشہ اپنے سے کم درجے کا سمجھتی تھی اپنی باتیں منوانا اس کی عادت تھی عدنان بھی اس کی فطرت کا مالک تھا دونوں کی خاص بن نہ پائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے احساس ہوا اس کے دل میں خواہش اٹھتی کاش اسے پیار کرنے والی اس کی پابند اس کے گھر آنے کی منتظر بیوی ملتی۔ وہ مزید برداشت نہیں کر سکتا تھا آخر وہ سب چھوڑ کر اپنے وطن واپس آ گیا۔ وہ ہر چیز میں سکون ڈھونڈنے کی کوشش کرتا مگر وہ بے چین تھا بے قرار تھا اسے شاید کشف کی آہ لگ گئی تھی وہ بالکل تنہا تھا۔

اسے وطن آئے دو ماہ گزر گئے ایک دن سہیل نے اسے ایک Cafe میں دیکھا اس کے قریب آ کر ملا وہ اس سے شکوہ کر رہا تھا امریکہ جا کر بالکل بھول گئے تھے اس پر عدنان نے بتایا وہ ہمیشہ کے لیے لوٹ آیا ہے وہ بہت اداس لگ رہا تھا سہیل نے وجہ پوچھی پر وہ کیا بتاتا اسے کیسی بیوی ملی تھی وہ کیسے وہاں رہا...... ٹال مٹول کر گیا۔

اگلے ہی دن سہیل نے وہ گفٹ نکالا وہ اپنا وعدہ نبھانا چاہتا تھا کشف کی امانت اس تک پہنچانا چاہتا تھا وہ گفٹ لے کر اس کے گھر کی طرف چل پڑا۔ عدنان گھر ہی تھا دونوں نے چائے پی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے سہیل سوچ رہا تھا اتنے عرصے بعد وہ کشف کا ذکر کیسے کرے اسے کیسے بتائے وہ اس دنیا میں نہیں رہی......

سہیل سوچوں میں ڈوب گیا عدنان نے نوٹ کیا ارے کہاں کھو گئے ہو تب وہ سوچوں کی گہرائی سے نکلا اور گفٹ پیک اس کی طرف بڑھا دیا وہ حیرانگی سے دیکھ کر بولا یہ کیا ہے؟ شاید تم اس کو بھول چلے ہو گے یہ تمہارے امریکہ جانے کے بعد کشف بطور امانت مجھے دے گئی تھی وہ مجھ سے وعدہ لیا تھا جب بھی تم لوٹو میں تم تک پہنچا دوں۔

وہ حیران تھا یہ کیا ہو سکتا ہے اس نے پاس رکھ لی اور اس کی آنکھیں جھک گئی تھیں اسے تھوڑا بہت احساس ہو چکا تھا وہ اس لڑکی سے بہت غلط کرتا رہا تھا سہیل حیران ہو رہا تھا وہ پہلے جیسا نہیں رہا تھا جس لڑکی کا نام سن کر وہ ہنس دیتا تھا اور مذاق اڑاتا تھا آج اس لڑکی کے نام پہ اس کی آنکھیں جھک گئی تھیں سہیل چلا گیا وہ اپنے روم میں آ کر وہ گفٹ کھول رہا تھا اس نے دیکھا وہ ایک خوبصورت ڈائری تھی وہ اسے کھول کے پڑھنے لگا ڈائری بہت پیاری لکھی گئی تھی ہر ورق پر عدنان کا نام لکھا ہوا تھا وہ پڑھ کر محسوس کر رہا تھا جیسے اسے دکھ ہو رہا ہے کشف نے اپنے دل کی باتیں لکھی ہوئی تھیں وہ پڑھ رہا تھا۔

مائی سویٹ عدنان میرے دل نے آپ کو بہت کچھ مانا ہے میرا دل میری دھڑکن میری جان میری آرزو جستجو ہر اک خواہش میری زندگی کی ہر خوشی آپ ہیں میرا ساتھ نہ چھوڑنا میری آنکھوں نے آپ کے خواب دیکھے ہیں میں اکثر سوچتی ہوں وہ لمحے کب آئیں گے جب آپ میرے بنیں گے میرے خوابوں کو کبھی نہ توڑنا کیا آپ میرے خوابوں کو پورا کریں گے میں اکثر خود کو آپ کے پاس پاتی ہوں۔

یہ ان دنوں کی تحریر تھی جب عدنان نے اظہار کیا تھا وہ پڑھتا جا رہا تھا ہر شعر ہر نظم و غزل عدنان کی ذات سے جا ملتی تھی جوں جوں وہ پڑھتا جا رہا تھا اس کی ندامت بڑھ رہی تھی ماضی اس کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا وہ خود کو بے قرار بے چین محسوس کر رہا تھا اس نے ڈائری بند کر دی اور سوچنے لگا اس نے کشف کے ساتھ بہت برا کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتی رہی کتنی معصوم تھی میرے ایک اشارے کی منتظر تھی آج اسے احساس ہو رہا تھا اس نے کیا گنوایا تھا اس نے سچے پیار کو ٹھکرا دیا تھا اس نے سرد آہ بھری اور دوبارہ ڈائری کھولی جہاں سے اس نے چھوڑی تھی وہی سے پڑھنے لگا ایک صفحے پہ چاکلیٹ کا ریپر دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس کے منہ سے نکلا پاگل لڑکی سب کچھ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے وہ لمحات آ گئے جب اسے Trap کرنے کی کوششوں میں مگن رہتا تھا۔ وہ آخری صفحہ پڑھ رہا تھا۔

بہت نامراد شے ہے جنون
اسے کہہ دو مجھے بہت ہے جنون اس کا

عدنان شاید میں آپ کے پیار کے قابل ہی نہ تھی لیکن میرے دل نے آپ کی شدت سے تمنا کی تھی کاش آپ

میرے ہوتے میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو آپ کا سمجھا تھا میں آپ کی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی میرا پیار آپ کے لیے ہمیشہ رہے گا پیار کبھی کم نہیں ہوتا پیار کبھی نہیں مرتا۔ کاش آپ مجھے میرے پیار کو سمجھ پاتے کاش ایسا ہوتا۔ آپ میرے ہوتے

I Love you I love you so Much!

Bye Jaan

یہ پڑھ کر اس نے ڈائری میز پر رکھ دی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا شاید اس کی اب شادی ہو چکی ہو گی اس کے دل میں پچھتاوے کی آگ جلنے لگی کمرے کی ہر چیز اسے ملامت کر رہی ہے وہ باہر ٹہلنے لگا مگر بار بار کشف کی طرف اس کا خیال جا رہا تھا اس نے فیصلہ کیا وہ اس لڑکی سے معافی مانگے گا۔ کیا وہ معاف کرے گی؟ وہ یہی سوچ رہا تھا خود ہی جواب دیا ضرور کرے گی میرے نام پہ مرتی تھی مگر وہ کہاں ہو گی یہ تو سہیل سے پوچھنا پڑے گا ضرور اسے خبر ہو گی وہ خود سے باتیں کر رہا تھا اور موبائل اٹھا کر سہیل کا نمبر ڈائل کیا اس کو فوراً اپنے گھر آنے کا کہا وہ کچھ مصروف تھا شام کو آنے کا کہا یہ سن کر عدنان برس پڑا سہیل بھی حیران تھا اچانک کیا ہو گیا ہے۔ چند لمحوں بعد سہیل اس کے روبرو تھا اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی بات کیسے شروع کرے۔ آخر کچھ حوصلہ کر کے بولا کشف کے بارے میں جانتے ہو وہ کہاں ہے کیا اس نے شادی کر لی اس کا ایڈریس جانتے ہو سہیل نے صرف اتنا کہا ہاں جانتا ہوں چلو میرے ساتھ۔ سہیل نے اس کی گاڑی کی Key اٹھائی اور چل پڑا عدنان اس کے پیچھے پیچھے تھا پوچھ رہا تھا پھر کہاں ہے وہ کچھ بولو تو سہی۔ سہیل چپ تھا اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی عدنان بھی گاڑی میں بیٹھ گیا گاڑی سڑک پہ دوڑ رہی تھی یار کچھ بتاؤ تو سہی اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہو بس کچھ لمحوں کی بات ہے دیکھ لو گے یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور عدنان بولا مجھے اس سے معافی مانگنی ہے بہت برا سلوک کرتا رہا ہوں شاید اس لیے سکھ چین مجھ سے چھن چکے ہیں کتنا ٹوٹ کے چاہتی تھی لیکن میں اس کے پیار کو جان ہی نہیں پایا اس کے پیار کی قدر ہی نہیں کی زندگی میں پیار ہی سب کچھ ہے آج میری زندگی میں ہر چیز ہے کسی چیز کی کمی نہیں سوائے پیار کے۔ کیا وہ مجھے معاف کرے گی وہ سہیل کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر بول رہا تھا۔ سہیل مسلسل چپ تھا۔

کچھ دیر کے لیے وہ خوفزدہ ہو گیا آخر وہ اس کا کیسے سامنا کرے گا اس نے تو اسے عام سی لڑکی کو برباد کر دیا تھا آج وہ اسے مقدس شخصیت لگ رہی تھی وہ آج پہلی بار خوشی سے اس سے ملنے جا رہا تھا اچانک سہیل نے گاڑی روک دی تھی یہ ویرانہ سا تھا دونوں گاڑی سے نکلے اور سہیل آگے آگے تھا یار کہاں لے کے جا رہے ہو ادھر کوئی گھر نہیں ہے وہ قبرستان میں داخل ہوا تو عدنان گھبرا سا گیا آخر کیا ماجرا ہے۔

تب وہ ایک قبر پہ رک گیا۔ لو مل لو کشف سے۔ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تمہارے امریکہ جانے کے بعد اس نے خودکشی کر لی تھی اس کا یہی گھر ہے اب...... یہ جان کر اسے شدید صدمہ لگا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا مگر وہ تو ابدی نیند سو چکی تھی وہ ہار گیا تھا کشف کے پیار نے اسے ہمیشہ کے لیے ہرا دیا تھا آج وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ بے بس تھا وہ اسے اپنی کیفیت بتا نہیں سکتا تھا سوائے پچھتاوے کے اس شخص کے پاس کچھ نہ بچا تھا اس کی بے چینی اور بڑھ گئی اس کی آنکھیں ویران ویران ہو چکی تھی۔

ہر پل تنہا تنہا رہنے لگا اسے سزا مل گئی تھی اسے لگا ہر چیز اس کی بے بسی پر ہنس رہی ہے قہقہے لگا رہی ہے وہ شخص تنہا ہو گیا تھا اس کے دل میں کشف کے لیے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا۔ اس کے دل نے اس کے اندر کے انسان نے کہا تجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی تو قاتل ہے قاتل ہے۔

مر جائے انسان تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قدر
زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

وہ خود کو کوستا رہتا تھا ندامت کی لو نے اسے جلا کے رکھ دیا ایک رات ندامت سے چور چور عدنان نے نیند کی گولیاں کھا لیں اور اس جہاں سے چل بسا۔

Love Never die. Just Love

❁❁❁
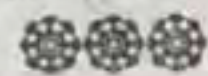
ادھورا پن

☑ ...تحریر: قمر تسلیم، تحصیل ملکوال

اٹھارہ سال کی عمر میں ماتھے پہ طلاق کا جھومر سجائے اپنے بچوں کو باپ کے حوالے کر کے اپنے باپ کے گھر آ گئی۔ شادی کی عمر میں، میں نے بربادی بھی دیکھ لی۔ کلی پھول بننے سے پہلے مرجھا گئی۔ ایک اور حوا کی بیٹی مرد نے پاؤں کی جوتی سمجھ کر اپنی پرانی ہونے پہ اتار دی نہ زمین روئی اور نہ آسمان برسا آج میری اس معاشرے سے اس میں رہنے والوں سے ہاتھ باندھ کے التجا ہے کیوں باندھ رکھا ہے خود کو ان فضول رسموں میں چھوڑ دیجئے خدارا انہیں کیوں ڈرتے ہیں آپ زمانے سے۔ اور اگر خدا آپ کو بیٹیاں دیتا ہے تو ان کی پرورش اچھی کریں۔ اپنی زندگی کو ختم ہونے کے ڈر سے ان کی زندگی ختم نہ کر ڈالیں۔ (ایک درد بھری سچی کہانی)

میں جب اپنی آپ بیتی لکھنے کے لیے قلم پکڑتی ہوں تو الفاظ ڈگمگا سے جاتے ہیں آنسوؤں کی برسات میں وہ ں بھیگنے لگتا ہے آج بڑی ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنے الفاظ آپ لوگوں کے ضمیر کی عدالت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہی ہوں جب میں نے اس ان دیکھی دنیا میں قدم رکھا تو سب ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے۔ میری پیدائش کا باقاعدہ ماتم کیا گیا کیونکہ میں اپنے ماں باپ کی تیسری بیٹی تھی اور میرے بعد ڈاکٹروں نے امی کی صحت کو دیکھتے ہوئے مزید کی امید ختم کر دی۔ نہ جانے یہ بیٹیاں زحمت کیوں بن جاتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت قرار دیا ہے۔

میرے ماں باپ نے بھی رو دھو کر تقدیر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور ہم بہنوں کی پرورش میں لگ گئے وقت کی تیز رفتار میں بہتے بہتے میری بڑی دونوں بہنیں جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھنے لگیں۔ ماں باپ کو ان کی شادی کی فکر تھی اور رشتوں کی تلاش شروع ہو گئی۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال تھی کہ امی کو اچانک کمر درد ہوا اور یہ درد ان کی جان لے کر ٹلا۔ ہمارے حوصلے جواب دے گئے کاش کہ جانے والے واپس آ سکتے کاش وہ زندگی کے کسی موڑ پہ ساتھ نہ چھوڑ جاتے۔

کون مرتا ہے کسی کی یاد میں
بس دوست جینے کے انداز بدل جاتے ہیں

اور یوں ہی ہمارے ساتھ ہوا میری بہنوں کی شادی کے ساتھ اب گھر میں میری شادی کے بھی چرچے ہونے لگے کیونکہ ابو کو خوف تھا کہ اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہو گیا تو ان کے بعد میرا خیال کون رکھے گا میں بہت روئی۔ بہت تڑپی لیکن کسی نے میری ایک نہ سنی۔ میرے باپ نے اپنی زندگی کے خوف سے میری زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔

اور یوں میں بارہ سال کی عمر میں پیا گھر سدھار گئی پہلے پہلے دنوں میں کافی عزت ملی پھر ہر کوئی اپنی اصلیت پہ آ گیا میں بھی کیا کرتی مجبور اور بے بس تھی گھر کے کاموں میں مجھے بالکل دلچسپی نہ تھی مجھے تو صرف اپنی سہیلیوں، دوستوں کے ساتھ کھیلنا آتا تھا کیونکہ گھر میں ماں اور دو بڑی بہنیں موجود تھیں جو سارا کام کر دیتی تھیں میں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی اور مزید تعلیم کا خواب ادھورا رہ گیا اب سسرال میں ہر کسی کی ڈیمانڈ الگ تھی اگر میں جھاڑو لگا رہی ہوتی تو مجھے برتن دھونے کا کہا جاتا۔ اگر برتن دھو رہی ہوتی تو ساتھ کئی اور کام میرا انتظار کر رہے ہوتے۔ بھابھی میرے لیے کھانا تیار ہو گیا، نہیں تو! کیا ابھی تک آپ نے کھانا تیار نہیں کیا۔ ساس بیٹا میرے

کپڑے پریس کر دیئے نہیں تو کتنی کام چور ہو تم ایک رشیدہ کی بہو ہے ہر کام وقت پہ کرتی ہیں۔

اسد جوتے کہاں ہیں میرے پتہ نہیں کیا کہا بے وقوف عورت۔ عورت کیا آج بارہ سال کی لڑکی عورت ہو گئی۔ شادی کے بعد وہ اتنی بڑی ہو گئی ہر ایک کی ڈیمانڈ الگ۔ میکے میں میری بڑی سے بڑی خطا کو یہ کہہ کر معاف کر دیا جاتا تھا کہ ابھی بچی ہے۔ لیکن اس بچی کو جب نکاح کے دو بولوں میں قید کیا گیا تو ساتھ ہی ذمہ داریوں کا نہ ختم ہونے والا بوجھ اس کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا گیا اسد کا خاندان کافی بڑا تھا تین بہنیں اور پانچ بھائی تھے اور دو بہنوں کی شادی ہو چکی تھی اور بھائیوں میں اسد بڑا تھا اس لیے اسد کی شادی ہوئی تھی میں جب سسرال کی دی ہوئی ذمہ داریوں میں ڈوبی میکے ملنے چلی جاتی ہر کوئی مجھ سے ناراض ہوتا ابو کی آنکھیں الگ سوال کر رہی ہوتیں۔ بہنیں الگ شکوے کرتی کہ تم تو سسرال جا کر ہمیں بھول گئی ہو بے مروت کہیں کی۔ ابھی تک شادی کے بعد میں کسی کو کوئی خوشی نہ دے سکی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور آزمائش میں ڈال دیا۔ میری عمر جب تیرہ سال تین ماہ تھی تو اللہ میاں نے اس سال خوبصورت بچے کا بھی گفٹ دے دیا۔ اب تو میں اور مرجھا گئی۔ بچے کو پالنے کے بعد بھی میں اپنی ذمہ داریاں نہیں بھولی تھی۔ اپنی طرف سے میں پوری کوشش کرتی تھی۔ کہ کسی کو مجھ سے دکھ نہ پہنچے لیکن شاید نجانے میں سب کو دکھی کر دیتی۔ میں کاموں میں مصروف ہوتی اور ساتھ بچے کے رونے کی آواز میرا کلیجہ چھلنی کر دیتی۔ بڑوں سے لے کر بچے تک سب کو مجھ سے شکایتیں ہی تھیں۔ اب میری صحت دن بدن گرنے لگی ڈاکٹروں کو دکھایا گیا تو وہ ٹینشن بنی کہ ضرورت سے زیادہ ٹینشن لیتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے میری نند جس کی عمر تقریباً اکیس کے لگ بھگ تھی۔ آج بھی میکے میں اس کی خطاؤں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا جاتا کہ ابھی بچی ہے۔ واقعی ماں باپ کے گھر بیٹیاں ان کی نظروں کے سامنے بچیاں ہی رہتی ہیں میں روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ خود سے یہ سوال کرتی میرا بچپن کہاں کھو گیا کاش کہ میری خطاؤں کو بھی یہ کہہ کر معاف کر دیا جائے کہ ابھی بچی ہے وقت کے ساتھ سمجھ جائے گی میں ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبی وقت کے تیز دھاروں میں بہتی بہتی میں تین بچوں کی ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کی ماں بن گئی میں ان تمام مصروفیات میں اس قدر کھو گئی تھی کہ میں نے اپنی فکر کرنی چھوڑ دی میری نند کی شادی ہو گئی اور چھوٹے دیور کی بھی جب بھی اسد تھکا ہارا گھر آتا تو میں اسے میلے کچیلے کپڑوں میں اپنی مظلومیت کا ماتم کرتی نظر آتی۔ میں بھی کیا کرتی ابھی میرے کندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا میں جب میکے جاتی تو وہاں اپنی ہم عمر لڑکیوں کو دیکھتی تو دل خون کے آنسو روتا انہیں ابھی تک کوئی فکر نہیں تھی ان کا سارا دھیان اپنی پڑھائی کی طرف تھا اور میں کتنے حصوں میں تقسیم ہو گئی ہوں۔ جو بھی دیکھتا یہ سوال ضرور کرتا ہائے طاہرہ ہو۔ اور میں بغیر کوئی جواب دیے آنکھوں کے آنسو چھپانے میں مصروف ہوتی ابھی زندگی کو مجھ پہ رحم نہیں آیا تھا۔ ان کا کہنا تھا طاہرہ مجھے معاف کر دو میں جانتا ہوں تم نے اس گھر کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں لیکن مجھے ایک گھسی پٹی ہوئی عورت نہیں اور ایک شوخ چنچل شریک سفر چاہیے۔ اب پھر میرا کمزور احتجاج کام نہ آسکا اور انہوں نے مجھے تین بچوں کا گفٹ دے کر میری وفاؤں کا قرض ادا کر دیا اور خود اپنی علیحدہ دنیا بسا لی۔

شادی تجھی کب مضبوط بندھن ہوتی ہے قمر
میں نے خود کئی بار اسے ٹوٹتے بنتے بگڑتے دیکھا ہے

اٹھارہ سال کی عمر میں میں ماتھے پہ طلاق کا جھومر سجائے اپنے بچوں کو باپ کے حوالے کر کے اپنے باپ کے گھر آ گئی۔ شادی کی عمر میں میں نے بربادی بھی دیکھ لی۔ کلی پھول بننے سے پہلے مرجھا گئی۔ ایک اور حوا کی بیٹی مرد نے پاؤں کی جوتی سمجھ کر اپنی پرانی ہونے پہ اتار دی نہ زمین روئی اور نہ آسمان برسا آج میری اس معاشرے سے اس میں رہنے والوں سے ہاتھ باندھ کے التجا ہے کیوں باندھ رکھا ہے خود کو ان فضول رسموں میں چھوڑ دیجئے خدارا انہیں کیوں ڈرتے ہیں آپ زمانے سے

کیوں زمانہ ہم سے بنا ہے۔ اور اگر خدا آپ کو بیٹیاں دیتا ہے تو ان کی پرورش اچھی کریں۔ اپنی زندگی کو ختم ہونے کے ڈر سے ان کی زندگی ختم نہ کر ڈالیں۔ انہیں تعلیم کی طاقت سے اتنا مضبوط کریں وہ زمانے کے برے کردار سے لڑنا جانتی ہوں۔ اپنا حق لینا اور دوسروں کو ان کا حق دینا جانتی ہوں۔ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی نقطہ نظر سے کیجئے انہیں دنیاوی علوم کے ساتھ علم و دین بھی سکھائیں انہیں نماز کا پابند بنائیے۔ تو پھر کوئی بیٹی بھی اپنے ماں باپ کا سر جھکنے نہیں دے گی۔

میں نے اپنی زندگی کی آپ بیتی آپ لوگوں کے سامنے اس امید پر رکھی ہے آپ ضرور خدا کو حاضر ناظر جان کر فیصلہ کریں گے دیکھئے مجھے اپنے سسرال والوں سے کوئی گلہ نہیں تھا واقعہ ہر انسان کے کچھ نہ کچھ جذبات ہوتے ہیں میں اپنے آپ سے آج بھی شرمندہ ہوں اور میں نے دوبارہ اپنی تعلیم سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ لیا ہے اسد کی دوسری بیوی نے بچوں کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا بچے اب میرے اور ابو کے پاس ہی ہیں اور میں اپنے اور اپنے بچوں کو کامیاب زندگی دینا چاہتی ہوں دعا کیجئے کہ میں ماں کے رول میں کامیاب ہو سکوں کیونکہ میں نہ ماں نہ بیٹی نہ بہو نہ بیوی کسی رول میں بھی کامیاب نہیں ہو سکی ہوں۔ آج میں باجی طاہرہ حبیب کی مدد سے ان کے فلاحی ادارے میں تعلیم کے ساتھ ساتھ جاب بھی کرتی ہوں ابو کی بھی معقول آمدنی ہے اور میں بچوں کی پرورش کے بارے میں مطمئن ہوں میرے کافی رشتے آچکے ہیں لیکن ہر بار میرا جواب انکار میں ہے اور انکار میں ہوگا کیونکہ میں نے چھوٹی سی زندگی میں ہر دکھ دیکھ لیا ہے اور اب مزید کی ہمت نہیں ہے اب ہر کوئی اپنی بیٹیوں کو میری عمدہ تربیت کی مثال دیتے ہیں لیکن میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ یہ سب کچھ مجھے کتابوں نے، زمانے کی ٹھوکروں نے سکھایا ہے۔ آج میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میرے ادھورے پن کو سمجھتے ہوئے اپنی بیٹیوں کی شادیاں اس وقت کیجئے گا جب وہ خود کو ہر رول میں آسانی سے ڈھال سکیں کیونکہ۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہی مزاروں کے لیے

میری کہانی لکھنے کا مقصد اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنا نہ تھا نہ ہی آپ لوگوں کی نظر میں مجھے کسی کو ظالم ٹھہرانا ہے۔

ذرا یاد کر وہ کون تھا جو کبھی تجھے بھی عزیز تھا
وہ جی اٹھا تیرے نام پہ وہ جو مر مٹا تیرے نام پہ
ہمیں بے رخی کا نہیں گلہ کہ یہی وفاؤں کا ہے صلہ
مگر ایسا جرم تھا کون سا گئے ہم دعا و سلام سے

یہ تھی میری دوست کی کہانی میری دوست کی کہانی لکھنے کا مقصد ہے کہ کوئی بھی اپنی بیٹی کا بچپن ختم کرنے کی کوشش نہ کرے خدارا بیٹی ہونے کا اسے اتنی بڑی سزا نہ دیں کہ وہ آنے والے دنوں میں کلیوں کو پھول بننے سے پہلے ہی مسل ڈالیں بیٹیوں کو بھی جینے کا حق دیں وہ آپ کا سر فخر سے بلند کر دیں گی۔ جھکنے کبھی نہیں دیں گی پلیز میرے ادھورے پن کو سمجھتے ہوئے کسی اور بیٹی کو طاہرہ نہ بننے دیجئے یہ ہی میری دوست کی آپ بیتی میں نے اپنی دوست کی آپ بیتی کو آپ لوگوں کے سامنے پورے خلوص سے بیان کر دیا ہے اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے کون سی عدالت میں پیش کرتے ہیں دنیا کی عدالت میں یا پھر ضمیر کی عدالت میں فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ اس پورے کردار میں غلط کون تھا۔ آخر میں میری تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ تہہ دل سے میری نانی امی کیلئے دعا کریں کہ اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے۔ میری نانی امی بہت ہی کیوٹ اور محبت کرنے والی تھیں ان کے بارے میں جتنا کہوں کم ہے مختصر اتنا کہ اے ماں تجھے سلام۔

کوئی پھول مسلتا ہے کوئی چھپکلی کو مارتا ہے
خدارا بچاؤ انہیں قمر یہ وار میرے بچوں تک جاتا ہے
تجھے دیکھنے کے بعد وقت کا قاضی کہیں فیصلہ نہ بدل ڈالے
میں مظلوم ہوتے ہوئے بھی مجرم بن کھڑا ہوں

❁❁❁

دل اک شہرِ جنوں

☑..... تحریر: انیلہ غزل، حافظ آباد

اور آج راگنی اور اشبیل کی شادی کو تین سال ہو گئے ہیں دونوں ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں بس قسمت کی بات ہوتی ہے راگنی کا پاؤں اپنے سسرال میں پڑا تو ان کے تو دن ہی پھر گئے اشبیلی کی اتنی اچھی جاب ہے روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں ---- اس سے آگے وہ کچھ سوچ ہی نہیں سکی کیونکہ گاڑی کا ہارن بج رہا تھا۔ "راگنی ---- راگنی" شبلی دور سے ہی چلا رہا تھا آج تمہارے لیے ایک بندہ منتظر ہے۔ مگر تمہارا نہیں تمہاری معافی کا۔(ایک درد بھری سچی کہانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

"غم" بھی صرف سمجھنے کی چیز ہے اپنے غموں سے سمجھوتہ سب سے بڑی بہادری ہے۔ راگنی چائے کا مگ تھامے ڈوبتے سورج کو دیکھ کر سوچ رہی تھی اور پھر اس نے اپنے 2 کنال کے گھر کو دیکھا زندگی بھی کتنے عجیب کھیل کھیلتی ہے۔ وہ آج سے چار سال پہلے کی زندگی میں کھو گئی۔

وہی خوابوں میں وہی یادوں میں وہی نیندوں میں چھوڑتے کب ہیں ہمیں چھوڑ کر جانے والے

کالج کا سب سے خوبصورت جوان شازل لڑکیاں بس اس کی ایک جھلک کی بھی محتاج ہوتیں اسے بھی اپنے حسن کا بڑا غرور تھا اچھا خوشحال گھرانہ تھا اسی کالج میں تھی راگنی۔ ایک غریب لڑکی جو دیئے کی مدھم روشنی میں دیر تک پڑھا کرتی جس کو روشنی بھی میسر نہ تھی اس کا باپ اور ماں بھی اس کے ساتھ تھے اس کی کل کائنات تھے یار شازل یہ راگنی کچھ زیادہ ہی مغرور نہیں ہے۔ دیکھتی بھی نہیں عدنان شازل کو اس کی طرف راغب کرنے لگا۔

شازل کو بھی اس بات کا بڑا ملال ہوتا کہ وہ اس کو کیوں نہیں چاہتی مختلف حیلوں بہانوں سے وہ راگنی کو اپنی طرف راغب کرتا اور راگنی کی بدقسمتی کہ وہ بھی اسے چاہنے لگی۔ دوسری لڑکیوں کی لسٹ میں راگنی کا نام بھی شامل ہو چکا تھا۔ شازل تم کیوں اپنے ماں باپ کو نہیں بھیجتے ایک دن راگنی نے اس سے کہا ہاں یار بھیجوں گا اتنی پریشان کیوں ہوتی ہو۔ شازل بھی ڈھٹائی سے ایک ہی جواب دیتا۔ یار اب راگنی کو کیا جواب دو گے آئی مین اسے کس طرح چھوڑو گے ایک دن منصور نے اس سے پوچھا۔ بس تم فکر نہ کرو بڑی جلدی ---- مگر میں اسے نہیں چھوڑوں گا وہ مجھے چھوڑے گی۔ شازل بڑی بے رخی سے اس کی محبت کی دھجیاں اڑا دیتا۔

ایک دن راگنی کالج میں داخل ہوئی تو شازل اپنے پورے گروپ کے ساتھ وہاں بیٹھا تھا۔ آپ کا نام راگنی ہے نا.....؟ سنا ہے آپ بھی میرے عشق میں بری طرح گرفتار ہیں۔ یہ وہی شازل تھا جو اس کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتا تھا۔ آج اتنے لڑکوں کے سامنے اسے ذلت کی انتہا ---- قہقہوں میں جھلس رہا تھا۔

مجھ کو اپنا بنا کر چھوڑ دیا
کیا بے بسی ہے کیا رہائی ہے

اس کالج میں لڑکا اشبیل بھی پڑھتا تھا اس کی طرح مفلس وہ بھی وہاں ہی کھڑا تھا ارے مس راگنی آپ مجھ سے محبت کے دعوے ---- ہیں حیثیت کیا ہے آپ کی۔ راگنی نے وہاں سے نکلنا ---- تو شازل آگے کھڑا ہو گیا۔ راگنی

آئے شبلی نے غصے سے شازل کی طرف دیکھا اور راگنی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ ارے دیکھو۔ شازل اور اس کے دوست پیچھے سے قہقہے لگانے لگا۔ شبلی اسے کنٹین میں لے گیا۔ راگنی کی آنکھوں سے آنسو آبشار کی طرح گر رہے تھے۔

آپ میرے محلے میں رہتی ہیں میری ہی کلاس کی ہیں مجھے درد ہے آپ کا پلیز آپ اس کا کوئی الٹا مطلب مت لیجئے گا۔ اشبیل اسے سمجھانے لگا۔ ہم مفلس لوگوں کی تو تقدیریں بھی مفلس ہوتی ہیں۔ راگنی نے غم سے ٹوٹے لہجے میں کہا۔ نہیں راگنی ہم چاہیں تو اپنی تقدیریں بدل سکتے ہیں ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اشبیل نے اس کے آنسو پونچھے چھٹی ہونے کے بعد بڑی مشکل سے وہ گھر پہنچی ابا اپنی اس چھوٹی سی دکان پر بیٹھا کھانس رہا تھا اس دکان پر کبھی کوئی بچہ ٹافی لینے آتا۔ اور بس کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ اماں گھر میں کپڑے سلائی کرتی اور وہ اڈا لگاتی۔ ارے بیٹا کیا ہوا۔ اس کا ٹوٹا حلیہ دیکھ کر اس کی ماں گھبرا گئی۔ کچھ نہیں اماں پانی کا گلاس دو پانی پینے کے بعد وہ وہیں چارپائی پر گر سی گئی۔ راگنی پتر وہ سامنے جن کا گھر ہے نا ان کی عورت آئی تھی اپنے بچے کو ٹیوشن رکھوانا چاہتی ہے ساتویں کلاس میں پڑھتا ہے۔ تو پڑھائے گی تو اسے بتا دوں۔ اس کی اماں اس کا سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی ہاں صبح سے بھیج دے۔ راگنی کچھ بیزاری سے کہنے لگی۔

اگلے دن راگنی نے کالج سے چھٹی کر لی۔ شام ٹائم وہ اس لڑکے کو ٹیوشن پڑھا کر کمرے میں جانے لگی کہ دروازے پر دستک ہوئی ابا دکان پر بیٹھا تھا اور اماں کسی کے کپڑے دینے گئی تھی چاروناچار اسے ہی دروازہ کھولنا پڑا۔

"آپ......" اپنے سامنے شبلی کو دیکھ کر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کیوں ہم آپ کے گھر نہیں آ سکتے۔ وہ اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ مسکرایا۔ وہ...... راگنی نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا تو شبلی نے اس کے منہ کے آگے ہاتھ رکھ دیا بابا مجھے اندر تو آنے دو۔ وہ خود ہی اندر داخل ہو گیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

"کیا پیئیں گے" اس نے بالکل سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

نہیں۔ شبلی نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر کہا۔

"کیا......؟" ارے کچھ نہیں آج کالج کیوں نہیں آئی۔

بس ویسے ہی راگنی نے چہرہ نیچے کر لیا گھبرا گئی ہو جو وقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ بزدل ہو جاتے ہیں اس دنیا میں کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہمارے لیے بنایا ہوتا ہے بس ہم اسے پہچانتے ہیں تم کیوں اپنا آپ ایک کم ظرف انسان کیلئے ضائع کر رہی ہو جو کبھی تمہارا تھا بھی نہیں۔ اپنے آپ کو پہچانو راگنی شبلی نے پیار سے اس کا نچلا ہونٹ چھوا۔ تو وہ بھی روتے روتے مسکرا دی۔ ویسے بارش اور دھوپ ساتھ ساتھ سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔ شبلی جانے کیلئے کھڑا ہوا۔ "کیا مطلب" راگنی نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں کو جھپکا۔ کچھ نہیں اس مطلب کی تمہیں پہلے سمجھ آ جاتی تو شازل کے چکر میں نہ پھنستی اتنا کہتے ہی وہ چھپاک سے دروازہ پار کر گیا۔

اگلی صبح راگنی ایک نئے عزم کے ساتھ کالج گئی۔ لڑکے اسے دیکھ دیکھ کر مسکراتے اور آپس میں باتیں کرتے۔

راگنی آج بریک ٹائم جب شازل اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہو گا تمہیں اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے۔ اشبیل نے جاتے ہی اسے پکڑ لیا نہیں شبلی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتی راگنی منمنائی۔ اب اگر کچھ اور کہا تو کان کے نیچے ایک دوں گا تم اپنا بدلہ لو گی۔ ورنہ وہ اور شیر ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے بات کالج سے باہر نکل جائے۔ شبلی نے کچھ غصے سے کہا۔ اوکے۔ راگنی بھی مطمئن ہو گئی۔

بریک ٹائم شبلی اسے اکیلا چھوڑ کر دور چلا گیا اور اسے ساری بات بھی سمجھا دی۔

"ہیلو راگنی" شازل نے اسے پکارا۔ راگنی نے دور کھڑے شبلی کو دیکھا تو شبلی نے اسے اشارہ دیا۔ کم آن راگنی۔ مسٹر شازل آپ کے خیال میں ہم آپ کی محبت میں

گرفتار ہیں۔ ہوں بہت خوش فہمیاں ہیں آپ کو اپنے بارے میں یا شاید خوش فہمیاں پالنے کی عادت بھی بہت ہے آپ کو میں یعنی کہ راگنی تم سے محبت کروں گی۔ تمہیں کوئی تم جیسی ہی ملے گی جو تمہاری طرح گھٹیا ہو گی وہ آپ سے تم پر آ گئی یہ جو تمہیں گھمنڈ رہتا ہے نا تم لڑکیوں کے پیچھے نہیں بلکہ لڑکیاں تمہارے پیچھے بھاگتی ہیں یہ تمہارا پاگل پن ہے اور میں نے اپنی زندگی میں تم سے بڑا پاگل اور بے وقوف بھی کوئی نہیں دیکھا تمہارے پیچھے بھاگنے والی لڑکیاں جس چیز کی بھوکی ہوتی ہیں وہ انہیں مل جاتی ہے بلکہ شاید وہ دوسرے لڑکوں سے بھی تعلقات رکھتی ہوں مگر سوری۔ میں اس چیز کی بھوکی نہیں ہوں۔ راگنی بڑی معنی خیز بات کہہ گئی۔ شازل اور اس کے دوست ہکا بکا اس کو دیکھ رہے تھے۔ شبلی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ویری نائس کہا۔

اور آج راگنی اور اشبیل کی شادی کو تین سال ہو گئے ہیں دونوں ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں بس قسمت کی بات ہوتی ہے راگنی کا پاؤں اپنے سسرال میں پڑا تو ان کے تو دن ہی پھر گئے اشبیل کی اتنی اچھی جاب ہے روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں...... اس سے آگے وہ کچھ سوچ ہی نہیں سکی کیونکہ گاڑی کا ہارن بج رہا تھا۔ "راگنی...... راگنی" شبلی دور سے ہی چلا رہا تھا آج تمہارے لیے ایک بندہ منتظر ہے۔ مگر تمہارا نہیں تمہاری معافی کا۔

شبلی اتنا کہتے غسل خانے میں گھس گیا اور راگنی حیران پریشان دروازے کی سمت بڑھ گئی تم...... اپنے سامنے شازل کو دیکھ کر اس کے چہرے پر نفرت کے سائے لہرانے لگے۔

"ہاں...... راگنی میں" تم نے کہا تھا کہ تمہیں بھی کوئی تم جیسی ہی ملے گی ایسا ہی ہے مجھے بھی مجھ جیسی گھٹیا عورت ملی ہے جس کا ہر تیسرے بندے سے افیئر ہے میرے پاس سب کچھ ہے بس سکون نہیں ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔ شازل کی آنکھیں دھندلا گئیں ہاں راگنی معاف کر دو۔ اشبیل نے بھی ریکویسٹ کی جاؤ میں نے تمہیں سچے دل سے معاف کیا شازل خوشی خوشی چل دیا صبح جب شبلی اٹھا تو اسے دفتر سے کال موصول ہوئی کہ شازل نے رات کو خودکشی کر لی ہے۔ شبلی نے راگنی کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں...... جانے کیوں؟

❀❀❀

فرق

فرق صرف اتنا ہے
تو میری ہو نہ سکی
میں تیرا ہو نہ سکا
تو مجھ سے بچھڑ گئی
میں تجھ سے بچھڑ گیا
فرق صرف اتنا ہے
شہنائیاں وہاں بھی تھیں
ماتم یہاں بھی تھا
سہلیاں تیری بھی تھیں
دوست میرے بھی تھے
فرق صرف اتنا ہے
تجھے سجایا جائے گا
مجھے کفن پہنایا جائے گا
تو اٹھ کے جائے گی
مجھے اٹھایا جائے گا
فرق صرف اتنا ہے
پھول تجھ پر بھی گریں گے
پھول مجھ پے بھی گریں گے
نکاح تیرا بھی پڑھا جائے گا
جنازہ میرا بھی پڑھا جائے گا
فرق صرف اتنا ہے
فرق صرف اتنا ہے

فرید احمد۔ جھل مگسی

"اُداسی شام ہے"

تحریر: شازیہ چوہدری، شیخوپورہ

مہک جو ہو گیا جانتا ہوں کیسے آپ نے فیس کیا ہو گا لیکن خدا کی مرضی کے آگے کب کسی کی چلتی ہے آج پھر ہمیں خدا نے ملایا تو شاید اس لیے کہ ہم بھی آپ کو دکھی نہیں دیکھ سکتے۔

مجھ سے پوچھا کسی نے دل کا مطلب؟
میں نے ہنس کے کہہ دیا ٹھکانہ اس کا
اس نے پوچھا سہانی شام کسے کہتے ہیں؟
میں نے کہہ دیا ستانا اس کا
اس نے پوچھا! بتاؤ قیامت کسے کہتے ہیں؟
میں نے گھبرا کے کہہ دیا روٹھ جانا اس کا
موت کہتے ہیں کسے جو پوچھا کسی نے
میں نے آنکھیں پونچھ کر کہہ چھوڑا جانا اس کا

ہائے! کتنا مشکل ہے کسی کی یادوں کے دیے جلائے رکھنا امیدوں کے سائے میں تمام عمر جلتے رہنا، کیسے بھلا کوئی سمجھائے اس نادان دل کو اتنا اگر آسان ہوتو محبت سربازار نہ بکتی یہ ضروری تو نہیں اگر ہم دل و جان سے کسی کو چاہتے ہیں تو کوئی ہمیں بھی چاہے اپنی قسمت کی بند مٹھی لئے جی رہے ہیں۔ وفا کا بدلہ گر وفا ہوتو شکوہ کون کرے گا۔

یہ کہانی ان دنوں کی ہے جب میں ابھی نئی نئی پاکستان آئی اور کچھ خاص پہچان بھی نہ تھی لوگ ملتے تو میرے اندازِ فکر میں مبتلا ہو جاتے مجھے بھی اچھا لگتا زندگی جیسے ہی نئی صبح کوئی پیغام لے کر آتی ہمارے گھر سے کچھ فرق پر ہی سمندر تھا شام کو میرے کمرے کی کھڑکی سے دبی خاموش لہروں کی سنسناہٹ آتی کبھی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا مجھے محسوس ہوتا تو کبھی خود گھنٹوں کھڑکی میں کھڑے پانی میں چاند کا عکس دیکھ کر کھو جاتے عجب زندگی کا وہ پہر تھا پھر ایک ایسا دن بھی آیا کہ صبح روزمرہ کے کاموں سے پہلے چند منٹ چہل قدمی کرتے ساحل سمندر کی طرف ہو گئے صبح کا نظارہ خوب لگتا تھا جیسے یہ وقت یہیں تھم جائے کچھ دیر موسم کا مزہ لینے کے بعد میں واپس کمرے میں آ گئی۔

اتنے میں امی نے بتایا کہ دوپہر کے کھانے پہ کچھ مہمان آ رہے ہیں شاید کوئی اپنے ہوں یہ سوچ کر خاموش ہو گئی مگر دل نہ مانا کہ ان سے پوچھوں کہ کون ہیں۔ مجھے کوئی غرض ہوتی یا چاہت ہوتی تو جاننا چاہتی بہرحال روٹین کی طرح کچھ ہاتھ بٹایا کام میں اور واپس ٹی وی لاؤنج میں آ گئی ہلکی سی آواز میں ڈیک آن کیا لتا منگیشکر کی سریلی آواز میں ہلکی تھمی تھمی سی موسیقی میرے الجھے سوالوں کو کبھی کبھی توڑ دیتی۔ دوپہر کا وقت ہوا اور آنے والے آئے کافی گھر میں گہما گہمی تھی سب کے چہروں پہ مسکراہٹ تھی ابو جان بھی بہت خوش تھے میں نے باہر آ کر آداب کہا اور پانی رکھا تو ایک نہایت خوش صورت خاتون نے اٹھ کر پیار دیا اور گلے سے لگایا لیکن ان کی مسکراہٹ میں مجھے میرے دل کو تسکین نہ تھی ابھی ابھی الجھن محسوس

ہو رہی تھی آخر کار کھانے کی ٹیبل سجانے لگے اسی دوران میں نے امی سے پوچھا کہ یہ ہمارے رشتہ داروں میں سے کوئی نہیں پھر کون ہیں امی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا بیٹا یہ لاہور سے آئے ہیں تمہیں دیکھنے پاگل لڑکی۔ تیرے ابو کی پہچان والے ہیں اور تیرا رشتہ مانگنے آئے ہیں یہ سنتے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کیا؟ آپ نے ایک بار بھی پوچھا نہیں مجھ سے پر امی نے کہا دیکھو مہک! کبھی آج تک میری مرضی چلی تیرے ابو کے سامنے جو آج ان سے سوال کروں بہر حال بیٹا اچھا گھر ہے مجھے پتا چلا ابو پچھلے 18 سال سے جانتے ہیں ان کو۔ اچھا خاندان ہے عزت دار اور شریف لوگ ہیں اور کیا چاہیے اگر پھر بھی تم مطمئن نہیں والدین کے فیصلے پہ تو مجھے بتاؤ کیا تمہارا کوئی ذہن ہے بس یہ سنتے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے نہ چاہتے بھی زار و قطار رونے لگی۔ وقت گزرتا گیا وہ لوگ اپنے کسی عزیز کے گھر ٹھہرے تھے شام ہوتے ہی واپس چلے گئے۔

اور جاتے وقت ان میں سے ایک خاتون نے امی سے پوچھا کہ باجی اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو ہم ایک بار انیس کو مہک دکھانا چاہتے ہیں امی پل بھر تو خاموش ہو گئی مگر ابو نے ہاں کر دی بھابھی یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے مہک آپ کی بیٹی ہے میں اور عبد الرحمان صاحب نے بہت پہلے یہ طے کر لیا تھا جب چاہے انیس بیٹے کو لے آئیں بس پھر کیا وہ تو خوشی خوشی چلے گئے کہ ہم فون پہ آ کو پھر آنے [illegible] ئیں گے شام ہوئی تو ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی اور میں کچھ دیر کیلئے سب کچھ بھول جانے اپنے دل کے گمان کو سنبھالنے کے لیے ساحل پہ چلی گئی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور میرے دل میں آگ بھڑک کر کہہ رہی تھی کہ روم [illegible] رو پھوٹ کر رو لے یہ بوجھ اور کیسے سہ پائے گی۔

بارش میں پھر کچھ پل میری ماضی کو دہرا گئے

تیز بارش میں اک لہر ہوا کی
نہ جانے کس شہر کی خبر لائی تھی
وہ دل میں اک ہلکی سی مدہوشی
بہار کے آنے کی آہٹ لائی تھی
میری ناامید سی بے رنگ زندگی
اک اداسی شام بن کر آئی تھی
کبھی روشن تھے دیے میرے آنگن میں بھی
وہ تیرے ساتھ کے لمحے ہلکی سی مسکراہٹ لائی تھی

کچھ وقت گزارنے کے بعد جب لوٹی تو ٹی وی لاؤنج میں ابو بیٹھے چائے پی رہے تھے میں دبے پاؤں پاس سے گزرنے لگی تو ابو نے آواز دے دی مہک! کہاں تھی ادھر آؤ بیٹے مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔

میں وہ ابو ساحل پہ کچھ دیر کے لیے گئی تھی جی بتائیں۔

ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو ابو نے کہا اخبار نیچے ٹیبل پہ رکھتے ہوئے میں پاس بیٹھ گئی۔ مہک بیٹا تم اب بڑی ہو گئی ہو شادی کے لائق ہو ہمارے خاندان میں آج تک کبھی والدین نے اجازت نہیں لی مگر تمہاری امی بتا رہی تھی تم ناخوش ہو؟ میں نے ڈرتے ہوئے آنکھیں اوپر کیں اور ابو کی طرف دیکھتے رونے لگی وہ بھی میری حالت میرے جذبات کو سمجھتے تھے اُٹھ کر میرے پاس آئے اور مجھے سینے سے لگا لیا اور میں بے خیال پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مہک دیکھ بیٹا میں جانتا ہوں تجھے اپنی زندگی تیرا یہ فیصلہ لینا ہو گا۔ بیٹا مر [illegible] نے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا میں کل بھی تیرے فیصلے کے خلاف نہیں تھا اور آج بھی کل تیری مرضی تھی ہم نے مانی مگر بیٹا نصیب کو کچھ اور منظور تھا حیدر کا ساتھ چند لمحوں کا تھا تیری زندگی میں۔ ہمیں بھی اچھا نہیں لگتا جو ہوا لیکن بچے وہ وقت گزرے 3 سال گزر گئے حالات سمجھوتہ کرنا سکھاتے ہیں اور وقت بڑے سے بڑے زخم کو بھی بھر دیتا ہے میں تو تب خاموش ہو گیا تھا شاید پھر تجھے نہ کہتا لیکن آج تیری قسمت خود چل کر تیرے پاس انیس کے روپ میں آئی ہے تو بیٹا اسے ٹھکرا مت ابھی پوری زندگی تیرے آگے پڑی ہے جتنا وقت چاہے سوچ لے میرا اور تیری امی کا کوئی بھروسہ تو ہے نہیں کل کون، دکھ جو تیری تکلیف بانٹے گا مہک بیٹے تو سمجھدار ہے اور مجھے پتا ہے اپنے ابو کو اور دکھی نہیں کرو گی بچے اور اتنا کہہ کر اٹھ کر چلے گئے کافی دیر تک میں بیٹھی رہی پھر رات کے کھانے پہ بھی میں خاموش رہی۔ امی ابو بھی کچھ نہ بولے صرف

خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے کھانا ختم ہوا اور میں اپنے کمرے میں چلی گئی رات بھر کھڑکی پہ کھڑی اپنے ماضی کو یاد کر کر کے روتی رہی لیکن یہ بھی جانتی تھی اب وہ کبھی لوٹ کر تو آئے گا نہیں میری زندگی میں صرف چند مسکراہٹیں دے کر ہمیشہ رونے کی یادیں بس دے کر چلا گیا۔ میرے درد سے میرے گھر والے واقف بھی تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ میں زندگی میں آگے بڑھوں لیکن میرے قدم میرا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ صبح ہونے کو آئی پر میری آنکھوں میں دور دور تک نیند نہ تھی آخر کار کچھ دیر لیٹی تو کانوں میں امی کی آواز پڑی مہک، مہک، میں گھبرا کر اٹھ گئی ارے دیکھ کیا ہو گیا میں کمرے سے بھاگ کر نکلی تو ابو جائے نماز پہ بیہوش پڑے تھے انکو دیکھ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ جلدی سے اسلام چچا کو فون کیا وہ دوڑتے آتے۔ ہم سب لے کر ہسپتال پہنچے ان کو فوری ڈاکٹرز نے ICU میں داخل کر لیا کچھ دیر بعد ابو کو ہوش آیا تو ڈاکٹر نے کہا فکر کی بات نہیں BP تھوڑا زیادہ ہے یہ سنتے امی رونے لگی اور مجھ پہ غصے سے برس پڑی۔ مہک مانا تجھے بہت دکھ ہیں لیکن آج تیرے ابو کو خدا نخواستہ کچھ ہو جاتا تو؟ بس کر مہک تیرے ابو تجھے اس حالت میں اور نہیں دیکھ سکتے میری بچی ان کے فیصلے کی قدر کر وہ تیرا بھلا چاہتے ہیں میرے بھی آنسو زار و قطار بہتے رہے اپنے والدین کو تکلیف کوئی اولاد نہیں دینا چاہتی۔

بس اپنے دل کے جذبات کو ایک دم بند کر دیا۔ ICU میں لیٹے ایک طرف ابو کی حالت اور ایک طرف اپنے بیتے وقت کی داستان مانا وہ بہت انمول رشتہ تھا مگر اس سے بھی پہلے ایک فرض تھا جو والدین کا حق تھا۔ شام گئے تک ابو داخل رہے پھر ڈاکٹر نے جانے کا بول دیا اور پھر ہم ابو کو لے کر گھر آ گئے میں ان کے لیے چائے لے کر گئی تو امی ابو مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئے جیسے شاید میرے بارے میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے چائے رکھی اور باہر آنے لگی تو ابو نے کہا مہک آؤ ہمارے پاس بیٹھو کچھ دیر میں پیچھے مڑی اور ابو کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ مسکرا کر دیکھنے لگے اور میری خاموشی کا اندازہ کرتے لگے ابھی شاید کچھ بولتی تو خود ہی کہا کچھ کہنا چاہتی ہو۔

جی ابو! بولو کیا بات ہے بس یہی کہ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے سوچ سمجھ کر کریں گے۔ امی پاس بیٹھی حیران کن نظروں سے ابو کی طرف دیکھنے لگی۔ بیٹا کوئی بھی ماں باپ اولاد کا برا نہیں چاہتے ہم جانتے ہیں بہت مشکل ہے حالات کا سامنا کرنا مگر بیٹے کبھی کسی کے ساتھ مرا نہیں جاتا حیدر کو اب بھول جانا ہی بہتری ہے یہ کیا کم تیری خوش نصیبی ہے کہ انیس کے گھر والے سب جانتے ہیں لیکن انہوں نے پھر بھی ہمیں پوچھا میں خاموش رہی تو امی نے کہا بیٹا ہم تیرا بھلا چاہتے ہیں۔ میری بچی جو ہو گیا بھول جاؤ آج جو ملا نصیب کی قدر کر بس میں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہاں کہہ تو دیا۔ لیکن یہ مجھے خود نہیں پتا تھا کیسے سامنا کر سکوں گی حالات کا کیا حیدر کی جگہ کوئی اور میری زندگی میں لے پائے گا؟ آخر کار جمعہ کے روز انیس کے ابو کا فون آیا تو ابو سے بات کی کہ شام کی چائے اکٹھے پئیں گے اور ہمارے ساتھ انیس بھی آئے گا۔

ابو نے گھر بتا دیا آج شام کو مہک کو دیکھنے آ رہے ہیں میرے دل میں بہت ڈر اور خوف تھا شام کو کیا ہو گا؟ کیسے ہو گا۔ آخر کار شام سے مقررہ وقت پہ وہ لوگ آ گئے اور میں چائے پیش کرنے گئی تو انیس کی امی نے گلے لگا کر پیار دیا اس کے ابو نے بھی اور انیس کو آداب کہا۔ وہ جواب دینے کی بجائے میری طرف دیکھتا رہا۔ میں نے ایک دو بار چوری نظر سے دیکھا تو وہ میری طرف ہی دیکھے جا رہا تھا۔

میں چائے رکھ کر آ گئی امی نے بہت کچھ پکوان بنایا تھا وہ بس تعریف کرتے رہے۔ انیس کو میں پہلی نظر میں بھا گئی تھی اور یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ نہ کرے کافی دیر باتیں ہوتی رہیں میں بالکنی میں کھڑی سٹینڈ پہ رکھے گملوں کی صفائی کرنے لگی تو مجھے دیکھ کر انیس میرے پاس آ گئے مہک میں [illegible] پیچھے مڑ کر دیکھا تو جی آپ یہاں جی کیا بات ہے آپ پاس نہیں بیٹھیں؟ بس ایسے ہی مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ٹھیک! لگتا ہے آپ کو پودوں سے بہت پیار ہے؟ انیس نے بات کرنے میں پہل کی جی مجھے اچھا لگتا ہے

اچھا تو میرے خیال سے ہم ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے بہتر ہے۔ اصل ٹاپک پہ آئیں مہک میں نے آپ کو آج نہیں بلکہ ایک مدت سے اپنی زندگی میں شامل کیے رکھا لیکن سب نصیب کی بات آپ کی منگنی کی اطلاع ملی تو میں خاموش رہا لیکن خدا کے اس فیصلے پہ مجھے بھی اتنا دکھ ہوا جتنا آپ کو چار سال سے میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ آج اس طرح پھر قسمت کسی موڑ پہ ملائے گی۔

مہک جو ہو گیا جانتا ہوں کیسے آپ نے فیس کیا ہو گا لیکن خدا کی مرضی کے آگے کب کسی کی چلتی ہے آج پھر ہمیں خدا نے ملایا تو شاید اس لیے کہ ہم بھی آپ کو دکھی نہیں دیکھ سکتے۔

اب آپ کا فیصلہ کیا مجھے آپ کے دل میں جگہ ملے گی؟ میں خاموشی سے سنتی رہی لب ساتھ نہیں تھے دے رہے کہ کوئی بھی جواب دوں۔ آخر میں نے ہمت کر کے کہا۔ انیس جو ہوا واقعی بہت تکلیف دہ تھا لیکن میری زندگی کا ایک حصہ تھا شاید میں آپ کو پھر وہ سب نہ دے سکوں جو آپ مجھ سے امید رکھتے ہو اس طرح نہ میں خوش ہوں گی نہ آپ کو خوش کر پاؤں گی میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا میں کیا کروں۔ دیکھو مہک ہم زندگی میں اچھے دوست تو بن سکتے ہیں مجھے بس یہی امید ہے۔ رہی بات دل میں جگہ کی تو اگر خدا کو منظور ہوا تو وہ بھی کبھی نہ کبھی ہو جائے گی تو میرے ساتھ ایک دم بڑھا تو سکتی ہو؟

میں نے ہاں کر دی تو انیس بہت خوش ہوا اور اس نے اپنی امی ابو سے کہا آپ سب فائنل کریں۔ میں نے بھی سب کی خوشیوں کی خاطر اپنے زخموں کو چھپا لیا مگر اندر ہی اندر بے حد غم تھا۔ وقت چلتا رہا اور فاصلے زندگی کے کم ہونے لگے ہم ایک دوسرے کو سمجھنے لگے اور آخر ایک وقت ایسا آیا کہ انیس میری زندگی میں بہار لے کر آیا مجھے اس میں دوست بہت اچھا جیون ساتھی تو ملا لیکن پھر بھی میں اپنے ماضی کو بھول نہ پائی میں نے انیس کو وہ سب کچھ دیا جو ایک انسان تمنا کرتا ہے آج وہ مجھ سے بے حد خوش ہے مجھے کسی چیز کی کمی نہیں میرا دل اس کا ہر پل منتظر رہتا ہے مگر اداس شام کے ڈھلتے سائے [illegible] میری زندگی [illegible] دیتے ہیں۔

مجھے زندگی میں سب ملا جو چاہا اسے حاصل نہ کر پائی بس یہی اداسی عمر بھر کی میرے نام رہی۔ آج بھی نہ چاہتے ہوئے مجھے ہلکی سی آہٹ آتی ہے جیسے کسی کی یاد کسی کے پاس نہ ہونے کا درد مجھے ہلا دیتا ہے۔ بس کیسے وقت بیت جاتا ہے معلوم نہیں مگر یادیں ہمیشہ یاد آتی ہیں۔

❁❁❁

غزل

اس کے دل میں رہیں گے ارمانوں کی طرح
وہ جو رہتا ہے ہمارے دل میں طوفانوں کی طرح
اس کی راہوں میں بچھا دیں گے ہم جان و دل اپنا
ٹوٹ کے چاہیں گے اس کو دیوانوں کی طرح
وہ جس کے نام کی پرستش میں ہیں ہم صدیوں سے
کہیں بھول نہ جائے ہمیں بیتے زمانوں کی طرح
سر شام آن ہی مل گئے ہو برسوں بعد تو اے دوست
ہم سے پھر نہ چھپنا رہے ہو انجانوں کی طرح
کہیں ان کو برا ہی نہ لگے یوں شعر کہنا ہمارا
بس یہی سوچ کے [illegible] رہتے ہیں بے زبانوں کی طرح
اب اس سے بڑھ کر اور کیا مانگیں ہم خدا سے
ان کی چاہت میں ہو جائیں فنا پروانوں کی طرح
یہ کیا کہ وہ آن وعدے پہ وعدے کیے جاتے ہیں عثمان
ہمیں یہ ڈر کہ دل ٹوٹ نہ جائے پیمانوں کی طرح

عثمان چوھدری۔ ڈڈیال

معلومات عامہ

* سری لنکا کا پرانا نام سیلون تھا۔
* پاکستان کی پہلی رنگین فلم کا نام "سنگم" ہے۔
* [illegible] ہے۔
* چاند کی مٹی کی سطح [illegible] ہوتی ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب بوہر۔ گوٹھ ذوالفقار آباد

"محبت کے ارادے"

تحریر: تنویر اقبال واگھورہ، ضلع بھکر

کیونکہ پھر وہ عمر بھر پچھتاوے کی آگ میں جلتی سلگتی رہے گی اور اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہے گا۔ یہ راز، راز ہی رہے تو اچھا ہو گا ہاں البتہ یہ ڈائری میں نبیل تک ضرور پہنچا دوں گا کیونکہ یہ اس کی امانت ہے۔ اصغر نے اپنی آنکھیں آستین سے خشک کیں اور پھر جیب سے سگریٹ لائٹر نکالا اور خط کو آگ کے حوالے کرنے لگا لائٹر جلا تھا اور پھر آگ خط کے کاغذ کا ایک نکڑ چھو گئی اور پھر آگ بھڑک اٹھی اور بتدریج بھڑکتی گئی۔ (ایک درد بھری سچی کہانی)

یہ ماہ فروری کے ابتدائی شب و روز تھے۔ میلوں دور سے آتا ہوا پانی کھیت کھلیانوں کو سیراب کر رہا تھا۔ ہر سو گندم کی سرسبز فصلوں کا جال سا بچھا ہوا تھا...... کہیں کہیں سرسوں کے کھیت اپنے رنگ بکھیر رہے تھے ایک [illegible] کشش تھی جو دیکھنے والی نگاہوں کو طلسمی حصار میں لیتے ہوئے دعوت نظارہ دے رہی تھی۔

انہیں فصلوں میں سے ایک کھال گزر رہا تھا جس میں سے پانی خاموشی سے اپنی منزل کی سمت رواں دواں تھا۔ دور کہیں ٹیوب ویل چل رہا تھا اور اس کے انجن کی "پھٹ پھٹ" ہوا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

اس کھال سے ٹیوب ویل کا پانی نہ گزر رہا تھا کیونکہ یہ پانی کھاری تھا۔ یقیناً کہیں پرے سے سفر کرتا آ رہا تھا۔ کھال ایک جگہ سے چار حصوں میں تقسیم ہو رہا تھا اور چار شاخیں اپنے اپنے سفر میں اپنی منزل کو جاتی کھیتوں میں گم ہو گئی تھیں۔ جہاں سے شاخیں نکل رہی تھیں وہاں ایک چھپن "[illegible]" بن گیا تھا۔ دور چند کسان، کماد کی فصل کا بیج لگانے میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔

وہ چھپن کے کنارے بیٹھی اپنے ماضی میں غلطاں و پیچاں تھی...... یہ وہی چھپن تھا جہاں کچھ عرصہ قبل موسم گرما میں بہت سے بچے نہاتے، اٹکھیلیاں کرتے، اور اک دوجے پہ کیچڑ اچھالتے تھے...... کبھی کسی کو غوطہ آ جاتا تھا، کبھی کوئی پھسل کر گر پڑتا تھا...... سب اپنی گیلی شلواروں میں پھونکیں مار کر ہوا بھرتے اور چھپاک چھپاک تیرتے اور اک دوجے پہ پانی کے چھینٹے اڑایا کرتے تھے......

انہی بچوں میں سے دو بچے ایسے بھی تھے جن کا ہر کم اور ہر کھیل سانجھا ہوا کرتا تھا۔ شاید ان دونوں کی زندگی بھی سانجھی تھی۔

ہاں وہ دو بچے نبیل اور حمیرا تھے...... نبیل اور حمیرا بچوں سے ہوتے ہوئے بھی بچوں کی دنیا سے الگ اپنی دنیا میں جیا کرتے تھے۔ اک ایسی دنیا جو دنیا و مافیہا اور اپنے وجود سے الگ تھلگ کر دیتی ہے۔ ہاں وہی دنیا جس کا نام "محبت" ہے!

لیکن یہ وہ وقت تھا جب ان دونوں کی عمریں دس بارہ برس رہی ہوں گی اور ایسی عمروں میں محبت نہیں پہچانی جاتی۔ مگر محبت تو ہر عمر کو پہچان لیتی ہے۔

یہ سہ پہر کا عمل تھا اور فروری کے ایام میں اس وقت کی دھوپ مزاج کو بڑی بھلی لگتی ہے۔

وہ کھال سے گزرتے پانی کو ٹک ٹک دیکھ رہی تھی اور اس کے یوں دیکھنے سے پانی ٹھہرا ہوا اور کنارے بھاگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے یوں گمان ہو رہا تھا جیسے

وہ کشتی میں بیٹھی ہے اور کشتی پانی کی سطح پر تیرتی جا رہی ہے۔

کھال کنارے شیشم کے درخت اُجڑی ٹہنیاں لیے، گیے موسم کے غم میں افسردہ کھڑے تھے وہ گزرتا پانی اسے ماضی کا احساس دلا رہا تھا کہ جیسے وہ بچے اب بھی کھیل رہے ہیں، غبارے کی طرح پھولی ہوئی شلوار کے سہارے تیر رہے ہیں اور اک دوجے پہ کیچڑ اور پانی کے چھینٹے اچھال رہے ہیں......

سب کچھ وہی تھا مگر ویسا کچھ بھی تو نہ تھا...... ہر احساس ماضی کے پردے میں غائب ہو گیا تھا اور ایک تلخ حال سامنے کھڑا تھا؟

وہ اچانک چونک گئی؟ اسے لگا تھا جیسے ابھی نبیل آ کر اسے دھکا دے گا اور وہ چھپاک سے پانی میں گر پڑے گی اور غوطہ آ جائے گا......

وہ بچپن میں غوطوں سے بہت ڈرا کرتی تھی اور نبیل اکثر اسے غوطے دیا کرتا تھا۔ وہ اسے مارنے کے لیے پیچھے دوڑ پڑتی اور نبیل رفو چکر ہو جایا کرتا تھا وہ بے بسی سے رو دیتی اور دن بھر روٹھی روٹھی رہتی مگر دن بھر کی کھیل کود کے تھکے ہارے دونوں جب شام کو بچھڑتے ہوئے اپنے اپنے گھر لوٹنے لگتے تھے تو وہ غوطے والی ناراضگی جاتی رہتی اور بچھڑتے وقت افسردہ ہو جایا کرتے تھے۔ جیسے ہمیشہ کیلئے بچھڑ رہے ہوں!

یہ اسی دنیا کا کرشمہ تھا جس کا نام محبت ہے!

نیم گرم پانی کی ایک لکیر اس کے گال پہ تھرتھراتی گزر گئی تھی۔ وہ ہڑبڑا گئی مگر اسے دھکا دینے والے نبیل کا دور دور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔ وہ ضبط کرنے لگی مگر آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔

''تم بہت بے وفا نکلے نبیل...... بہت بے وفا...... انتہائی بے وفا'' اشکوں کی پھلجھڑی سی اس کی آنکھوں سے چھوٹ پڑی تھی۔

''عمر بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کیے تھے ایک ساتھ جینے کی قسمیں کھائی تھیں اور اب مجھے تنہا جینے کیلئے چھوڑ کر چلے گئے ..... کیوں آخر کیوں؟''

بے شمار آنسو ان جھیل سی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے کھال کے پانی میں گر گر اپنا مقام کھو چکے تھے اور دور کھیت کھلیانوں کو سیراب کرنے چل رہے تھے۔

دیر تک اشکوں کا عمل جاری رہا اور وہ ماضی کی گلیوں میں بھٹکتی اور بیتے ہوئے حسین وقت کو ڈھونڈتی رہی۔ مگر وقت کہاں ملنا تھا؟ جو گزرے وقت کی تلاش میں نکلتے ہیں وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

''میں کیوں سوچنے لگی ہوں اسے؟ میرا اس سے رشتہ ہی کیا رہ گیا ہے۔ پھر کیوں یاد کرنے لگی ہوں؟'' اس نے تلخی سے سوچا۔

''وہ اب میرا نہیں رہا ہو گا اور میں اب اس کی نہیں رہی'' اس نے اپنے گندمی ہاتھوں کی پوروں سے گال پر سے اشکوں کی راہ کو مٹا دیا۔

''نہیں حمیرا...... یاد تو وہ کرتے ہیں جو بھلا دیتے ہیں۔ تم نے اسے بھلایا ہی کب ہے وہ تو ہر وقت تیری سوچوں میں موجود رہتا ہے ہر رات تیرے خوابوں میں آتا ہے۔ ہر پل تیرے دل میں بستا ہے...... تم اسے یاد نہ بھی کرو تو فرق نہیں؟''

ایک مدہم سی سرگوشی ہوئی تھی اور نا معلوم کس نے کی تھی؟ شاید حوض ''چتن سے گزرتے پانی نے؟ یا پھر شاید محبت نے؟ بہرحال جس کسی نے بھی یہ سرگوشی کی تھی اس کی سماعتوں سے ٹکرائی ضرور تھی۔

وہ سر جھٹک کر اٹھ گئی اگر مزید کچھ لمحے وہ چتن پہ رہتی تو ایسی کئی سرگوشیاں اسے سنائی دیتی رہتیں۔ ان سرگوشیوں سے فرار کیلئے اسے نے گھر کی طرف قدم بڑھا دیے قریباً سو گز دور اس کا گھر تھا بلکہ اس کے بچپن کا گھر تھا جہاں وہ پلی بڑھی تھی۔ جہاں سے اس نے خوشیاں سمیٹی تھیں۔

اس کا اپنا گھر اب کوسوں دور تھا دور کے شہر میں وہی گھر جو عورت کی زندگی میں دوسرا ٹھکانا کہلاتا ہے۔ جہاں نہ چاہتے ہوئے بھی عورت کو جانا پڑتا ہے اور اپنانا پڑتا ہے۔ یعنی سسرال!

* * *

صداقت علی دو بہنوں کا اکلوتا اور بڑا بھائی تھا۔ تینوں بہن بھائی شادی شدہ تھے۔ دونوں بہنوں کو خدا تعالیٰ نے دولت اولاد سے نواز دیا تھا مگر صداقت علی اولاد کی خوشیوں سے محروم رہا۔ اس کی شادی ہوئے گیارہ برس گزر چلے تھے اور ان گزرے برسوں میں امید کی کوئی بھی کرن نمودار نہ ہو پائی تھی اس لیے ناامیدی نے سب کے ذہنوں میں ڈیرا جما لیا تھا۔

رشیدہ اور فہمیدہ، صداقت علی کی اس محرومی پہ افسردہ رہا کرتی تھیں۔ فہمیدہ ماں جائیوں میں سب سے چھوٹی تھی اور پھر ایک دن خدا نے اسے بیٹی کے روپ میں تیسری اولاد عطا کر دی۔ جب فہمیدہ کی بیٹی پیدا ہوئی اس کے غالباً چوتھے دن بعد دونوں بہنوں نے صداقت علی کو علیحدہ کمرے میں بلوایا تھا۔

''صداقت بھائی۔ میری بچی کا نام آپ ہی رکھ دو!'' باتوں باتوں میں فہمیدہ نے اسے کہا تھا۔

''حمیرا'' وہ جھٹ سے بولا ''اگر خدا مجھے اولاد دیتا اور بیٹی ہوتی تو میں یہی نام دیتا اسے'' وہ دردناک لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''تو رکھ لو پھر!'' وہ عجیب لہجے میں بولی تھی۔

''کسے؟ نام رکھ دوں؟'' وہ حسرت سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔

''جسے بھی چاہو نام رکھ لو...... یا......'' وہ زیرلب مسکرائی تھی رشیدہ بھی کن اکھیوں سے صداقت کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

''کیا مطلب؟...... یا؟'' صداقت علی کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

''یا...... حمیرا!'' وہ سنجیدگی سے بولی مگر زیرلب اک مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ''کک۔ کیا مطلب...... یعنی میں حمیرا کو رکھ لوں۔ یعنی اپنے پاس؟'' شدت خوشی سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''جی بھائی جان...... آپ چاہو تو حمیرا کو اپنی بیٹی سمجھ کر اپنے پاس رکھ سکتے ہو!'' اب کی بار رشیدہ نے اس کا کندھا دباتے ہوئے کہا تھا۔

صداقت نے حمیرا کو اٹھایا اور گلے سے لگا لیا تھا۔ وہ بے اختیار اس معصوم سی جان کو بھینچ گیا اور حمیرا رونے لگی تھی مگر اس کے کانوں میں حمیرا کی ''اوغاں اوغاں'' نہ پڑ رہی تھی وہ خوشی سے اسے اور بھی بھینچے دیتا رہا......

رشیدہ نے اس کے ہاتھوں سے حمیرا کو لیا اور چپ کرانے لگی تھی۔

''ہاں بھائی ہم نے آپ کو اسی مقصد کیلئے بلوایا تھا ہم سے آپ کی یہ محرومی اب سہی نہیں جاتی یہ فہمیدہ کا دلی فیصلہ ہے کہ آپ ہی اس بچی کی پرورش کرو گے جس کو آپ نے حمیرا نام دیا ہے۔ یہ آج سے آپ کی اولاد ہو گی۔ چاہو تو ابھی لے جا سکتے ہو!'' رشیدہ نے کہا اور صداقت علی کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں جھڑ پڑیں۔ اس نے آنسو پونچھتے ہوئے فہمیدہ کا ماتھا چوم لیا تھا۔

اور پھر فہمیدہ نے اشکوں کی بارات میں حمیرا ان کو اپنے اکلوتے بھائی کے حوالے کر دیا وہ بہت روئی تھی اور روتی بھی کیسے نہ؟ آخر وہ ماں تھی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی کوکھ اجاڑ رہی تھی۔ آخر اس نے جس کی تکمیل کیلئے تین موسم اذیت برداشت کی تھی اور پھر تین چار دن ہی اسے اپنے گلے سے لگائے رکھنے کیلئے ملے تھے۔

مگر اس کی آنکھوں سے ان غم کے آنسوؤں میں، ڈھیروں خوشی کے اتھرو بھی ٹپک گئے تھے۔ کہ اب اس کا بھائی بھی صاحب اولاد کہلائے گا۔

* * *

زمین نے سورج کے گرد کئی چکر کاٹے، کیلنڈر نئے ہندسوں اور نئی تاریخوں میں بدلتا رہا یوں عمریں کم پڑتی رہیں اور قد بڑھتے رہے۔

محمد احمد کے دو بیٹے، راحیل اور نبیل، اور ایک بیٹی عنبر تھی باپ دادا کے زمانے سے ہی انہیں غربت نے جکڑا ہوا تھا۔ یہ غربت بھی بڑی عجیب شے ہوتی ہے جس کا دامن تھام لے پھر نسلوں تک پلو نہیں چھوڑتی لیکن ہوتی بڑی وفادار ہے۔

وہی باپ دادا کا کچا اور خستہ سا گھر ابھی تک نجانے کیونکر سلامت تھا جس میں محمد احمد اپنے خاندان کے ساتھ گزر بسر کر رہا تھا۔ چند مرلہ کا یہ گھر انہیں جان سے پیارا تھا اور پیارا بھی کیونکر نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ اور تھا ہی کیا؟

محمد احمد محنت مزدوری کرتا اور شام کو بیوی بچوں کا پیٹ بھرتا تھا۔ اس محنت مزدوری نے اسے دمہ کے موذی مرض میں مبتلا کر دیا تھا۔ راحیل کو باپ کی بیماری کے باعث آٹھویں کلاس سے ہی سکول کو خیرباد کہنا پڑا تھا اور پھر وہ بھی باپ کے ساتھ محنت مزدوری میں جت گیا تھا۔

نبیل کے گھر کے سامنے قریباً دو سو گز کے فاصلے پر حمیرا کا گھر اپنی روشنیوں میں جگمگاتا تھا۔ حمیرا ناز نخروں میں پلتی رہی اور نبیل فاقوں میں بڑھتا رہا تھا۔

مگر محبت کے سامنے یہ امیری غریبی سب فرضی مفروضے ہیں محبت تو دلوں کو دیکھتی ہے اور دل تو مالا مال ہوتے ہیں۔

محبت کی یہ بھی عجیب روایت ہے کہ یہ ہمیشہ خوبصورت چیز پر وار کرتی ہے۔ اور انسان میں شاید سب سے زیادہ خوبصورت حصہ دل ہی ہوتا ہے۔

وہ دونوں ایک ساتھ کھیلتے کودتے بڑھے تھے، وہ دن بھر نبیل کے گھر رہتی تھی۔ ''نبیل تمہارا یہ چھوٹا سا گھر مجھے بہت اچھا لگتا ہے'' وہ اک انجانے احساس کے تابع کہتی تھی۔

''تم رہو گی اس گھر میں؟'' عنبر اسے چھیڑتے ہوئے جواباً سوال کر دیتی۔

''ہاں ہاں...... میں رہوں گی بالکل رہوں گی مجھے بہت پسند ہے تمہارا گھر'' وہ شوخی سے جواب دیتی تھی۔

''پھر تو تمہیں میری بھابھی بننا پڑے گا''۔ عنبر فوراً لقمہ دے دیتی۔

''ہاں ہاں...... بنوں گی بالکل بنوں گی'' وہ اسی روانی میں کہتی چلی جاتی اور پھر جب وہ خود اپنے دل کی بات کو عقل کے ترازو میں تولتی تو جھینپ جایا کرتی نبیل اور عنبر اس کے اس انداز پر کھلکھلا کر ہنس دیا کرتے تھے۔

ایسی ہی خوشیاں اور مسکراہٹیں بتدریج گزرتی گئی تھیں اور انہیں احساس بھی نہ ہوا تھا دونوں اکٹھے ہی سکول جاتے اور واپس آتے تھے اور پھر چند لمحوں کیلئے اک دوجے سے الگ دور چلے جایا کرتے تھے۔ پیٹ پوجا کیلئے۔

اور پھر ڈوبتے سورج تکان کا ہر کام، ہر کھیل سانجھا ہوا کرتا تھا ان کی اس سانجھ پر انہیں اکثر اوقات مار بھی کھانی پڑی تھی۔ یونہی ایک بار جب سکول سے گرمیوں کی چھٹیوں میں ٹیچرز نے ہوم ورک دیا تھا۔ چھٹیاں ختم ہونے پر دونوں سکول گئے تو ٹیچرز نے ہوم ورک چیک کیا پہلے نبیل نے ہوم ورک دکھایا اور ٹیچر نے ''ٹک مارک'' کر دیا اور پھر جب حمیرا کی باری آئی تو اس نے وہی ہوم ورک ٹیچر کو دکھایا جو نبیل پہلے ہی دکھا چکا تھا۔

ٹیچر آگ بگولہ ہوئی ''حمیرا یہ کیا ہے۔ یہ تو نبیل کا کیا ہوا ہوم ورک ہے۔ تمہارا اپنا کہاں ہے؟'' ٹیچر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''ٹیچر جی۔ یہ ہم دونوں کا ہوم ورک ہے۔ ہم نے اکٹھے بیٹھ کر کیا تھا۔ بے شک آپ نبیل سے پوچھ لیں'' وہ نادانگی میں سہمے ہوئے بولی تھی۔

ٹیچر نے خود بھی ہاتھ خوب کرارے کیے تھے اور گھر میں بھی شکایت لگائی اوپر سے بیچاروں کو گھر سے بھی دو دو ہاتھ جھیلنے پڑے تھے۔

محمد احمد بتدریج بوجہ مرض ناکارہ ہوتا گیا اور سب ذمہ داری راحیل کے سر ہو گئی بھی وقت کا پہیہ اپنی مخصوص رفتار سے گھومتا رہا۔

بچپن میں غم اور خوشی کی پہچان کب ہوتی ہے۔ بچپن میں تو صرف کھیل کود اور پیٹ پوجا کی پہچان ہوا کرتی ہے۔ بچپن دراصل نام ہی کھیل کود، شرارتوں اور پیٹ پوجا کا ہے۔ یہ وہی وقت تھا جب محمد احمد گھر کا سارا بوجھ راحیل کے نازک کندھوں پر ڈال کر بوجہ بیماری راہی عدم ہو چلا تھا۔

نبیل بہت روتا رہا تھا۔ وہ اسے دلاسے دیتی رہی تھی اور اسے روتا دیکھ کر خود بھی روتی رہی تھی مگر وہ دلاسے بھی تو بچگانہ دلاسے تھے نا!

چند دن سوگ کے بعد وہ پھر سے کھیل کود میں مشغول ہو گئے تھے۔

گرمیوں کی ہر دوپہر ان کی چتن میں نہاتے گزرتی اور اس چتن سے دونوں کو ایک لگن سی ہو گئی تھی۔ چتن سے ایک فرلانگ دور آموں کا باغ موجود تھا انہوں نے کئی ڈاکے باغ کی "املیوں" پر ڈالے تھے کسی کو کان وکان خبر بھی نہ ہوتی تھی اور وہ چوری کی ہوئی املیاں مزے مزے سے ہڑپ کر جایا کرتے تھے۔

اس دن وہ لوسن کے کھیت میں اڑتی ہوئی تتلیاں پکڑ رہے تھے جب بھاگتے بھاگتے تھک گئے اور صرف ایک ہی تتلی ہاتھ آئی تھی وہ ہاتھوں میں جھاڑو نما چھڑیاں لیے بیٹھے تھے جن سے وہ تتلیاں پکڑ رہے تھے۔

"نبیل ایک بات پوچھوں؟" وہ تتلی کے پروں سے رنگ لے کر ہتھیلی کی پشت پہ سجاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں پوچھو...... کیا بات ہے؟" وہ ہانپتے ہوئے بولا تھا۔

"نبیل...... یہ محبت کیسی ہوتی ہے؟" وہ بولی۔

"بالکل اس تتلی جیسی......!" نبیل نے تتلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

اس تتلی جیسی کیسے بھلا؟ وہ کچھ نہ سمجھنے کے سے انداز میں تتلی کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

ہاں بالکل اس تتلی جیسی۔ نازک، معصوم، خوبصورت، رنگ برنگی اور آزاد۔ وہ ہاتھ میں پکڑی چھڑی لہراتے ہوئے بولا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ...... محبت کب اور کیسے ہوتی ہے؟" وہ مٹھی میں تتلی کو نزاکت سے قید کرتے ہوئے بولی تھی۔

تمہیں موسم خزاں، سوکھے ہوئے درخت، بے رنگ چیزیں اور جب گندم کی فصل کٹنے کے بعد رہ جانے والی زرد زمین اچھی لگتی ہے کیا؟ وہ ایک سانس میں ڈھیروں دلائل دیتے ہوئے بولا تھا۔

یہ میرے سوال کا بھلا کیا جواب ہوا؟ وہ پیشانی پہ سلوٹیں سجاتے بولی تھی۔

تم بتاؤ تو سہی کیا یہ سب تمہیں اچھا لگتا ہے؟ وہ پوچھتے بولا تھا۔

بالکل بھی نہیں۔ مجھے تو موسم بہار، ہریالی، پھول اور رنگ اچھے لگتے ہیں وہ جواباً نفی میں سر ہلاتے بولی تھی۔

جب تمہیں بے رنگ چیزیں بھی بھانے لگیں تو سمجھ لینا محبت ہوئی چاہتی ہے۔ وہ اس کے ہاتھ سے تتلی لے کر آزاد کرتے ہوئے بولا تھا۔

مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آئی تمہاری ان باتوں کی۔ اس نے برا سا منہ بنالیا تھا۔

جب کوئی شے تمہیں پیاری لگنے لگے تو سمجھنا تمہیں محبت ہو گئی ہے۔ اب سمجھ آئی۔ وہ زچ ہو کر ٹالتے ہوئے بولا تھا۔

اچھا اچھا اب سمجھی۔ نبیل مجھے بھی محبت ہو گئی ہے۔ وہ اچانک چونکتے ہوئے اچھل پڑی تھی۔

اچھا۔ کب اور کس سے۔ بتاؤ! وہ عالم حیرانی میں کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ ہماری چتری مرغی ہے ناں وہ مجھے کل بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ہاں وہ یوں خوش ہو کر بتانے لگی تھی جیسے نبیل اسے داد دے گا۔

مگر وہ چند لمحے اسے یک ٹک دیکھتا رہا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا تھا اور ہنستے ہنستے دوہرا ہوتا رہا۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔

تم ہنس کیوں رہے ہو؟ وہ پر تجسس تھی۔

او پاگل۔ یہ وہ محبت نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں وہ چتری مرغی آج بھی پیاری لگ رہی تھی یا نہیں؟ وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

نہیں بالکل بھی نہیں بلکہ آج تو مجھے اس پہ اتنا غصہ آیا کہ جی چاہا ابو سے کہہ کر اسے ذبح کرالو اور امی سے کہہ کر ہانڈی بنوالوں۔ وہ تڑخ کر بولی تھی۔

پگلی محبت میں جو چیز اچھی اور پیاری لگتی ہے پھر وہ ہمیشہ اور عمر بھر اچھی اور پیاری لگتی رہتی ہے۔ چاہے وہ چیز اپنا حسن اور مقام ہی کیوں نہ کھو دے۔ اب سمجھ آئی وہ اسے کندھے سے پکڑتے بولا تھا اور حمیرا نے انداز نفی میں سر کو جنبش دی تھی۔

بہر حال جو بھی ہے اتنی اوکھی چیز مجھ سے نہیں ہوتی۔ وہ منہ بناتے بولی تھی وہ یہ کہتے ہی اپنا جھاڑو نما

چھڑی اٹھائے ایک اڑتی ہوئی تتلی کے پیچھے بھاگ پڑی تھی یہ چھوٹی چھوٹی مسکراہٹیں اور خوشیاں تھیں جو آگے بھی یادیں بن کر انہیں تڑپانے والی تھیں۔

* * *

غم اور خوشی کے موسم آتے اور جاتے رہے تھے وقت اپنی مخصوص رفتار سے رینگتا رہا اور وہ بھی بتدریج پروان چڑھتے رہے تھے اور پھر جب رینگتے لمحات کو اکٹھا کیا گیا اور شمار شب و روز ہوا تو انیس سال جیسا عرصہ وجود میں آیا تھا۔

یوں ہنستے مسکراتے، شرارتوں سے بھرپور انیس برس گزرتے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے جب محبت جوان ہو جائے تو زمانہ نظروں کا انداز بدل لیتا ہے؟ بہر حال یہ تو زمانے کی فطرت ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ موسم جوانی میں کبھی کبھی بندہ اپنی ہی کسی ادا پہ خود ہی شرمانے لگتا ہے یہ وہی وقت تھا جب دونوں دسویں جماعت معقول نمبروں سے پاس کر چکے تھے۔ ایک دوجے سے اپنی اپنی خوشی کا اظہار کیا انہوں نے لیکن حقیقت کچھ اور تھی؟ دونوں اپنی اپنی خوشی میں کب خوش ہو رہے تھے وہ تو اک دوجے کی خوشی میں جھوم رہے تھے۔ نبیل کو اس کے پاس ہونے کی اور اسے نبیل کے پاس ہونے کی خوشی تھی۔

اس کے پاس ہونے پر راحیل بھائی نے اسے جو روپے بطور انعام دیئے تھے انہی روپوں میں سے وہ قریبی شہر میں موجود بیکری سے "پتیسہ" خرید لایا تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ حمیرا کو مٹھائی میں سے "پتیسہ" بہت پسند ہے۔ پھر دونوں نے مل بیٹھ کر اک دوجے کا منہ میٹھا کیا تھا۔

بارہا بارہا چیزیں اسے پیاری لگی تھیں ایسے موقع پر اسے نبیل کا کہا ہوا فقرا یاد آجایا کرتا تھا کہ "جب کوئی شے تمہیں پیاری لگنے لگے تو سمجھنا تمہیں محبت ہو گئی ہے وہ بارہا اس عمل سے گزری تھی مگر وہ احساس وقتی ہوتا تھا۔ مستقل نہیں! تب اسے وہ فقرا بھی یاد آجایا کرتا جب نبیل نے کہا تھا" محبت میں جو چیز اچھی اور پیاری لگتی ہے پھر وہ ہمیشہ اور عمر بھر اچھی اور پیاری لگتی رہتی ہے چاہے وہ چیز اپنا حسن اور مقام کھو ہی کیوں نہ دے۔ وہ سوچتی اور محبت کی حقیقت اس پر واضح ہوتی گئی تھی۔

موسم جوانی میں بھی ان کے معمولات میں فرق نہ آیا وہ چتن پہ اکٹھے بیٹھتے تھے لیکن وہ ننگ دھڑنگ جلیے میں نہانا، پانی اور کیچڑ اچھالنا باقی نہ رہا تھا البتہ وہ نبیل کا اچانک اسے دھکا دے دینا اور اس کا پانی میں چھپاک سے گر کر بھیگ جانا باقی رہا تھا لیکن سرو قد ہونے کی وجہ سے وہ غوطہ سے محفوظ رہتی تھی۔

اور پھر بوجہ حالات ناسازگار، نبیل کو دسویں پاس کے بعد کتابوں کاپیوں کو خیر باد کہنا پڑا تھا۔ وہ اس دن اس سے بہت الجھا تھا مگر وہ نہ مان رہی تھی۔

"نہیں نبیل...... جب تم پڑھائی چھوڑ رہے ہو تو اب میں بھی آگے نہیں پڑھوں گی"۔ وہ اپنی بات پہ اڑی رہی تھی۔

تمہیں معلوم ہے کہ میرے حالات مجھے مزید پڑھائی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے راحیل بھائی اب شادی شدہ ہو چکا ہے۔ عنبر بھی جوان ہے۔ بھائی زبان سے تو کچھ بھی نہیں کہہ پا رہے مگر اب ہمارے پاس میری پڑھائی کیلئے مزید اخراجات نہیں ہیں اور مہنگائی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے ابھی ہمارے گھر میں ایک بہن بھی کنواری ہے اور راحیل کی ذمہ داریوں میں بوجہ شادی اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ اسے نرمی و نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

نہیں اب ہم دونوں کا پڑھائی کو خدا حافظ۔ وہ اسے زچ کرنے پہ تلی رہی تھی۔ حمیرا تمہارے حالات جب تمہیں اجازت دے رہے ہیں تو پھر کیوں یہ ضد پکڑ رہی ہو؟ میری تو مجبوری ہے۔ وہ زچ ہوتے ہوئے بولا۔

اچھا پھر تم کام کیا کرو گے؟ چند لمحے خاموشی کے بعد وہ پوچھنے لگی۔ اس تعلیم میں مجھے کوئی اچھی نوکری تو ملنے سے رہی بہر حال جو مقدر کوئی چھوٹی موٹی نوکری ڈھونڈوں گا یا پھر وہی باپ دادا کی طرح محنت مزدوری کروں گا۔ وہ ایک سرد سی طویل سانس لیتے ہوئے بولا۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے نیم رضامند کرنے میں کامیاب

رہا۔
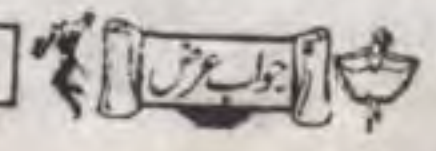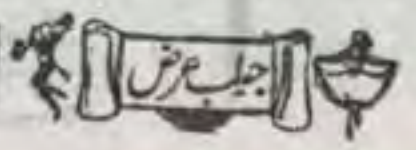
اور پھر لمحات زندگی سرکتے رہے اور چند ماہ گزرتے چلے گئے تھے۔

راحیل، پورٹ قاسم ایریا کراچی میں کسی پرائیویٹ ملز میں محنت مزدوری کرتا تھا اور کئی کئی ماہ تک شہر اجنبی کے ہجوم میں غائب رہتا وہ کسی بھلے مانس آدمی کے ساتھ کام کرتا تھا اس دن بھی وہ چند چھٹیاں لے کر واپس آ گیا۔

وہ آنکھوں میں من من کے ہنجو لیے بیگ میں تہہ شدہ کپڑے ترتیب سے رکھتی رہی ہر سوٹ کو الوداعی نظروں سے دیکھتی رہی۔ عنبر بھی بجھا ہوا چہرہ لیے اس کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ گھر میں نم ناک اور سوگوار ماحول بن گیا تھا۔

انہوں نے زندگی کے شب و روز ایک ساتھ گزارے تھے اور اب اک دوجے سے دور ہو رہے تھے۔ آنسو سوال کر رہے تھے کہ یہ دوری کیوں ہو رہی ہے؟

مگر یہ جواب کون دیتا کہ محبت اسی طرح تو آزماتی ہے۔

وہ بچھڑ رہے تھے...... اک طویل عرصہ کیلئے کیونکہ چند ماہ بھی ان کیلئے کئی برس تھے۔ اسی اثناء میں وہ کمرے میں داخل ہوا اس کا چہرہ بھی بجھا ہوا تھا۔

عنبر میری ڈائری بیگ میں رکھ دینا۔ یاد سے بھولنا نہیں۔ وہ تلاش روزگار کیلئے راحل کے ساتھ دور شہر اجنبی میں جا رہا تھا۔ حالات نے اسے اپنوں سے دور ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ جو انسان میں خانہ خراب ہے یہ ہمیشہ اپنوں سے دور کر دیتا ہے؟

نبیل وہاں جا کر ہمیں خط ضرور لکھا کرنا۔ وہ سسک کر ہلکان ہوتی رہی تھی جواباً وہ تر آنکھیں لیے اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اور پھر وقت جدائی قریب آن پہنچا اور وہ سب کو سوگوار کر کے اور روتا چھوڑ کر شہر اجنبی، روشنیوں کے شہر کراچی چلا گیا تھا۔

جہاں کے بارے کہا جاتا ہے وہ شہر کسی کو بھوکا نہیں سونے دیتا؟

* * *

نبیل کے چلے جانے کے بعد وہ کئی دن باؤلی بنی پھرتی رہی تھی اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا وہ اکثر چمن پہ بیٹھی اسے، اور بچپن کے دن یاد کر کے خود کو دلاسے دیتی رہتی تھی کہ وہ اور نبیل چمن پہ کھیل رہے ہیں۔

کبھی کبھی نبیل کی یاد اتنی شدت سے تڑپاتی کہ وہ باقاعدہ سسکیوں میں رو دیتی تھی مگر اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے تو نہیں گیا نا!

لیکن یہ کب معلوم تھا کہ محبت میں انتظار کا لمحہ بھی صدیوں سے بھاری ہوتا ہے! کہا جاتا ہے کسی چیز کی اہمیت کا اس وقت اندازہ ہو پاتا ہے جب وہ پاس نہیں رہتی اسے بھی اندازہ ہونے لگا تھا کہ نبیل اس کیلئے اہم نہیں بلکہ اہم ترین اور ضروری ہے یونہی شب و روز کا سلسلہ جاری رہا اور اسے اکثر یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اسے کوئی نامعلوم سا احساس پیارا لگنے لگا ہے مگر وہ اندازہ نہ کر پاتی کہ وہ کیا ہے؟

ایک دھندلا سا تصور ذہن پہ آ کر گزر جاتا وہ اپنے ذہن پہ زور دینے لگتی کہ وہ دھندلا سا تصور کس کا عکس لیے ہوئے ہے؟

ایسے میں اسے نبیل کا کہا فقرا یاد آ جاتا جب تمہیں کوئی چیز پیاری لگنے لگے تو سمجھنا تمہیں محبت ہو گئی ہے۔

کیا واقعی مجھے محبت ہو گئی ہے؟ مگر کس سے؟ آخر وہ خیال واضح کیوں نہیں ہو پا رہا؟ وہ زچ ہو کر رہ جاتی اور سر کو جھٹک دیتی تھی۔

اور پھر ایک دن وہ دھندلا سا تصور اچانک واضح ہوا اور وہ عکس نمایاں ہو گیا۔

ہاں وہ عکس نبیل کا ہی تھا...... اس نے بے اختیار ہو کر اپنے چہرے کے نقوش ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیے تھے۔

کیا مجھے نبیل سے محبت ہو گئی ہے؟ وہ جب بھی آئینے کے روبرو ہوتی خود سے سوال کرتی اور خود ہی شرما جایا کرتی تھی۔

نبیل بھی خط و کتابت کرتا رہا اور اپنے حالات و مصروفیات کے بارے آگاہی دیتا رہا تھا۔ اسے کسی
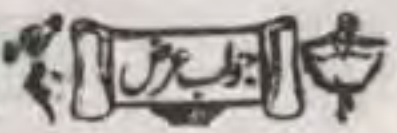
پرائیویٹ فرم میں ایک دفتر میں رجسٹرڈ پر اندراجات کرنے کی مستقل نوکری ملی تھی اس نے تفصیلا لکھا تھا اور ساتھ میں ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنے دل کے حالات بھی ان تک پہنچاتا رہتا تھا۔ حمیرا اور عنبر بھی اسے خط کے جواب میں اپنے اور گلؤں کے حالات اور کسی اور اجڑی ہوئی بستی کے حالات بھی لکھتی رہتی تھی۔ جو بستی اس کے بغیر سونی سونی ہو گئی تھی!

نبیل کی تحریروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں اور گاؤں کے ساتھ حمیرا کو بھی بہت یاد کرتا ہے اور واپس لوٹ آنا چاہتا ہے مگر حالات اسے اس کی اجازت نہیں دیتے نبیل کئی کئی ماہ بعد چند دنوں کیلئے واپس لوٹ آتا رہا تھا اور واپس پردیس جاتا رہا تھا۔ جب بھی وہ لوٹ کر آیا کرتا تو وہ بے اختیار ہو کر اس کے فراخ سینے سے لگ جاتی اور ڈھیروں آنسو بہا ڈالتی اور پھر جب وہ پردیس لوٹنے لگتا تھا تو وہ سسکیوں کی دھن اور آنسوؤں کی دعاؤں میں اسے الوداع کرتی تھی۔

وہ اک دوجے سے شدید محبت کرتے تھے مگر کبھی اظہار و اقرار نہیں کیا گیا تھا۔

کیونکہ اظہار و اقرار تب کیا جاتا ہے جب اچانک محبت ہو جایا کرتی ہے۔ مگر یہاں تو محبت بچپنے سے ہی ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگی تھی اور ایسی محبت میں اظہار و اقرار کا کیا کام۔ ایسی محبت تو خود چیخ چیخ کر اپنا آپ بیان کرتی ہے!

اس نے بارہا چاہا کہ خط میں لکھ بھیجے نبیل ایک مزے کی بات بتاؤں...... مجھے محبت ہو گئی ہے! مگر وہ اپنے اس ارادے کو عمل میں نہ لا سکی تھی کہ پھر وہ بھی پوچھے گا۔ سچ حمیرا...... جلدی بتاؤ...... کب ہوئی اور کس سے......؟ اور ایسے میں وہ کیسے کہہ پائے گی نبیل تم سے ہاں تم سے۔ وہ ایسا سوچتی اور سامنے کے مناظر سے شرما جایا کرتی اور اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کرتی تھی۔ یونہی اندھیرا، اجالا ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگتے رہے اور پانچ سال گزرتے چلے گئے تھے۔
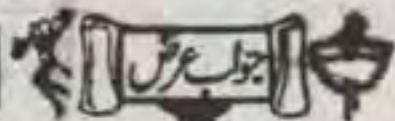
* * *

جب اولاد بڑی ہو جائے تو مائیں، اولاد کی خوشیوں کیلئے بے چین ہونے لگتی ہیں اور خاص طور پر جب بیٹا جوان ہو جائے تو ماں کے دل میں "بہو" کے ارمان اپنی جڑیں پکڑ لیتے ہیں اور وہ اپنے بیٹے کی تکمیل کیلئے سرگرداں ہو جاتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک بیٹا شادی شدہ نہیں ہو جاتا تب تک ماں کی نظر میں وہ بچہ ہی رہتا ہے۔

نبیل جوان ہوا تو عظمیٰ نے اس کی شادی کے سپنے دیکھنے شروع کر دیئے۔ وہ خوب جانتی تھی کہ نبیل اور حمیرا اک دوجے کو حد درجہ چاہتے ہیں کیونکہ وہ ماں تھی اور ماں سے زیادہ اولاد کے دل میں بھید بھلا کون جانے؟

ایک ماں اپنی اولاد کی تکمیل کیلئے ہزاروں دروں پر دستکیں دے ڈالتی ہے چاہے بھیک ملے یا نہ ملے مگر وہ ہلکان نہیں ہوتی؟ چاہے وہ کسی مغل اعظم، شہنشاہ کی ماں ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال اسے بھیک مانگنا ہی پڑتی ہے...... ایسے تو ماں کے قدموں تلے جنت نہیں رکھی گئی نا۔

یونہی اس دن عظمیٰ نے صداقت کے در پہ دستک دی اور بھیک کیلئے جھولی پھیلا دی تھی۔ صداقت علی اس کی وجہ آمد جاننے سے پہلے تو نرم گوئی سے محو گفتگو رہا مگر جب اس نے دل کی بات لبوں پہ لائی تو صداقت کے تیور بدلتے گئے تھے؟

ہر ماں کی طرح تمہید باندھتے ہوئے جب وہ بولی تھی۔

بھائی جی میں نبیل کیلئے جھولی پھیلائے بیٹھی ہوں آپ میری جھولی بھر دیں خدارا مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔ وہ باقاعدہ الفاظوں کی نسبت سے اپنی شال کے پلو پکڑتے ہوئے بولی تھی۔

عظمیٰ بہن۔ فی الحال بیٹی کی شادی کے بارے میں ہم نے سوچا بھی نہیں۔ اور نہ ہی اتنی جلدی سوچنے کا کوئی ارادہ ہے۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی کرختگی عود کر آئی تھی مگر وہ عیاں نہ کرنا چاہتے تھے۔

بھائی جی ایک دن تو آپ کو فرض نبھانا ہی ہوگا۔ میں اس دن کا انتظار کروں گی۔ وہ اپنی ڈھارس باندھتے

ہوئے بولی تھی۔
دیکھیں جی...... حمیرا کو ہم نے بڑے لاڈ سے پالا پوسا ہے۔ ہم کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اس کا بہتر مستقبل سوچیں گے۔ جسے ہم نے کبھی کسی شے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی بھلا ہم اسے کیسے فاقوں کی آماجگاہ کے حوالے کر سکتے ہیں ہمارا دل یہ کیسے برداشت کر پائے گا اس کے لہجے میں تیز نشتر کی دھار کی سی کاٹ تھی مگر بظاہر وہ نرمی سے بولا تھا۔
بھائی صاحب۔ یہ تو حقیقت ہے کہ سدا دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ نبیل اب اپنے پاؤں پہ کھڑا ہو چکا ہے اور امید ہے انشاء اللہ بہت جلد مزید سدھر جائے گا۔ وہ امید کا پلو کسی بھی طرح چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔
سدھرنے والے پرکھ لیے جاتے ہیں۔ بی بی، اس کے لہجے میں تلخی بڑھتی گئی تھی وہ چند لمحے بیٹھی خاموشی سے دل کی بات کو عقل کے ترازو میں تولتی رہی تھی۔
بھائی صاحب ایک بات کہوں۔ آپ برا تو نہیں مانیں گے......؟ وہ دل کی بات کو لبوں پہ لاتے ہوئے جھجک رہی تھی۔
''کہیے؟'' وہ گولڈ لیف کی سگریٹ سلگاتے ہوئے بولا تھا۔
بھائی صاحب۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ عطا کر رکھا ہے پھر بھی آپ کو اپنی بیٹی کے مستقبل کا بھلا کیوں وہم ہے۔ ایک ہی تو آپ کی بیٹی ہے۔ اس کے اس فقرے کے ردعمل میں وہ ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔ بڑی نیک تمنائیں ہیں آپ کی۔ پلیز اب آپ جا سکتی ہیں اور کسی دوسرے در پہ دستک دیجئے گا۔ آئندہ سے یہاں سے آپ کو بھیک ملنے والی نہیں۔ پلیز۔ وہ ترش لہجے میں بولتے ہوئے دروازے کی طرف جانے کا اشارہ دے رہا تھا۔ اور وہ نڈھال قدم لیے گھر واپس پلٹ گئی تھی۔
صداقت علی نے حمیرا کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ آئندہ نبیل کے گھر نہیں جایا کرے گی اسے بھی سب حالات معلوم پڑ چکے تھے مگر وہ چوری چھپکے عنبر سے ملنے جاتی رہی تھی اس دن وہ سات ماہ بعد واپس لوٹا تھا اور بہت خوش نظر آ رہا تھا مگر موجودہ حالات جو غمگین کر دینے والے تھے ان سے لاعلم تھا، عظمٰی نے بھی خاموشی سادھ رکھی تھی، حمیرا نے بھی اسے کچھ نہ بتایا تھا اور عنبر اور بھابھی تو اس واقعے سے قطعاً لاعلم تھیں۔ اس نے بذریعہ عنبر، ماں تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ وہ حمیرا کا رشتہ مانگنے جائے۔ عنبر نے خوشی خوشی اور جھٹ سے ماں کی سماعتوں تک اس دھماکہ خیز مواد کی رسائی کی۔ تبھی تو عظمٰی نے اسے علیحدگی میں ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔
وہ چند لمحے اپنے وجود سے بیگانہ بنا بیٹھا رہا اور پھر لبوں پہ سکوت کے قفل اور آنکھوں میں غصے کی سرخی لیے باہر نکل گیا تھا۔ وہ غصے کا بہت اکھڑ اور سر پھرا واقع ہوا تھا وہ دونوں اکٹھے بیٹھے تھے جب الفاظ تار تار ہونے لگے تھے۔
نبیل جلد ہی میں سب سنبھال لوں گی۔ تم...... وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔
اب کوئی فائدہ نہیں...... میں اس قابل نہیں ہوں تمہارا باپ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ غصے کی بھڑاس ابھی تک قائم تھی۔
یہ بات ابو نے کہی ہے میں نے تھوڑی کہی ہے تم مجھے کیوں اس جرم کی سزا دینا چاہتے ہو جو میں نے کیا ہی نہیں۔ وہ التجایا لہجے میں گویا ہوئی تھی مگر وہ خاموش بیٹھا ہاتھ میں لیے تنکے کے ٹکڑے کرتا رہا تھا۔
''نبیل میں تم بن نہ رہ پاؤں گی'' وہ لرزتی آواز میں کہہ گئی تھی۔
حمیرا ہمیں الگ الگ ہی جینا پڑے گا۔ تم نازوں سے پلی ہو اور میں فاقوں میں بڑھا ہوں۔ فرق تو ہوا نا تم میں اور مجھ میں۔ کیوں میرے لیے خود کو ہلکان کرتی ہو۔ وہ الفاظوں کے نشتر چلا کر اسے چھید چھید کرتا رہا تھا۔
نہیں نبیل میں کوئی فرق نہیں سمجھتی تم میں اور خود میں ہم دونوں اولاد آدم ہیں۔ یہ امیری، غریبی سب غلط احساس ہیں۔ اولاد آدم میں امیری غریبی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ وہ نجانے خود کو دلاسے دیتی رہی تھی یا اسے

سمجھاتی رہتی تھی؟ غلط۔ دخل ہے۔ بہت زیادہ دخل ہے اپنی ہی ایک مثال تمہارے سامنے ہے۔
وہ بڑی تلخ کلامی سے مخاطب رہا تھا۔ وہ بہت روتی رہی تھی مگر...... چند دن اسی تڑپ میں گزرتے گئے تھے۔ نبیل نے فون پر راحیل سے رابطہ کیا اور بہت سی کھسر پھسر کے بعد اس نے ایک غیر یقینی اعلان کر دیا تھا۔
وہ واپس جا رہا تھا مگر اس بار تنہا نہیں جا رہا تھا بلکہ سب کچھ ساتھ لے کر جا رہا تھا۔ عظمٰی، عنبر، بھابھی...... سب کچھ!
اور پھر وہ شہر اجنبی، مزدوروں کے شہر، روشنیوں کے شہر، کراچی چلا گیا تھا۔ شاید پھر کبھی لوٹ آنے کیلئے؟

* * *

احساس کمتری اور برتری نے دو محبت بھرے دلوں اور دو پیار کرنے والے انسانوں کو جدا کر دیا تھا جو کہ اس احساس کی بڑی پرانی روایت ہے۔
وہ بہت روتی رہی تھی اتنی کہ جیسے آنکھوں کا سارا پانی بہا کر ختم کر دینا چاہا تھا۔ مگر آنکھیں تو سمندر ہوتی ہیں اور سمندر تو سمندر رہتا ہے۔
وقت بڑی تیزی سے سرکتا رہا تھا اور وہ پل پل روتی رہی تھی انہی راستوں پہ چلتے ہوئے جہاں سے وہ کبھی گزرے تھے انہی مقامات پر جن سے ان کا بچپن جڑا ہوا تھا وہ چمن، باغ، لوسن کے کھیت، کھال کنارے اس نے گام گام اپنے ان مٹ نقش کیے تھے۔ اور پھر شامیں ہوتی رہیں، شامیں ڈھلتی رہیں اور یونہی چار سال گزر گئے مگر وہ لوٹ کر نہ آیا تھا۔ اس نے یہ عرصہ بڑی اذیت اور انتظار میں گزار دیا تھا کہ شاید وہ بھولے سے لوٹ آئے۔ مگر!
نبیل کے گھر کو دیکھتے ہی وہ اداس ہو جایا کرتی تھی، صحن میں لگا انار کا درخت سوکھ چکا تھا اور دروازوں پہ قفل پڑے تھے، ماضی کا ہنستا بستا گھر پس پردہ تھا اور حال کا اجڑا، ویران گھر افسردہ کھڑا تھا۔ وہ دیوار پھاند کر وہاں جاتی اور ہزاروں آنسو بہاتی رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا مگر اس سناٹے میں بھی ماضی کے چہروں کی مسکراہٹ کی بازگشت ہوتی تھی۔
اور پھر وہ حالات سے سمجھوتا کرتے ہوئے اپنی اداس دنیا میں مگن رہنے لگی تھی۔ اس نے چار برس نبیل کا شدت سے انتظار کیا تھا اور یہ کوئی تھوڑا سا عرصہ نہیں تھا؟ اور پھر اسے بھی وہی کچھ کرنا پڑا تھا جو ایک عورت کو مجبوراً زمانے کی نگاہ و غلط انداز سے بچنے کیلئے کرنا پڑتا ہے۔
اس نے زہر کا گھونٹ بھرتے ہوئے خاموشی کی زبان سے اپنی بربادی کی تیاریوں کیلئے اجازت دے دی تھی۔ وہ شادی سے پہلے بہت روئی تھی اتنی کہ آنکھوں کے پرشور سمندر کو خاموش کر دیا تھا اس نے ایسا دانستہ کیا تھا کہ پھر کوئی کسر باقی نہ رہ جائے؟ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے بعد وہ چاہ کر بھی نہ رو پائے گی۔ اگر پھر بھی ان آنکھوں کے سمندر میں ہلچل مچی یا ارتعاش پیدا ہوا تو پھر طوفان آئیں گے۔
کیونکہ وہ محبت کرتی تھی مگر محبت کرتے ہوئے بھی یہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی کے ٹھہرے ہوئے خاموش پانی میں ہلچل مچانے اور ارتعاش پیدا کرنے کا نام ہی محبت ہے۔
اور پھر شہر اجنبی لاہور سے بارات آئی تھی اور وہ گاؤں، کھیت، باغ، چمن اور بچپن سے منسوب ہر احساس چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئی تھی اور ایقان کے نام سے منسوب ہو کر ایقان کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔

* * *

دیار غیر میں انسان اپنے جینے کا جواز پیدا کر لیتا ہے
مگر دل غیر میں خوشیوں کا راستہ مل جانا شاید ناممکن ہوتا ہے۔
یہی تو اس کی بہت بڑی بھول تھی کہ جسے وہ غیر سمجھ رہی تھی وہی تو دراصل اس کا اپنا تھا۔ اور جو کبھی اپنا تھا وہ غیر ہو گیا تھا؟ خدا نے کائنات نے محبت بانٹنے کیلئے اس رشتے کو بنیاد چنا ہے جسے ہم شادی کہتے ہیں۔
وہ ایقان کو غیر سمجھ رہی تھی مگر در حقیقت وہی اس کا اپنا تھا۔ مجاز خدا بھلا غیر کیسے ہو سکتا ہے؟ غیر تو اب نبیل ہو چکا تھا جو کسی بھی رشتے میں اس کا اپنا نہیں تھا؟ مگر یہ بھی سچ

ہے کہ اس نے نبیل سے انتہائی محبت کی تھی اور محبت تو ایسا رشتہ ہوتا ہے جو اٹوٹ ہوتا ہے۔ بلکہ محبت ہی دراصل ہر رشتے کی بنیاد کا نام ہے اور جو رشتوں کی بنیاد ہو وہ بھلا غیر ہو سکتا ہے؟ وہی تو بہت اپنا ہوتا ہے۔ دل اور روح کا اپنا۔ یقان انتہائی سنجیدہ، تعلیم یافتہ، قابل قبول شکل وصورت، متوازن جسامت، کم گو اور سلجھا ہوا آدمی تھا۔ ذاتی کاروبار اور خوشحال گھرانے سے متعلقہ تھا۔ وہ محبت کے بکھیڑوں میں کبھی نہ پڑا تھا اور مستقبل قریب، بعید میں بھی ایسے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ ایقان نے اسے جو محبت دی تھی وہ سچی، کھری اور مکمل محبت تھی۔ ایقان نے اس کے سارے دکھ، درد وغم دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اکثر کوششیں ناکام جاتی ہیں۔

اس نے اپنا وجود تو ایقان کے حوالے کر دیا تھا مگر دل کے معاملے میں وہ ایسا نہ کر پائی تھی کیونکہ اس کا دل تو اپنے اختیار میں بھی نہ تھا۔ پھر وہ ایسے کیسے کر پاتی؟

ایقان نے اسے کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیا تھا مگر جو کمی اس میں سرایت کر چکی تھی اسے کوئی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے جو اس کی کمی کا سبب تھا۔

شادی کے بعد بھی وہ چاہ کر بھی دل کے زخم کے معاملے میں ضبط نہ کر پائی تھی مگر وہ آنسو آنکھوں کی بجائے اندر ہی کہیں گرتے رہتے تھے اور اسی کے ردِعمل اس کے اندر آنسوؤں کے کئی تالاب بنے تھے۔ ایسے تالاب جن کی مخلوق مچھلیاں نہیں بلکہ ارمان اور حسرتیں ہوتی ہیں۔

وہ جب بھی میکے آتی تھی تو انہی راستوں پہ چلتی روتی پھرتی تھی جن پر سے وہ نبیل کے ہمراہ ہاتھوں میں ہاتھ لیے گزری تھی وہ ماضی کا حسین وجود جو کہیں کھو گیا تھا، نجانے کہاں؟ اس کی نگاہ جب آزاد ہوا میں اڑنے والی تتلیوں پہ ٹھہرتی تو اس کے کانوں میں نبیل کا کہا ہوا فقرا گونج جاتا، جب اس نے کہا تھا "محبت ان تتلیوں جیسی ہوتی ہے۔ معصوم، نازک، خوبصورت، رنگ برنگی اور آزاد۔

* * *

زیست کے شب و روز گزرتے گئے تھے اور سات ماہ اسی عمل کی بھینٹ چڑھ گئے تھے وہ بہت دنوں بعد اس دن میکے آئی تھی اور دوپہر کے وقت ایک انجانے احساس کے تابع باغ کی طرف جا رہی تھی، ایک پگڈنڈی پر وہ قدم قدم بڑھ رہی تھی سامنے کماد کی فصل باغ کے مناظر چھپائے کھڑی لہلہا رہی تھی جس کے عقب میں باغ موجود تھا وہ اردگرد کے مناظر کے بچپنے کی آنکھ سے دیکھتی جا رہی تھی کہ ایک موڑ کے مڑتے ہی وہ چونک پڑی تھی؟ اور پھر اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں؟ وہ ساکت ہو گئی تھی بالکل ایسے ہی جیسے پانی کی سطح پر تیرتی کسی روبوٹ کا انجن فیل ہو جائے اور وہ ساکت ہو جاتی ہے۔

ماضی کے بہت سے مناظر کی طرح ایک منظر؟ اس کے سامنے تھا۔

ہاں وہ منظر "نبیل" ہی تھا جو اس کے سامنے کھڑا تھا اور یہ منظر ماضی، پانچ برس پس منظر رہنے کے بعد ایک بار پھر منظر عام ہوا تھا شاید وہ بھی باغ سے پلٹ رہا تھا اور کماد کی فصل کا موڑ مڑتے ہی سامنے آ گیا تھا اور کائنات کی حرکت تھم گئی۔ لیکن یہ فقط ان دو کا اپنا احساس تھا ورنہ وقت کا پہیہ بھلا کب کسی کیلئے رکتا ہے۔ وہ پانچ برس اس کی صورت دیکھنے کو ترستی رہی تھی اور پھر جب کسی نے اس کی پیاس بجھا دی تھی تو وہ پھر سے اپنی پیاس جگانے چلا آیا تھا۔

اک پل اسے یوں گمان ہوا جیسے یہ درمیان کے پانچ برس گزرے ہی نہیں۔ جیسے ابھی بچپنا باقی ہے۔ جیسے نبیل کبھی اس سے بچھڑا ہی نہیں۔ یہ درمیان کے گزرے برس اسے خواب سا لگ رہے تھے۔ مگر یہ خواب نہ تھا!

اسی عمل میں نجانے کتنے لمحات اپنی مخصوص رفتار سے سرک گئے تھے اور اسے یہ احساس ہوا تھا جیسے وہ صدیوں سے یہیں کھڑی رہی ہے۔

وہ خیالوں سے آزادی پانے کیلئے سر جھٹک گئی تھی اور سامنے کھڑے اس شخص پہ نگاہ ڈالی وہ بھی پرنم تھا۔ اس نے موسم ابر آلود دیکھ کر اپنا راستہ بدلنا چاہا اور نظریں چرا کر قدم بڑھانے لگی تھی۔

اس نے تلخی سے اپنی آنکھوں میں نمی کو ضبط کیا، چلتے ہوئے اس نے مڑ کے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا؟ اور مڑ کے دیکھنا تو کبھی نبیل نے بھی گوارا نہ کیا تھا نا!

فاخرہ بتول کی غزل کا اک شعر اس کی سماعتوں میں گونجنے لگا تھا۔

سرِ راہ جو مل جائے کوئی بچھڑا ہوا ساتھی
چپ چاپ ہی تکتے ہیں پکارا نہیں کرتے

اس نے اپنی آنکھوں پر ضبط کے جو پہرے بڑھا رکھے تھے اس دن وہ پہرے دار ناکام ہو گئے تھے وہ سسک سسک کر ہلکان ہو رہی تھی جب سکینہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس کی حالت زار دیکھ کر ٹھٹھک سی گئی تھی۔

کیا ہوا بیٹی...... کیوں رو رہی ہے تو......؟ وہ پریشان ہوتے ہوئے بولی تھی۔ ماں کے پوچھتے ہی اس کی سسکیاں، دھاڑوں میں بدل گئی تھیں اور سکینہ نے اسے اپنے گریبان میں دبوچ لیا۔

"یقیناً تمہیں نبیل ملا ہوگا۔ وہ گلے لپٹی حمیرا سے بولی اور وہ سسکیوں کی دھن تال میں اثبات ہی کر سکی تھی۔

آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں امی کہ وہ آیا ہوا ہے؟ وہ دانستہ نبیل کا نام زبان پہ نہ لائی تھی اور نامعلوم اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟

میں بتانا بھول گئی بیٹی۔ وہ پرسوں شام کو آیا تھا۔ تمہاری شادی کے بعد بھی وہ آیا تھا تب ہمارے گھر بھی آیا تھا۔ اپنے حالات بتائے اور ہمارے حالات جانے تھے تمہارا بھی پوچھا تھا۔ عنبر کی ان لوگوں نے شادی کر دی ہے اور عنبر کی رخصتی کے بعد راحیل ان ماں بیٹے سے الگ ہو چکا ہے۔ سکینہ بتاتی رہی اور وہ سسکتی رہی تھی۔

اور پھر شام تک وہ گھر میں قید رہی تھی کہ باہر نکلنے پر کہیں پھر سے اس سنگدل کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔ رات بھر وہ خیالوں کی الجھی ڈوری سے اپنا دامن نہ چھڑا پائی تھی۔ یہ دوپہر کا عمل تھا وہ اپنے خیالات کو بدلنے کی ٹھانے اپنی سہیلی سعدیہ کے گھر کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی جب اسے کسی نے عقب سے پکارا تھا۔

"حمیرا" یہ آواز شناسا سی تھی مگر عرصہ دراز سے کہیں دب گئی تھی اور شہر اجنبی کے پرشور شب و روز میں گم گئی تھی۔

وہ یہ آواز سننے کیلئے ترسی تڑپی تھی اور اک عرصہ بعد یہ آواز اس کی سماعتوں سے آن ٹکرائی تھی اس کے بدن میں چیونٹیاں سی رینگ گئی تھیں مگر وہ رکی نہیں تھی وہ تواتر سے قدم بڑھاتی رہی اور اسے پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی وہی پکار دوبارہ ہوئی تھی۔

"حمیرا"۔

وہ ہانپتا ہوا اس کے قریب آ گیا تھا۔

وہ اک نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے ٹھہر گئی تھی۔

"کیسی ہو حمیرا......؟" اس نے گفتگو کو طول دینے کیلئے فقط یہی فقرا چنا تھا۔

مگر جواباً وہ اپنی آنکھوں میں اجنبیت بھرتے دانستہ خاموش رہی تھی۔ لیکن جو شناسا ہوتے ہیں وہ اجنبیت پہچان لیتے ہیں۔

"ٹھیک ہوں" وہ مختصراً بولی اور قدم بڑھانے لگی تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے لگا تھا۔

"ایقان کیسا ہے؟" یہ فقرا ادا کرتے وقت اس کے چہرے سے کئی رنگ گزرے تھے۔

"ٹھیک ہے...... اور اچھا بھی" وہ اجنبی لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

کہاں جا رہی ہو اب' نبیل کے اس فقرے کے رد عمل میں وہ چند لمحے کو ٹھہری اور پھر چل پڑی تھی اس کے دل میں آیا کہ اسے کہہ ہی دے تم سے مطلب کون ہوتے ہو یہ سوال کرنے والے۔ مگر ایک انجانے تعلق کے تحت وہ خاموش رہی تھی۔

حمیرا اگر کہیں نہیں جا رہی ہو تو کچھ وقت مجھے دے دو۔ باغ میں چلتے ہیں۔ چند باتیں......؟ وہ التجایا لہجے میں کہہ رہا تھا کہ وہ ٹوکتے ہوئے بولی تھی۔

"پلیز میرا راستہ چھوڑ دو"۔ اس نے کہا اور قدم تیزی سے بڑھانے گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

نبیل نے قدم بڑھنے سے روک لیے تھے مگر زبان

پہ آئے الفاظ نہ روک پایا۔
"کل اسی وقت میں تمہارا باغ میں انتظار کروں گا" اسے عقب سے نبیل کی آواز آتی سنائی دی تھی مگر یوں گمان ہوا تھا جیسے یہ آواز اس نے سنی ہی نہیں......؟

* * *

اس کی حتی الامکان کوشش تھی کہ گھر سے باہر کم ہی نکلے کہ پھر اس سے سامنا نہ ہو...... اس دن بھی وہ گھر میں تھی جب سعدیہ آئی تھی۔
"حمیرا...... میں تمہیں نبیل کا پیغام دینے آئی ہوں۔ اس کا کہنا ہے کہ گزشتہ دو روز کی طرح وہ آج بھی تمہارا انتظار کرے گا...... حمیرا آج نبیل بہت غصے میں تھا اگر تم آج بھی نہ گئی تو ممکن ہے وہ کچھ کر بیٹھے......" سعدیہ پیغام دے کر چلی گئی تھی اور اسے سوچوں نے گھیر لیا تھا۔
سعدیہ کے الفاظ اس کے ذہن میں ڈوبنے ابھرنے لگے۔ "اگر تم آج بھی نہ گئی تو ممکن ہے وہ کچھ کر بیٹھے......" ایسی ہی سوچوں میں بھٹکتے ایک احساس ابھرا تھا۔ اگر کچھ کر بیٹھے گا تو کیا ہوگا۔ میں بھلا اس کیلئے کیوں پریشان ہونے لگی ہوں اب کیا رشتہ باقی ہے؟ یہ احساس اسے تسلی دینے لگا تھا۔
یونہی سعدیہ کا ایک فقرہ اس کی سماعتوں میں گونج گیا تھا۔ حمیرا نبیل آج بہت غصے میں تھا۔ وہ جھرجھری لے گئی تھی اسے معلوم تھا کہ وہ غصے کا بہت تیز اور اکھڑ ہے وہ ظالم بن جاتا ہے اور ظالم سے کچھ بھی بعید نہیں؟
اور ممکن ہے وہ غصے میں کچھ کر بھی سکتا ہے...... کچھ بھی؟
اس نے ارادہ باندھ لیا تھا کہ وہ اسے ملنے ضرور جائے گی۔ اس نے کل واپس چلے جانا تھا۔ اپنے شہر، اپنے سسرال اور اپنے ایقان کے پاس مگر جانے سے پہلے اسے ملے گی اور سمجھائے گی...... شاید آخری بار......
اور پھر اپنے ارادے کو عمل میں لاتے ہوئے جب وہ باغ میں پہنچی تو وہ باغ کے قریب کھال کنارے لگے شہتوت کے درخت کے تنے سے پشت ٹکائے اور آنکھیں بند کیے کھڑا تھا۔
وہ بتدریج قدم بڑھاتے اس کے قریب پہنچی تھی مگر وہ سابقہ حالت کو برقرار رکھے کھڑا رہا تھا۔
"آ گئی ہو۔ مجھے یقین تھا آج تم ضرور آؤ گی۔" وہ لبوں پہ مسکراہٹ لا کر بولا تھا۔ مگر یہ مسکراہٹ طنزیہ سے بھرپور تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کے یہ یقین کرنا بھی گوارا نہ کیا تھا کہ آیا آنے والی وہی ہے یا کوئی اور......
"تم غلط سوچ رہی ہو۔ میں تمہارے قدموں کی چاپ بخوبی پہچانتا ہوں اس بار بولتے ہوئے اس نے آنکھیں کھول دی تھیں جو تر ہو رہی تھیں۔ شاید کچھ دیر پہلے ان سے اشکوں کے کارواں کا گزر ہوا تھا۔
"کیوں بلایا ہے مجھے......؟" وہ گھمبیر لہجے میں بولی تھی۔
"آنے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ میں تمہیں کیوں بلوا سکتا ہوں......" وہ بجائے جواب دینے کے سوال داغ گیا تھا۔
"کسی خوش فہمی کی ضرورت نہیں۔ میں صرف اس لیے چلی آئی کہ تم کچھ الٹا سیدھا نہ کر بیٹھو" وہ اپنے لہجے کو مصلحت میں ڈھالتے ہوئے بولی تھی۔
"مجھے اندازہ تھا۔ کہ تم اسی وجہ سے ضرور آؤ گی" وہ تائید میں اثبات کرتا بولا تھا۔
"بہرحال کیا چاہتے ہو مجھ سے......؟" وہ بات کو مختصر کرنے کیلئے فقط یہی بول پائی تھی۔
"تمہیں!" اس کا مختصر جواب بھی بڑا اٹل تھا۔
"تم سوچ رہے ہو...... اب ہمارے بیچ ایسا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوئی تھی۔
"کیا باقی نہیں رہا اب۔ ہاں؟" اس کے سوال میں عجیب سی الجھن تھی۔
"وہ جو ہمارے درمیان کبھی موجود رہا تھا۔ وہ تلخی سے بولی تھی۔
"تمہاری بھول ہے۔ ہمارے بیچ جو کچھ تھا وہ اب بھی باقی ہے اور انمٹ ہے"۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا۔
"میں نے وہ سب کچھ بھلا دیا ہے جو میرے بچپنے سے وابستہ تھا" وہ لفظ لفظ پہ زور دیتے گویا ہوئی تھی۔
"غلط بالکل غلط۔ تم جھوٹ بول رہی ہو" وہ کہہ گیا تھا۔
"بہرحال تم جو بھی سمجھو۔ یہ حقیقت ہے۔ اور پلیز آئندہ مجھے راستے میں روکنے یا ملنے کی کوشش مت کرنا۔ پلیز" وہ بڑے ضبط کے سے انداز میں بولی تھی۔
"سوری حمیرا۔ مجھ سے ایسا نہیں ہو پائے گا۔ تمہارے بغیر شاید چند دن ہی زندہ رہ پاؤں۔ یہی سچ ہے اب نہیں جی سکتا تم بن۔" نیم گرم پانی کے چند قطرے مخصوص انداز سے ٹپک پڑے تھے اور اک گھمبیر خاموشی طاری ہو گئی تھی۔
"حمیرا کیا ایسا ممکن نہیں کہ......؟ وہ نجانے کیا کہنا چاہ رہا تھا مگر وہ اس کی بات جانچ کر ٹوک گئی تھی۔
"پلیز خاموش ہو جاؤ...... اور اب میں جا رہی ہوں اب یہاں مزید رکنا میرے لیے مشکل ہے" وہ کہتے ہی واپسی کی راہ پہ قدم بڑھانے لگی تھی۔
"حمیرا۔ تمہاری قسم تمہارے بغیر یہ زندگی باقی نہ رہ پائے گی۔ اسے تعاقب میں نبیل کی آواز سنائی دی تھی۔
اس نے چلتے چلتے سوچا کہ کہہ دے اسے جہاں اتنا عرصہ زندہ رہ گئے ہو اب جینا کیسا مشکل ہے۔ رہ لو گے میرے بغیر نبیل ہاں۔ جہاں میں نے تمہارے بغیر زندہ رہنا سیکھ لیا ہے بھلا تم میرے بغیر کیسے نہ زندہ رہ پاؤ گے تم تو پھر بھی سنگدل ٹھہرے۔ مگر وہ ایسا نہ کہہ پائی تھی۔ نجانے کیوں؟
دوسرے دن وہ واپس چلی گئی تھی۔ اپنے شہر، اپنے مجازی خدا کے پاس، شہر لاہور۔

* * *

یہ جو شب و روز کا تسلسل ہے یہ ہمیشہ دو پریمیوں کے دل کی محبت میں کمی لانے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اگر باوجود کوشش کے کمی نہ لا سکے تو پھر ان کی زندگی میں چند چیزوں کا اضافہ کر دیتا ہے؟
بالکل ایسے ہی جب باوجود انتہائی کوشش کے یہ تسلسل شب و روز نبیل اور حمیرا کی محبت میں کمی نہ لا سکا تو ان کی زندگی میں بہت بڑا اضافہ کر دیا؟
ہاں...... ایقان اور عرفان کا اضافہ! حمیرا ماں بن چکی تھی۔
یونہی دن رات سرکتے گئے اور کائنات کا دورانیہ کم پڑتا گیا۔
اس نے نبیل کا سامنا کرنے کے ڈر سے میکے آنا بھی انتہائی کم کر دیا تھا مگر اپنوں سے دور ہو کر بھی تو جینا مشکل ہو جاتا ہے نا؟
اور کتنے دکھ دو گے نبیل۔ کیوں مجھے تڑپا رہے ہو۔ میں اب تمہاری نہیں رہی جینے کیوں نہیں دیتے۔ پلیز چلے جاؤ۔ جہاں کبھی گئے تھے۔ لوٹ جاؤ واپس۔ تنہائی میں ایسے ہی الفاظ اس کی زبان سے نکلنے لگتے اور وہ پرنم ہو جایا کرتی۔ کبھی اسے سرگوشی سنائی دیتی تھی۔ نہیں حمیرا۔ پلٹ وہ سکتے ہیں جو کبھی چلے گئے ہوں۔ وہ تو تمہارے دل سے گیا ہی نہیں وہ بھلا کیسے پلٹ سکتا ہے۔ یہ سرگوشی کون کرتا تھا؟ شاید رگوں میں دوڑتا وہی بے نام سا احساس......
وہ ایسی سرگوشیوں سے بچنے کیلئے عرفان میں محو ہو جایا کرتی تھی اس کی معصوم اداؤں میں اس کی معصوم و نازک حرکتوں میں، اس کی انجان مسکراہٹ میں اس دن بھی وہی چمن تھا اور وہی دونوں روبرو تھے۔
"نہیں...... یہ ممکن نہیں رہا" وہ بولی تھی۔
"حمیرا کیوں ممکن نہیں رہا؟" نبیل نے کہا تھا۔
جانتے ہو۔ میں اب ماں بن چکی ہوں۔ وہ قدرے ترشی سے بولی تھی۔
میں تم سے منسوب ہر احساس صدق دل سے قبول کر لوں گا۔ وہ کہہ گیا تھا نہیں اب یہ نہیں ہو سکتا کبھی سوچنا بھی مت۔ وہ پختہ لہجے میں بولی تھی لیکن میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں جو تمہارے بغیر اک پل رہنے کو تیار نہیں۔ وہ تر آنکھیں پونچھتے ہوئے بولا تھا۔
پلیز مجھے تقسیم مت کرو۔ جانتے ہو عورت کی تقسیم بہت بری ہوتی ہے۔ مجھے تین حصوں میں مت بانٹو۔ میں

نہ تمہاری رہ پاؤں گی، نہ ایقان کی اور نہ فانی کی......'' وہ اسی چتن کنارے کھڑے تھے جہاں کبھی، نہاتے اور اٹھکیلیاں کیا کرتے تھے۔

مگر اب اس چتن کا پانی شفاف نہ رہا تھا بلکہ کھاری ہو چکا تھا اور اب کے کچھ بھی تو شفاف نہ رہا تھا نا...... نہ وہ شفاف جذبے رہے تھے، نہ وہ شفاف ارادے اور نہ ہی وہ شفاف محبت رہی تھی......!

اسے اپنا کہا ہوا وہ فقرا یاد آ گیا تھا۔ اس نے کبھی ٹھیک ہی تو کہا تھا۔ بہرحال جو بھی ہے اتنی اوکھی چیز مجھ سے نہیں ہوگی۔

اور یہ سچ ہی تو ہے محبت ہوتی ہی اوکھی ہے۔ پہلے پہل تو یہ بہت سوکھی محسوس ہوتی ہے مگر جوں جوں اس کے راستے پر قدم بڑھاتے جاؤ توں توں یہ اوکھی ہوتی جاتی ہے اور پھر جینا بھی دوبھر کر دیتی ہے۔

حوض کا پانی اسی روانی میں بہہ رہا تھا مگر اردگرد کے مناظر بدل چکے تھے شاید دل کے مناظر بھی کوئی اور صورت اختیار کر چکے تھے؟ کھال کنارے لگے پاپولر کے درخت کٹ چکے تھے اور ان کی باقی رہ جانے والی جڑیں شاخوں کی شکل اپنائے ماضی کی نشانیوں کو برقرار رکھے ہوئے تھیں۔

اس دن بھی وہ چتن کنارے اکٹھے موجود تھے مگر ان دونوں میں طویل فاصلہ حائل تھا ایک ایسا فاصلہ جسے طے کرنا چاہو تو ہلکان ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں!

اسی اثناء میں کھال کنارے اُگے شیشم کے درخت سے دو تنکے اکٹھے ہی بہتے پانی میں گرے تھے اور بہتے بہتے بتدریج ایک دوسرے سے الگ ہوتے گئے تھے۔

ایک تنکا کال کنارے اگی گھاس میں اٹک گیا اور دوسرا تنکا بہتا ہوا بہت دور نکل گیا تھا۔

بالکل اسی طرح حمیرا اور نبیل بھی زندگی کے سمندر میں اکٹھے ہی آن گرے تھے مگر پھر حالات اور وقت کی سی لہروں نے انہیں اک دوجے سے الگ کر دیا تھا۔

ان دو تنکوں کو دیکھا ہے تم نے، جو اکٹھے ہی بہتے پانی میں گرے ہیں؟'' وہ نبیل سے مخاطب ہوئی تھی۔ ہاں! وہ جواباً دردناک آواز میں بولا تھا۔

تم بالکل اسی تنکے کی طرح ہو نبیل جو بہتا بہتا بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس نے یہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ اس کا ساتھی، اس کا ہمسفر چلتے چلتے ہلکان ہو کر رک گیا ہے یا پھر کسی مجبوری کی بنا پر ٹھہر گیا ہے۔ وہ پرنم تھی۔

نہیں حمیرا، تم غلط کہہ رہی ہو وہ تنکا جو بہتا ہوا دور نکل گیا ہے کیا خبر وہ مڑ کر دیکھتا جا رہا ہو کہ اس کا ہمسفر کہیں رک گیا ہے یا ٹھہر گیا ہے۔ ممکن ہے وہ پلٹنا بھی چاہ رہا ہو مگر یہ پانی کی لہریں اسے واپس نہ پلٹنے دے پا رہی ہوں۔ وہ بڑی پختہ دلیل دیتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

بہت سے لمحات خاموشی کی نذر ہو گئے شاید وہ اک دوجے کی بات کی گہرائی میں اتر گئے تھے میں نہ تمہیں بھول پایا ہوں اور نہ ہی بھول پاؤں گا۔ مجھے اعتراف ہے، میں مجرم ہوں لیکن پلیز مجھے سزا مت دو۔ وہ التجا سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔

نبیل۔ تم نے بہت دیر کر دی ہے واپس لوٹ آنے میں۔ وہ طویل مدت بعد اپنی زبان پہ اس کا نام لائی تھی۔

تاخیر سے ہی سہی لوٹ تو آیا ہوں نا۔ تیرے بغیر زندگی مشکل سے مشکل تر ہوتی گئی حمیرا۔ وہ بولا تھا۔

تبھی تو لوٹ آئے ہو۔ لیکن نبیل جو تاخیر کر دیتے ہیں وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ وہ ذرا سچ ہی تو بولی تھی۔ وہ سر جھکائے اپنے کیے پہ نادم ہو رہا تھا۔ نبیل ایک بات کہوں۔ مانو گے؟ وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی تھی۔ اور وہ چند لمحے خاموش کھڑا سوچتا رہا تھا۔

''ہاں کہو......'' وہ خاموشی توڑتے بولا تھا۔

نبیل تم واپس چلے جاؤ۔ بھول جاؤ مجھے اور کبھی دوبارہ واپس مت پلٹنا پلیز۔

نبیل۔ پلیز! اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں شاید زبان سے جو کچھ ادا ہوا تھا اسے دل قبول نہ کر پایا تھا اور دل کی زبان آنسو ہوتے ہیں۔

لیکن نمیرا۔ نجانے اس کے دل کی کیا صدا تھی جو وہ ٹوٹتے بولی تھی۔

پلیز نبیل پلیز۔ وہ اپنے آکاشی رنگ کے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتی رہی تھی۔ ایک آخری بات پوچھوں۔ سچ بتاؤ گی؟۔ چند لمحے دنیا و مافیہا سے لاتعلق رہنے کے بعد وہ بولا تھا۔ حمیرا نے طویل سسکی لینے کے بعد اثبات کیا تھا۔

''میرے بعد۔ تمہیں کسی سے محبت ہوئی ہے؟'' وہ اپنے سوال کا جواب اس کی آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب کے ڈھونڈلانا چاہتا تھا۔

ہاں۔ وہ فقط یہی بولی تھی اور پلکوں سے اپنی آنکھیں ڈھانپ لی تھیں کہ کہیں وا آنکھیں حقیقت نہ وا کر دیں۔

نجانے گھڑی کی سوئیوں نے کتنے چکر کاٹ لیے جو وقت کے زمرے میں ہی نہ آئے تھے وہ ایک گہری سانس لیتا اور اسے الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوا چتن سے چلا گیا تھا۔ اس نے وقت جدائی خدا حافظ بھی نہ کہا تھا؟ شاید اس لیے کہ خدا حافظ تو جانے والے کہتے ہیں۔ اور وہ تو کبھی گیا ہی نہیں تھا۔

اور پھر وہ چلا ہی گیا تھا۔ دور شہرِ اجنبی، روشنیوں کے شہر۔ کراچی۔ شاید ہمیشہ کیلئے۔

* * *

اور پھر وہ لوٹ کے نہ آیا مگر اس کا ایک خط ضرور آیا تھا۔ ''حمیرا میں ایک دن آؤں گا واپس اور تم سے فقط اتنا ہی پوچھوں گا کہ میرے بعد تمہیں کس سے محبت ہوئی ہے؟''

اس نے ایک آہ بھری تھی ''نبیل ...... تم کیا جانو تمہارے بعد مجھے جس سے محبت ہوئی ہے۔ ایسے میں اس کے ذہن پر فانی کے شبیہ ابھر جاتی اور اس کی نازک ادائیں اور معصوم چہرہ نگاہوں میں گھومنے لگتا۔

آج بھی وہ میکے میں تھی اور بچپن کی یادیں اسے چتن کی طرف کھینچ لائی تھیں۔ وہ ہولے ہولے ماضی کا سفر طے کرتی رہی۔ کبھی تم نے ٹھیک ہی کہا تھا نبیل کہ ''محبت میں جو چیز ایک بار پیاری لگتی ہے پھر وہ عمر بھر اور ہمیشہ پیاری لگتی رہتی ہے چاہے وہ اپنا حسن اور مقام کیوں نہ دے۔

ہاں نبیل۔ تم نے اپنا مقام کھو دیا ہے مگر میری محبت آج بھی تم سے ہے۔ تم آج بھی اسی شدت سے مجھے پیارے ہو۔ اور ہمیشہ پیارے رہو گے۔

وہ دیر تک چتن پہ بیٹھی ماضی میں غلطاں و پیچاں رہی۔ کئی سرگوشیاں اسے سنائی دیں جن سے دامن چھڑاتے ہوئے وہ گھر کی طرف پلٹنے لگی تھی۔

ہاں اسی گھر کی طرف جہاں سے اس نے مسکراہٹیں اور خوشیاں سمیٹی تھیں یہ سفر اس نے خالی الذہنی کی کیفیت میں طے کیا۔

وہ عرفان کو دودھ دے کر سلا گئی تھی اور وہ ابھی تک سویا پڑا تھا۔ خیریت ہی گزری کہ اس کی غیر موجودگی میں فانی بیدار نہ ہو پایا تھا ورنہ وہ رو رو کے گھر سر پہ اٹھا لیتا۔ اپنی نانو سے بھی نہ سنبھالا جاتا۔

اس نے ایک نظر فانی پر ڈالی۔ وہ اپنی معصومیہ بھری نیند میں دنیا و مافیا سے بےخبر پڑا تھا۔

سکینہ شام کی ہانڈی کے اجزاء تیار کیے بیٹھی تھی آج اس کا ساگ پکانے کا ارادہ تھا اسے ساگ بہت پسند تھا ساتھ میں مکی یا باجرے کی روٹی اور نمکین لسی اور خاص جب ساگ میں ہرے لہسن اور مکھن کا تڑکا لگا ہوا ہو۔

سکینہ نے سرسوں، پالک اور میتھی بھی کاٹ کر رکھ دی تھی۔

کہاں رہ گئی تھی تم بٹی۔ میں تو خود ہانڈی چڑھانے لگی تھی کہ نجانے تم کہاں نکل گئی ہو۔ سکینہ نے کہا۔

ابھی شام ہونے میں کافی دیر ہے۔ ہانڈی پک جائے گی امی۔ وہ جواب دیتے ہی تیزی سے ہاتھ چلانے لگی تھی کیونکہ اسے بھی اندازہ تھا کہ مزیدار ساگ بننے میں کافی وقت درکار ہوتا ہے اور پھر وہ چولہے میں بیٹھی ہانڈی پکانے لگی۔

اگلے روز ایقان آ گیا۔ ٹرانسپورٹ کے سفر نے اسے تھکا دیا تھا اس کا انگ انگ چور ہو رہا تھا حمیرا نے اس سے سفری بیگ لیا اور ایک سوٹ بیگ سے نکال کر پریس کر دیا اور حمیرا کے کہنے پر وہ غسل خانے میں گھس گیا جب تازہ دم ہو کر آیا تو گرما گرم بھاپ نکالتی چائے

منتظر تھی ایقان نے چائے سپ کرتے ہوئے ہی واپسی کا اعلان کر دیا۔

''تمیرا۔ سامان سمیٹ لو۔ ہم نے شام آٹھ بجے کی ٹرانسپورٹ پہ واپسی کا سفر کرنا ہے۔ وہ چائے کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

''لیکن اتنی جلدی کیوں۔ میں تمہیں بتا کر آئی تھی کہ میں امی کے پاس ہفتہ بھر تو ٹھہروں گی اور ابھی تو تیسرا روز ہے۔ وہ بجھے سے لہجے میں بولی۔

''دراصل مجھے کام کے سلسلے میں پرسوں کراچی جانا پڑ رہا ہے اس لیے تمہیں لینے آ گیا ہوں ایقان کے کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلا گئی کیونکہ اکثر ایسا ہو جایا کرتا تھا کہ جب وہ میکے آئی ہوتی اور ایقان کو کاروبار کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر جانا پڑ جاتا تو وہ اسے لینے بھاگا چلا آتا تھا۔ ایقان کا دوسرے شہروں میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

کتنے دنوں کیلئے جا رہے ہو بیٹا؟ سکینہ نے دریافت کیا۔

آنٹی جا تو دو ہفتوں کیلئے رہا ہوں ممکن ہے یہ دورانیہ بڑھ جائے۔ ایقان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

سورج رینگتا ہوا جب مغرب کی گہرائی میں ڈوبا تو وہ اپنا سامان سفر باندھ چکی تھی اور پھر ماں سے بغل گیر ہو کر وہ رات کو ہی اپنے شہر شہر لاہور چلی گئی۔

* * *

اس کی یاد جب شدت پکڑتی تھی تو وہ ساحل سمندر پہ چلا جاتا۔ ڈھیر سارا وقت وہاں گزارتا نجانے وہ یہاں کیوں چلا آتا تھا؟ شاید اس لیے کہ اس کی یادیں پانی سے وابستہ تھیں کیونکہ اس کے بچپن کے وقت ایک چَن بھی تو ہوا کرتا تھا نا۔ جس میں سے پانی گزرتا تھا اور کھیت کھلیانوں کو سراب کرتا تھا اور وہ اور حمیرا اس پانی میں نہاتے، اٹکھیلیاں کرتے اور اک دوجے پہ کیچڑ اور پانی کے چھینٹے اچھالا کرتے تھے۔ لیکن وہ ایک چَن تھا اور یہاں یہ سمندر......!

بہر حال سمندر ہو یا چَن، دونوں میں رہتا تو پانی ہے نا...... اور اسی پانی سے تو اس کی حسین یادیں جڑی ہوئی تھیں۔

جتنی دیر وہ ساحل سمندر پہ رہتا گزرے وقت کی یاد میں آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہتے اور سمندر بہت سے رازوں کی طرح اس کے آنسو بھی اپنے وسیع دامن میں چھپا لیتا۔ حمیرا کا چہرہ اس کی نظروں میں سرگرداں ہو جاتا اور سمندر کے ساحل کی گیلی ریت اس کے اشکوں سے بھیگ جاتی۔

آج بھی وہ کلفٹن سے گھر آتے ہی کمرے میں بے سدھ پڑا یادوں کی دنیا میں محو تھا جب اسے کسی آہٹ کا گمان ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ عظمیٰ ہاتھوں میں کھانے کے برتن اٹھائے کھڑی تھی۔

''بیٹا۔ کھانا نہیں کھاؤ گے کیا دیکھ رات کتنی گہری ہوئی چاہتی ہے'' عظمیٰ نے کہا۔

''نہیں اماں۔ بھوک نہیں ہے!'' وہ بستر پہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

کیوں بیٹا۔ کیوں بھوک نہیں ہے بھلا؟ وہ پر تجسس تھی۔

بس ایسے ہی۔ جی نہیں چاہ رہا۔ وہ دھیمے لہجے سے گویا ہوا۔

جی کیوں نہیں چاہ رہا؟ وہ برتن بمعہ کھانا پہلو میں پڑی تپائی پہ رکھتے بولی۔ مگر وہ جواباً چپ رہا۔ وہ چند لمحے اسے گھورتی رہی پھر پہلو میں بیٹھ گئی۔

کیا کلفٹن سے آ رہے ہو؟ وہ اس کے دل کی حالت جانچ گئی۔

اس نے جواباً فقط اثبات میں سر کو جنبش دی۔

نبیل تو کیوں کر رہا ہے ایسا' وہ افسردہ لہجے میں بولی۔

مجھے خود بھی معلوم نہیں اماں۔ وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا تھا۔

بیٹا اب یہ حقیقت تسلیم کر لے کہ وہ اب کبھی تمہاری زندگی میں نہیں آ سکے گی۔ وہ دکھی لہجے میں گویا ہوئی۔ آخر وہ ماں تھی اور ماں سے زیادہ اولاد کا دکھ بھلا کون محسوس کرے۔

نہیں اماں یہ حقیقت میرے دل سے تسلیم نہیں ہوتی۔ وہ صرف میری ہے اور میں اسے کسی بھی قیمت پہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے بولا اور آنکھیں موند لیں۔

وہ اس کے بال سہلانے لگی...... وہ پر اجنت کی سیر کرتا رہا۔

اب یہ ممکن نہیں رہا بیٹا۔ وہ کسی اور کی بن چکی ہے اور ایک بیٹے کو بھی جنم دے چکی ہے۔ اب اس کا پلٹنا ناممکن ہے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

اماں کوئی بھی کام اشرف المخلوقات کیلئے ناممکن نہیں ہوتا۔ انسان کے ارادے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتے ہیں۔ جب ہوائی جہاز ایجاد نہیں ہوا تھا تو اس دور کے لوگ اڑتے ہوئے پرندوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے اور سوچتے تھے کہ کاش ہم بھی اڑ سکتے۔ ہم بھی کھلی ہواؤں سے باتیں کر سکتے۔ اس وقت کے لوگوں کو یہ ناممکن لگتا تھا لیکن آج دیکھ لوگ پرندوں سے بھی اونچے اڑتے پھرتے ہیں۔ اونچی ہواؤں میں بلکہ خلاؤں میں۔ وہ بڑی پختہ دلیل دے گیا اور عظمیٰ خاموش بیٹھی دکھی ہو رہی۔

اماں...... میں ایک دن واپس ضرور جاؤں گا۔ اور آخری بار جاؤں گا۔ مجھے اپنے جذبے پہ یقین ہے اور مجھے اپنے ارادے پہ اعتماد ہے۔ وہ پختہ لہجہ اپناتے گویا ہوا۔

بیٹا ایک ماں کو مزید دکھی نہ کر۔ تو بھول جا اسے اور شادی کر لے۔ دیکھ میں تیرے لیے ایک سوہنی کڑی ڈھونڈ لاؤں گی۔ تیرے سارے غم دور ہو جائیں گے۔ مان لے میری بات۔ وہ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں بھرتے ہوئے التجایا لہجے میں بولی۔

اماں میرے لیے جس نے دلہن بننا تھا وہ تو کبھی کی دلہن بن چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ میں کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ ایک بار پھر کوشش کروں گا اسے پانے کیلئے اگر پا لیا تو پا لیا ورنہ عمر بھر اسی کے غم میں تنہا گزار دوں گا۔

یہ کہتے ہی اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔
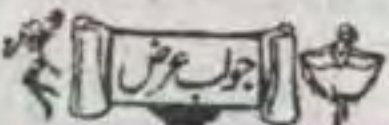
عظمیٰ نے اسے بازوؤں میں بھینچ لیا اور لمحات سرکتے گئے۔

''اچھا۔ چل اٹھ کھانا کھا لے۔ کبھی اپنی شکل ٹھیک سے آئینے میں دیکھی ہے۔ کیسی ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ وہ اسے زبردستی اٹھاتے ہوئے بولی اور پھر اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلانے لگی۔

٭ نامعلوم وہ ساحل سمندر پہ کیوں جاتا تھا ﷺ شاید اپنے دل کی تسکین کیلئے یا بچھڑ گئے دنوں کا سراغ پانے......

مگر جو گئے دنوں کا سراغ پانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔ وہ جانتا بھی تھا مگر اپنے وقت کے ضائع ہونے کا اسے کچھ غم نہ تھا جو کچھ وہ گنوا چکا تھا اس سے زیادہ قیمتی کچھ اور نہ تھا۔

آج بھی ساحل سمندر اور اس کی آنکھوں میں بسا غم روبرو تھے۔

گئے موسم کے غم کی پرچھائیاں اس کی آنکھوں میں تھیں اور جہاں غم بسا ہو وہاں نمی کا ہونا یقینی و لازم ہوتا ہے۔

کتنی ہی دیر اسی احساس میں قید رہنے کے بعد وہ گھر کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے کے مناظر بوجہ نمی بھیگے اور دھندلائے ہوئے تھے۔

موٹر سائیکل کی سپیڈ ''رفتار'' والی سوئی سرخ نشان کی طرف بتدریج بڑھتی جا رہی تھی مگر اسے کوئی تعین نہ تھا۔

روڈ کا ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہی اچانک یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے تھے۔ پہلا دھماکہ اس کے ذہن نے قبول کر لیا تھا کہ یہ دھماکہ اس کی موٹر سائیکل اور سامنے سے آنے والی گاڑی کے ٹکرانے سے پیدا ہوا ہے۔ مگر دوسرا دھماکہ جو پہلے دھماکے سے کئی درجہ خوفناک تھا نجانے کس چیز سے ہوا تھا۔ دوسرے دھماکے کے بعد سارے احساسات و مناظر اندھیرے میں ڈوبتے چلے گئے۔

اور اندھیرا ہی تو راز رہتا ہے؟

نجانے کتنی دیر اندھیرا چھایا رہا اور پھر روشنی کی ہلکی
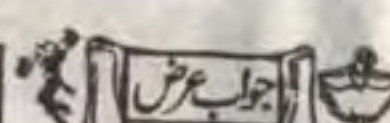
سی کرن نمودار ہوئی اور اس کے ذہن میں اجالا پھیلتا گیا مگر آنکھیں بدستور بند رہیں، اس کی سماعتوں سے مدہم سی آوازیں ٹکرانے لگیں۔ اسے اپنے سر میں درد کی ایک لہر سے ابھرتی محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں کھولنے کی پوری کوشش کی مگر آنکھیں فقط نیم وا ہو سکیں۔

نیم وا آنکھوں سے اسے دھندلائے ہوئے مناظر کا احساس ہوا کہ وہ ہسپتال کے بیڈ پڑ ہے۔ چند شناسا چہرے بھی دکھائی دیئے جن میں عظمیٰ، راحیل، بھابھی کے ساتھ ایک اجنبی چہرہ بھی شامل تھا۔

اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی مگر اس اجنبی چہرہ شخص نے اسے دوبارہ بیڈ پر آہستگی سے لٹا دیا۔ ایک بار پھر اندھیرے نے سب مناظر اپنی لپیٹ میں لے لیے تھے۔

جب اندھیرا چھٹا تو اس نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔ سامنے عظمیٰ کھڑی تھی اور اس کی سوجی ہوئی آنکھیں گواہی دے رہی تھی کہ وہ بہت روتی رہی ہے۔ قریب کھڑے راحیل کی آنکھیں بھی غم سے تربتر تھیں اور بھابھی بھی افسردہ کھڑی تھی۔

ان تینوں کے ساتھ ایک اجنبی شکل شخص بھی کھڑا تھا۔ اسے وہ اجنبی شکل شخص کچھ شناسا سا لگا۔ ذہن نے سوال کیا۔ یہ شخص کون ہے؟ اور پھر ذہن نے خود ہی جواب دے دیا۔

جب پہلے اندھیرے میں روشنی کی کرن نمودار ہوئی تھی تو نیم وا آنکھوں سے اس نے یہ اجنبی چہرہ بھی دیکھا تھا۔

کیسی ہے طبیعت بیٹا؟ عظمیٰ نے اس کا ماتھا بوس لیا اور وہ جواباً مثبت انداز میں سر ہلا گیا۔ باری باری سب نے مزاج پرسی کی۔

آنٹی اب آپ کی تسلی ہوگئی ہے۔ اب آپ جائیے پلیز یہاں اتنی بھیڑ بھاڑ اچھی نہیں ہے۔ وہ اجنبی شکل شخص عظمیٰ کو اس سے جدا کرتے بولا۔

لیکن بیٹا...... عظمیٰ کہہ رہی تھی کہ وہ ٹوک گیا۔

پلیز آنٹی۔ مجھ پہ اعتماد کریں اور بھروسہ رکھیں۔ میں ہوں نا یہاں۔ وہ اجنبی شکل شخص بولا اور عظمیٰ بے بسی کی سی کیفیت میں پرے ہٹ گئی۔

راحیل بھائی آپ آنٹی اور بھابھی کو گھر چھوڑ دیجئے۔ پھر بے شک واپس آجایئے گا۔ وہ اجنبی شکل شخص بولا اور تینوں کو کمرے سے باہر لیتا گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے سوچنے لگا۔ یہ اجنبی شکل شخص کون ہے؟

تھوڑی دیر بعد اسے آہٹ سنائی دی اور اس نے آنکھیں وا کر دیں۔

"السلام وعلیکم دوست۔ کیسا محسوس کر رہے ہو۔ اینی پرابلم؟" وہی اجنبی شکل شخص سامنے کھڑا تھا۔

جواباً اس نے انداز منفی اپنایا اور شاید کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ اس سے پہلے وہ شخص بول پڑا۔

تم سوچ رہے ہو گے کہ میں کون ہوں؟ معاف کیجئے گا میں وہی ہوں جس کی کار سے آپ کی موٹر سائیکل ٹکرائی تھی۔ میرا نام اصغر ہے۔ اصغر علی۔ اس اجنبی شکل شخص نے مسکراتے ہوئے کہا اور جواباً اس نے یوں اثبات کیا جیسے سر سے ٹنوں بوجھ اتر گیا ہو۔

مزید تفصیل بتا دوں۔ جب ایکسیڈنٹ ہوا اس وقت وہاں ایک بھلا مانس آدمی موجود تھا۔ جس فیکٹری میں تم ملازمت کرتے ہو۔ اس کے ساتھ والی فیکٹری میں وہ آدمی بھی کام کرتا ہے اس نے تمہیں پہچان لیا اور تمہارا ایڈریس اور رابطہ نمبر بتایا۔ میں تمہیں فوراً ہسپتال لے آیا۔ تمہیں ایک چوٹ سر پہ آئی اور باقی جسم پہ چھوٹی چھوٹی چوٹیں آئیں تمہارا داہنا بازو کندھے سے کھسک گیا۔ سر کی چوٹ بہرحال خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس لیے میں نے ہسپتال سے تمہارے گھر رابطہ کیا اور آپ کے بھائی راحیل اور امی فوراً پہنچ گئے۔ بہرحال سب خیریت گزری اور تمہارے سر کی چوٹ اتنی گہری ثابت نہ ہوئی۔ ڈاکٹرز نے فوراً تمہاری بینڈ تیج کر دی اور تمہیں آرام کیلئے طویل بے ہوشی کا انجکشن دیا۔ یوں آج ہسپتال میں تمہیں دوسرا روز ہے۔ وہ اجنبی شکل شخص جس نے اپنا نام اصغر بتایا تفصیل بتانے لگا۔ وہ فقط اثبات پہ اکتفا کرتا رہا۔

شام ہونے سے پہلے ہی راحیل واپس ہسپتال آ گیا

راحیل اور اصغر سامنے رکھے ہوئے بنچ پہ بیٹھے تھے جب اس نے اصغر سے دریافت کیا۔

اصغر صاحب جب ایکسیڈنٹ ہوا اس وقت میرے پاس کچھ سامان موجود تھا۔ وہ کہاں ہے؟ اس کے لہجے میں پریشانی کا عنصر تھا۔

دوست پہلی بات تو یہ کہ آئندہ مجھے اصغر صاحب مت کہنا اور دوسری بات یہ کہ تمہاری موٹر سائیکل ایکسیڈنٹ میں پچک گئی تھی میں نے اسے مکینک کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ جب تک تمہارے زخم مندمل ہوں گے تب تک تمہاری موٹر سائیکل کے زخم بھی ٹھیک ہو چکے ہوں گے۔ میرا مطلب ڈینٹ سے ہے۔ اصغر نے مسکراتے ہوئے کہا وہ بھی قدرے پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پہ لایا۔

میرا ایک بیگ بھی اس وقت میرے پاس تھا۔ وہ......؟ دراصل اسے بیگ کی فکر تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ اصغر نے ٹوک دیا۔

ہاں وہ بیگ میں نے آنٹی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ گھر لے گئی ہیں۔ اصغر کے جواب پر اس نے اطمینان بھری سانس لی۔

* * *

اصغر سے ان سب کو انسیت ہوگئی تھی۔ وہ نہایت خوش اخلاق اور خوش لہجہ واقع ہوا تھا وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو پہلی ملاقات میں ہی مدمقابل کا دل جیت لیتے ہیں اور لمحوں میں دوسرے کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔

اس کے زخم بتدریج مندمل ہو رہے تھے اور زندگی کا دورانیہ بھی تو گھٹتا جا رہا تھا نا۔ چار دن وہ ہسپتال میں ایڈمٹ رہا ان دنوں میں عظمیٰ اور بھابھی کئی چکر لگا چکی تھیں راحل اور اصغر دونوں ہسپتال میں اس کے پاس رہے۔

چند لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کا دکھ درد اپنا سمجھتے ہیں اصغر بھی انہی میں سے ایک تھا۔ ورنہ ایکسیڈنٹ میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ڈرائیور فرار اختیار کر لیتے ہیں یا پھر زخمی کو چند روپے تھما کر اس پہ احسان تھوپ دیا جاتا ہے اول تو عدالتی کیس بنا دیا جاتا ہے۔

اگر اصغر بھی ایسا کرتا تو یہ انہونی نہ ہوتی بلکہ انہونی تو یہ تھی کہ وہ ابھی تک ہسپتال میں زخمی کی دیکھ بھال میں مگن تھا۔

پانچویں دن اسے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا اور ساتھ میں ہسپتال کی طرف سے بطور تحفہ ادویات کے ڈبے بھی تھما دیئے گئے جو کہ ہسپتال کی روایت ہے۔

ہسپتال کے اخراجات اصغر نے خود ادا کیے۔ حالانکہ راحیل اسے ایسا کرنے سے منع کرتا رہا مگر اس نے ایک نہ سنی۔

اور پھر اصغر خود اسے اپنی کار میں گھر پہنچانے آیا۔ وہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا اسی دوران چائے تیار ہوگئی اور چائے پینے کے بعد اصغر ان سے اجازت لے کر اور آئندہ آتے رہنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

یونہی وہ دن گزرا اور دوسرے روز جب نبیل نے اپنے بیگ کی خبر لی تو اس کا ذہن بھک سے اڑ گیا؟ بیگ میں سے اس کی ڈائری غائب تھی......

وہ چند لمحے سوچتا رہا کہ شاید اس روز وہ ڈائری گھر میں بھول یا چھوڑ گیا ہو۔ مگر ایسا کچھ نہ تھا۔ وہ ڈائری ساتھ لے کر گیا تھا کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اس نے عظمیٰ سے بھی پوچھا۔

اماں۔ میری ڈائری کہاں ہے؟۔ وہ بے تابی سے دریافت کر گیا۔

مجھے تو معلوم نہیں بیٹا۔ تمہارے پاس ہی ہوگی۔ وہ جواب دیتے بولی۔ آپ نے بیگ سے ڈائری نکالی تو نہیں تھی نا؟ وہ پریشانی میں بولا۔ اور پھر اسی طرح کے جواب راحیل اور بھابھی نے بھی دیئے جب ان سے ڈائری کے بارے میں پوچھا گیا وہ دونوں بھی لاعلم تھے۔

ایک وہم اس کے ذہن میں ابھرا کہ ڈائری کہیں ایکسیڈنٹ میں گر کر گم نہ گئی ہو۔ یا اصغر کے پاس رہ گئی ہو؟ یا اس نے دانستہ ایسا کیا ہو؟

جب شام کو اصغر حسب معمول ہاتھوں میں فروٹ کے شاپر تھامے آیا تو وہ بے چینی سے منتظر تھا۔

اصغر یار۔ میری ڈائری بیگ میں سے غائب ہے۔ کہیں تمہارے پاس تو نہیں رہ گئی؟ اس کے دریافت کرنے پر اصغر خیالوں میں گم گیا۔

نہیں دوست میرے پاس تو نہیں۔ ہاں البتہ جب حادثہ ہوا تھا تو تمہارے بیگ کا سامان گرنے سے بکھر گیا تھا اور میں نے سمیٹ کر دوبارہ بیگ میں رکھا تھا۔

ممکن ہے وہاں ڈائری بھی گری ہو اور میں جلدی میں اسے دیکھ نہ سکا؟ اصغر سنجیدگی سے بولا۔

اصغر یار۔ پلیز تم وہاں جا کر معلوم کرو۔ ہو سکتا ہے مل جائے۔ وہ اک خیال کے تحت بولا۔

کیوں بچوں کی سی بات کرتے ہو۔ وہ مین روڈ ہے اگر وہاں رہ گئی ہو گی تو اب ڈائری کا مل جانا ناممکن ہے۔ اصغر جواباً اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ اور وہ بھی جواب میں تائید میں سر ہلاتا رہا مگر اس کی آنکھوں میں ڈائری گم جانے کا غم موجود تھا۔

وہ ڈائری ہی تو اس کی حیات تھی اس میں ہر بات، ہر ملاقات تحریر تھی۔ ہر دکھ ہر غم تحریر تھا۔ ہر وہ یاد رقم ہوئی پڑی تھی جو حمیرا سے وابستہ تھی۔

شب و روز ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے رہے۔ اصغر روزانہ اس کی خیریت معلوم کرنے آتا اور حسب معمول فروٹ کے شاپر بھی بھر لاتا۔ وہ چند دنوں میں ایک اجنبی سے اپنا بن گیا تھا۔

بیٹا یہ جو تم ہر روز نبیل کی خیریت معلوم کرنے چلے آتے ہو۔ بیشک یہ تمہارا اپنا گھر ہے مگر اتنی زحمت کیوں کرتے ہو اور یہ ساتھ میں فروٹ لے آنا۔ عظمیٰ اکثر اسے کہتی اور وہ جواباً مسکرا دیتا۔

آنٹی۔ تیمارداری نیکی اور ثواب کا کام ہے اور نیک کام میں زحمت کیسی۔ اور رہی بات فروٹ لانے کی تو یہ فروٹ، میں نبیل کیلئے تھوڑی لاتا ہوں آپ دیکھتی نہیں کہ میں نبیل کے ساتھ بیٹھ کے خود بھی کھاتا ہوں بلکہ نبیل سے زیادہ میں ہی کھا جاتا ہوں۔ اصغر کا یہ جواب ان کی زبانیں بے لگام کر دیتا۔

اس کے زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے تھے یہ غالباً دو

ہفتوں بعد کا روز تھا جب اصغر حسب معمول آن دھمکا۔

''چلو اٹھو نبیل چلیں......'' اصغر اسے بازو سے پکڑتے ہوئے بولا۔

''کہاں؟'' وہ پر تجسس ہوا۔ عظمیٰ کی حالت بھی ایسی تھی۔

بھئی یہ کیا بات ہوئی حادثہ کیا ہوا کہ تم بستر سے چمٹ کر رہ گئے۔ تمہیں معلوم ہے یہ بستر خود ایک موذی مرض ہے۔ جان سے چمٹ جائے تو پھر کہیں کا نہیں چھوڑتا۔

چلو کہیں باہر چلتے ہیں گھومنے پھرنے۔ یقیناً تم ریلیکس ہو جاؤ گے۔ اصغر نے پیشانی پر مصنوعی تیوری چڑھائی۔ عظمیٰ مسکرا دی۔

لیکن چلیں گے کہاں؟ وہ احتجاجاً بولا۔

بھئی کراچی میں کوئی کم جگہیں ہیں گھومنے پھرنے کیلئے۔ یہ بھرا پڑا ہے ایسے پوائنٹس سے۔ اصغر جواباً مسکراتے ہوئے بولا۔

لیکن میری طبیعت...... وہ ابھی تک احتجاج پہ تلا ہوا تھا۔

بھئی آدھی مصیبت گھومنے پھرنے سے بھاگ جاتی ہے۔ اصغر نے دلیل دی۔ اور پھر احتجاج و تکرار کے بعد عظمیٰ سے اجازت لے کر اصغر اسے اپنی کار میں بٹھا چکا تھا

ہاں اب بتاؤ کہاں چلیں......؟ اصغر اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے بولا۔

جہاں لے چلو۔ تمہاری مرضی۔ وہ قدرے مسکراتے ہوئے بولا۔

تو پھر کلفٹن چلتے ہیں اصغر نے کہا اور کار کو گیئر دے کر آگے بڑھا دیا۔ اچھا اسی راستے سے جانا جہاں حادثہ ہوا تھا۔ وہ اک امید کے تحت بولا۔ ہو سکتا ہے کہ...... وہ کہہ رہا تھا کہ اصغر نے ٹوک دیا۔

اچھا تمہاری تسلی بھی ہو جاتی ہے۔ اصغر مسکرا دیا اور اس نے اثبات پر اکتفا کیا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی اسی موڑ پر جا کر رک چکی تھی۔ جہاں حادثہ ہوا تھا۔ اب تسلی ہو گئی۔ اگر نہیں ہوئی تو نیچے اتر جاؤ اور ڈھونڈو۔ اصغر مسکراتے

ہوئے بولا اور جواباً اس نے انداز نفی اپنایا۔

واقعی یہاں کسی چیز کا گر کر باقی رہ جانا یا مل جانا ناممکن تھا۔

پھر تھوڑی دیر کی ڈرائیونگ کے بعد وہ کلفٹن پہنچ گئے وہی ساحل سمندر، وہی آب، وہی شور مچاتی لہریں۔

بہت سے لوگ اپنی اپنی مستیوں میں مست دنیا و مافیہا سے بے خبر دکھائی دے رہے تھے کچھ پریمی جوڑے ساحل سمندر کی گیلی ریت پر چادریں بچھائے بیٹھے راز و نیاز کی باتوں میں مگن تھے۔ کچھ پریمی جوڑے پائنچے اڑسے پانی میں اپنی یادیں محفوظ کر رہے تھے۔ چند لوگ اکیلے تنہا بھی نظر آ رہے تھے۔ شاید ان کے ساتھی ان سے بچھڑ گئے ہوں۔

وہ دونوں بھی سمندر کی باتیں کرتے ہوئے ٹہل رہے تھے جب چند لمحوں کیلئے اصغر خاموش ہوا اور نبیل اس خاموشی میں نامعلوم انداز سے اپنے ماضی اور بچپن کی طرف سفر کر گیا۔

دور چند بچے ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑاتے دکھائی دے رہے تھے اور سمندر ان کی شرارتیں، مسکراہٹیں، اٹھکیلیاں محفوظ کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ مگر وہ بچے بے خبر تھے کہ تھوڑی دیر بعد ان بچوں نے اپنے ابو، امی کے ساتھ واپس چلے جانا ہے اور سمندر نے اداس ہو جانا ہے۔

ان بچوں میں شاید کوئی نبیل اور حمیرا بھی ہوں؟ مگر یہ تو صرف سمندر جانتا تھا۔ بچے اک دوجے کے آگے پیچھے دوڑ بھاگ رہے تھے اسی اثناء میں ایک بچے نے ایک چھوٹی سی بچی کو دھکا دیا تھا اور وہ بچی چھپاک سے سمندر کے پانی میں گر پڑی تھی اور پھر اٹھتے ہی اس بچے سے بدلا لینے کیلئے اس کے پیچھے بھاگ پڑی تھی مگر وہ بچہ اب اس کے ہاتھ آنے والا کب تھا۔

وہ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چند آنسو اندر ہی اندر ٹپک گئے تھے۔

کیا معلوم وہ بچے، بڑے ہو کر سمندر میں رقم ہوئی پڑی بچپنے کی مسکراہٹوں اور شرارتوں کو یاد کریں گے بھی یا نہیں؟ مگر سمندر تو ایسے ہی کئی راز اپنے سینے میں محفوظ رکھے ہوئے ہے۔

ماضی کے بہت سے مناظر اس کی آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔ وہ چمن، وہ چمن میں نہاتے بچے، وہ حمیرا، اور وہ اس کا دھکا دینا اور حمیرا کا پانی میں گر کے بھیگ جانا۔

نجانے کتنے لمحات اپنی مخصوص رفتار سے سرک گئے، جب اسے اصغر کی آواز اپنی سماعتوں سے ٹکراتی محسوس ہوئی۔ اصغر بڑی غور و فکر سے اس کے چہرے پر بدلتے تاثرات دیکھ چکا تھا۔

دوست ایک پرسنل سا سوال ہے۔ پوچھوں تو کیا بتاؤ گے؟ اصغر دھیمے سے گویا ہوا تھا جبکہ اس نے اثبات پر ہی اکتفا کیا۔

جس روز حادثہ پیش آیا یقیناً تم کلفٹن سے واپس جا رہے تھے۔ اصغر نے کہا۔

ہاں۔ وہ دھیرے سے جواباً گویا ہوا۔

ایسی کون سی بات تھی۔ جو تم رانگ سائیڈ میں ڈرائیونگ کر رہے تھے کیونکہ یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے کہ ایسے روڈ پہ رانگ سائیڈ میں ڈرائیونگ کرنا موت کو آواز دینے کے مترادف ہے۔ اصغر یہ کہہ کر دانستہ خاموش ہو گیا۔

وہ اصغر کے سوال کا جواب اپنے ذہن میں تلاش کرتا رہا یہ اندازہ اس کے انداز لاتعلق سے ہو رہا تھا مگر ایسے سوالوں کے جواب ذہن کے پاس نہیں بلکہ دل کے پاس ہوتے ہیں۔

اصغر...... یہ محبت بڑی عجیب شے ہوتی ہے۔ کبھی کبھی انسان کے دل میں ہزاروں برس تک جینے کی خواہش پیدا کر دیتی ہے اور کبھی کبھی انسان کو زندگی سے اتنا بدظن کر دیتی ہے کہ انسان نہ چاہتے ہوئے بھی موت کی آرزو کرنے لگتا ہے اور زندگی و موت جیسے حقیقی احساس سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے الفاظ کھینچ لایا تھا۔

تو گویا اس دن وجہ حادثہ محبت تھی۔ اصغر نے خاموشی سے اس کی بات سن کے کہا۔ اس نے فقط اثبات

کیا۔
وہ کون ہے جس سے تم اتنی محبت کرتے ہو؟ اصغر نے پوچھا۔
اور اس نے خاموشی سے اک طویل سانس لی۔ مگر پھر ایک طویل داستان لفظ بہ لفظ، لمحہ بہ لمحہ اس کی زبان سنانے لگے۔
وہ کہہ رہا تھا۔ اصغر سن رہا تھا سمندر سن رہا تھا اور سمندر کی لہریں شور مچا کر یہ داستان سنانے سے روک رہی تھیں؟
وہ چتن، وہ بچپنا، وہ شرارتیں اور وہ محبت جو تتلی کی طرح معصوم، نازک خوبصورت اور رنگ برنگی تھی۔
اس نے پوری زندگی کی داستان حرف بہ حرف سنا دی۔ کچھ بھی باقی نہ رہنے دیا۔ حمیرا، ایقان، عرفان ''فانی'' سب کچھ اس کے دل کی زبان نے عیاں کر دیا تھا۔ اور آنکھوں سے ٹپکتے آنسو ہر لفظ کی تصدیق کرنے لگے تھے۔
اور ایسے میں اصغر کی آنکھیں بھی تر ہو گئیں!

* * *

موت بڑی بے رحم ہوتی ہے۔ اسے کسی بوڑھے، جوان، بیمار، صحت مند یا بچے کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ بڑی سنگدلی سے واقع ہوتی ہے لیکن یہاں یہ کہنا معقول ہوگا کہ موت خود بھی بے بس ہوتی ہے۔
کیونکہ کائنات کا نظام اور کوئی بھی ابتداء اور انتہا تو صرف خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ خدا تعالیٰ جتنی چاہے کسی کو طویل مہلت بخش دے اور جب چاہے یہ مہلت چھین لے کوئی بھی اس کے مقابل نہ ٹھہر پایا ہے اور نہ ہی ٹھہر پائے گا۔ صرف وہی ذات پاک ہے جسے فنا نہیں!
یہ زیست و موت کا سلسلہ تو ازل سے چلا آ رہا ہے اور ابد تک چلتا رہے گا کیونکہ کائنات فانی ہے اور اس سے کوئی انکاری نہیں۔
یوں ہی ایک رات موت نے اپنی بے رحمی دکھائی اور رات کے کسی پہر بخار سے بھنبھناتے ہوئے تین سالہ بچے عرفان کی مہلت عمر چھن گئی۔

ایک المناک موت تھی جو حمیرا کی زندگی اجاڑتی گزر گئی۔ ایک اسی وجود سے تو اس کی خوشیوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ نبیل کے دیئے غم بھلانے میں فانی کا معصوم کردار ہی اہم تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فیصلے تو اٹل ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اشرف المخلوقات سے جو احساس بھی منسوب ہے وہ خدا تعالیٰ کو انتہا درجہ عزیز ہے۔ غم اور خوشی برابر میں خدا کو پیارے ہیں۔
نرمی، سختی، نفرت محبت غرض یہ کہ خدا کو آدم کا ہر احساس پیارا ہے۔ اگر خدا کو سختی یا ایسے ہی احساس پسند نہ ہوتے تو، انبیاء اور معصومین پر کوئی سختی نہ ہوتی۔ صرف نرمی برتی جاتی۔ جہاں ایسی ہستیاں غم اور سختی جھیل گئی ہیں۔ وہاں ہم جیسے انسانوں کی کیا اوقات۔
وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھی مگر جب تک زندگی کی مہلت باقی رہتی ہے چاہے کوئی کتنا ہی توڑ پھوڑ کا شکار ہو جائے۔ جینا تو پڑتا ہی ہے نا!
یہ غم صرف اسے ہی نہیں تھا بلکہ ایقان کی دنیا بھی اجڑ گئی تھی۔ یوں گمان ہوتا تھا کہ فانی کی موت نہیں ہوئی بلکہ حمیرا اور ایقان کی موت واقع ہوئی ہے۔ اور اب وہ فقط نام کے جی رہے ہیں۔
بہر حال یہ بھی سچ ہے کہ چاہے خوشی کے لمحات ہوں یا غم کے، مستقل نہیں رہے نہ ہی خوشی سے کوئی آج تک مجسم ہوا ہے اور نہ ہی مرنے والے کے ساتھ کوئی مرا ہے۔
ان کا غم بھلا کب تک ٹھہرتا؟ یونہی ان کے شب و روز بھی بتدریج معمول پہ آتے گئے۔

* * *

ایقان گزشتہ کئی روز سے کھچا کھچا دکھائی دے رہے تھا وہ ایقان کا یہ انداز بالکل پہلی بار دیکھ رہی تھی وہ اس کے مزاج سے آشنا تو تھی مگر یہ مزاج بالکل نیا تھا۔ کئی بار اس نے سوچا کہ ایقان سے موجودہ مزاج کے بارے پوچھے۔ مگر وہ کہتے کہتے خاموش ہو جایا کرتی۔
وہ ایک سرد شام تھی جب وہ اپنے کمرے میں جا رہی تھی کہ دروازے کے قریب پہنچتے ہی وہ چونک سی گئی اور

ٹھٹھکتے ہوئے قدم روک لیے۔
اندر سے ایقان کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ یقیناً کسی سے پی ٹی سی ایل فون پر بات کر رہا تھا۔ دروازہ نیم وا تھا اور آواز دروازے کی جھری سے نکلتی آ رہی تھی۔ اسے چونکانے والا ایقان کا لہجہ اور فقرا تھا۔
نہیں جان۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ ایقان کی آواز آ رہی تھی اور وہ دروازے کے قریب ہو گئی اور جھری سے کان لگا لیے۔ اندر خاموشی طاری تھی پھر ایقان کی آواز سنائی دی۔ ہاں ہاں ضرور۔ تم بات تو کر کے دیکھو۔ ایک بار پھر خاموشی طاری ہوئی۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں مجھے پرسوں کا دن یاد رہے گا۔ نہیں جان کیسے بھول سکتا ہوں۔ اوکے۔ خدا حافظ۔ ایقان کے خدا حافظ کہنے کے بعد ریسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔ اور وہ الٹے قدموں ہو گئی کہ کہیں مشکوک نہ ہو جائے۔
اس کا لہجہ بڑا مشکوک تھا اور یہ ایسا لہجہ تھا جو بیوی کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ وہ بار بار ''جان'' کہہ رہا تھا اور یہ لفظ اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے کی مانند برس رہا تھا وہ اپنے خیالات میں غلطاں و پیچاں ہو گئی مگر اس نے ایقان سے اس متعلق کوئی بات نہ کہی اور اپنا لہجہ بھی بمطابق معمول رکھا۔
مگر اس کے اندر کچھ بھی معمول پہ نہ تھا وہ بہت منتشر ہو رہی تھی۔
وہ رات بھی ایقان اس سے کھچا کھچا رہا اور پھر سو گیا۔
صبح اس نے پہلا کام یہی کیا کہ فون میموری دیکھی کہ وہ کون سا نمبر ہے جو ایقان کی ''جان'' کا ہے؟ مگر وہاں کوئی نمبر نہ تھا۔ شاید فون کی میموری واش کر دی گئی تھی؟ ایسے ہی شب و روز گزرتے گئے اور ایقان اس سے الجھا سا رہنے لگا تھا۔ اور پھر ایک شام بالکل اسی وقت پہ دوبارہ اس نے ایقان کو پھر کسی سے باتیں کرتے سنا۔
ہاں جان۔ تم نے بات کی۔ ایقان کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی طویل ہوتی گئی۔ شاید دوسری طرف سے کوئی تفصیلی گفتگو ہو رہی تھی۔ اچھا میں آؤں گا پھر آگے بات بڑھائیں گے۔ ایقان نے کہا اور پھر خدا حافظ کہنے کے بعد رابطہ منقطع کر دیا۔
اس شام کے بعد بھی اس نے فون میموری دیکھی مگر ایقان بڑی احتیاط سے فون میموری واش کر دیتا تھا۔
وہ الجھ سی گئی تھی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ سوچتے سوچتے بہت دور خیالوں کی دنیا میں نکل جاتی اور پھر اس کی آنکھیں نم ہونے لگتیں۔
کیا ایقان کسی اور لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہے؟ کیا اسے محبت ہونے لگی ہے؟ وہ خود سے سوال کرتی اور جب خود ہی جواب نہ دے پاتی تو فقط دل کو تسلی دیتی لیکن وہ تو محبت کو فضول احساس سمجھتا ہے۔ ایسے میں وہ لفظ بار بار اس کے کانوں میں گونجنے لگتا۔ جان اور یہی لفظ اس کا یقین پختہ کرتا چلا گیا کہ جنس مخالف کے علاوہ یہ لہجہ و رویہ کسی اور سے نہیں اپنایا جاتا۔
اس نے ارادہ کر لیا کہ اگر حقیقت میں ایسا ہی کوئی چکر چل پڑا ہے تو وہ ایقان کو اتنی توجہ دے گی کہ اس لڑکی ''جان'' کا دھیان جو ایقان کے دل و دماغ میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔ اسے ایقان کے دل و دماغ سے دور کر کے ہی رہے گی۔ اور پھر وہ اپنے ارادے کہ عمل میں لاتے ہوئے اسے غیر معمولی توجہ دینے لگی۔
آج وہ شاپنگ کرنے گئی تو مارکیٹ میں اسے ایک شرٹ بہت پسند آئی اور وہ ایقان کیلئے خرید لائی۔ شرٹ بہت خوبصورت، معیاری اور جدید تراش کی تھی اسے یقین تھا کہ یہ سفید شرٹ ایقان کو بھی پسند آئے گی۔
اسی شام ایقان اخبار پڑھ رہا تھا جب وہ اس سے مخاطب ہوئی۔
ایقان آج میں نے شاپنگ کی مجھے ایک شرٹ بہت پسند آئی وہ میں تمہارے لیے خرید لائی ہوں۔ اس نے شرٹ کو ایقان کی نظروں کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔
اچھا۔ شکریہ! وہ ایک پل کیلئے بھی اخبار سے نظریں نہ ہٹا پایا۔
دیکھو تو۔ تو پہ بہت اچھی لگے گی۔ وہ شرٹ کو اخبار اور اس کی نگاہوں کے درمیان لاتے ہوئے بولی۔

اچھی ہے۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے شرٹ پر نگاہ دوڑائی اور پھر اسے دور ہٹاتے ہوئے اخبار میں محو ہو گیا۔ ایقان کے انداز سے ہی اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے رسماً اچھی ہے۔ کا لفظ ادا کیا ہے۔

اسے بہت دکھ ہوا وہ بستر میں منہ چھپائے سسکتی رہی تھی اور جس کیلئے وہ سسک رہی تھی وہ قریب پڑا ہر احساس سے بے خبر تھا۔

اور پھر وہ رات بھی سسکتی، دھاڑتی گزرتی چلی گئی۔

دن بدن ایقان کا رویہ گھمبیر ہوتا جا رہا تھا اور اس رویے میں بغاوت کی بو باس تھی یہ تیسرے روز کی بات ہے جب ان کے ایڈریس پر ایک پارسل ایقان کے نام آیا تھا اس نے وہ پارسل ریسیو کیا اور پیکنگ کھول کر دیکھی تو اس میں نیلے رنگ کی ایک شرٹ موجود تھی۔

وہ دیروں سوچتی رہی کہ یہ پارسل کس نے بھیجا ہو گا؟ مگر کوئی بھی سوچ حقیقت تک نہ پہنچ پائی پھر اس نے یہ خیال ہی جھٹک دیا۔

شام کو اس نے پارسل کے بارے میں ایقان کو آگاہ کیا وہ دیر تک شرٹ کو پیار بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ ایقان کا یہ انداز اسے کھٹک گیا اسے اندازہ ہونے لگا کہ یہ پارسل جان کی طرف سے ارسال کیا گیا ہے اور پھر اس کا یہ شک بھی یقین کا روپ دھارتا گیا جب اس نے شام کے وقت ایقان کو کان سے ریسیو چپکائے دیکھا۔ ہاں ہاں مل گیا تھا۔ توقف کے بعد وہ پھر بولا۔ بہت خوبصورت ہے۔ اور پسند بھی آئی ہے۔ بلکہ بہت اچھی لگی ہے۔ پھر خاموشی چھا گئی اچھا وہی پہن کر آؤں گا۔ ٹھیک ہے وہیں ملیں گے۔ ہاں دس بجے ایقان نے کہا اور پھر خدا حافظ کے بعد ریسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً الٹے قدموں پلٹ گئی۔

وہ رات آنسوؤں سے بھرپور گزرتی رہی وہ ایقان کے کھو جانے کے ڈر سے رو رہی تھی۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اب کھو گیا ہے؟

ان دنوں کے غم میں اسے نبیل کی کمی شدت سے محسوس ہوتی رہی تھی۔ وہ نبیل کو اپنا دکھ بانٹنے کیلئے پکارتی رہی اور یہ ایسی پکار ہوتی ہے جو دل میں چاہت کو بتدریج بڑھا دیتی ہے۔

* * *

صبح ایقان خوشبوئیں لگا کر اور وہی شرٹ جو ''جان'' نے بطور تحفہ دی تھی تن زیب کر کے دیر تک آئینے کے سامنے کھڑا اپنا سراپا دیکھتا رہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ''جان'' اسے دیکھ رہی ہے۔

وہ شرٹ ایقان پر بہت جچ رہی تھی مگر اسے ذرا بھر بھی نہ بھا رہی تھی کیونکہ اس کا انگ انگ اک آگ میں جل بھن رہا تھا اور حسد سے لرز رہا تھا۔

کچھ اس لیے بھی کہ ایقان نے اس کی خریدی ہوئی شرٹ پر ''جان'' کی دی ہوئی شرٹ کو فوقیت دی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایقان کے جسم سے شرٹ اتار کر لیر لیر کر دے مگر ضبط بھی کوئی چیز کا نام ہے۔

ایقان بہت بدل چکا تھا اور مزید بدلتا جا رہا تھا اب اسے حمیرا سے وابستہ کچھ بھی نہ بھاتا تھا۔ کھانا پینا، بات کرنا، چلنا، بیٹھنا حتیٰ کہ وہ سب کچھ بھی جو آدم کا فطرتی عمل ہے؟

وہ بات بات پہ اسے جھڑک دیتا اور اس کے لہجے میں انتہا کی تلخی عود کر آتی۔

کہاں جا رہے ہو؟ وہ دریافت کرتے بولی جب وہ آئینے کے سامنے کھڑا ''جان'' کی نظروں سے خود کو تکے جا رہا تھا۔

ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ اس کے تیور یکدم بدل گئے

ضروری کام سے۔ یا کسی سے ضروری ملنے جا رہے ہو اتنی خوشبوئیں لگا کر کوئی کام سے تو نہیں جاتا؟ وہ لہجے میں ہلکا سا طنز لیے بولی۔

ایقان نے ایک بلا کی نظر اس پہ ڈالی۔

تم سے مطلب؟ وہ یہ کہتا ہی باہر نکل گیا۔ اور چلا گیا۔

وہ ایسے ہی بات بات پہ الجھ پڑتا تھا۔ پہلے تو ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ پہلے تو وہ اس کی پسند ناپسند کا انتہائی خیال رکھتا تھا اور اسے کبھی حمیرا کی کوئی بات بری نہ لگتی تھی لیکن اب سب کچھ بدل چکا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے اندر کا موسم بدل جائے تو سب کچھ بدلنے لگتا ہے پہلے موسم سے جو کچھ منسوب ہوتا ہے دوسرا موسم بدلنے پر وہ ''اچھا'' بھی ''برا'' لگنے لگتا ہے!

ایقان کے اندر کا موسم بھی بدل چکا تھا کیونکہ شاید اسے محبت ہو گئی تھی؟

آج بھی وہ صبح ناشتے میں چائے بنا لائی تو ایقان نے اسے چائے میں زیادہ میٹھا ڈالنے پر جھڑک دیا تھا۔ حالانکہ چائے میں میٹھا اتنا زیادہ بھی نہ تھا جتنا کڑوا ردِعمل میں ایقان کا مزاج ہو گیا تھا۔

وقت کی مثال اسی کینچوے سی ہے؟ وقت رینگتا رہا۔ اس دن بھی اسے کسی دوست کا فون آیا تھا۔

حمیرا۔ میری شرٹ پریس کر دو۔ مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔ ایقان کے کہنے پر اس نے اثبات کیا۔

اس کے جی میں آیا کہ آج سفید شرٹ ہی پریس کرے گی۔ جو وہ بڑے ارمان سے خود خرید لائی تھی اور ایقان نے وہ شرف ابھی تک نہیں پہنی تھی۔

وہ وہی شرف پریس کرنے لگی تھی کہ ایقان نے ایک تیکھی نظر اس پہ ڈالتے ہوئے کہا ''وہ بلیو شرٹ پریس کرو'' ایقان بولا اور وہ پارہ پارہ ہو گئی۔ وہ آج بھی اس کی خریدی ہوئی شرٹ کو پہننے کا کوئی ارادہ نہ رکھتا تھا۔

اس نے حسرت بھری نظروں سے اپنی خریدی ہوئی شرٹ کو دیکھا اور پھر نہ چاہتے ہوئے وہ بھی نیلے رنگ کی شرٹ کو پریس کرنے لگی۔

وہ خاموشی سے شرٹ پر استری گھماتی رہی اور اندر ہی اندر جھلتی رہی ایقان قریب پڑی کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھنے میں مگن رہا۔

شرٹ پریس ہونے پر وہ ہینگر اٹھانے الماری کی طرف بڑھ گئی تا کہ شرٹ کو ہینگر میں لٹکا کر رکھ دے کہ پھر سلوٹیں نہ پڑ جائیں۔

ساکٹ سے پلگ نکال کر اس نے استری کو میز پر سٹینڈ کر دیا۔

وہ ہینگر اٹھا کر پلٹی تو ذہن بھک سے اڑ گیا۔ ایقان سر جھکائے اخبار میں مگن تھا اور گرم استری شرٹ پر گری پڑی تھی اور شرٹ کو جلا رہی تھی۔ اس کے منہ سے ''اوہ'' کی آواز نکلی اور جھٹ سے اس نے استری کو شرٹ پر سے الگ کیا۔ مگر نقصان تو ہو چکا تھا۔ ایقان آگ بگولہ ہو اٹھا۔

تم سے کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں یہ شرٹ کتنی قیمتی تھی۔ ستیاناس کر دیا۔ وہ شرٹ کو اٹھاتے ہوئے تلخ لہجے میں بولا۔ وہ شرٹ پر یوں جھپٹا جیسے کوئی شیر خواہ بچہ گر پڑے تو ماں اسے جھٹ سے اٹھا کر گلے لگا لیتی ہے۔

میں تو استری سٹینڈ کر گئی تھی۔ پتہ نہیں کیسے گر گئی؟ اس کی سہمی ہوئی حالت دیدنی تھی۔

شٹ اپ ایقان دھاڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور وہ بستر پر ڈھیر ہو کر سسکنے لگی۔

* * *

انسانی دماغ میں سمجھنے کے بہت سے عمل ہیں! اور ان میں تین عمل عام سے ہیں۔ انسانی دماغ سمجھنے کیلئے ان تینوں کو عام طور پر استعمال کرتا ہے۔ دیکھنا اور سمجھ جانا، سننا اور سمجھ جانا، سوچنا اور سمجھ جانا۔ لیکن ان تینوں میں سراسر دھوکہ بازی بھی شامل ہے؟

اکثر اوقات ہم کچھ دیکھتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ سامنے کیا ہے؟ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمیں آنکھیں بھی دھوکہ دے جاتی ہیں۔ جیسے ہم سڑک پر جا رہے ہوں لیکن گمان ہوتا ہے کہ ہم ندی میں سفر کر رہے ہیں اور سامنے لہریں ابھر رہی ہیں۔

یونہی جب ہم کوئی آواز سنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ آواز کس کی ہے؟ لیکن کبھی کبھی ہمیں سماعتیں بھی دھوکہ دے دیتی ہیں اور ہمیں کسی کی آواز پر کسی اور کی آواز کا گمان ہونے لگتا ہے۔

بالکل ایسے ہی جب ہم کچھ سوچتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ اس عمل میں بھی فریب ہوتا ہے اور درحقیقت ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمارے دماغ میں سمجھ

وجہ کے جتنے بھی عمل موجود ہیں سب فریبی ہیں۔
لیکن وہ کیسے یقین کرتی؟ وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اور کانوں سے سن چکی تھی۔ یہ بھی فطرتی عمل ہے کہ آدمی دیکھنے اور سننے کے بعد اس عمل کو نہ جھٹک سکتا ہے اور نہ ہی انکاری ہو سکتا ہے۔
آج بھی اس نے ایقان کی گفتگو حرف بہ حرف سنی۔ وہ بڑے پیار بھرے لہجے میں محو گفتگو تھا۔ ''جان'' ''تم فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ بہت جلد۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' پھر سکوت طاری رہا۔ اس میں مسئلہ کیسا۔ ویسے بھی اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے۔ پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ نہیں کبھی نہیں ایسا سوچنا بھی مت۔ میں اسے تو چھوڑ سکتا ہوں مگر تمہیں نہیں۔
ایقان کے یہ الفاظ اسے تڑپا گئے تھے اسے اپنی سماعتوں پہ یقین نہ ہو رہا تھا۔ اس کا ذہن دھماکوں کی زد میں تھا اب پانی سر سے گزر چکا تھا ایقان کی گفتگو سے یہ واضح ہو چکا تھا کہ وہ دوسری شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور یقیناً ''جان'' ہی سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔
ایک پل کو اس کے منجمد ذہن کی شفاف سلیٹ پر سوکن کی تشبیہ ابھری اور دوسرے پل اس نے دوازے کے پٹ جھٹکے سے کھول دیئے اب ضبط کا کنارہ ٹوٹنا انہونی نہ تھی۔
کمرے میں موجود ایقان، کان سے ریسیور چپکائے کھڑا چونک پڑا تھا۔
اچھا میں تم سے تھوڑی دیر میں بات کرتا ہوں۔ ایقان نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور ریسیور کریڈل پہ پٹخ دیا۔
بس ایقان۔ اب بہت ہو چکا۔ اس کی آنکھوں میں غم و غصے کی پرچھائی تھی۔
''کیا مطلب۔ کیا بہت ہو چکا؟'' وہ غصیلے لہجے میں بولا۔
بھولے مت بنو۔ اب مجھ سے اور برداشت نہ ہو پائے گا۔ کیا کرنا چاہتے ہو تم میرے ساتھ۔ ہاں بولو۔ جواب دو۔ اس کا لہجہ رندھ گیا تھا۔ کیا برداشت نہ ہو پائے گا تم سے؟ بوجہ غصہ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کون ہے وہ کمینی جس کے ساتھ تم فون پہ باتیں کرتے ہو اور اب بھی کر رہے تھے۔ اور آئندہ شادی کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہو۔ وہ بہت ترش لہجے میں بولی تھی۔
شٹ اپ۔ یہ کیا بکواس ہے۔ وہ جھڑکتے ہوئے بولا۔ بکواس تم کر رہے ہو۔ وہ چند قدمے آگے بڑھتے بولی اور اس فقرے کے رد عمل میں ایک پرزور تھپڑ کی آواز کمرے میں گونج گئی۔
ایقان نے بڑی بے رحمی سے اسے تھپڑ رسید کیا تھا۔ تمہیں تو اب بات کرنے کی تمیز ہی نہیں رہی۔ دفع ہو جاؤ۔ میری نظروں کے سامنے سے۔ وہ اسے دھکیلتے ہوئے بولا۔ اور وہ چند لمحے کیلئے ساکت و جامد ہو گئی تھی۔
ہمیشہ کیلئے دفع کیوں نہیں کر دیتے مجھے۔ کیوں میری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اس نے یہ الفاظ تلخی سے ادا کیے تھے مگر یہ نہیں جانتی تھی کہ یہی الفاظ تلخ حقیقت کا روپ دھانے والے ہیں۔
اب ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ وہ غصے سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا اور پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا اور کمرے میں نسوانی دھاڑیں اسے اپنا تعاقب کرتی سنائی دی تھیں۔ مگر وہ سب احساسات روندتا ہوا باہر نکل گیا۔

* * *

یہ محبت بھی آدمی سے نجانے کیا کیا کراتی ہے۔ آدمی کو نرمی برتنے کا درس دیتی ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ کسی سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ آدمی اسی سے نفرت کرنے لگتا ہے جس سے ہمیشہ چاہت اور نرمی رہی ہوتی ہے اور کبھی کبھی کسی اور کی محبت میں آدمی خود سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے ایسے ہی جب کسی کی چاہت میں انسان کسی دوسرے سے نفرت کرتا ہے تو یہ اک عارضی جذبہ ہوتا ہے اور ایسے جذبات کو فنا ہے وہ گھر سے غصہ لیے نکلا تھا اور نامعلوم طریقے سے جناح پارک میں چلا آیا تھا وہ جناح پارک کی نرم گھاس پہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے سے غصے کے تاثرات غائب ہو گئے تھے اور غم کے تاثرات

عود کر آئے تھے۔ جناح پارک میں بہت سے لوگ اپنی شرارتوں اور خوش گپیوں میں مصروف تھے کچھ گھاس پہ کہنیاں ٹکائے ستا رہے تھے کچھ کھلکھلا کر دوہرے ہو جاتے سب اپنے اپنے احساس میں مگن تھے۔ کچھ خاموش بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔
جناح پارک کے مناظر ہر کسی پہ نظر رکھے کھڑے تھے اور لحہ لحہ رقم کر رہے تھے دور چند فریبی جوڑے بیٹھے پیار محبت کی باتوں میں دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے انہی احساسات کی طرح کا اک احساس اس کا بھی تھا وہ رو رہا تھا اور کبھی کبھی سسک بھی لیتا۔ ان گنت اشک اس کی آنکھوں سے گر کر گھاس کو تری بخش رہے تھے۔ سوری حمیرا مجھے معاف کر دینا آج میں نے تم پہ ہاتھ اٹھایا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا اور آنسوؤں کا کارواں اپنی منزل کی سمت سفر کرتا رہا جناح پارک کے مناظر اس کے ہر اک آنسو کو رقم کر رہے تھے اور آئندہ کیلئے گواہی دینے کو تیار تھے۔ ہزاروں طرح کے احساسات کی بھیڑ میں اس کا بے نام سا احساس جناح پارک نے خاموشی سے رقم کر لیا تھا۔
آج فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے۔ ہاں اب وقت آ گیا ہے۔ اب آزادی کا وقت آ گیا ہے۔ شاید پھر نہ آئے۔ اس نے بڑی تلخی سے سوچا اور اسی عمل میں نیم گرم پانی کے چند قطرے اس کی پلکوں پر اندھیری رات میں جگنو کی طرح چمکے تھے اور پھر دوسرے لمحے ایقان کا چہرہ سپاٹ ہوتا چلا گیا۔ اس نے اپنی آستین سے تر آنکھوں کو خشک کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا کسی کو آزاد کرنے کیلئے۔
ہاں۔ اک تتلی کو آزاد کرنے کیلئے۔

* * *

وہ ایک سرد اور ظالم شب تھی۔ کائنات کو گھمبیر اندھیرے نے لپیٹ رکھا تھا دور بادل گرج چمک رہے تھے موسم ابر آلود تھا افق کی بلندیوں پر بجلی چمکتی اور کمرے کا منظر ایک پل کیلئے واضح ہو جاتا اور پھر دوبارہ ہولناک سیاہی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اس کا جسم بخار سے بھُنا رہا تھا اور بھاپ اگل رہا تھا۔ کسی اور ذی روح کا اس مکان میں نام و نشان نہ تھا۔
اسے پیاس لگ رہی تھی اس نے ٹیبل لیمپ کا بٹن دبایا اور کمرے تیز روشنی سے منور ہو گیا۔ وہ دھیرے سے اٹھا اور چند قدم دور پڑی تپائی پر رکھے ہوئے پانی سے بھرے جگ کی طرف بڑھا۔ دو گھونٹ پانی کے اس نے اپنی حلق میں انڈیلے تھے اور اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کی مگر کچھ کوششیں ناکام رہتی ہیں۔ وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے میز پر رکھا پڑا فون سیٹ اپنی طرف گھسیٹ کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔
چند لمحے دوسری طرف گھنٹی جاتی رہی پھر کسی نے ریسیور اٹھالیا۔
''ہیلو!'' اک آواز ابھری تھی جو اس کی سماعتوں کی شناسا تھی۔
''اصغر...... میں ایقان بول رہا ہوں'' وہ اپنے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔
''ایقان تم۔ یار کہاں غائب ہو گئے تھے۔ لاہور جانے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ نہ کوئی رابطہ، نہ اتا پتہ یار میں نے کہاں کہاں تلاش نہیں کیا تجھے؟ اصغر نے ایک ہی سانس میں ساری بھڑاس نکال دی۔ ہاں یار اصغر میں لاہور چلا گیا تھا اب واپس کراچی میں آ گیا ہوں۔ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔
کہاں ہو۔ کیا کوئی نیا ٹھکانہ ہے۔ جلدی بتاؤ۔ اصغر بے تاب ہو کر بولا اور ایقان نے جواب میں اسے تازہ ایڈریس بتا دیا۔ اور سناؤ خیریت ہے سب۔ اصغر نے پوچھا۔
ہاں۔ سب خیریت ہے اچھا تم میرے پاس کل صبح ہی پہنچ جانا ایک ضروری کام ہے تم سے؟ اس نے کہا۔
خیریت تو ہے نا کیسا کام کچھ بتاؤ تو سہی؟ اصغر نے پر تجسس لہجے میں کہا۔
ہاں۔ ہو سکتا ہے کل تم سے ملاقات نہ ہو پائے بہرحال میں تقریباً مکان میں ہی موجود رہوں گا اور کل تم مجھ سے ٹیبل کی ڈائری اور میرا خط لے لینا اور میرا خط اور ڈائری حمیرا تک پہنچانا ہی تمہارا کام ہے۔ اس نے کہا اور دوسری طرف سے خاموشی ہی رہی۔

اچھا صبح آؤں گا تو اس بارے بات ہوگی تم سے۔ اصغر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ایقان تمہیں معلوم ہے آج کون سا دن گزرا ہے؟ اصغر نے سنجیدگی سے اسے یاد دہانی کرائی۔

"نہیں تو" وہ مصنوعی لاعلمی ظاہر کرتے بولا۔ آج نبیل اور حمیرا کی شادی کا دن گزرا ہے۔ آج کی رات ان کیلئے خوشیوں کی رات ہے۔ اصغر نے کہا اور وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ بھلا اسے یہ دن کیسے بھول سکتا ہے۔

بہرحال تم کل ضرور آنا باقی باتیں تب ہوں گی۔ وہ بولا اور پھر تبادلہ خدا حافظ کے بعد رابطہ منقطع ہوگیا۔ اس نے ریسیور کریڈل سے علیحدہ رکھ دیا اور میز پر پڑی ہوئی ڈائری کے اوپر پڑا ہوا کورا کاغذ اٹھایا اور قمیض کی جیب سے قلم نکال لی۔ اور پھر اس کی قلم اپنا سفر ختم کرنے کی غرض سے کاغذ کی لکیروں پر تیزی سے دوڑتی چلی گئی۔ اور دوڑتی چلی گئی......

اور پھر رات کے نجانے کون سے پہر اس نے قلم روک دی اور کاغذ کو تہہ دے کر ڈائری کے اوپر رکھتے ہوئے پیپر ویٹ دے دیا۔ اس نے یہ پڑھنا بھی گوارا نہ کیا کہ اس کی قلم نے کیسا سفر رقم کیا ہے۔ اور پھر وہ بستر پہ ڈھیر ہوکر ایک گہری نیند کی وادی میں ڈوبتا چلا گیا۔ ایک ایسی وادی جس سے واپسی کا راستہ نہیں ہوتا۔

* * *

کسی بہت قریبی دوست کو جب اپنے ہی ہاتھوں سے منوں مٹی تلے دبایا جاتا ہے تو اس سے زیادہ صبر کا امتحان کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اصغر ایسے ہی امتحان سے گزرا تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز ترین دوست ایقان کو مٹی، کے سپرد کیا تھا۔

وہ قل خوانی بھگتا کر آج ہی لاہور سے واپس آیا تھا اس کی آنکھیں شدت غم سے سرخ انگارہ بن گئی تھیں وہ اپنے کمرے میں گم صم بیٹھا ہوا تھا اس نے اٹھ کر الماری کی طرف قدم بڑھائے تھے الماری کے چوپٹ کھول کر اس نے ایک خانے سے ڈائری اٹھائی اور اسے کھول کر اس میں رکھا پڑا ہوا تہہ شدہ کاغذ نکال لیا۔

یہ ڈائری نبیل کی حیات پر مبنی تھی اور وہی تھی جس کے بارے ایقان نے مرنے سے قبل تاکید کی تھی کہ اسے حمیرا تک پہنچا دے اور یہ خط بھی وہی تھا جو ایقان نے مرنے سے پہلے حمیرا کیلئے لکھا تھا اور اسے پہنچا دینے کا کہا تھا۔

اس نے ایک نظر ڈائری اور خط کو دیکھا اور پھر کاغذ کی تہیں پامال کردیں اور تحریر پہ نظر دوڑانے لگا۔

میری دعا ہے! تمہارے جیون میں وہ خوشیاں سدا ٹھہریں جن کی تمہیں چاہت ہے اور جو تمہاری دیرینہ خواہش ہیں۔

حمیرا میں اس قابل تو نہیں کہ تم مجھے معاف کرسکو مگر پھر بھی تم سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔

میں لکھتے ہوئے یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ میں ایسا کیوں کررہا ہوں؟ کیوں تمہیں وہ اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں جو تمہارے لیے غیر اہم ہیں؟ لیکن شاید اس لیے کہ میں معافی کا طلبگار ہوں اور معافی دینے سے پہلے کچھ اہم باتوں سے تمہارا باخبر ہونا ضروری ہے۔

حمیرا۔ محبت میرے نزدیک غیر اہم اور غیر ضروری احساس کے سوا کچھ نہ تھی شاید اسی لیے مجھے کبھی کسی سے محبت نہ ہو پائی تھی لیکن پھر اچانک مجھے احساس ہونے لگا کہ محبت انسانی زندگی کیلئے بہت اہم اور ضروری ہے شاید اس لیے بھی مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کیونکہ مجھے محبت ہونے لگی تھی۔ میں اس دن بہت حیران ہوا۔ جانتی ہو وہ کون سا دن تھا......؟

یہ وہی دن تھا جب تم میری زندگی میں آئی اور میری زندگی بن بیٹھی تھی مجھے یقین ہونے لگا کہ اگر تم میری زندگی میں نہ آتی تو میں ادھورا رہ جاتا۔ اسی احساس میں شب و روز گزرتے رہے اور مجھے تم سے محبت ہوتی گئی۔ اس دن کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ محبت بہت اہم اور ضروری ہوتی ہے لیکن اس کے انداز یکسر مختلف ہوتے ہیں کسی کو شادی سے پہلے ہوجاتی ہے اور کسی کو بعد میں یوں میرا یہ یقین پختہ ہوتا چلا گیا کہ شادی کے بعد جیون ساتھی سے ہونے والی محبت ہی حقیقی اور سچی محبت ہوتی ہے۔ پہلے کی محبت فقط جذبات کا نام ہے۔ لیکن میرا یہ خیال بھی سراسر غلط ثابت ہوا؟

کہا جاتا ہے جس سے محبت ہوجائے پھر اس کے دل کی دنیا بھی نظروں میں آجاتی ہے میں بھی تم سے شدید محبت کرنے لگا اور جوں جوں ہم سفر زیست پر بڑھتے رہے توں توں مجھے بھی تمہارے دل کی دنیا کے مناظر نظر آتے گئے تمہارا وجود تو میرے پاس ہوتا تھا مگر تمہاری روح اور تمہارا دل کسی دوسری بستی میں آباد ہوا کرتے تھے۔ میں یہ تو نہ جان پایا کہ تمہارا دل کہاں بستا ہے مگر یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہ دل میرا ہوتے ہوئے بھی میرے پاس نہیں ہوتا۔

تم رات کو حالت نیند میں اکثر بڑبڑاتی تھی اور تمہاری زبان پہ نبیل کا نام ہوتا تھا۔ میں سوچتا یہ نبیل کون ہے؟ جس کا نام تمہاری ساکت زبان بھی ورد کرتی رہتی ہے؟

کئی بار سوچا تم سے پوچھ لوں مگر نجانے میں ایسا کیوں نہ کرپایا؟ شاید اس لیے کہ میں تم سے محبت کرنے لگا تھا اور محبت میں کچھ باتیں ان سنی اور ان کہی رہنے دی جائیں تو اچھا ہوتا ہے۔

حمیرا! میں ان لمحوں کی معافی چاہتا ہوں جن لمحوں میں میں نے تمہارا دل دکھایا۔ ہاں وہی لمحے جب میں فون پہ اکثر کسی سے سرگوشیوں میں باتیں کرتا تھا اور تم دروازے سے کان لگائے سنتی رہتی تھی۔ لیکن دوسری طرف فون پہ کوئی نہیں ہوتا تھا اور میں فون میموری دانستہ واش کردیا کرتا تھا؟ تمہیں وہ پارسل یاد ہے جو مجھے گفٹ ہوا تھا اور ایک نیلے رنگ کی شرٹ اس میں موجود تھی؟ حمیرا وہ پارسل میں نے خود ہی اپنے ایڈریس پہ ارسال کیا تھا۔ میں بات بات پہ تم سے الجھ پڑتا ہر وقت اکھڑا اکھڑا سا رہتا، تمہاری پسند کو ناپسند کرتا رہا تھا۔ اور تمہاری خریدی ہوئی شرٹ پر اسی بلیو شرٹ کو فوقیت دی تھی ہاں وہ سب بھی میں نے دانستہ کیا تھا۔

اور تمہیں یہ تو یاد ہی ہوگا جب تمہاری بے احتیاطی سے وہ شرٹ جل گئی تھی نہیں حمیرا وہ تمہاری بے احتیاطی سے نہیں جلی تھی بلکہ میں نے خود ہی اس پہ گرم استری رکھ دی تھی۔ تمہیں وہ تو کبھی نہیں بھول سکتا جب میں نے آخری بار تمہیں چھوا تھا اور وہ آخری بار کا چھونا ایک تھپڑ کی صورت میں ہوا تھا؟ مجھے معلوم ہے تمہارے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ ایسا میں نے اس لیے کیا کہ میں تمہارے دل میں اپنے لیے نفرت بھر دینا چاہتا تھا؟ میں چاہتا تھا کہ تم مجھ سے بدظن ہو جاؤ؟ اب تم یہ سوچو گی کہ میں ایسا کیوں کرنا چاہتا تھا۔

حمیرا! یہ حادثے بڑے عجیب ہوتے ہیں کسی سے تو اس کا سب کچھ چھین لیتے ہیں حتیٰ کہ زندگی بھی اور کسی کو بہت کچھ بلکہ سب کچھ دے جاتے ہیں۔ کسی کی ہستی بستی دنیا اجاڑ دیتے ہیں اور کسی کی بابا دنیا آباد کردیتے ہیں تمہیں یاد ہوگا جب میں پہلی بار کراچی گیا تھا بالکل ایسا ہی ایک حادثہ میرے ساتھ کراچی میں پیش آیا تھا اور میری آباد دنیا کو اجاڑ گیا اور کسی کی بابا دنیا بسا ڈالی۔

ہاں حمیرا یہ حادثہ ہی تھا جب میں اپنے دوست اصغر علی کے ساتھ کار میں سفر کررہا تھا کہ ایک موٹر سائیکل سوار ہماری گاڑی سے ٹکرا گیا۔ یہ ایک خوفناک اور غمناک ایکسیڈنٹ تھا جب میں اور اصغر گاڑی روک کر نیچے اترے تھے تو موٹر سائیکل سوار بے ہوش پڑا خون میں لت پت تھا اور اس کا ایک بیگ قریب پڑا بکھرا پڑا تھا۔ میں اور اصغر نے موٹر سائیکل سوار کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور میں نے وہ بکھرا پڑا سامان اٹھانا چاہا۔ بیگ کے اس سامان میں ایک ڈائری بکھری پڑی تھی اور اس کے کھلے اوراق میں سے ایک تصویر دنیا کے مناظر جھانک رہی تھی میں وہ تصویر دیکھتے ہی ساکت ہوگیا تھا۔ میرے سامنے دنیا کے مناظر دھندلا گئے۔ جاننا چاہو گی وہ تصویر کس کی تھی؟ ہاں حمیرا وہ تصویر تمہاری تھی اور موٹر سائیکل سوار کوئی اور نہیں۔ نبیل ہی تھا۔

ہم نبیل کو ہسپتال لے گئے اور اس کی ڈائری میں نے اپنے پاس رکھ لی۔ ڈائری کے پہلے صفحے پر نبیل کا ایڈریس اور رابطہ نمبر عبارت تھا میں نے ہسپتال سے اس کے رابطہ نمبر پر ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی اور میں اصغر

کو ہسپتال میں چھوڑ کر چلا آیا اور اصغر کو ہدایت دی کہ وہ نبیل کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے اصغر میرا گہرا دوست تھا وہ بھلا میری بات کیسے ٹالتا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک اچھا انسان بھی ہے۔

میں نے نبیل کی ڈائری حرف بہ حرف پڑھی۔ تم دونوں کے بچپن سے لیکر جدائی اور جدائی کے بعد تک کے حالات سے میں باخبر ہو چکا تھا جب تم دونوں کی محبت سے میں آشنا ہوا تب مجھے احساس ہوا کہ شادی سے پہلے ہونے والے محبت بھی سچی اور حقیقی ہوتی ہے۔

اور پھر میرے کہنے پر اصغر نے نبیل کی زبانی اس کے دل کے حالات معلوم کیے اصغر میرا دوست تھا اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تم سے نبیل کی چاہت اور اسکے دل کے حالات سن کر اصغر اور میں ساکت و جامد ہو گئے اس کے ایک ایک آنسو کو درد میں نے اپنے سینے میں ابھرتا محسوس کیا۔ نبیل کے ایکسیڈنٹ کے لگے زخم مندمل ہو چکے تھے مگر جو زخم اس کے دل میں اپنا مقام رکھتے تھے ایسا زخم کسی بھی دوا سے کبھی بھی نہیں بھرا کرتے۔

انسانی فطرت کے مطابق اگر میں ایسا سوچتا تو تعجب نہ تھا کہ نبیل نے میرے حق پہ ڈاکہ زنی کی ہے مگر میں سمجھنے لگا کہ تمہاری اور نبیل کی خوشیوں کا قاتل میں ہوں۔ میں خود کو قصور وار ٹھہرانے لگا۔ میں ایسا کیوں سوچنے لگا تھا؟ شاید اس لیے کہ میں نے بھی انتہائی محبت کی تھی۔ نبیل کے دل میں تمہارے لیے جتنی محبت ہے یہ صرف وہی جانتا ہوگا اور تم نبیل سے کتنی محبت کرتی ہو یہ بھی صرت تم ہی جانتی ہوگی۔ اور میں نے تم سے کتنی محبت کی ہے یہ میرے علاوہ کوئی نہیں جان پائے گا؟ ہم تینوں کی محبت اپنی اپنی شدت میں تھی۔

میں رات دن سوچنے لگا کہ کس طرح تمہیں آزاد کروں اور تمہیں تمہاری زندگی اپنی خواہش کے مطابق جینے کا حق دوں۔ ایسے میں ''فانی'' کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آ کر مجھے تڑپا جاتا تمہاری آزادی، خوشیوں اور محبت کے حصول کے درمیان صرف ایک دیوار ''فانی'' حائل تھی جب میں ایسا سوچتا ''فانی'' کا مستقبل مجھے ایسا کرنے سے روک دیتا میں بہت دنوں تو چاہتے ہوئے بھی کوئی حتمی فیصلہ نہ کر پایا اور بیگانہ بنا پھرتا رہا۔ لیکن پھر شاید خدا کو بھی تم دونوں کا ملن مقصود تھا اور یوں خدا نے خود ہی ''ہمارے بیٹے فانی'' جیسی دیوار نیست و نابود کر دی کیونکہ تم دونوں کی محبت سچی تھی۔

یوں میں اب کسی بھی فکر سے آزاد تھا اور میں نے سوچا ہے یہ گا ہے تمہارے دل میں اپنے لیے نفرت کے بیج بونے شروع کر دیئے تمہیں جلانے لگا۔ تمہیں تڑپانے لگا، تمہیں رلانے لگا اور تمہارے دل میں اپنے لیے شک کی جڑیں مضبوط کرتا چلا گیا۔

حمیرا! یہ محبت بھی عجیب ہوتی ہے۔ کہیں کسی کو آباد کر دیتی ہے اور کہیں کسی کو برباد! بالکل ایسے ہی محبت نے جہاں تم دونوں کو آباد کیا وہاں کسی کو برباد بھی کر دیا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ محبت کے ارادے معجزوں سے کم نہیں ہوتے۔ یہ سچ ہی تو ہے نبیل کی محبت نے تمہیں پانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اور تمہاری محبت، نبیل کی یادوں میں عمر گزار دینے کا ارادہ رکھتی تھی اور میری محبت نے تمہیں پا کر کھو دینے، اور تمہیں خوشیاں لوٹانے کا ارادہ کر لیا اور پھر یہی محبت کے ارادے معجزہ بن کر سامنے آئے اور سب کچھ تواتر سے ہوتا چلا گیا نبیل کی محبت کے ارادے نے تمہیں پا لیا۔ اور تمہاری محبت کے ارادے نے اپنی خوشیاں حاصل کر لیں۔ اور میری محبت کے ارادے نے اپنی محبت کو منزل تک پہنچا کر دم لیا۔

میری محبت کی منزل یہی تھی کہ میری محبت کی محبت کو اپنی منزل مل جائے۔ اور یہی محبت کی دراصل کامیابی ہے۔

اجازت چاہتا ہوں!

اصغر کو سطروں کے الفاظ دھندلائے اور بھیگے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ اس نے خط کو نظروں کے سامنے سے پرے کر دیا اور سسکتے ہوئے اپنے بدن کو بستر پہ چھوڑ دیا۔

نجانے کتنی دیر یہ عمل جاری رہا۔ معاف کیجئے گا دوست۔ تمہارا یہ خط میں حمیرا تک نہ پہنچا پاؤں گا۔ کیونکہ پھر وہ عمر بھر پچھتاوے کی آگ میں جلتی سلگتی رہے گی اور اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہے گا۔ یہ راز، راز ہی رہے تو اچھا ہوگا ہاں البتہ یہ ڈائری میں نبیل تک ضرور پہنچا دوں گا کیونکہ یہ اس کی امانت ہے۔ اصغر نے اپنی آنکھیں آستین سے خشک کیں اور پھر جیب سے سگریٹ لائٹر نکالا اور خط کو آگ کے حوالے کرنے لگا لائٹر جلا تھا اور پھر آگ خط کے کاغذ کا ایک نکڑ چھو گئی اور پھر آگ بھڑک اٹھی اور بتدریج بھڑکتی گئی۔ تمت بالخیر۔

❁❁❁

غزل

شکست آرزو نے کر دیا نادار کیا
میں اب کبھی کروں تیرا انتظار کیا
جذبوں پہ ہمارے لاکھ پابندیاں ہیں
ایسے ہیں ہم کر پائیں اظہار کیا
جینا بھی اک سزا ہو جنہیں
ان کے لئے جیت کیا ہار کیا
ہم ہیں راہی عمر بھر کے دوست
راستے ہموار ہوں یا ناہموار کیا
تمہارا دل پگھلے گا جب غم سے
تم بھی جان لو گے ہوتا ہے پیار کیا
ندیم ہم عشق کے انجام سے ڈر گئے
دیکھا جو راہ میں اڑتا غبار کیا

ندیم اقبال۔ منچن آباد

بن دیکھے دوست کے نام

تمہارے چاند سے چہرے پہ غم اچھے نہیں لگتے
ہمیں کہہ دو ہم چلے جائیں جو ہم اچھے نہیں لگتے
ہمیں وہ زخم دو جاناں جو عمر بھر نہ بھر پائیں
جلدی جو بھر جائیں وہ زخم اچھے نہیں لگتے
تمہیں ہر غزل میں لکھنا میرا دستور ہے
لیکن ہر محفل میں تیرے چرچے اچھے نہیں لگتے

رانا جی۔ لاہور

غزل

غم ملتے رہے اسی طرح خوشی کی آڑ میں
جیسے چھپی ہو موت زندگی کی آڑ میں
اچھا ہوا جو حال دل پوچھا نہیں میرا
ورنہ غم ہی غم ملتے خاموشی کی آڑ میں

مجھے خوش دیکھ کر لوگ جلتے رہے
پوشیدہ رکھے غم کتنے ہنسی کی آڑ میں
اب کروں تو کس پہ بھروسہ کروں
دوستوں نے دھوکے دیئے دوستی کی آڑ میں

جمال الدین۔ لاہور

اچھا لگتا ہے

یوں راتوں کو رونا بڑا اچھا لگتا ہے
تیری یاد میں تڑپنا بڑا اچھا لگتا ہے
میری آرزو ہو تم میری جستجو ہو تم
تجھے پیار کرنا بڑا اچھا لگتا ہے
سدا رہے تیرا نقش میرے دل کے اندر
تیرے نقش سے باتیں کرنا بڑا اچھا لگتا ہے
میرے سامنے ہو کتابوں کے ورقوں میں تم
تیرے دل کے ورقے پڑھنا بڑا اچھا لگتا ہے
مجھ کو تمہارا چہرہ دیکھنا ہر وقت نصیب ہو
تیرے چہرے کو دعائیں دینا بڑا اچھا لگتا ہے

ریاض احمد۔ لاہور

”محبت کی انوکھی سزا“

☑.....تحریر: محمد لقمان غنی، لیہ

ذیشانِ مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا وہ مجھے بہت مارتا پیٹتا رات کو بہت دیر سے
گھر اتا تھا میں اگر پوچھتی تو وہ کہتا کہ تم کو مجھ سے پوچھنے کا کوئی حق
نہیں ھے شادی کے ایک سال بعد میرے ابو اس دنیا فانی سے چل بسے اور ذیشان کا
راستہ اور بھی صاف ہو گیا وہ مجھے بہت زیادہ مارتا مجھے زندگی عذاب لگنے
لگی شادی کے چوتھے سال ذیشان نے دوسری شادی کر لی اور مجھے مار مار کر
گھر سے نکال دیا اور طلاق نامہ لکھ کر میرے گھر بھیج دیا ۔

قارئین میں جو کہانی لکھنے جا رہا ہوں وہ میرے پیارے کزن کی ہے اور بالکل سچ پر مبنی ہے پیارے قارئین محبت کا نام بہت ہی آسان ہے مگر اس لفظ کی حقیقت بہت ہی بھیانک ہے اور محبت کرنا تو بہت آسان ہے مگر اس کو نبھانا بہت ہی مشکل ہے محبت کو صرف وہی نبھا سکتے ہیں جو اس کی حقیقت جانتے ہوں اور بالکل سچی محبت کرتے ہوں ٹائم پاس نہ ہو دل لگی نہ ہو۔

محبت کرنا پھر نبھانا بہت ہی مشکل ہے محبت میں عزت بھی جاتی ہے بسا اوقات زندگی کو بھی روگ لگتا ہے خوشیاں چھن جاتی ہیں غم اور تنہائی مقدر بن جاتی ہے اگر محبوب ساتھ نہ دے تو اور اگر محبوب سچا ہو اور ساتھ دے تو خوشیاں مقدر بن جاتی ہیں۔ زندگی پہلے سے بھی زیادہ حسین لگنے لگتی ہے آیئے قارئین کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام عظیم ہے ہم بہت بہن بھائی ہیں جن کا ذکر میں یہاں ضروری نہیں سمجھتا جب میں پیدا ہوا تو میرے گھر والوں نے بہت ہی خوشیاں منائی کیوں کہ بہت سی بیٹیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی دولت سے نوازا تھا جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے والد نے مجھے قریب ہی ایک سکول میں داخل کروا دیا مجھے پڑھنے لکھنے کا شوق شروع ہی سے بہت زیادہ تھا جب میں آٹھویں کلاس میں پہنچا تو ہمارے گھر کے ساتھ والے گھر میں کرائے دار آئے جو بہت ہی اچھے تھے ان کی ماں اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ گھر میں اکیلی رہتی تھی اور ان کے والد باہر ملک کام کرتے تھے لڑکا چونکہ چھوٹا تھا اس لیے مجھے ہی ان کا کام کرنا پڑتا تھا اس طرح ہماری ان کے ساتھ بہت جلد ہی اچھی جان پہچان ہو گئی میں ہر روز ان کے گھر آتا وہ لڑکا چونکہ اکیلا ہوتا تھا اس لیے ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا میرے سکول کے ساتھ ہی ایک لڑکیوں کا سکول تھا وہ لڑکی وہاں ایڈمٹ ہو گئی کچھ دنوں کے بعد مجھے اس لڑکی سے محبت سی ہونے لگی میں جب تک اسے نہ دیکھتا مجھے چین نہ آتا تھا میں نے سوچا کیوں نہ اظہار محبت کیا جائے میں یہی سوچ کر گھر آیا اور اسے خط لکھا اور جیب میں رکھ لیا یہ سوچ کر کہ موقع ملتے ہی اسے دے دوں گا میں یہی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ کمرے میں میری امی آ گئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا آج تمہارے ماموں کا فون آیا تھا وہ شام کو آ رہے ہیں تم جاؤ بازار سے کچھ سامان خرید لاؤ میں نے گاڑی نکالی اور بازار چلا گیا بازار سے سامان خریدا سامان خرید کر میں واپس آ رہا تھا کہ میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا مجھے جلد ہی ہسپتال پہنچا کر میرے گھر فون کیا گیا تو میرے گھر والے جلد ہی

ہسپتال پہنچ گئے مجھے زیادہ چوٹیں تو نہ آئیں مگر گاڑی کا بہت نقصان ہوا تھا جلد ہی آنٹی اور شمائلہ بھی پہنچ گئیں قارئین میں آپ کو بتا تا چلوں کہ میری جان کا نام شمائلہ ہے۔

آنٹی نے میری بہت ہی زیادہ خدمت کی اور میرا دل جیت لیا اور دس دنوں کے بعد میں بالکل ٹھیک ہو کر گھر لوٹ آیا گھر آنے کے دو دن بعد جب سکول گیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہفتہ بعد پیپر ہیں میں نے تو بالکل تیاری ہی نہیں کی تھی تو میں نے شمائلہ کے گھر جا کر کچھ کاپیاں وغیرہ مانگیں تا کہ کچھ تو تیاری ہو جائے تو اس نے کہا شام کو میں خود ہی دینے آ جاؤں گی شام کو وہ ہمارے گھر آئی اور وہ سب چیزیں جو میں نے مانگی تھیں وہ دے گئی جب میں نے ان چیزوں کو اٹھایا تو مجھے ان میں سے خوشبوسی محسوس ہوئی تو میں نے ایک کاپی جس کی تیاری کرنی تھی اسے اٹھا کر کھولا تو پہلے ہی صفحے میں ایک خط رکھا ہوا تھا جس کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔

مائی ڈیئر عظیم سلام محبت۔ عظیم میں تم سے بہت ہی زیادہ محبت کرتی ہوں جب سے تم کو دیکھا ہے بس تمہاری ہو کر رہ گئی ہوں ہر وقت تمہارے خیالوں میں مگن رہتی ہوں محبت کا جواب محبت سے دینا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی۔

والسلام فقط آپ کی دیوانی شمائلہ عظیم۔

خط پڑھ کر میں بہت زیادہ خوش ہوا حقیقت ہے جب محبوب ساتھ دے تو زندگی بہت ہی حسین لگنے لگتی ہے تو میں نے بھی ایک خط لکھنے کا فیصلہ کیا پھر میں نے اپنی جان کی طرف خط لکھا جس کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔

جان سے پیاری شمائلہ سلام محبت قبول ہو۔

میں تم سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جان پیار محبت کوئی کھیل نہیں اب جب تم نے محبت کی ہے اور اظہار بھی کر لیا ہے تو پلیز مجھے ان راہوں میں اکیلا مت چھوڑنا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گا آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

اندھیری رات سے ڈر لگتا ہے
اب اپنے آپ سے ڈر لگتا ہے
بچھڑ نہ جاؤں کہیں تم سے
مجھ کو بس اسی بات سے ڈر لگتا ہے

والسلام فقط آپ کا دیوانہ عظیم S

خط لکھ کر میں نے جیب میں رکھ لیا اور دوسرے دن ان کے گھر جا کر اپنی جان کو خط دے آیا پھر کوئی جواب نہ آیا ہمارے پیپر شروع ہو گئے پیپروں کے بعد چھٹیوں میں ہماری بہت ساری ملاقاتیں ہوئیں ہم نے بہت سے وعدے کیے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں ہمارا پیار اسی طرح پروان چڑھتا رہا پھر کچھ ہی دنوں بعد شمائلہ کے ابو چھٹی پر آئے تو دو تین دن وہ وہیں رہے پھر سب کو لیکر اپنے گاؤں چلے گئے کچھ دنوں کیلئے میں بہت تڑپتا رہا چونکہ میرے پاس ان کا کوئی نمبر وغیرہ نہ تھا جی چاہتا تھا کہ اڑ کر جاؤں اور اپنی جان سے مل آؤں لیکن تیسرے دن میرے موبائل پر ایک نئے نمبر سے کال آئی میں نے او کے کیا تو دوسری طرف سے شمائلہ کی آواز تھی میں بہت ہی زیادہ خوش ہوا کیونکہ موت کے بعد مجھے ایک نئی زندگی ملی تھی ہم نے ڈھیر ساری باتیں کیں پھر روز شمائلہ اسی نمبر سے کال کرتی اور ہم بہت سی باتیں کرتے پھر ایک روز شمائلہ نے جب کال کی تو اس کی آواز مجھے بہت ہی دکھی محسوس ہوئی میرے پوچھنے پر اس نے کہا کہ عظیم میری جان یہ بات نہ پوچھو تو ہی اچھا ہے جب میں نے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے گھر والے میری شادی کہیں اور کرنا چاہتے ہیں مگر میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی لیکن وہ میری بات نہیں مان رہے پھر اچانک فون بند ہو گیا میں نے نمبر ملانا چاہا مگر نمبر آف تھا اس کے بعد نہ ہی کوئی کال آئی اور نہ ہی نمبر کھلا میں بہت اداس ہو گیا مگر تیسرے دن وہ سب گاؤں سے واپس آ گئے مگر شمائلہ کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا پھر اس کے ابو واپس چلے گئے اور ہم پھر سے ہنسی خوشی ملنے لگے ہماری محبت بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ اگر ہم ایک دوسرے کو جب تک دیکھ نہ لیتے ہمارا دن اچھا نہ گزرتا تھا اسی دوران ہم نے نویں کلاس کا بھی امتحان دے دیا اور ابھی ہمارے دسویں کے امتحان قریب تھے جب ہم نے دسویں کے امتحان دے دیئے تو شمائلہ نے پڑھائی کو خیر باد کہہ دیا اور گھر بیٹھ گئی ایک دن جب میں شمائلہ کے گھر اس سے ملنے گیا تو اس نے کہا عظیم میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی پلیز اپنے گھر والوں کو رشتہ کیلئے بھیجو تو میں نے کہا ہاں میں بہت جلد اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیج دوں گا اور میں نے گھر آ کر اپنی امی سے بات کی تو امی نے کہا کہ ٹھیک ہے میں تمہارے ابو سے بات کروں گی ایک ہفتہ کے بعد میں نے پھر امی کو کہا تو میری امی کہنے لگیں کہ ہم کل شمائلہ کے گھر جا کر بات کر آئیں گے پھر دوسرے دن میرے امی ابو رشتہ کیلئے چلے گئے میں بے تابی سے ان کا انتظار کرنے لگا جب وہ واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے کچھ ٹائم مانگا ہے میرے بہت تنگ کرنے پر میرے امی ابو ایک مہینہ کے بعد پھر گئے جب واپس آئے تو ان کے چہرے بجھے بجھے سے تھے میرے پوچھنے پر کہا کہ انہوں نے انکار کر دیا ہے۔

ایک دن میں شمائلہ سے ملنے گیا تو شمائلہ کی امی نے کہا عظیم پلیز ہمارے گھر نہ آیا کرو میں نے کہا کہ آنٹی شمائلہ سے تو پوچھ کر دیکھو اس نے کہا تم خود ہی پوچھ لو پھر میں اپنی جان کے پاس گیا تو میں نے کہا شمائلہ تمہاری امی نے مجھے یہاں آنے سے منع کیا ہے تو شمائلہ نے فوراً کہا ٹھیک ہی تو کیا ہے امی نے اس میں غلط کیا ہے اس کے یہ الفاظ سنتے ہی میرے پاؤں زمین سے اکھڑنے لگے میری سانس رکنے لگی میں نے سوچا وہی شمائلہ جو مجھے دیکھے بنا جی نہیں سکتی تھی وہی آج مجھے اپنے پاس آنے سے ملنے سے روک رہی ہے میں خاموشی کے ساتھ اپنے گھر چلا آیا میری حالت دن بدن بگڑنے لگی نہ پڑھائی میں دل لگتا نہ گھر میں دل لگتا اور نہ ہی مجھے نیند آتی تھی میری حالت دیکھ کر گھر والے بہت پریشان ہو گئے مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ بہت زیادہ سوچنے اور آرام نہ کرنے کی وجہ سے حالت اور زیادہ خراب ہو سکتی ہے میرے گھر والے مجھے بہت سمجھاتے کہ اسے بھول جاؤ دنیا بہت ہی زیادہ حسین ہے تم شادی کر لو سب بھول جاؤ گے مگر میں نے شادی سے انکار کر دیا قارئین میں نے شمائلہ کی طرف خط لکھا کہ پلیز آخری بار مجھے ملو پھر زندگی بھر تمہارے سامنے نہیں آؤں گا تو اس نے کہا ٹھیک ہے تو میں شمائلہ سے ملنے اس کے گھر گیا میں جو بھی بات کرتا وہ ہوں ہاں میں جواب دیتی میں نے کہا شمائلہ یاد رکھنا تم بھی کسی سے سچی محبت کرو گی بالکل میری طرح اور وہ تم سے صرف اور صرف دل لگی کرے گا بالکل تمہاری طرح اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور میں ٹوٹا دل لے کر ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنے گھر لوٹ آیا اس کے تین ہفتے بعد وہ لوگ گھر چھوڑ کر کہیں چلے گئے قارئین سچ کہتے ہیں وقت مرہم ہوتا ہے ان کے جانے کے بعد میری حالت سنبھلنے لگی میں دوبارہ سے پڑھائی میں مگن ہو گیا میرے گھر والے بہت ہی زیادہ خوش ہوئے آہستہ آہستہ میں شمائلہ کو بھولنے لگا قارئین بی اے کرنے کے بعد میرے گھر والوں نے میری شادی میری کزن سے کر دی جس کا نام A ہے وہ میرے لیے بہت ہی اچھی اور محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئی جس نے میرے تمام غموں کو سمیٹ لیا اور میرے آنگن میں خوشیاں ہی خوشیاں بھر دیں دو سال بعد اللہ نے ہمیں ایک چاند سا بیٹا دیا جس کا نام ہم نے فرقان رکھا اسی طرح اللہ نے ہمیں ایک اور بیٹا دیا اور اس کے بعد ایک بیٹی کی نعمت سے نوازا۔

ایک دن ہمارے گھر میں ایک عورت آئی جس کی حالت بگڑی ہوئی تھی آ کر میرے قدموں میں گر گئی اور معافی مانگنے لگی میں نے اس سے کہا تم ہو کون تمہارا نام کیا ہے اور کس چیز کی معافی مانگنا چاہتی ہو تو اس نے کہا میرا نام شمائلہ ہے اور میں کچھ سال پہلے یہیں رہتی تھی اس کا نام لیتے ہی میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر میں نے اس سے کہا کیا ہوا تمہیں یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے اپنا اس نے کہا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا اس کے بدلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہے اس نے کہا ہمارے یہاں سے جانے کے بعد ابو واپس اپنے ملک آ گئے ہم نے اپنا گھر خریدا جس کے پڑوس میں بہت ہی سلجھی ہوئی فیملی رہتی تھی ان کا ایک بیٹا تھا جو مجھے پہلی ہی نظر بھا گیا لیکن میں خاموش رہی

تاکہ دیکھ سکوں کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے یا نہیں کچھ ہی دنوں کے بعد اس نے اظہار محبت کر لیا لیکن میں تو پہلے ہی اس کی منتظر بیٹھی تھی یوں ہماری محبت پروان چڑھتی رہی میرے کہنے پر اس نے اپنے گھر والوں کو رشتہ کیلئے بھیجا تو میرے گھر والوں نے ہاں کر دی تو کچھ ہی مہینوں بعد ہماری شادی بھی ہو گئی۔ شادی کے ایک دو ہفتہ بعد ہمارے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔ کیونکہ ذیشان مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا وہ مجھے بہت مارتا پیتا راتوں کو بہت دیر سے گھر آتا تھا میں اگر پوچھتی تو وہ کہتا کہ تم کو مجھ سے پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے شادی کے ایک سال بعد میرے ابو اس دنیا فانی سے چل بسے اور ذیشان کا راستہ اور بھی صاف ہو گیا وہ مجھے بہت زیادہ مارتا مجھے زندگی عذاب لگنے لگی شادی کے چوتھے سال ذیشان نے دوسری شادی کر لی اور مجھے مار مار کر گھر سے نکال دیا اور طلاق نامہ لکھ کر میرے گھر بھیج دیا اب مجھے تم سے کی ہوئی بے وفائیاں یاد آ رہی ہیں اور تم سے کیے ہوئے وعدے یاد آ رہے ہیں پلیز عظیم مجھے معاف کر دو شاید میں چین کی زندگی گزار سکوں میں نے اسے معاف کر دیا اور وہ خوشی خوشی چلی گئی قارئین کیسی لگی میرے کزن کی آپ بیتی قارئین اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا اور شائلہ کیلئے دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوشیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ہم وفا کرتے رہے وہ جفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے

❁❁❁

غزل

میں نے جس کو دل یہ دیا ہے
میں نے جس کو پیار کیا ہے
وہ ہو تم
میری زندگی میں نہ اب کچھ کمی ہے
تمہارے لبوں پہ جو بکھری پڑی ہے
وہ شبنم نہیں وفا کی نمی ہے
میں نے جس کو دل یہ دیا ہے
میں نے جس کو پیار کیا ہے وہ ہو تم
سنبھالا تھا میں نے بہت اپنے دل کو
مگر یہ دیوانہ مچلنے لگا ہے
میرے بس میں نہ میرا جیا ہے
میں نے جس کو دل یہ دیا ہے
میں نے جس کو پیار کیا ہے وہ ہو تم

معن عالیہ۔ کراچی

غزل

جب سے بیگم نے مرغا بنا رکھا ہے
میں نے نظروں کی طرح سر بھی جھکا رکھا ہے
برتنوں آج میرے سر پہ برستے کیوں ہو
میں نے تم کو تو ہمیشہ سے دھلا رکھا ہے
پہلے بیلنی نے بنایا میرے سر پہ گومڑ
اور چمٹے نے میرا گال سجا رکھا ہے
سارے کپڑے تو جلا ڈالے بیگم نے میرے
زیب تن رہنے کو بنیان بھٹا رکھا ہے
وہی دنیا میں مقدر کا سکندر جہاں میں ٹھہرا
جس نے خود کو یہاں شادی سے بچا رکھا ہے
پی جا رس مار کی تلخی کو بھی ہنس کر زاہد
مار کھانے میں بھی قدرت نے مزا رکھا ہے

زاھداللہ تجوڑی۔ دوڑ خیل

معصومیت

- معصومیت حسن کا پہلا لبادہ ہے۔
- معصومیت ایک خوبی ہے جو ہر ایک کو بھلی لگتی ہے۔
- اگر روح بیدار اور فطرت معصوم ہو تو انسان بہت جلد اپنی غلطی سمجھ لیتا ہے۔
- معصومیت میں منافقت نہیں ہوتی۔

"اظہار محبت"

تحریر: سائرہ ارم، جہلم

سجاول نے رابیل کا بازو پکڑ کر باہر صحن میں لے آیا، جہاں بارش خوب برس رہی تھی آج سجاول اور رابیل یوں بارش میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہے تھے، رابیل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا وہ خود کو آسمانی مخلوق سمجھنے لگی تھی......بارش میں بھیگتے بھیگتے انہیں احساس بھی نہ ہوا کہ بارش تو کب کی تھم گئی، گارڈن میں لگے فلاور بھی آج اتنی خوشی سے جھوم رہے تھے آسمان صاف شفاف ہو گیا تھا، پرندے بھی خوشی سے اپنی سریلی آوازوں میں گن گا رہے تھے اور سجاول کے اندر کا غم بھی آج بارش کے پانی سے دھل گیا تھا سجاول نے رابیل کی بھیگی زلفوں کو سلجھاتے ہوئے کچھ ایسے کہا......

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

جانے کیوں شکست کا عذاب لیے پھرتا ہوں
میں کیا ہوں اور کیا جواب لیے پھرتا ہوں
اس نے ایک بار کیا تھا سوال محبت
میں ہر لمحہ وفا کا جواب لیے پھرتا ہوں
اس نے پوچھا کب سے وہ نہیں سویا
میں تب سے رات جاگنے کا حساب لیے پھرتا ہوں
اس کی خواہش تھی کہ میری آنکھوں میں آنسو دیکھے
میں اس وقت سے آنسوؤں کا سیلاب لیے پھرتا ہوں
افسوس کہ پھر بھی وہ میرا نہ ہو سکا......
میں جس کی آرزو کی کتاب لیے پھرتا ہوں

آج موسم کافی خوشگوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، گارڈن میں لگے پھول ہوا سے جھلملا رہے تھے لگتا تھا جیسے یہ پیار سے آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوں۔

آسمان پر بڑے گہرے بادل نمودار ہو گئے اور پھر اچانک تیز بارش شروع ہو گئی۔

مسٹر سجاول اس سارے منظر کو انجوائے کر رہا تھا کہ اچانک اس کا مائنڈ دور کہیں ماضی کی یادوں میں کھو گیا وہ اپنے بیتے دنوں کو یاد کرنے لگا بارش میں کھڑا دور کہیں سوچوں کے محور میں ڈوبا ہوا سجاول نجانے کتنی لمبی مسافت طے کر چکا تھا اسے آس پاس کی کچھ خبر نہ تھی نہ جانے کیوں آج پھر وہ بارش میں تنہا کھڑا اپنے گرد اٹھنے والی مٹی کی خوشبو کو محسوس کر رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ میں کل بھی تنہا تھا اور آج بھی تنہا ہوں۔

کتنا بدنصیب ہوں میں آنکھوں سے اشکوں کی برسات رواں تھی سجاول افسردہ لہجے میں خود کو ہی کوسنے لگا۔

اے سجاول تو بے وفا ہے تو ہرجائی ہے تو بہت ظالم انسان ہے اگر تجھے تیرا پیار تیری محبت نہ ملی تو تجھے اس بات کا دکھ ساری عمر رہے گا لیکن کیا تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ تو نے بھی کسی کا دل توڑا ہے تجھے بھی کوئی دل سے چاہتا تھا اور شاید اب بھی چاہتا ہے

جیسے تو اقصیٰ کو چاہتا تھا ویسے تجھے بھی کوئی چاہتا تھا تو نے اچھا نہیں کیا سجاول، سجاول یو آر بیڈ بوائے

وقت آج بھی تمہارا ویٹ کر رہا ہے جاؤ اسے ہاتھ میں لو شاید تمہارے دکھوں کا مداوا ہو سکے جاؤ سجاول فار گاڈ سیک سجاول۔

اس سے پہلے کہ بارش تھم جائے اس سے پہلے کہ یہ پانی کی لہریں ٹھہر جائیں اس سے پہلے کہ یہ موسم ایک بار پھر تم سے روٹھ جائے جاؤ اور اپنی منزل کو حاصل کرو۔

اگر راہ میں مشکلیں آئیں تو گھبرانا مت سجاول کبھی غم نہ کرنا آج دیر نہ کرنا اگر آج لیٹ ہو گئے تو سوچ لینا تم بہت کچھ کھو دو گے پلیز ہری اپ سجاول۔ یہ نہ ہو کہ پچھتاوا مقدر بن جائے۔

انسان دو چیزوں سے ہمیشہ ہارتا ہے "وقت اور پیار"

دونوں زندگی میں خاص ہوتے ہیں وقت کسی کا نہیں ہوتا اور پیار ہر کسی سے نہیں ہوتا۔

برسوں بعد مسز ملک گارڈن میں لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی انہیں پھولوں سے بہت پیار تھا سارا دن پھولوں اور پودوں کی باتیں بچوں کے سامنے بھی یعنی اپنے پوتے پوتیوں کے سامنے لیکن بچے کبھی بھی ان کی باتوں کو دھیان سے نہ سنتے۔

آج مسز ملک ذرا اداس تھی...... شاید انہوں نے کسی پودے کو سوکھا ہوا دیکھ لیا یا پھر شاید کوئی اور بات دل سے لگائی تھی۔ انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی خود کو گارڈن سے دور ہو جانا چاہا مسز ملک دھیمے دھیمے قدم اٹھاتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں آ کر صوفے پر نیم دراز ہو گئیں کہ اچانک آمنہ کی آواز نے چونکا دیا۔

دادو، دادو، آپ یہاں ہیں میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں آمنہ نے نہایت غصیلے انداز میں کہا۔

ارے بیٹا! آج میری طبیعت ذرا خراب ہے اس لیے پودوں کو پانی بھی نہیں دے سکی، دادو، دادو میں اور امی آپی کی شادی کی تیاری کیلئے مارکیٹ جا رہے ہیں دادو آپ کیلئے کیا لائیں۔

نہیں نہیں بیٹا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ آپ لوگ جلدی جاؤ اور ہاں واپسی پر میرے لیے تازہ پان پیک کروا لانا جی اچھا دادو میں چلتی ہوں آمنہ پاؤں پٹختی ہوئی چل دی۔

مسز ملک کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ایک بیٹے کا نام مسٹر واصف اور دوسرے کا مسٹر کاشف اور بیٹی کا نام کشمالہ تینوں ماشاء اللہ اپنے اپنے گھروں والے تھے۔ اور ان کے ہاں بچوں نے خوب رونق کی ہوئی تھی مسٹر واصف کی بیوی کا نام عائشہ اور ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا اقصیٰ، آمنہ اور علی۔

جبکہ مسٹر کاشف کی بیوی کا نام خالدہ ہے اور ان کے ہاں بھی تین بچوں نے جنم لیا دو بیٹے اور ایک بیٹی، بیٹی کا نام حنا اور بیٹے سب سے بڑا سجاول اور چھوٹا یاور مسز ملک کی بیٹی کشمالہ کی شادی دبئی میں قریبی رشتہ داروں میں ہوئی تھی اور ان کی بھی دو بیٹیاں تھیں عنبر اور رابیل جبکہ مسٹر ملک اس دنیا فانی سے جا چکے تھے۔ یہ تھا ملک خاندان کا مختصر سا تعارف۔

بچے جوانی کی دہلیز میں قدم رکھ چکے تھے ان کے اندر پیار و محبت کے جذبات اگل رہے تھے۔ ملک خاندان میں کافی عرصہ بعد آج فرسٹ ٹائم کوئی خوشی منائی جا رہی تھی۔ وہ تھی اقصیٰ کی شادی، سب ہنسی خوشی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے ہر طرف گہما گہمی تھی ہر چہرہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔

اقصیٰ آپی تم جب چلی جاؤ گی تو میں تو اکیلی رہ جاؤں گی آمنہ نے معصومیت جتاتے ہوئے کہا۔

ارے نہیں میری جان ایسا نہیں کہتے باقی گھر والے تو ہیں نا!

چلو مسکراؤ میری پیاری سی گڑیا رانی، اداسی تمہارے چہرے پہ اچھی نہیں لگتی۔

اقصیٰ اور آمنہ دونوں سسٹرز آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ اچانک ان کا کزن یاور بھی آ گیا اوہ، ہو اقصیٰ آپی تو جا رہی ہیں بس کچھ دنوں کی مہمان ہیں۔

آ۔ آمنہ تم تو نہیں جاؤ گی نا، مجھے چھوڑ کر کیا کہہ رہے ہو مسٹر یاور۔

ہوش میں ہو تم! جی بالکل ہوش میں ہوں آمنہ آج

ہی تو میں ہوش میں آیا ہوں۔

ارے شکل دیکھی ہے تم نے اپنی لمبی ناک والے، کیا کیا کہا میری ناک لمبی ہے تو اپنی گردن نہیں دیکھی تم نے غور سے دیکھو کدھر جارہی ہے۔ سرو کی طرح بڑھتی ہی جارہی ہے۔

تم دونوں یونہی ساری عمر لڑو گے یا کبھی صلح بھی ہوگی جب دیکھو لڑتے ہی رہتے ہو۔ ارے اقصیٰ آپو لڑائی وہاں ہوتی ہے جہاں پیار ہوتا ہے۔ کیوں جی آمنہ I dont know آمنہ نے جان بوجھ کر ایسے جواب دیا کہ یاور خود اس کی باتوں کا مذاق لیں۔

آمنہ، آمنہ یاور خوب بالوں کو سنوارتے ہوئے بولا ایک بات کہوں نہیں۔ کیوں، میرے پاس تمہاری فضول باتوں کا ٹائم نہیں، But why اس کی کوئی ریزن تو ہوگی نا۔ اچھا بڑی ناک والے بتاؤ کیا بات ہے۔ آمنہ

یہ عشق کیا ہے کک کیا ہاں آمنہ یہ کیا ہے۔ یاور مجھے اس کے بارے میں زیادہ انفارمیشن تو نہیں ہے لیکن اتنا جانتی ہوں کہ یہ ایک بیماری کا نام ہے۔

. وٹ یہ بیماری ہے یاور بوکھلا کر بولا۔

آمنہ دل ہی دل میں خوب انجوائے کر رہی تھی۔

ہاں ہاں یاور یہ بیماری یعنی عشق کی بیماری جسے لگ جائے وہ وہ آمنہ کیا وہ وہ لگا رکھی ہے بتاؤ نا پلیز یہ نہ ہو کہ میری جان نکل جائے پلیز ٹی می۔ وہ وہ پاگل ہو جاتا ہے کیا ہاں جی بٹ تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔ آمنہ نے شرارت سے کہہ دیا۔

کیا تمہیں بھی کسی لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔ آئی مین ''پیار'' ہاں ہاں میری بیوٹی فل سویٹ سی کزن ہے۔

اور وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے لیکن لیکن کیا یاور، لیکن یہ کہ وہ مجھ سے بہت لڑتی ہے چڑیلوں کی طرح یاور کہیں تم مجھے تو نہیں کہہ رہے ارے تم سے کون کہتا ہے ہر بات اپنی طرف موڑ لیتی ہو لمبی گردن والی لیکن یاور، لیکن ویکس کچھ نہیں۔

آمنہ ایک بات کہوں۔ ہاں کیوں وہ لڑکی ہے بہت خوبصورت وہ رہتی کدھر ہے۔ وہ اس وقت بالکل میری آنکھوں کے سامنے ہے یہ سنتے ہی آمنہ زور زور سے ہنسنے لگی۔

تم گئے یاور کمال تم تو اب پاگل پاگل یاور اس کے منہ سے یہ سب سن کر مسکرانے لگا۔

اے گرل تم کسی غلط فہمی میں مت رہنا، تمہیں تو پتہ ہے نا کہ کالج میں لڑکیاں کیسے میرے آگے پیچھے پھرتی ہیں۔ لڑکیاں اور وہ بھی تمہارے پیچھے اوہ لمبی ناک والے اتنے خوش فہم تم بھی نہ ہو۔

آخر میں ہوں جو ہنڈسم سمارٹ لڑکا، لڑکیاں تو میرے ہیئر سٹائل پر مرتی ہیں، کیا تم نے کبھی نوٹ کیا وہ جو تمہاری کلاس میں سانولی رنگت والی ہے وہ جس کے ماتھے پہ تل بنا ہے کتنی اچھی لڑکی ہے نا، وہ مجھ میں بہت انٹریسٹ لیتی ہے۔ ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں تم میں، کہ کہ، کالج کی لڑکیوں کو صرف تم ہی ملے تھے۔

سیدھے کیوں نہیں کہتے کہ تم ہی ہر لڑکی کو دیکھ کر اس کے دیوانے بن جاتے ہو۔

آمنہ یہ کہتے ہوئے باہر لان کی جانب چل دی۔ یاور پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔ ان فیکٹ یاور آمنہ کو جان بوجھ کر ستا رہا تھا۔ رئیل میں! تو وہ آمنہ ہی کو پسند کرتا تھا۔

* * *

یاور کا سیکنڈ برادر بہت ہی شریف اور سلجھا ہوا شخص تھا وہ اپنا آپ کسی دوسرے کیساتھ شیئر نہیں کرتا تھا ہر وقت اپنے روم میں اسٹڈی یا ڈائری میں مگن رہتا گھر ہو یا کالج ہر جگہ ہی سنجیدہ رہتا۔ ہر کوئی اس کی تعریف کرتا لیکن اس کے اندر چھپے درد کو کبھی کسی نے فیل نہیں کیا یاور اس کے برعکس شرارتی اور باتونی تھا خاص طور پر اپنی دادو مسز ملک سے بہت کلوز تھا۔

آمنہ، علی، یاور، سجاول اور بیٹی حنا جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ شاپنگ کیلئے جانا ہے جلدی کرو ابھی اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں عائشہ اونچی آواز سے اعلان کر رہی تھی۔

جلدی جلدی سب گاڑی میں سوار ہو گئے۔ میں یہ لوں گا میں وہ لوں گا میں چنری والے دوپٹے لوں گا اپنے

دوستوں کے ساتھ مہندی والے دن بھنگڑا ڈالوں گا خوب بنا بنا کے یاور کہہ رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد سب مارکیٹ انٹر ہوئے یاور اترو بھی کہاں کھو گئے دراصل یاور کا دھیان ایک لڑکی پر پڑ گیا تھا۔ جسے وہ گھور گھور کے دیکھ رہا تھا دیکھتا بھی کیوں نا اس کی ڈریسنگ ہی کمال کی تھی۔

ریڈ شرٹ اور اسکائے بلیو جینز میں ملبوس تھی آنکھوں پہ گلاسز اور لمبے کالے ہیئر جو اس نے نہایت خوبصورتی سے اپنے شولڈر پر سجائے تھے اب اترو بھی مسٹر یاور، آمنہ نے اونچی آواز میں کہہ دیا۔ کہ یاور چونک سا گیا۔ ارے یار اتنا پیارا اسائٹ نظر آرہا تھا کہ تم نے تو سارا مزہ ہی خراب کر دیا ہے۔ آمنہ یاور کی عادت سے بخوبی واقف تھی اور اندر سے تو بہت جیلس بھی ہو رہی تھی آخر کب سدھرو گے یاور۔

جب تم کہو گی! تم ہر بات مذاق میں کیوں لیتے ہو۔ ارے یار تم مجھے منع کرو نا تمہارا حق بنتا ہے کیا کہاں وہی جو تم نے سنا کیا۔ چونک گئی ناں۔

میری سویٹ سی کزن! آج نجانے کیوں آمنہ اس کی باتوں میں ذرا کھوئی گئی تھی یاور کو اس نے کبھی بھی نہیں روکھا تھا کیونکہ ہر ایک کے ساتھ مذاق کرنا اس کی ہیبٹ بن گئی تھی۔

کیا یاور واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے یا ویسے بھی مذاق میں لیتا ہے کیا واقعی مجھ میں انٹریسٹ لیتا ہے اے میرے خدا یہ میں کس مشکل میں پڑ گئی اے میرے مالک تو مجھے اس امتحان میں کامیاب کر! بچو کیا سب کی شاپنگ مکمل ہو گئی ہے عائشہ نے بڑے اطمینان سے پوچھا نہیں ماما میں نے تو ابھی کچھ بھی نہیں لیا۔ تو تم کب سے کیا کر رہی ہو۔ کیا تمہیں ابھی تک کوئی چیز پسند نہیں آئی ارے تائی جان...... آپ کی لاڈلی بیٹی کو صرف ایک ہی چیز پسند ہے...... وہ کیا بیٹا۔ ارے تائی جان آمنہ سے ہی پوچھئے یہ بہتر جانتی ہے......

آمنہ کی رنگت زرد پڑ گئی اور حیرت سے یاور کا منہ تکنے لگی، ارے بیٹا تم لوگ ایسا کرو بعد میں آ جانا ہمیں جلدی ہے گھر میں کافی کام بھی کرنے ہیں اور کل سے مہمانوں کی آمد بھی شروع ہو جائے گی لیکن میری بات سنو ایسا کرنا واپسی پر حنا کی ریڈ کلر کے ساتھ میچنگ چوڑیاں بھی لے آنا اور دادو کیلئے کانچ کے خوبصورت کنگن آمنہ دھیان سے میچ کرنا۔

تائی جان آپ بالکل فکر نہ کریں آمنہ کی سلیکشن بیسٹ ہوتی ہے، آمنہ بہت لکی ہے، ہائی لیول پہ اڑنا پسند کرتی ہے۔

ماماما جبکہ ماما تو جا چکی تھی۔ آمنہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

آمنہ آج فرسٹ ٹائم اپنے اس کزن یاور کے ساتھ باہر آئی تھی یاور کی عادت تو جگہ جگہ لڑکیوں کو دیکھنا تھی ارے یاور چلو گھر چلتے ہیں کیا کیا ابھی ہی، کیوں بھئی تم نے شاپنگ نہیں، نہیں مجھے نہیں کرنی شاپنگ، میں کل خود آ کے کر لوں گی، بٹ آج تو سپیشل شاپنگ کرو یار۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ماڈرن لڑکی بنو ڈرپوک نہ بنو ہر وقت ڈرتی ہی رہتی ہو۔ دیکھو تو سہی لڑکیاں کیسے بے خوف وخطر اپنے اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ انجوائے کر رہی ہیں اور ایک تم ہو کہ بس یاور بس پلیز لیکن تم نے تو ابھی کچھ لیا ہی نہیں......

چلو آؤ میں تمہیں شاپنگ کرواتا ہوں۔ کہ کیا تم مجھے شاپنگ کراؤ گے تمہاری اتنی شکل نہیں ہے کہ...... ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میں اکثر لڑکیوں کو وہ کہتے کہتے اچانک رک گیا۔ وٹ ڈو یو مین۔ یاور تم لڑکیوں کو شاپنگ کرواتے ہو۔

آج چلو نہ یاور کمال گھر میں چچی کو سب بتاؤں گی، ارے نو نو آمنہ یار تم اتنی سمجھدار ہو کے بھی بے فضول باتیں کرتی ہو مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔

بھلا میرے پاس اتنے فالتو پیسے ہوتے ہیں جو میں یوں بیگانی لڑکیوں کو آگے سمجھ لو آخر میں کیوں خرچ کروں گا کیا میں پاگل لگتا ہوں تمہیں۔

کیا مجھے نہیں کراؤ گے، ارے میری جان تمہیں تو میں کب سے کہہ رہا ہوں یاور کے منہ سے جان کا ورڈ نکلنا

ہی تھا کہ آمنہ کے تو ہوش ہی اڑ گئے وہ تو ہواؤں میں اڑنے لگی۔

وہ خیالوں میں کھوئی گئی کہ اچانک یاور نے آمنہ کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی ارے میری جان تم کس دنیا میں کھوگئی۔

میرا تو یہ کامن ورڈ ہے تم اس کا اور مطلب نہ لینا، بائی دی وے میں نے تو آج فرسٹ ٹائم تمہاری زبان سے سنا ہے جب میرے سامنے ایک بیوٹی فل گرل ہو اور وہ بھی میری کزن میرے خوابوں کی شہزادی تو پھر بھلا کون پاگل یہ نہ کہے گا۔

آخر تم خود ہی سوچو یاور نے سمائیل دیتے ہوئے کہہ دیا۔ آمنہ نجانے کیوں دیوانی ہو رہی تھی خوشی سے پھولی نہ سمائی جا رہی تھی شاید وہ بھی اس کی باتوں اور اس کے نئے انداز سے کافی امپریس ہوئی تھی ارے آؤ نا میری سویٹ سی کزن ادھر آؤ یاور بہت دیر ہو رہی ہے۔ چلو جلدی کرو...... مجھے تو آج شاپنگ تمہاری ہی پاکٹ منی سے کرنی ہے کتنے کنجوس ہو تم۔

مجھے کنجوس کہتی ہو چلو جو لینا ہے جی بھر کے لو، کیا یاد کرو گی تم بھی کہ کس فیس پر سنیلیٹی سے پالا پڑا ہے۔

آمنہ نے چاہتے ہوئے بھی اس بات پر Agree ہوگئی۔ کہ آخر یاور مجھے کہہ رہا ہے میں کیوں نہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاؤں یہ لال رنگ کی ساڑھی تم پہ بہت سوٹ کرے گی۔ آمنہ اور ساتھ میں یہ میچنگ جیولری اور ہاں لال رنگ کی چوڑیاں بھی تو لینی ہے۔

یاور ایک بات کہوں ہاں کہو میری جان یاور تم تو کافی انٹرسٹ رکھتے ہو آئی مین گرلز کی ڈریسنگ میں...... ہاں بھئی رکھنی تو چاہیے نہ۔ ہر لحاظ سے انسان کو پرفکیٹ ہونا چاہیے۔ تمہیں کیا لگتا ہے آمنہ یعنی میرے کہنے کا مطلب ہے کہ میری چوائس کیسی ہے۔ ویری ویل ڈن۔

تو پھر چلو اسی خوشی میں آئس کریم بھی کھا لیتے ہیں۔

آمنہ یاور کا پیار بھرا بے حد خوبصورت بے ہیو دیکھ کر ریئل میں کافی امپریس ہوگئی تھی۔

یاور نے آمنہ کے ہاتھوں سے ہاتھ ملا کر کہا......

آمنہ میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں سوچتا ہوں کہ کہیں تم مائنڈ نہ کر جاؤ۔ دراصل کافی دنوں سے سوچ رہا تھا بٹ موقعہ آج اچھا ملا ہے۔ آمنہ یاور کے منہ سے یہ سب سنتے ہی شرم سے نظر جھکا چکی تھی۔ بلیک کلر میں چاند سا مکھڑا بہت بج رہا تھا آسمان پہ ستارے اور چاند بھی مسکرا رہے تھے، آمنہ کتنا رومینٹک موسم ہے، ہاں بہت خوبصورت موسم ہے یاور اپنے دل کا حال بتانا چاہ رہا تھا کہ یک دم موبائل کی بیل نے اسے چونکا دیا اور یاور کی بات دل ہی دل میں رہ گئی۔

تلاش محبت میری قربتوں کا سکون
اے رب کاش وہ مجھے مل جائے

* * *

ادھر گھر میں مہمانوں کی آمد آمد تھی کل مہندی بھی تھی۔ دادو گھر میں سب سے زیادہ خوش تھیں ہوتی بھی کیوں نہ آخر ان کی لاڈلی اور سب سے بڑی پوتی اقصیٰ کی شادی جو تھی۔ اقصیٰ کی شادی دور کے رشتے داروں میں ہو رہی تھی، لڑکا انجینئر تھا اور اقصیٰ نے بھی پی ایچ ڈی کیا تھا۔ اقصیٰ کی پھوپھو کشمالہ نے کل دبئی سے آنا تھا ساتھ میں ان کی بیٹیاں بھی امبر اور رابیل نے بھی آنا تھا جو کہ کافی عرصہ بعد پاکستان میں اپنی کزن اقصیٰ کی شادی کیلئے آ رہی تھیں۔

ارے سجاول بیٹے تم سے ایک کام ہے۔ جی ماما۔ بیٹا اقصیٰ تمہاری کزن ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ جب سے اس کی شادی کا علم تمہیں ہوا ہے تو تو بالکل ہی کمرے میں بند ہو کر رہ گئے ہو۔ بیٹا میں تمہاری ماں ہوں میں سمجھ سکتی ہوں اب کیا فائدہ ماما اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ خالدہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر بہت افسردہ ہوگئی اور باہر چلی گئی میں نے اپنے بیٹے کی خوشی کا قتل کیا ہے میں ہی اس کی قصوروار ہوں۔ کاش بیٹے تم پہلے مجھے بتا دیتے تو آج ایسا نہ ہوتا......

دراصل سجاول اقصیٰ کو بہت چاہتا تھا لیکن اس نے کبھی اظہار نہ کیا جس کی وجہ سے یہ سب کچھ الٹ ہو گیا تین سال سے اسے پیار کرتا تھا لیکن سجاول نے کبھی اس

بات کا احساس نہ ہونے دیا بلکہ تنہا ہی اذیت سہتا رہا ایک ماہ پہلے ہی اقصیٰ کا رشتہ طے ہوا تھا اس دن سے یہ بہت ہی نروس ہو گیا تھا اگر یہ دادو کو پہلے آگاہ کر دیتا تو یقیناً اقصیٰ آج اس کی ہوتی۔

کاش انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا جس کی وہ تمنا کرتا لیکن افسوس ایسا ممکن نہیں کتنے خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں جنھیں بن مانگے سب کچھ مل جاتا ہے اور کچھ لوگوں کے نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں مانگنے سے بھی نہیں ملتا...... اقصیٰ بھی سجاول سے محبت کرتی تھی لیکن وہ تو مجبور تھی اسے تو اپنے ماں باپ کی عزت عزیز تھی۔

دونوں کے درمیان اک دیوار کھڑی تھی اگر دونوں اس دیوار کو گرا دیتے تو آج ان کے ارمانوں کا خون نہیں ہوتا یا پھر یہ قسمت کا فیصلہ تھا کہ اتنے قریب ہو کر اتنے دور رہے۔ آج سجاول بہت پچھتا رہا تھا کیونکہ اس کی محبت اقصیٰ سجاول کی آنکھوں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو رہی تھی۔ سجاول کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہو رہی تھی کہ اتنے میں اقصیٰ اندر آ گئی۔

ہیلو سجاول کیسے ہو اور یہ تمہاری آنکھوں میں آنسو کس لیے اب کوئی فائدہ نہیں سجاول رونے کا۔ تم نے بہت دیر کر دی ہے تم نے بہت ظلم کیا ہے خود پر بھی اور مجھ پر بھی سجاول...... اقصیٰ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن اب میں کسی اور کے نام سے منسوب ہو چکی ہوں، اقصیٰ کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا...... میں بھی تم سے پیار کرتی تھی مجھے اس وقت علم ہوا جب میں نے تمہاری الماری سے ڈائری نکال کے پڑھی تھی تم نے میرے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ کاش تم اپنی زبان کا بھی سہارا لیتے تو آج یہ نوبت نہ آتی یہ دو سال پہلے کی بات ہے۔

سجاول میں بھی تمہارے بارے میں سوچتی تھی لیکن تم نے اظہار محبت نہ کر کے نہ صرف میرے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے خود کو پریشان کیا ہے۔ کسی سے تم پیار کرو...... کہ پھر اظہار کرو...... کہیں پھر نہ دیر ہو جائے، کہیں پھر نہ دیر ہو جائے۔

جس نے بھی محبت کی اس نے سوائے دکھوں اور غموں کے کچھ نہیں پایا محبت تو قربانی مانگتی ہے محبت نجانے کتنے لوگوں کو ہنساتی ہے اور کتنے لوگوں کو رولاتی ہے آخر یہ سب جانتے ہوئے بھی کیوں روگ لگاتے ہیں محبت کا بس کرو اقصیٰ۔ پلیز خدا کیلئے اب تم تو ایسا نہ کہو۔ محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی اقصیٰ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اقصیٰ پلیز مت رو پلیز چپ ہو جاؤ، تمہاری آنکھوں میں مجھ سے آنسو نہیں دیکھے جاتے تمہیں میری قسم چپ ہو جاؤ۔ سجاول نے اقصیٰ کے کندھوں کو سمیٹتے ہوئے اسے سہارا دیا اور کچھ لمحے دونوں خاموش ہو گئے۔

سنو: چاند کی بانہوں میں حسین تاروں کی چھاؤں میں
سنو اس چاندنی شب کو گواہ اپنا بنا کر تم
بس اک وعدہ کرو مجھ سے منہ نہ موڑو گے
کبھی ناطہ نہ توڑو گے مجھے تنہا نہ چھوڑو گے
سنو: وعدہ کرو مجھ سے کہ بس مجھ کو ہی چاہو گے
میرے سپنے سجاؤ گے کبھی نہ دل دکھاؤ گے

ہاں مجھے یاد آیا ماما نے کہا ہے کہ تم اور علی پھوپھو کشمالہ امبر اور رابیل کو ائیرپورٹ سے لے آؤ۔ اقصیٰ نے جاتے ہوئے حکم سنا دیا۔

ماہیو والے دن کو اقصیٰ نہ چاہتے ہوئے بھی دادو سے لپٹ کر بچوں کی طرح رونے لگی شاید وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی۔ سجاول اٹھو دیر ہو رہی ہے ائیرپورٹ جلدی پہنچنا ہے علی نے کہا سجاول جس حال میں تھا اٹھا سرلیس بہت تھا علی کے ساتھ چل پڑا دونوں ائیرپورٹ کی جانب نکلے علی نے فاسٹ میوزک آن کر دیا اور مزے سے ڈرائیو کرنے لگا۔ ویسے یار سجاول امبر اور رابیل اب کافی بڑی ہو گئی ہوں گی۔ کتنی خوبصورت ہوں گی آخر دبئی میں جو پلی بڑھی ہیں واہ واہ وہ بچپن کے دن یاد آ گئے ہیں۔ کتنا سہانا موسم تھا۔

وہ بارش کا برسنا اور ہم سب کزنز کا آپس میں مل کر بارش میں بھیگنا وہ بڑے شوخ اور چنچل انداز سے پانی میں کاغذ کی کشتیاں اور ہاں وہ امبر جو دو پونیوں میں میرے

پیچھے بھاگتی تھی اور گارڈن میں جا کر پھول توڑنا اور ایک دوسرے کو گفٹ کرنا اور پھر بعد میں دادو سے مار پٹائی کتنا لڑتے تھے ہم لوگ آج نجانے کیوں مجھے وہ پل بہت یاد آ رہے ہیں کاش ہمارا بچپن پھر واپس آ جائے......

علی مسلسل بولتا ہی چلا گیا لیکن سجاول کے کان پر جوں تک نہ رینگی وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھا نجانے کن سوالوں میں کھویا تھا...... تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ائیر پورٹ پر پہنچ گئے۔ کشمالہ پھوپھو اور ان کی بیٹیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ان کو دیکھتے ہی علی تو جیسے کھل سا گیا ہو خاص طور پر امبر کو دیکھ کر۔

ہیلو امبر کیسی ہو فائن تم کیسے ہو۔ میں دیکھو موٹا تازہ ایک دم فٹ علی کی بات سن کر سب ہنسنے لگے لیکن سجاول جیسا تھا ویسا ہی رہا خیر پھوپھو اپنے بھتیجوں سے مل کر بہت خوش ہوئی لیکن رابیل تو سجاول کا نا مسن کر دور کہیں سوچوں کی نگری میں کھوگئی۔ رابیل بچپن میں اپنی نانو یعنی مسز ملک کے ہاں کافی ٹائم رہی تھی۔ وہ بچپن سے سجاول کو اپنے من میں بسائے ہوئے تھی۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے سجاول کے من میں تو اقصیٰ تھی اور رابیل کے دل میں سجاول کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

خیر اسی سوچ وبچار کی کشمکش میں رابیل نے اپنے لب کھولے۔ ہیلو سجاول کیسے ہو، میں ٹھیک ہوں رابیل آپ کیسی ہو۔ میں تو تمہیں دیکھ کر بالکل ٹھیک، ہوگئی ہوں رابیل دل ہی دل میں بڑبڑائی...... سامان وغیرہ گاڑی میں رکھا اور گھر کی طرف لوٹے۔ راستے میں رابیل علی سے بار بار پوچھتی کہ علی سجاول نے چپ کا روزہ تو نہیں رکھا ہوا یا اس کے منہ میں زبان نہیں ہے یہ بولتا کیوں نہیں ہے۔ اتنے میں امبر فوراً بولی کہ یہ تم لوگوں کی طرح نہیں جو بے فضول ہی بولے جائے امبر کی بات پہ علی تھوڑا سا پریشان سا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اے علی یہ لڑکی تو بہت تیز ہے اللہ خیر کرے۔

گاڑی کا ہارن بجتے ہی گیٹ فوراً کھلا اندر پورا گھر لائیٹنگ سے روشن تھا جس سے پورا گھر چمک رہا تھا لیکن سجاول کے اندر پھر بھی اندھیرا ہی اندھیرا چھایا تھا اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا......

رابیل تو آج اتنی خوش تھی جیسے اسے زمانے بھر کی خوشیاں مل گئی ہوں رابیل کے دل میں آج بھی وہ بچپن کی یادیں وہ باغوں میں کھیلنا سب کہانی کی طرح یاد تھا۔ ہزاروں دیپ جلائے تھے رابیل نے ہزاروں خواب دیکھے تھے۔ لیکن اسے اپنے چاروں اطراف کوئی بھی امید کی کرن نظر نہیں آ رہی تھی رابیل نے دبئی میں کتنے لڑکوں کو ریجیکٹ کیا تھا صرف اور صرف سجاول کیلئے۔ سب ایکدوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے کیونکہ اتنے عرصے بعد کشمالہ اپنے بھائیوں بھابھیوں اور ماں سے ملی تھی آج تو ملک خاندان میں کافی چہل پہل نظر آ رہی تھی اس کے باوجود بھی رابیل خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی وہ جس کیلئے آئی تھی وہ اسے لفٹ ہی نہیں دے رہا تھا جس کی وجہ سے رابیل بہت اپ سیٹ تھی۔

اک تمنا تھی جو آرزو بن گئی
کبھی دوستی تھی جو آج محبت بن گئی
کچھ اس طرح شامل ہوئے تو زندگی میں
کہ تجھے سوچتے رہنا ہماری عادت بن گئی

مہندی کی رات بھی آ گئی جب اقصیٰ کو تیار کر کے سٹیج پہ لایا گیا اور رنج اور یلو شیڈ کا مہندی کا جوڑا اقصیٰ پر خوب جچ رہا تھا اقصیٰ تو واقعہ ہی چاند کا ٹکڑا لگ رہی تھی مگر اقصیٰ اندر سے بہت ٹوٹ گئی تھی اسے پل پل سجاول کا عکس نظر آ رہا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ کل میں کسی اور کی ہو جاؤں گی۔ واہ رے قسمت تو بھی انسان کے ساتھ کیسا کھیل کھیلتی ہے جو اس کے بس میں نہیں ہوتا وہ سب بھی اس سے کروالی ہے۔

غزل

کبھی کبھی انجانے میں میں کھو سی جاتی ہوں
کبھی کبھی نہ جانے کیوں میں میں نہیں رہتی
کبھی کبھی پتہ نہیں کیوں مجھے کسی کی آہٹ محسوس ہوتی ہے
پھر نہ جانے کیوں میں خوف میں گر جاتی ہوں
کبھی کبھی نہ جانے کتنی بار میں خود سے ہی ڈر جاتی ہوں
یہ آرزو سلسلہ گھٹتا جاتا ہے میرے ساتھ

کبھی کبھی تو تنہائی میں یہ بھی سوچنے لگتی ہوں
کبھی کبھی تو میں خود سے ہی الجھنے لگتی ہوں
پریشان جب حد سے زیادہ ہو جاتی ہوں
پھر خود کو جھوٹی تسلیاں دے کر بہلانے لگتی ہوں

سجاول کہاں ہے آنٹی، رابیل ایک جھٹکے سے بولی وہ اپنے کمرے میں ہوگا خالدہ نے جواب دیا۔ جاؤ بیٹا سجاول کو باہر بلا کر لاؤ دادو نے پان چباتے ہوئے کہا اچھا دادو میں جاتی ہوں

سجاول مے آئی کمنگ۔

یس: سجاول کن سوچوں میں گم ہو، کس کی یادوں میں کھوئے ہو۔

دیکھو کوئی تمہارے لیے کتنا بے چین رہتا ہے کتنا دلکش منظر ہے آج دریا بھی ہے پاس اور پیاس کی طلب بھی ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں کہ کوئی تم سے مخاطب ہے سجاول رابیل نے جذباتی ہو کر فوراً سجاول کی طرف جوابدہی نظروں سے دیکھا۔ کیوں تڑپاتے ہو سجاول تم اس طرح کیوں کرتے ہو تم ایسا آخر کیا ملتا ہے تمہیں مجھے اس طرح تڑپا کر۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں کسی کو تڑپاؤں، کیا مطلب سجاول، سجاول میں تم سے محبت کرتی ہوں تم میرے بچپن کا پیار ہو۔

واٹ یہ تم کیا کہہ رہی ہو رابیل۔

تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا سجاول نے سر اٹھا کر کہا

سجاول کی برستی آنکھیں جب اوپر اٹھیں تو رابیل تڑپ کے رہ گئی سجاول اگر تم میری جگہ ہوتے تو تم بھی یہی کہتے میں آج سے نہیں بچپن سے تمہیں چاہتی ہوں کیا تمہیں یاد نہیں ہے جب میں دس برس کی تھی اور جو تم نے وہ رنگ جو آرٹیفیشل تھی مجھے جاتے وقت دی تھی وہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔

مجھے جب بھی تمہاری یاد آئی میں نے اس انگوٹھی سے پیار کیا اور تم کہتے ہو کہ میں کیا کہہ رہی ہوں کیا وہ سب مذاق تھا۔ رابیل وہ میرا بچپن تھا اسے بھول جاؤ۔

تم اپنی لائف کو انجوائے کرو۔ لفظ محبت میں دکھ اور غم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو I Think تم بہتر جانتی ہوگی۔ مجھ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے سجاول۔ جس نے موسم خزاں میں بھی پھول کھلنے کی آس میں اپنی آنکھیں صرف ایک پھول کی تمنا میں بچھائی ہیں۔ جس نے صبح وشام کو صرف تجھے ہی سوچا ہو مجھ سے بہتر شاید کوئی اور بھی جان سکتا کاش تم بھی میری محبت کا جواب محبت سے ہی دیتے۔

پلیز رابیل اپنے آپ پہ کنٹرول کرو۔ اپنی زندگی محض میرے لیے برباد نہ کرو میرے پیچھے بھاگنے سے تمہیں دکھوں اور غموں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ سب کہتے ہی سجاول آہیں بھرنے لگا۔ سجاول کیا ہوا۔ سجاول کیا تم کسی اور لڑکی سے آئی مین تمہارے دل میں کوئی اور ہے۔

ہاں رابیل ہاں میں جسے چاہتا ہوں وہ مجھ سے بہت دور ہے کیا مطلب کون ہے وہ مجھے بتاؤ، شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔ ارے رابیل کچھ نہیں۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی تم مجھ سے کچھ پوچھو۔ میں پہلے ہی بہت ٹوٹ چکا ہوں رابیل پلیز مجھے اور ڈسٹرب نہ کرو کاش میں تمہارے سارے زخم خود لے سکتی اور تمہیں بکھرنے اور ٹوٹنے سے بچا سکتی اگر تم میرا ساتھ دیتے سجاول۔ تمہیں اتنا پیار دیتی کہ تم اپنے سب غم بھول جاتے۔ اے کاش اگر ایسا ہوتا تو رابیل نے اپنے غموں اور دکھوں کو بڑی بہادری سے اپنے اندر جذب کر لیے اک چٹان کی طرح محفوظ رہی۔

رابیل آپی آپ یہاں ہیں م میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں یاور نے بلند آواز میں اعلان کر دیا۔ رابیل آپی انہیں چھوڑ دیں ان کے حال پر یہ کسی کی نہیں مانتے نہ جانے کیا ہو گیا ہے سجاول بھائی کو۔

آئیے آپ ہمارے ساتھ چلیں تا کہ ہمیں بھی کسی لڑکی سے بات کا موقعہ ملے یاور بلا ساختہ انداز میں بولتا ہی چلتا گیا۔ رابیل نہ چاہتے ہوئے بھی یاور کے ساتھ چل پڑی۔

تجھے پانے کی حسرت میں کب تک ترستی رہوں رابیل
کوئی ایسا دے دھوکہ کہ میری آس ہی ٹوٹ جائے

میں کتنی بدنصیب ہوں جسے چاہا وہ ملا ہی نہیں۔ جسے ہر وقت ہر پل سوچا اس کی سوچ میری سوچ سے کتنی مختلف ہے۔ آخر کیوں پیار کرنے والوں کو پیار کا جواب پیار سے کیوں نہیں ملتا میں جس کیلئے آئی تھی اسی نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میں تو محبت کی پیاسی تھی مگر میرے نصیب میں پیار کہاں شاید قسمت کو گوارہ ہی نہیں شاید میرے مقدر میں ہی ایسا لکھا ہے۔

آل دی گرلز آر ویری ہیپی:

ہر ایک کے چہرے پر سمائیل تھی ارے رابیل آپی آئیں ناں سب مہندی لگا رہے ہیں۔ مجھے بھی مہندی لگائیں نا، حنا نے کہا

ابے چپ ہو جاؤ پہلے دلہن کو لگا لوں بعد میں تمہیں بھی لگا دوں گی رابیل نے سمائیل دیتے کہہ دیا اپنے غم کو چھپا کر مصنوعی مسکراہٹیں چہرے پر بڑی خوبصورتی سے عیاں تھیں اسے بہت جلدی ہے آپی سوچ رہی ہو گی کہ میں کب دلہن بنوں گی علی نے شرارت سے کہا اور سب سن کر خوب ہنسنے لگے حنا علی کی طرف غصیلے انداز میں دیکھنے لگی۔

فرسٹ ٹائم علی نے حنا کے ساتھ یوں مذاق کیا تھا، حنا کو تو جیسے اس سے فری ہونے کا موقعہ ہی مل گیا ہو۔ تمام کزنز آپس میں مل کر خوب انجوائے کرنے لگے۔ جبکہ اس کے برعکس اقصیٰ کی نظر تمام مہمانوں سے ہوتی ہوئی سجاول کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن سجاول تو اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں آیا تھا اقصیٰ بھی بہت غم زدہ تھی۔

آگ دونوں طرف نہیں تینوں طرف لگی تھی کیسا اتفاق ہے کیسا کھیل ہے محبت کا۔ سجاول کو رابیل Like کرتی ہے اور سجاول اقصیٰ کو رابیل سجاول کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر بہت پریشان تھی۔ شادی کی خوشیوں میں سب ایسے گم تھے کہ گویا انہیں آس پاس کی کچھ خبر ہی نہ ہو۔ نہ ہی دادو کو نہ ہی کسی اور کو جوان کے دل کی بجھی، کس کو جانتے بٹ ہر ایک اپنی اپنی دنیا میں مگن تھا۔ رابیل آپی مجھے بھی مہندی لگا دے بس صرف ایک ہی ورڈ لکھنا ہے۔ مجھے کوئی ڈیزائن نہیں بنوانے۔

لاؤ ہاتھ آپی یہاں ایک چھوٹا سا دل اور اس میں H لکھ دیں ارے کیوں بھئی خیر تو ہے رابیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا جی آپی خیر ہی ہے تو پھر یہ ایچ سے کس کا نام بنتا ہے کہ اچانک رابیل کے ذہن میں آ گئی تو وہ مسکرانے لگی۔

یاد رکھنا علی ان چکروں میں تم لوگ پڑ رہے ہو ان میں درد ملتے ہیں اگر برداشت کر سکو تو آگے چلو۔ ورنہ اپنے قدموں کو واپس موڑ لو۔ ویل ڈن رابیل آپی لگتا ہے آپ نے تو محبت میں گریجوایشن کیا ہے۔ ہاں بھئی یہی سمجھ لو۔ اگر کوئی پرابلم کریٹ ہو جائے تو میری ہیلپ سے حل کروا لینا۔

حنا تمام فیملی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دادو کی آواز نے اسے چونکا دیا ارے حنا بیٹی جاؤ میرے کمرے سے میری میڈیسن تو لے آؤ اچھا دادو میں جاتی ہوں۔ حنا میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آواز میں مٹھاس تھی حنا یاور اور سجاول کی پیاری سی سسٹر تھی۔

حنا دادو کی میڈیسن لینے کمرے میں آئی کہ پیچھے سے کسی کی آہٹ نے اسے چونکا دیا حنا نے خوفزدہ ہو کر جب دیکھا تو وہ تو علی تھا۔ عا علی تم میرے پیچھے کیوں آئے ہو۔ کیوں بھئی...... تمہارے پیچھے آنا کوئی گناہ ہے۔ علی نے لب کو بھینچتے ہوئے کہا دراصل حنا میں بہت پریشان ہوں کیوں کس لیے پریشان ہو یار۔

حنا نے سوال کر ڈالا...... دراصل میں امبر کو بہت چاہتا ہوں وہ میرے دل میں سما گئی ہے...... مجھے تو کچھ بھی نہیں آ رہی کیا کروں۔ حنا نے علی کے منہ سے سننا تھا کہ یک دم چکرا سی گئی۔ حنا، حنا کیا ہوا بھئی، کچھ نہیں۔

حنا نادان تھی یہ تو کچھ اور ہی سمجھی تھی حنا پلیز تم اس معاملے میں میری ہیلپ کرو پلیز۔

زمانہ دوست ہو جائے تو بہت محتاط ہو جانا کہ اس کے رنگ بدلنے میں ذرا سی دیر لگتی ہے کبھی خواب دیکھو تو اسے فوراً بھلا دینا کہ نیندیں ٹوٹ جانے میں ذرا سی دیر لگتی ہے کسی کو دکھ بھی دینا تو اتنا سوچ کر دینا کہ کسی کی آہ لگنے میں ذرا سی دیر لگتی ہے بہت ہی معتبر ہے جن کو محبت راس آ جائے کسی کو راہ بدلنے میں ذرا سی دیر لگتی ہے

حنا امبر تو میری طرف دیکھتی بھی نہیں وہ تو بہت آزاد خیال لڑکی ہے کیا وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہو گی۔

یار حنا تم مجھے ایڈوائز دو کہ میں کیا کروں۔

دیکھو علی اس دنیا میں ہر چیز اتنی جلدی نہیں ملتی اور سم ٹائمز تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم سوچ تو کچھ اور رہے ہوتے ہیں لیکن ہوتا کچھ اور ہے......

کیا کبھی تم نے غور کیا ہے کہ کچھ چہرے بظاہر کتنے خوش ہوتے ہیں لیکن اندر سے وہی چہرے بہت غمگین ہوتے ہیں اور کچھ چہرے اپنی تکالیف کو بھول کر بھی دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علی تم سے ایک بات کہوں، ہاں کہو۔ انسان کو قریب کی چیزیں کیوں اچھی نہیں لگتیں جو ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں لیکن افسوس کوئی قدر نہیں کرتا۔ انہیں ہمیشہ دور کی چیزیں ہی پسند ہوتی ہیں چاہے اندر سے ان کی بنیادیں کتنی ہی کھوکھلی ہوں۔

ارے حنا میں نے تم سے مشورہ مانگا ہے تم نے تو اپنی فلاسفی بیان کر دی ہے آخر کیا چاہتی ہو تم کہ میں امبر سے پیار نہ کروں۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے علی رضا اچانک امبر نے علی اور حنا کی سب باتیں سن لیں۔ تو وہ بھی نہیں تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ مجھ سے پیار کرو گے شکل دیکھی ہے تم نے وہ بھی کبھی آئینے میں۔ سیل فش جس کے بات کیا کر تم تو خلاؤں میں پرواز کرنے لگے۔ خبردار جو آئندہ میرا نام بھی اپنی زبان سے نکالا۔ امبر یہ کہہ کر باہر چلی گئی۔

لیکن علی تو منہ سے کچھ بھی نہ بول سکا۔ حنا دل ہی دل میں علی پہ ہنس رہی تھی کہ کیسے بھیگی بلی کی طرح حنا کے سامنے سہم گیا تھا۔

ویل ڈن امبر ممتاز۔ کتنے خوبصورت الفاظ میں تعریف کی ہے امبر نیوہ بھی علی رضا کیلئے...... علی تمہیں اپنی ایڈوائز کیسی لگی ارے تم تمہیں تو جیسے موقعہ کی تلاش تھی علی حنا کی طرف لپکا اور اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ جبکہ مسلسل ہنستی چلی جا رہی تھی۔ علی کو حنا کی کہی گئی باتیں جو اس نے کچھ دیر پہلی کی تھیں امبر کو بھول کر حنا کی طرف پلٹ آیا وہ بھی صرف ایک جھٹکے سے......

بھول جا

یہی زندگی کا حصول ہے جو بچھڑ گیا اسے بھول جا
جو ملا ہے اسے دل سے لگا
جو نہیں ملا اسے بھول جا
نہ وہ دھوپ تھا نہ وہ چھاؤں
نہ وہ چراغ تھا نہ وہ روشنی
وہ خیال تھا کوئی خواب تھا
وہ تھا آئینہ اسے بھول جا
وہ جو تیرے دل کے قریب تھا
وہ نہ جانے کس کا نصیب تھا
تجھے ہنس کے اس نے بھلا دیا
تو بھی مسکرا کر اسے بھول جا

وقت پر اظہار نہ کرنا بھی ایک بہت بڑی بیوقوفی ہے جس کا ازالہ پھر کبھی نہیں ہو سکتا۔ اقصیٰ کی بارات تقریباً دن 1 بجے آ گئی سب نے خوش دلی سے ان کا استقبال کیا جبکہ یاور مسلسل بارات میں آنے والی لڑکیوں کو گھور رہا تھا۔ آمنہ کا دھیان بھی پورے کا پورا یاور ہی کی طرف تھا۔

مہمانوں کی دیکھ بھال کا انتظام اور کھانا وغیرہ کھانے کے بعد آخر کار اقصیٰ کی رخصتی کا وقت بھی آ گیا۔ جوں جوں رخصتی کا ٹائم نزدیک آ رہا تھا سجاول کے دل کی دھڑکن بھی اسی رفتار سے چل رہی تھی سجاول سب منظر دیکھ کر اندر سے بہت ٹوٹ گیا تھا شاید اسے خود پر بھی بہت غصہ آ رہا ہو سجاول کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی اس کی ریزن تھی یہ کہ اقصیٰ کو رحیم کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا رحیم اقصیٰ کا شوہر تھا۔

اقصیٰ کی ماں بیٹی کی جدائی سے بہت رو رہی تھی پہلی بار اپنے جگر کے ٹکڑے کو خود سے جدا کر رہی تھی دادو، خالہ، چچی اور تمام فیملی ممبرز بھی اقصیٰ کی جدائی سے [illegible] رہے تھے۔ اقصیٰ نے ہر ایک کے [illegible] میں اپنی [illegible] سلیقے سے بنائی تھی سوائے سجاول کے۔

سجاول نے اپنے کمرے میں آ کر خودکشی کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا رابیل نے بچالیا۔

یہ کیا کر رہے ہو سجاول، تم کیوں اپنی زندگی کو تباہ کر رہے ہو اس لڑکی کی خاطر جو تمہیں چھوڑ کر کسی غیر کی ڈولی میں بیٹھ گئی اگر وہ تم سے دل سے پیار کرتی تو ایسا نہ کرتی تم کیوں اپنے آپ سے خفا ہو۔ زندگی بہت خوبصورت ہے سجاول۔ کبھی اک نظر اٹھا کر تو دیکھو، زندگی ایک پھول ہے جو خوشبو کے بغیر بالکل ادھورا ہے سجاول۔

میری مانو تو اپنے آپ کو سنبھالو کم از کم میرا نہیں تو اپنے پیرنٹ کا ہی خیال کرلو۔ جن کی امیدوں کا تم سہارا ہو، خود بھی خوش رہو اور دوسروں کو بھی رکھنے کی کوشش کرو۔

کسی ایک انسان کے جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی ارے سجاول انسان تو وہ ہے جو ہر حال میں خوش رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ بس رابیل بل اپنے لیکچر بند کرو کیوں سچ بہت کڑوا لگتا ہے تمہیں تم نے اچھا نہیں کیا یوں مجھے زندگی دے کر کیوں بچالیا مرجانے دیتی مجھے کہ کچھ سکون ملتا پلیز سجاول ایسے تو نہ کہو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ عشق کیا ہے کوئی نہیں جانتا جسے ہوتا ہے وہی بہتر جان سکتا ہے وہ ہر ستم سہہ کر بھی محبوب کو پانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب کچھ حاصل نہ ہو تو بے بس ہو جاتا ہے اپنی اک الگ دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے۔ جہاں کچھ پرانی یادیں کچھ پرانی باتیں جو اپنے لوگوں کے سنگ تھیں وہ ہی ہر لمحہ دل و دماغ پہ چھا جاتی ہیں۔ جب بھی وہ پل یا وہ ساتھ یاد آتے ہیں تو عاشق کی آنکھوں میں پانی کی لہریں ابھرنے لگتی ہیں۔

ایسا ہی حال مسٹر سجاول کا تھا جو اقصیٰ کے عشق کے حصار میں بہت دور جا چکا تھا ...

کوئی ناراض ہے ہم سے کہ ہم کچھ لکھتے نہیں
کہاں سے لائیں الفاظ جب وہ ملتے نہیں
درد کی زبان ہوتی تو بتا دیتے
وہ زخم کیسے دکھائیں جو دکھتے ہی نہیں

سجاول بھائی آپ کو پتہ ہے آج کشمالہ پھوپھو واپس جارہی ہیں حنا نے بڑی افسردگی سے کہا......

میں کیا کرو...... شادی ختم ہوگئی ہے واپس تو انہیں جانا ہی ہے نا......

بھائی آپ سے ایک بات پوچھو حنا نے سجاول کے پریشان چہرے کو دیکھ کر کہا......

نو نو میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ پلیز ہٹو آگے سے ویسے بھی مجھے کالج سے دیر ہو رہی ہے سجاول تیزی سے باہر نکلا۔

گڈ مارننگ سجاول رابیل جو کہ لان میں صبح صبح ہی [illegible] تھی جیسے وہ سجاول کا ہی ویٹ کر رہی تھی......

[illegible] مارننگ ٹو......

سجاول پلیز ٹھہرو، رابیل نے بڑے رعب دار لہجے میں کہا...... سجاول میں آج واپس جارہی ہوں جب کبھی بھی خود کو تنہا محسوس کرو تو مجھے ضرور یاد کرنا لوٹ آنا دیکھنا میں پھر بھی تمہیں مایوس نہیں لوٹاؤں گی۔

مجھے بہت دکھ ہے کہ میری وجہ سے تم بہت اپ سیٹ ہوئے آئی ایم ریئلی سوری سجاول...... میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں یہ سب کہہ دیا دیکھو رابیل یہ پیار کیا نہیں جاتا بلکہ ہو جاتا ہے اور میں نے کبھی تمہیں اس نظر سے نہیں دیکھا اگر ہو سکے تو مجھے بھی معاف کر دینا۔ خدا حافظ

اتنا کہتے ہی سجاول رابیل کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ رابیل کی نگاہیں دور جاتے سجاول پر تھیں شاید وہ اسے روکنا چاہ رہی تھی لیکن روک نہ پائی۔

اگر روکتی بھی تو کس رشتے کی بنا پر، جدائی ایک بار پھر ہم جدا ہو رہے ہیں اے کاش کہ اب کے برس ہمیں ملا دے کتنی خوش تھی رابیل جب اسے پتہ چلا کہ میں پاکستان جارہی ہوں برسوں پہلے کا خواب جو میری جھیل جیسی گہری آنکھوں میں دھندلا سا عکس نظر آتا ہے شاید آج اسے پورا کردوں۔

لیکن افسوس کہ اس کی قسمت بھی اس سے روٹھی تھی۔ رابیل ممتاز یہ تو تمہاری بھول تھی۔

غزل

رو دیتا ہے کبھی کبھی چپکے سے دل میرا
یار جب اس کی دل سے وابستہ ہو جاتی ہے
جب کبھی کوئی آ جائے بس دل میں
کیوں دل کی دنیا تنہا ہو جاتی ہے
کہتے ہیں لوگ نہ نکلنا گھر سے دبے پاؤں
اس طرح اپنی محبت رسوا ہو جاتی ہے
شبنم کے قطرے بھیگے موسم میں بادلوں پر
کبھی جو رنگ بکھرے تو کہکشاں ہو جاتی ہے
کبھی اس طرح قسمت ہم پہ مہرباں ہو جائے
جو خوشی چاہی دل نے کہ مل جائے کبھی
وہی یادوں میں بن کے کسک دھواں ہو جاتی ہے
کبھی جو سامنے آئے وہ چہرہ میرا
نہ جانے کیوں یہ زباں بے زباں ہو جاتی ہے
دل کی دنیا میں سب کچھ ہی تنہا تنہا ہے سائرہ
یاد بن کے دلوں سے درد رواں ہو جاتا ہے

تو یہ تھی قارئین سجاول کی غم سوغات......

آج میں اپنے دل کی بات رابیل سے کہہ دوں گا، جسے تین سال پہلے میں نے بہت ہرٹ کیا تھا سجاول اب بھی تمہارے پاس وقت ہے، اب وہ لاسٹ ٹائم آئی ہے صرف اور صرف تمہارے لیے تمہارے پاس لاسٹ چانس ہے چاہے تو اسے پالو یا چاہے تو اسے کھو دو جب بارش میں کافی بھیگ چکا تو اسے ماضی کی یادوں سے تھوڑی فرصت ملی تو اچانک نگاہیں سامنے پورشن پر اٹھی جہاں رابیل کھڑی مسکرا رہی تھی بھاگو سجاول دیکھو وہ خود کو آج بھی تنہا فیل کر رہی ہے جاؤ اور اس کا دامن تھام لو۔

ہیلو رابیل موسم کتنا اچھا ہے سجاول رابیل سے مخاطب ہوا، ہاں شاید کیا مطلب شاید نہیں یقیناً، رابیل مجھے معاف کردو، رابیل میں نے تمہیں بہت دکھ دیا پلیز مجھے معاف کردو۔

دیکھو تمہارے پیار میں کتنی کشش ہے کہ آج میں سب بھول کر تمہاری اک ہاں سننے کیلئے بے تاب کھڑا ہوں۔ سجاول اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے۔ ہر چیز کی کچھ لمٹ ہوتی ہے جس کے اندر اس کام کو پورا ہونا ہوتا ہے یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آج میں نے اپنا پیار پالیا ہے۔ او تھینکس چلو آؤ رابیل آج میرے سنگ بارش میں بھیگو تاکہ تمہارے گلے شکوے دور ہو جائیں اور ہم اتنا قریب ہو جائیں کہ پھر کبھی جدا نہ ہوں......

سجاول نے رابیل کا بازو پکڑ کر باہر صحن میں لے آیا، جہاں بارش خوب برس رہی تھی آج سجاول اور رابیل یوں بارش میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہے تھے، رابیل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا وہ خود کو آسمانی مخلوق سمجھنے لگی تھی......

بارش میں بھیگتے بھیگتے انہیں احساس بھی نہ ہوا کہ بارش تو کب کی تھم گئی، گارڈن میں لگے فلاور بھی آج اتنی خوشی سے جھوم رہے تھے آسمان صاف شفاف ہو گیا تھا، پرندے بھی خوشی سے اپنی سریلی آوازوں میں گن گا رہے تھے اور سجاول کے اندر کا غم بھی آج بارش کے پانی سے دھل گیا تھا سجاول نے رابیل کی بھیگی زلفوں کو سلجھاتے ہوئے کچھ ایسے کہا......

بکھرتی شام کی پرچھائیاں مجھے دے دو
تم اپنی شام کی تنہائیاں مجھے دے دو
میں تم کو یاد کروں اور تم چلے آؤ
تم اپنے پیار کی سچائیاں مجھے دے دو
میں ڈوب جاؤں اداس آنکھوں میں
تم اپنے درد کی گہرائیاں مجھے دے دو

جناب شاعری تو اچھی کر لیتے ہیں رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں بھئی تمہاری یاد اور جدائی میں اپنے دل کا غم ہلکا کر ہی لیتا تھا، رابیل میرا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا سجاول نے رابیل کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا......

دور کھڑی اقصیٰ جو اپنے ننھے منے بچے کو اٹھائے کھڑکی سے باہر موسم انجوائے کرنے کی غرض سے دیکھ رہی تھی، کہ اک دم اقصیٰ کی نظر رابیل اور سجاول پر پڑی اقصیٰ کے دل میں اچانک انہیں ساتھ دیکھ کر جھٹکا سا لگا اور دل میں درد اٹھا۔

نہیں نہیں اقصیٰ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ آج دو دل مل گئے ہیں۔ بہت تنہا ہو گیا تھا، سجاول

اے میرے مولا اب میرے سجاول کی زندگی میں

کبھی کوئی غم نہ لانا...... اقصیٰ نم آنکھوں اور خلوص دل سے سجاول اور رابیل کو دعائیں دینے لگی۔

ارے میرے بچو کب سے بلا رہی ہوں۔ کھانا تیار ہے آکے کھا لو دادو کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔

چلو بھئی آج بہت بھوک لگی ہے رابیل نے سجاول سے کہا کیوں بھئی اتنی بھوک، ہاں کتنے عرصے سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا آج تو میں تمہیں بھی کھا جاؤں گا۔ واٹ مجھے کھاؤ گی کوئی بات نہیں کھا لینا سجاول مسکراتے مکھڑے کو دیکھ کر کہا۔

آج پھر کافی عرصے بعد ملک خاندان میں سب اکٹھے تھے کھانے کھانے کے دوران اقصیٰ نے کئی بار نظریں اٹھا کر سجاول کی طرف دیکھا لیکن آج تو سجاول کی آنکھیں بار بار رابیل کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

اقصیٰ شایان رو رہا ہے رحیم نے اقصیٰ کو بلایا شایان رحیم اور اقصیٰ کا پیارا سا بیٹا تھا جسے سجاول نے ابھی تک نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، سجاول تو شاید جیسے بھول ہی گیا ہو کہ اس کی زندگی میں کبھی کوئی اقصیٰ نام کی لڑکی آئی تھی......

بھئی جلدی کریں آج ہم سب نے گھومنے جانا ہے اس پیارے سے موسم میں آمنہ اور یاور جو بہت خوبصورت لگ رہے تھے ان کی شادی کو 6 مہینے ہو گئے تھے...... کیا سچ میں علی نے پرزور قہقہہ لگا کر کہا...... ارے بھئی ہم بوڑھے لوگ تو نہیں جائیں گے آپ لوگ جاؤ ہم گھر میں ہی انجوائے کریں گے دادو اماں نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

رابیل نے بلیک کلر کا سوٹ زیب تن کیا تھا سیاہ لمبے گھنے بال اور براؤن آنکھیں، سجاول بار بار رابیل کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا دونوں سمندر کی لہروں میں اتنے کھو گئے کہ اپنی کچھ خبر ہی نہ رہی۔

رارابیل آئی لو یو۔

آئی لو یو ٹو سجاول

دونوں نے اظہار محبت کیا اور سجاول بولا رابیل اب کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑنا مجھے تمہاری ضرورت ہے میں نے بہت دکھ سہے ہیں اب مزید ہمت نہیں مجھ میں میرے سارے دکھ درد سمیٹ لو رابیل سجاول کو رابیل کی ادائیں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

اوکے بابا...... نہیں جاتی میں وہ بھی تمہیں چھوڑ کر اس بات پر دونوں کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

❁❁❁

تمہیں ہم پیار کرتے ہیں

سنو جاناں
بہت ہی بے سکونی ہے
ہماری ذات میں
بہت مصروف رہنا پڑتا ہے
بہت سے کام ہیں
جو اپنے ذمے لے رکھے ہیں
مگر انہی سارے مسئلوں میں
تمہاری یاد کا وہ ایک جگنو
اب بھی چمکے تو
یہ آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

سلمیٰ جبار قادری۔ ضلع چکوال

غزل

کیسے سناؤں داستان زندگی تمہیں
اے میرے ہمدم نہ سن پاؤ گے تم
دیکھو گے جب کسی کا جلتا ہوا آشیاں
اس وقت میرے درد کو سمجھ جاؤ گے تم
ہر طرف درد ہی درد ملے گا آپ کو
جب میرے دریچے میں آؤ گے
زندگی سے ہو جائے گی نفرت تمہیں
جب میری طرح زخم کھاؤ گے
بس ساگر کا غم نہ سن تو اچھا ہے جہاں میں
دنیا کے سب دردو غم بھول جاؤ گے

رانا انس اکرام ساگر۔ دائرہ دین پناہ

چند لمحے جو ساتھ گزرے

☑ ......تحریر: عارف حسین ساغر، گلگت دنیور

جب میں نے اس سے شمع کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا یار ساغر جانی شمع کی تو کچھ دن پہلے اس کے کزن کے ساتھ شادی ہو گئی ہے میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ابھی وہ بتا ہی رہا تھا کہ سامنے سے شمع اور اس کی امی آگئی میں نے شمع کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں جب وہ کافی دور چلی گئیں تو میں نے پلٹ کر شمع کی طرف دیکھا وہ پلٹی اس کی انکھوں میں انسو تھے پھر وہ چلی گئی میں بدنصیب روتا ہوا وہاں سے واپس چل پڑا میرے اوپر پہاڑ گرے تھے

(ایک درد بھری سچی کہانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

ہر جگہ تنہائیاں ہیں محفلوں کے باوجود
میں اکیلا ہوں بہت سے دوستوں کے باوجود
آج بھی یہ دل دھڑکتا ہے اسی کے نام پر
آج بھی وہ نزدیک ہے فاصلوں کے باوجود

قارئین ہر انسان کے ساتھ خوشی بھی ہوتی ہے اور دکھ بھی ہوتے ہیں زندگی کبھی خوشیوں کی سوغات ہے تو کبھی غموں کا ڈھیر، کبھی تیز دھوپ ہے تو کبھی سائے، کبھی پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن ہے تو کبھی ویران صحرا لیکن زندگی پھر بھی گامزن ہوتی ہے اسی حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا بس زندگی اپنی راہوں پر رواں دواں رہتی ہے میری زندگی بھی عجیب ہے جو ہر وقت بدقسمت رہتی ہے سنا تھا وقت کے ساتھ حالات بدلتے ہیں لیکن یہاں وقت بدلتا ہے مگر حالات ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں جب میں محبت سے لٹا ہوا شہر کراچی آیا تو یہاں بھی بدقسمتی نے ساتھ نہیں چھوڑا میں کراچی پہنچ کر گلشن اقبال میں رہنے لگا میرے ساتھ میرے کزن اور کچھ یار دوست بھی رہتے تھے شروع میں دن اور راتیں کاٹنا بڑا مشکل تھا ہر وقت اپنے خیالوں میں گم رہتا تھا میرے بیتے ہوئے کل کے حالات مجھے یہاں بھی جینے نہیں دیتے تھے یوں ہنستے روتے ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور ہمارے مالک مکان نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا کبھی کہاں میرے بھائی کی فیملی آنے والی ہے اس لیے آپ لوگ کسی دوسری جگہ رہنے کا انتظام کرو کبھی کوئی اور بہانے سے تنگ کرنے لگا ہم بھٹکتے رہے پھر بڑی مشکل سے دوسرا فلیٹ ملا ہم لوگ وہاں شفٹ ہوئے میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ ایک کمپنی میں کام کرنے لگا میں دن بھر کمپنی میں کام کر کے رات کو گھر آتا تھا اور یہ ہی میری روٹین بن گئی مجھے دنیا کی کچھ خبر نہیں تھی اپنے آس پاس کے پڑوسیوں سے واقفیت نہیں تھی مشکل سے تھوڑا وقت ملتا تھا وہ بھی پڑھائی میں صرف ہو جاتا تھا مجھے گھر سے کمپنی جانا اور واپس آنے کا راستے کا پتہ تھا باقی کون کیا ہے کچھ معلوم نہیں تھا میری جاب کا ٹائم مہینے میں 15 دن رات کی اور 15 دن صبح کی شفٹ تھی یہاں بھی مالک مکان نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا کبھی کوئی بہانا کبھی کچھ تو کبھی کچھ پھر ہم تنگ آ کر دوسری جگہ فلیٹ میں شفٹ ہوئے ہم وہاں سامنے والی گلی میں رہنے لگے اسی عرصہ میں میں نے کمپنی کی جاب چھوڑ دی اور دوسری جگہ جاب کرنے لگا میں ایک بیکری میں سیل مین کا کام کرنے لگا یہاں کام کی ٹائمنگ صبح آٹھ بجے سے

دوپہر چار بجے تک کی اب مجھے تھوڑا ٹائم ملتا تھا میں گھوم پھر سکتا تھا میرا کوئی دوست نہیں تھا میں تنہا تھا میں محبت میں لٹا ہوا تھا اسی وجہ سے بجھا بجھا سا رہتا تھا کسی سے بھی اپنا دکھ شیئر نہیں کرتا تھا جب میں اس نئے فلیٹ میں آیا تو مجھے ایک ساتھ دو دوست مل گئے ایک کا نام تاہا اور دوسرے کا نام رمضان تھا اب میں فارغ وقت ان کے ساتھ گزارنے لگا میں ان کے ساتھ ہنسنے مسکرانے لگا میرے کچھ دکھ کم ہوئے ہر روز جب میں کام سے چھٹی کر کے آتا تھا تو تاہا میرے پاس آتا تھا پھر رمضان کی آواز آتی ساغر یار کہاں ہو باہر آؤ یار ہم تینوں مل کر گھومتے پھرتے تھے ہنسی مذاق کرتے وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا اور یوں شام ہو جاتی میرے کزن کچھ سخت مزاج کے تھے اسی وجہ سے ان سے دور رہتا تھا نہ کوئی بات نہ کوئی مذاق بس خاموش رہتا تھا اور اپنے روم میں اکیلا رہتا تھا اکثر اپنی محبت اپنے پیار کو یاد کر کے چھپ چھپ کر روتا تھا میں اکثر راتیں تنہائی میں روتے ہوئے گزارتا میں رات کو فلیٹ کی چھت پر بیٹھتا تھا اور اپنی یادوں کو یاد کر کے گانے گاتا تھا۔

ستا ستا کر مجھے اشک بار کرتی ہے
تمہاری یاد بہت بے قرار کرتی ہے
یہاں پہ بیٹھ کر ہم نے کیا تھا قول و قرار
ندی وہ اب تیرا انتظار کرتی ہے

ایک دن میں فلیٹ سے باہر آیا تو اچانک میری نظر ایک لڑکی پر پڑی ایک لمحے کیلئے مجھے ایسا لگا جیسے میری شازیہ میرے سامنے آ گئی ہو وہ ایک معصوم ماہ جبیں لڑکی تھی اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا میں حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی اور اشارے سے کہا کیا ہوا ہے پھر میں سر کو جھکائے سامنے سے چلا گیا وہ مجھے دیکھتی رہی لیکن میں نے کوئی دلچسپی نہیں لی جب میں کام سے واپس آیا تو پھر راستے میں مجھے وہ نظر آئی اور ہاتھوں سے اشارے کرنے لگی میں یہ سوچ کر فلیٹ کے اندر گیا کہ وہ میرے ساتھ مذاق کر رہی ہے میں رات بھر سوچتا رہا کہ آخر وہ کون ہے اور اشارے کیوں کر رہی تھی۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی اور کروٹیں بدلتے ہوئے صبح ہو گئی میں کام کیلئے روانہ ہوا جب میں باہر آیا تو میری آنکھیں اسے ڈھونڈھ رہی تھیں مگر وہ کہیں بھی نظر نہیں آئی میں سارا دن اس کے بارے میں سوچتا رہا آخر وہ کون تھی اور کہاں رہتی ہے میرا کام پر دل نہیں لگ رہا تھا میں جلدی چھٹی کر کے واپس آیا جب میں اپنے فلیٹ والی گلی میں پہنچا تو وہ حسین لڑکی وہیں پر کھڑی تھی جہاں میں نے کل دیکھا تھا وہ پھر سے میری طرف اشارے کرنے لگی میں نے خود کو روکنا چاہا لیکن ناکام رہا میرا ہاتھ بھی اس کی طرف اشارہ کرنے لگا وہ مسکراتے ہوئے سامنے سے گزر گئی لیکن کچھ بھی نہیں بولی پھر میں تاہا سے ملنے گیا اور اس سے معلومات حاصل کیں تاہا نے مجھے بتایا کہ وہ لڑکی میرے برابر والے مکان میں رہتی ہے اور اس کا نام شمع ہے وہ ایک امیر گھرانے کی لڑکی ہے اس کا باپ سابقہ ڈی ایس پی تھا کراچی کا لیکن دو سال پہلے فوت ہو چکا ہے شمع اپنی امی اور دو بہنوں کے ساتھ رہتی ہے گھر میں سب سے بڑی ہے ان کا ماموں اور چچا کی فیملی بھی ان کے ساتھ رہتی ہے چچا سعودی عرب میں ہے اور ماموں کسی کمپنی کا منیجر ہے پھر میں واپس اپنے فلیٹ میں آیا پھر رات کو کروٹیں بدلتے ہوئے صبح ہو گئی آج مجھے کام پر جانے کا من نہیں کر رہا تھا دل میں عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی میں نہیں گیا جب میں فلیٹ سے باہر آیا تو میری آنکھیں شمع کو ڈھونڈنے لگیں لیکن شمع نظر نہیں آئی پھر میں فلیٹ کی چھت پر چلا گیا اور ان کے گھر کی طرف دیکھا تو میں حیران رہ گیا وہ ایک بڑا سا بنگلہ تھا اور اندر دو بڑی گاڑیاں بھی کھڑی تھیں پھر میں نیچے آیا اور باہر گلی میں نکلا اتنے میں میرے سامنے گلی میں شمع نظر آئی وہ مسکراتے ہوئے میری طرف آ رہی تھی مجھے ڈر بھی لگ رہا تھا پتہ نہیں کیا ہوگا وہ قریب آئی اور ہنس کر کہنے لگی ساغر کیا حال ہے جب اپنے نام کو اس کے منہ سے سنا تو مجھے پریشانی ہوئی میرے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے میں خاموش بھوت بن کر اسے دیکھے جا رہا تھا پھر شمع نے کہا کیا ہوا چپ کیوں ہو میں نے بڑی مشکل سے پوچھا آپ کو میرا نام

کیسے پتہ چلا جب کہ ہماری یہ پہلی ملاقات ہے وہ مسکرانے لگی اور کہا تم گلگت کے ہونا اور یہاں پڑھنے کے لیے آئے ہو اور اپنے کزنز کے ساتھ رہتے ہو میں نے کہا آپ کو میرے بارے میں اتنا سب کیسے معلوم ہے وہ مسکراتے ہوئے کہا بدوح اور چلی گئی میں پریشانی اور حیرانی سے اپنے فلیٹ میں آیا میں خیالوں میں کھویا ہوا تھا ایک بے چینی سی ہو رہی تھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے کیا ہوا ہے اسی خاموشی میں رات ہو گئی میں سوچوں میں گم سم تھا پتہ نہیں نیند کی دیوی نے کب مجھے اپنی آغوش میں لے لیا صبح اٹھ کر پھر میں بے چینی اور خاموشی کے ساتھ کام پر پہنچا میں خیالوں میں گم تھا اور بیکری میں دل نہیں لگ رہا تھا جب چھٹی ہوئی تو کھوئے کھوئے گھر پہنچا مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے کچھ پتا نہیں۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

دل بے چین ہے اور ایک کسک سی ہو رہی ہے میری آنکھیں نہ جانے کیوں شمع کو ڈھونڈ رہی ہیں میں خود کو روک نہیں سکا اور شمع سے ملنے نکل پڑا میرے باہر آتے ہی میری نظر شمع پر پڑی وہ اپنی چھت پر کھڑی تھی میں نے اشارے سے اس کو نیچے آنے کو کہا وہ مسکراتے ہوئے نیچے آ گئی مجھے اس کے چہرے پر اپنی محبت جو میں گلگت میں چھوڑ آیا تھا وہ نظر آنے لگی وہ مجھے اچھی لگنے لگی میں اس میں اپنی شازیہ کا پیار دیکھنے لگا مجھے اس سے محبت ہو گئی اس کو میں دل دے بیٹھا میں پھر سے مسکرانے لگا ہر طرف خوشیاں پھیل گئیں میں پھر سے ہنسنے لگا ان ہی دنوں میری ملاقات ایک افغانی لڑکی سے ہوئی وہ شمع کی سہیلی تھی اور میری بھی اس سے دوستی ہو گئی اس طرح شمع سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا میں دل ہی دل میں شمع کو چاہنے لگا لیکن اظہار نہیں کیا شمع مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور کئی بار اس نے اظہار محبت کی لیکن میں خاموش رہا کیونکہ پہلے ہی میں محبت کے سمندر میں ڈوب چکا تھا میں لٹ چکا تھا بس اسی وجہ سے ڈر لگتا تھا کہیں پھر سے چوٹ نہ لگے شمع چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوتی تھی لیکن جلدی ہی مان بھی جاتی تھی اکثر روتی تھی اور کہتی تھی مجھے چھوڑ مت دینا میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتی لیکن میں اس کو ہر بار یہی بات سمجھاتا تھا دیکھو ایک نہ ایک دن مجھے یہاں سے جانا ہے مجھے اتنا مت چاہو میں آج یہاں ہوں تو کل کہیں اور جگہ میں ایک پردیسی ہوں ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں پھر بھی شمع میرے ہاتھ تھامے بیٹھی تھی میں بھی شمع کو دل ہی دل میں چاہتا تھا اس سے محبت کرتا تھا لیکن اسی خیال سے ڈر لگتا تھا کہ میں ایک مسافر ہوں جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ایک دن مجھے جانا ہے میرا رہن سہن الگ ہے رسم و رواج بھی الگ ہے وہ ایک بڑے گھر کی لڑکی ہے میں ایک غریب گھر کا ہوں میں اس کو وہ سب خوشیاں نہیں دے سکتا تھا ہمارے گاؤں کا ماحول بھی الگ ہے شمع کبھی بھی وہاں خوش نہیں رہ سکتی اس وجہ سے میں نے کبھی بھی اظہار محبت نہیں کیا اس کے بار بار اصرار پر میں نے ایک دن نہ چاہتے ہوئے کہہ دیا میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ خوشی سے جھومنے لگی اس طرح وقت کا پتا چلا میں اپنے دکھ بھولنے لگا اور شمع کے ساتھ مسکرانے لگا ایک دن باتوں باتوں میں ہم دونوں کی ناراضگی ہوئی میں نے شمع سے ملنا چھوڑ دیا پھر ایک دن سائرہ کے نمبر سے فون آیا سائرہ نے کہا شمع آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں میں نے صاف انکار کر دیا اچانک فون میں رونے کی آواز آئی میں پریشان ہوا پھر شمع کی آواز آئی وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی تم کیوں مجھ سے دور بھاگتے ہو مجھ کو کیوں نظر انداز کرتے ہو اس کی سسکیاں سن کر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے آج بھی جب بھی وہ دن یاد کرتا ہوں تو رونے لگتا ہوں آنسو بہنے لگتے ہیں میں نے کہا پگلی اتنا مجھے کیوں چاہتی ہو کیوں اتنا پیار کرتی ہو وہ مسلسل رو رہی تھی میں برداشت نہیں کر سکا اور روتے ہوئے میں نے فون بند کر دیا وہ رات قیامت کی رات تھی میں پوری رات روتا رہا نیند آئی بھی نہیں خود کو برا بھلا کہتے ہوئے صبح ہو گئی میں نہ چاہتے ہوئے بیکری کی طرف چل پڑا سارا دن اداس رہا اور آنکھیں نم رہیں جب میں واپس پہنچا تو شمع گلی میں میرا انتظار کر رہی تھی اس کو دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور اس کو گلے سے لگایا اور رو پڑا پگلی مجھے اتنا مت چاہو مجھ میں کیا ہے میں اس کو سمجھانے لگا وہ بھی رو پڑی اور کہنے لگی میں کیا کروں مجھے تمہارے علاوہ کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا مجھے چھوڑ مت دینا میں مر جاؤں گی میں نے شمع کو کچھ دلاسہ دیا سمجھایا پھر وہ چلی گئی میں آنسوؤں کے ساتھ گھر آیا میرا دل بے اختیار کہہ رہا تھا اے میرے خدا مجھے کہاں لا کر کھڑا کر دیا میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا میری مدد کر میں بہت پریشان ہوا میں کیا کروں میں خود پرائے شہر میں ہوں جہاں خدا کے علاوہ کوئی سہارا نہیں اس طرح تڑپتے ہوئے دن گزرتے گئے وقت کا پتا ہی نہیں چلا میرے امتحان ہونے لگے میں پڑھائی اور پیپرز میں مصروف ہوا اور شمع بھی پڑھائی میں مصروف ہو گئی اس کے بھی پیپرز ہونے لگے دن گزرتے گئے اور آخری پیپر آیا میں اپنے فلیٹ میں پڑھائی میں مصروف تھا یہاں بھی بدقسمتی نے کسر نہ چھوڑی گھر سے فون آیا میں فون اٹینڈ کیا پھر مجھے خبر ملی کہ شازیہ کی آنے والی عید کو شادی ہونے والی ہے خبر سنتے ہی فون میرے ہاتھ سے گر گیا اور میرا دماغ چکرانے لگا شازیہ میری پہلی محبت تھی میں اپنے حالات سے لٹا ہوا کراچی آیا تھا اپنی شازیہ کو چھوڑ کر شمع کے پیار نے شازیہ کا خیال بھی دل و دماغ سے دور کر دیا تھا اگلے دن پیپر دینے کے بعد میں سیدھا سیون ڈے اڈا چلا گیا وہاں سے صبح 10 بجے کی ٹکٹ لی اگلے دن میں بغیر شمع سے ملے گلگت کی طرف روانہ ہو گیا تین دن کے سفر کرنے کے بعد گلگت پہنچا لمبے سفر کے بعد لوگ آرام کرتے ہیں میں پاگلوں کی طرح شازیہ سے ملنے چل پڑا لیکن شازیہ سے ملاقات نہیں ہوئی ایک ہفتہ تک ملنے کی کوشش کرتا رہا مگر شازیہ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئی تھی ملاقات نہیں ہو سکی۔

زندہ رہنے کیلئے تیری قسم
اک ملاقات ضروری ہے صنم

❀❀❀
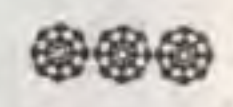
ساتھ شازیہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا جب پاس پہنچا تو اندر شہنائیاں بج رہی تھیں اور خوشیاں منا رہے تھے اور میں باہر ارمانوں کا ماتم کر رہا تھا پھر میں اک نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا میں ٹوٹ چکا تھا برباد ہو چکا تھا بھٹکتے ہوئے رات ہو گئی اور میں اپنی خالہ کے گھر پہنچا میری کزن میری ہمراز تھی میں نے جب کہانی سنائی تو میرے ساتھ وہ بھی رونے لگی اور روتے ہوئے صبح ہو گئی پھر تین دن بعد میں پھر ہمیشہ کیلئے گلگت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور واپس اپنے آنسوؤں کو دامن میں سمیٹتے ہوئے کراچی روانہ ہوا میں زندہ لاش بن چکا تھا جب میں کراچی پہنچا تو میرے کزنز نے فلیٹ لیا تھا اور وہ گلستان جوہر رہائش پذیر تھے میں بھی وہاں رہنے لگا کچھ دنوں بعد مجھ کو شمع کی یاد آ گئی میں اس سے ملنے گیا لیکن ملاقات نہیں ہوئی جہاں ہم دونوں کبھی مسکراتے تھے ہنستے تھے وہ گلیاں خاموش تھیں ویران تھیں پھر میری ملاقات میرے دوست تاہا سے ہوئی جب میں نے اس سے شمع کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا یار ساغر جانی شمع کی تو کچھ دن پہلے اس کے کزن کے ساتھ شادی ہو گئی ہے میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ابھی وہ بتا ہی رہا تھا کہ سامنے سے شمع اور اس کی امی آ گئی میں نے شمع کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں جب وہ کافی دور چلی گئیں تو میں نے پلٹ کر شمع کی طرف دیکھا وہ پلٹی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے پھر وہ چلی گئی میں بدنصیب روتا ہوا وہاں سے واپس چل پڑا میرے اوپر پہاڑ گرے تھے میں زندہ لاش بن کر وہاں سے فلیٹ پہنچا اور پھر کبھی گلشن اقبال نہیں گیا جب بھی کبھی پاس گزرا بے اختیار رو پڑتا تھا آنکھوں سے خون کے آنسو نکلتے تھے میں نے اپنی شمع کو بھی کھو دیا پھر میں نہ گلگت کا رہا نہ کراچی کا میں زندہ ہو کر بھی زندہ نہیں ہوں دنیا میں رہ کر بھی دنیا کا نہیں ہوں پھر میں کراچی کو چھوڑ کر ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح گلگت پہنچا آج پانچ سال ہونے کو آئے ہیں کراچی چھوڑ کر سب کچھ ہو کر بھی آج میرے پاس کچھ نہیں ہیں بس یادیں جینے کا سہارا بنے ہوئی ہیں شمع میری دعا ہے تم جہاں بھی رہو خوش رہو آباد رہو میں تمہارا پیار کبھی بھلا نہیں سکتا

"تنہا ہے زندگی"

☑......تحریر: حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری، فیصل آباد

ہسپتال کا پورا عملہ مجھے تسلی دے رہا تھا مگر میں تڑپ رہا تھا اور میری نظریں آپریشن تھیٹر کے دروازے پر تھیں کچھ دیر کے بعد دروازہ کھولا گیا اسٹریچر پر کنول کی لاش کے ساتھ ایک گول مٹول پیاری سی بچی بھی تھی اس وقت میری کیا حالت تھی دل میں درد رکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ خیرمیں نے بڑے حوصلے اور جرات مندی سے ایمبولینس کا بندوبست کیا اور کنول کی ڈیڈ باڈی گھر لے ایا۔

(ایک درد بھری سچی کہانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

دل میں اب کوئی تمنا نہیں رہی کیونکہ جو بھی ملا بے وفا ملا جو بھی ملا زخم دے کر چلا گیا میرے زخموں کے منہ ابھی تک کھلے ہوئے ہیں اور یادوں کی اندھی دل ودماغ پر چل رہی ہے لیکن پھر بھی دنیا بھر کے زخم دل پر لیے ویرانوں میں آوارہ بادل کی طرح بھٹک رہا ہوں کوئی سہارا نہیں ہے کوئی پیار کرنے والا نہیں ہے شاید قسمت میں وفا، پیار، چاہت اور محبت نام کی کوئی چیز نہیں ہے دل میں آنسوؤں کے سمندر لیے بھٹک رہا ہوں۔ شاید قسمت میں خوشیاں نہیں ہیں سوچتا ہوں اب ان جھوٹی خوشیوں کو پا کر کیا کروں گا اپنا دل تو پہلے ہی دکھی ہے اسے اور دکھ کیوں دوں اپنی زندگی تو آنسوؤں، دکھوں، زخموں، سسکیوں سے بھری ہوئی واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے:

کوئی نہیں میرا اس دنیا میں آشیاں برباد ہے
آنسوؤں بھری مجھے قسمت ملی زندگی ناشاد ہے

میرا نام ابراہیم ہے میں حیدر آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا میری پیدائش پر میرے والدین نے بہت خوشیاں منائیں اور سارے محلے میں مٹھائی تقسیم کی کیونکہ میں سب سے چھوٹا تھا میرا ایک بھائی مجھ سے بڑا تھا اور چار بڑی بہنیں تھیں جو سب کے سب شادی شدہ تھے میرے والد صاحب اور بڑے بھائی کھیتی باڑی کرتے تھے کیونکہ اپنی کچھ ایکڑ زرعی زمین تھی گھر کے اخراجات اور دیگر ضروریات زندگی باآسانی چل رہے تھے ہمارا گزارہ اچھا خاصا ہو رہا تھا جب میں پانچ سال کا ہوا تو مجھے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا والدین کی محبت اور شفقت میرے ساتھ تھی وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا اور میں دل لگا کر سکول جانے لگا کیونکہ مجھے پڑھائی سے بہت دلچسپی تھی اور میں پوری محنت سے کتابیں پڑھتا تھا اسی سکول میں ایک مجیب نامی لڑکا بھی زیر تعلیم تھا یوں تو کئی طالب علموں سے واقفیت ہو چکی تھی مگر مجیب میرا بہت گہرا دوست بن چکا تھا مجیب کا گھر بھی ہمارے گھر کے قریب ہی تھا ہم دونوں اکٹھے ہی سکول جاتے اور اکٹھے ہی واپس آتے تھے کیونکہ ہم دونوں میں بہت پیار ہو گیا تھا اسی پیار کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے گھر بھی آتے جاتے تھے ہم دونوں پوری دلجمعی سے پڑھتے تھے اس طرح وق گزرتا رہا اور ہم نے پرائمری کا سالانہ امتحان فسٹ اور سیکنڈ ڈویژن میں پاس کر لیا تھا اب تو ہمارے استاد محترم بھی ہم سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آنے لگے تھے والدین بھی ہم پر فخر کرنے لگے ہم والدین کی شفقت اور اپنے

استاد محترم کا خلوص پا کر بہت خوش ہوئے اور دل میں سوچا کہ انشاء اللہ اس توجہ اور محنت سے پڑھیں گے اور ہر سال سکول میں اچھی پوزیشن لے کر کامیاب ہوں گے پھر ہم نے مڈل سکول میں ایڈمیشن لے لیا اور ایک بار پھر اپنی تمام تر توجہ اپنی تعلیم پر مرکوز کر دی ابھی ہم مڈل سکول میں ایڈمیشن لیے چند دن ہی ہوئے تھے کہ میرا بڑا بھائی اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا میں اتنا رویا تھا کہ میرے آنسوؤں نے مجھے بھگو دیا گاؤں میں جوان بھائی کی موت پر ہر آنکھ اشکبار تھی میرا بڑا بھائی مجھے چھوٹی عمر میں ہی تنہا کر گیا تھا پھر میں اپنی ماں جی اور ابو جی کے گلے لگ کر خوب رویا تھا والدین نے مجھے بڑے پیار سے چپ کرایا اور میرے دریا کی طرح بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھا پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کس طرح بھائی کو آخری آرامگاہ تک پہنچایا چار پانچ دن تو میں سکول بھی نہ گیا کیونکہ لوگ ہمارے گھر افسوس کیلئے آ رہے تھے مجیب کے والدین بھی آئے تھے میں اور مجیب دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے تھے دیر تک روتے رہے جب ہمارے والدین کو پتہ چلا تو انہوں نے آ کر ہمیں چپ کرایا۔ جاوید نسیم بھیا ادھر میری بھابی نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا والدین نے اسے بہت سمجھایا کہ بیٹی مت رو تمہارے رونے سے تمہارا شوہر واپس تو نہیں آئے گا وہ تھی کہ چپ ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی بس روئے ہی جا رہی تھی پھر والدین نے مجھے کہا بیٹا ابراہیم تم جاؤ اور اپنی بھابی کو چپ کراؤ میں جا کر بھابی کے پاس بیٹھ گیا اور کہا بھابی پلیز چپ ہو جاؤ کیا رونے سے بھائی جان واپس آ جائیں گے دیکھو بھابی قدرت کا بھی اپنا ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے وہ ٹھیک ہی کرتا ہے انسان اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی نہیں کر سکتا یہ تو بہت ہی مجبور ہے اور پھر موت تو برحق ہے کوئی پہلے اس دنیائے فانی سے چلا جاتا ہے کوئی بعد میں مرنا تو سب نے ہے یہ تو ازل سے ہی چلا آیا ہے اور ابد تک ایسا ہی ہوتا رہے گا بھابی پلیز خاموش ہو جاؤ ورنہ میں بھی رو دوں گا میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بھابی چپ ہو گئی میں نے اپنے رومال سے بھابی کے آنسو صاف کیے جوان بھائی کی اچانک موت سے ہمارا گھر اجڑ گیا تھا ویران ہو گیا تھا والد صاحب اکیلے رہ گئے تھے پھر میں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے والد کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ بیٹے کی اچانک موت پر وقت سے پہلے ہی بوڑھے ہو گئے تھے۔

یہاں میں ایک بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں میرے دو چچا زاد بھائی تھے جس میں سے ایک کا انتقال ہو چکا تھا اس کی اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جو کہ شادی شدہ تھے اور دوسرے چچا زاد حیات ہیں اس کی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جو کہ غیر شادی شدہ ہیں ان میں کچھ بڑے ہیں اور کچھ چھوٹے بھی ہیں ان میں ایک بیٹا جس کا نام جلال تھا بہت ہی شرارتی تھا چھوٹا تھا اس لیے وہ جو بات بھی منہ سے نکالتا تھا والدین اسے فوراً پورا کرتے تھے ہمارا گھرانہ اچھا خاصا تھا ہم بہت اچھے طریقے سے ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے واقعی خوشیاں اور وہ بھی ڈھیر ساری خوشیاں کسے راس آتی ہیں۔

حسب معمول میں چھٹی جماعت میں زیر تعلیم تھا مجیب میرے ساتھ تھا ہم دونوں ایک دن سکول سے واپس آ رہے تھے اور بڑے خوش تھے کیونکہ ہم نے آج سکول کے بزم ادب پروگرام میں تقریریں کیں اور حسب سابق فسٹ اور سیکنڈ انعام حاصل کیا تھا اس لیے ہم خوش تھے کہ اچانک ایک موڑ پر ایک بچہ کہنے لگا ابراہیم تمہارے ابو فوت ہو گئے ہیں اس کا یہ کہنا تھا میرے پاؤں سے زمین نکل گئی اور کتابیں نیچے گر گئیں اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو گھر میں پایا میں نے اٹھنے کی بہت کوشش کی مگر اٹھ نہ سکا ابو کو میری بے ہوشی کی حالت میں ہی آخری آرامگاہ تک پہنچا دیا گیا میں کتنا بدنصیب تھا کہ اپنے ابو کا آخری دیدار بھی نہ کر سکا اپنے ابو کی میت کو کندھا بھی نہ دے سکا میں تھر تھر کانپ رہا تھا کہ امی جی رو پڑیں اور ایسی روئیں کہ ایسے میں نے کبھی بھی کسی کو روتے نہیں دیکھا تھا کبھی کبھی وہ روتے روتے ہنستی اور پھر رو دیتیں جیسے پاگل ہو گئی ہو میں اپنی امی جی کے گلے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا خدا نے ہمیں ایک عجیب موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا ہمارا سارا گھر ویران سا ہو چکا تھا کہتے ہیں کہ جب انسان دکھوں کے بوجھ تلے مصیبتوں کے جال میں جکڑا جائے تو ایسے میں غیر تو کیا اپنے بھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں ان کے کشکول میں کچھ ڈالنا نہ پڑ جائے۔ مگر میرے چچا ایسے نہیں تھے انہوں نے ایسے وقت میں ہماری بہت ہمت بندھائی، سہارا دیا تسلی دی حوصلہ بڑھایا اور ہماری دیکھ بھال اپنے ذمے لے لی چچا کے بیٹے مجھے بہت پیار کرتے تھے جلال جو دوسروں کے لیے شرارتی تھا مگر میرے ساتھ بہت پیار کرتا تھا مجھے ایسے لگتا تھا جیسے خدا نے جلال کی صورت میں مجھے ایک بھائی دیا ہو جلال رات دن میرے ساتھ رہتا تھا میں بھی جلال کو اپنا بھائی سمجھتا تھا میری امی جی اپنے مجازی خدا کی اچانک موت پر آنسو بہاتی رہتی تھی دکھ تو مجھے بھی بہت تھا مگر میں بڑی ہمت سے اپنی امی کو حوصلہ دیتا تھا اور کہتا امی جی واقعی دکھ انسان کو توڑتے ہیں اور ساتھ ساتھ مضبوط بھی کرتے ہیں امی جی حوصلہ کرو۔ ادھر جلال نے مجھے بہت سہارا دیا ہوا تھا میرے ابو کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد میری بھابی اپنے میکے چلی گئی اور ادھر ہی اس نے دوسری شادی کر لی اپنے گھر میں صرف ہم ماں بیٹا ہی رہ گئے تھے جب کبھی بہنوں کی یاد آتی تو ان کو ملنے چلے جاتے اور شام کو واپس آ جاتے جہاں میں ایک بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے دو ماموں زاد تھے جس میں سے ایک کا انتقال ہو چکا تھا ایک ابھی زندہ ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ وہ اپنی آنکھوں کی روشنی کھو چکا ہے پھر میں نے اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنی زمین بھی خود ہی سنبھال لی اور میرے چچا کے بیٹے میری ہر حال میں مدد کرتے تھے گھر کا کام امی جی خود کرتی تھیں کیونکہ وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں گھر کا کام کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ شادی کر لی جائے ایک تو گھر کے کام کاج کا بوجھ امی جی کے سر سے اتر جائے گا دوسرا ان کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی اور گھر میں کچھ رونق سی لگ جائے گی اور میری زندگی کے دکھ بھی دور ہو جائیں گے پھر جب میں نے اپنے اس فیصلے سے امی جی کو آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور پھر ہمارے ہاں رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔

کنول ایک پڑھی لکھی خوبصورت لڑکی تھی وہ مجھے چاہتی بھی تھی میں بھی اسے پیار کرتا تھا مگر کنول ایک غریب گھر سے تعلق رکھتی تھی مگر وہ حسن کا ایک ناقابل فراموش شاہکار تھی خوبصورت براؤن آنکھیں بالکل بلی جیسی، سفید رنگت، گھنی سیاہ زلفیں، پتلی کمر، ہرنی جیسی چال، سیب جیسے خوبصورت گال اور پھر کنول بہت ہنس مکھ اور ملنسار تھی پھر معمولی سی بات چیت کے بعد میری شادی کنول سے ہو گئی شادی بڑی سادگی سے ہوئی کیونکہ ہمارے ہاں ڈھول اور شہنائی وغیرہ کا بالکل رواج نہیں ہے بس مولوی کو بلوا کر نکاح پڑھا کر لڑکی کو گھر لے آتے ہیں اسی طرح کنول میری بیوی بن کر ہمارے گھر آ گئی اور پھر وہ رات جو یادگار رات ہوتی ہے جسے لوگ سہاگ رات کہتے ہیں ہم نے بڑی خوبصورتی سے منائی ساری رات ہم پیار کے سپنے اور مستقبل کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہے پھر رات کے پچھلے پہر جب نیند غالب آنے لگی تو میں نے لائٹ آف کر کے کنول کو اپنے بیڈ پر کھینچ لیا پھر ہاتھ بندھی ہوئی ڈور سے کھیلنے لگے کتنے ہی لمحے کتنے ہی پل ہم دونوں دنیا سے بے نیاز و بے خبر اپنی ہی مستی میں سہاگ کے گیت گاتے رہے کنول آج بہت خوش تھی اور پھر وہ اپنے دلی جذبات کو مجھ پر نچھاور کر رہی تھی کیونکہ اب وہ میری بیوی تھی پھر ہم نے جاگتے ہوئے ساری رات گزار دی۔

صبح جب میں اٹھا دیکھا تو کنول بے سدھ پڑی سو رہی تھی اس کی ناک پر پسینے کے قطرے شبنم کی طرح چمک رہے تھے کچھ دیر کے بعد جب امی جی نے کنول کو اٹھایا تو وہ کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی تھی اور پھر مجھے دیکھ کر شرما رہی تھی کنول کے آنے سے گھر میں رونق سی آ گئی تھی وہ ہر وقت امی جی کے ساتھ بیٹھی امی جی کی دلجوئی کرتی رہتی تھی جس سے امی جی کی تنہائی بھی قدرے کم ہو گئی تھی اور پھر

اس نے سارے گھر کا کام بھی سنبھال لیا تھا امی جی کو وہ کام نہ کرنے دیتی تھی میں اسے کہتا کنول اتنا کام نہ کیا کرو بیمار پڑ جاؤ گی تو وہ کہتی میرے سرتاج یہ تو میرا فرض ہے اور پھر امی جی کی خدمت کرنا تو ان سے جنت خریدنا ہے کیونکہ جنت ماں کے قدموں میں ہے میں اس جنت کو کھونا نہیں چاہتی اور پھر جب تک میں زندہ رہوں گی گھر کے سارے کام خود کرتی رہوں گی ویسے بھی امی جی کی عمر اب کام کرنے کی نہیں رہی کیونکہ اب وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہیں کنول کے گھر آنے سے ہمارے سارے دکھ اور زخم مندمل ہو گئے تھے کنول کے پیار نے مجھے سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دیا تھا میری بھی یہی خواہش تھی کہ کوئی اچھی سی بیوی مل جائے اور میں اپنی زندگی سکون سے گزار سکوں۔ سو اللہ تعالیٰ نے میری خواہش پوری کر دی تھی میں نے جب میٹرک کا ایگزام پاس کیا تو امی جی نے کہا بیٹا اب تعلیم کو چھوڑ دو اور اپنی زمین کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو پھر میں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا مجیب ابھی زیر تعلیم تھا وہ مجھے کہتا اور اکثر مجھ سے لڑتا جھگڑتا کہ ابراہیم تم نے پڑھائی کیوں چھوڑی ہے میں نے اسے کہا مجیب بھائی یہ میری مجبوری ہے کیونکہ آپ کو پتہ ہے کہ ابو جی اور بڑے بھائی مجھے تنہا چھوڑ کر اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور اب یہ چند ایکڑ زمین جو ہے اس کی دیکھ بھال ہی کرنا ہے بھائی اگر میں زمین کاشت نہیں کروں گا تو کھاؤں گا کہاں سے یہ سن کر مجیب چپ ہو گیا اسی طرح وقت گزرتا رہا ہم ہنسی خوشی اپنی دنیا میں مگن رہے۔ اپریل فول کا دن مجھے آج بھی یاد ہے میں نے کنول سے اس کا امتحان لینے کے لیے اس کو فول بنانے کے لیے کچھ بے رخی سے کام لیا تو کنول کہنے لگی ابراہیم آج تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کون ہوتی ہو میرے کام میں دخل دینے والی ابراہیم میں تمہاری بیوی ہوں اور تم میرے شوہر ہو ہمارا ایک دوسرے پر حق ہے اسی لیے میں تم سے پوچھ رہی ہوں کیونکہ اس سے پہلے تو تم نے کبھی ایسی بات نہیں کی اور نہ ہی میں نے کبھی تمہاری ایسی بے رخی دیکھی ہے آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو لگتا ہے تمہاری طبیعت خراب ہے کنول نے پیار سے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ تو میں نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا ہاں تم میری بیوی نہیں ہو یہ سن کر کنول رونے لگی اور روتے ہی اس نے پھر پوچھا ابراہیم آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور یہ تم کیا کہہ رہے ہو مجھے یقین نہیں آ رہا کیونکہ تمہارا بے پناہ اور سمندر کی طرح وسیع پیار میں نہیں بھول سکتا تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جو آج تم الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو ابراہیم ہوش میں آؤ مجھے پہچانو میں تمہاری کنول ہوں تمہاری پہلی اور آخری چاہت اور محبت کیا تم سب کچھ بھول گئے ہو نہیں ابراہیم ہرگز نہیں۔ تم...... تم...... تم میرے ہو اور میرے ہی رہو گے تم کبھی نہیں بدل سکتے سب کچھ بدل سکتا ہے اور بدل جائے گا مگر مجھے اتنا یقین ہے ابراہیم تم نہیں بدلو گے تمہاری محبت اور چاہت تو میری زندگی ہے تم میری زندگی بھر کا سرمایہ ہو تم ہو میرا جیون میری آشا اور میری انتہا ہو تم میرے وجود کا ایک حصہ ہو تم اور وجود کے حصے کبھی الگ نہیں ہو سکتے میں نے تمہیں بڑی ہی چاہتوں اور مرادوں سے حاصل کیا ہے ابراہیم میں تمہیں کسی قیمت پر کھونے کو تیار نہیں ہوں میں نے اپنی اسی خواہش کی تکمیل کی خاطر صدیوں کا سفر طے کیا ہے میں نے خلوص انسانیت اور محبت کے نام پر تمہیں حاصل کیا ہے میں نے اپنی زندگی کے اچھوتے جذبے اور تمام امنگیں تمہارے نام کر دیئے ہیں ابراہیم پلیز میری زندگی برباد نہ کرو واپس لوٹ آؤ انہی راہوں پر ان ہی راستوں پر جہاں ہماری چاہت اور محبت کے پھول مہک رہے ہیں ورنہ میں مر جاؤں گی مگر تمہارے دیئے ہوئے زخم اور دکھ برداشت نہ کر پاؤں گی کنول روتے ہوئے میرے قدموں میں گر پڑی اسی طرح شام ہو چکی تھی امی جی صبح ہی سے بڑی باجی کے پاس گئی ہوئی تھیں کیونکہ آج رات ان کا قیام باجی ہی کے پاس تھا کنول کے آنسوؤں سے میرے قدم تر ہو گئے تھے اور پھر کنول کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں بھی تڑپ اٹھا اور اسے کہا پگلی میں تو مذاق کر رہا تھا تمہیں پتہ ہے کہ آج اپریل فول ہے میں تمہیں آزما رہا تھا واقعی کنول تم کامیاب ہو گئی ہو کنول کہنے لگی ابراہیم میری تو جان ہی نکل گئی تھی کہ نجانے کس ظالم کی نظر بد لگ گئی ہے

میرے آشیانے کو کنول کی یہ ادا مجھے بہت پیاری لگی اور میں نے جذبات سے بے قابو ہو کر کنول کو اپنے سینے سے لگا کر اپنی بانہوں کے حصار کو سخت کر دیا کنول بھی جذبات سے سرخ ہو گئی تھی پھر میں نے پیار سے اس کے نرم و ملائم اور خوبصورت ہونٹ چوم لیے کتنے ہی پل ایسے گزر گئے پھر میں نے کنول سے بہت پیار کیا اور کہا ارے پگلی تو تم کیسی باتیں کرتی ہو تم تو میری زندگی ہو میرے دل کی ملکہ ہو میری ہمسفر ہو پھر کنول مسکرا دی دوسرے دن امی جی آئی تو کنول نے ساری بات امی جی کو بتا دی تو وہ کہنے لگی بیٹا ایسے سنجیدہ مذاق نہیں کیا کرتے اور مجھے سمجھانے لگیں میں نے وعدہ کیا کہ آئندہ میں ایسا مذاق نہیں کروں گا۔

وقت کا پنچھی محو پرواز رہا ہم گھر میں ہنسی خوشی زندگی کے خوشگوار لمحے بسر کرتے رہے ایک دن جلال آیا اور کہنے لگا بھائی ابراہیم آج شام کا کھانا ہمارے گھر ہمارے ساتھ کھانا ہو گا اور ہاں بھائی جی اور ماں جی کو ہمراہ ضرور لانا میں نے اپنے بھائی کی خلوص سے دی ہوئی دعوت قبول کر لی خیر سورج غروب ہوا ہم تینوں جلال بھائی کے گھر چلے گئے انہوں نے خوش ہو کر ہمارا استقبال کیا پھر سب نے مل کر کھانا کھایا تو بہت مزہ آیا کھانے سے فارغ ہو کر پھر ہم باتوں میں کھو گئے اور وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا جب میں نے دیوار پر لگے کلاک پر نظر ڈالی تو رات کے بارہ بج چکے تھے پھر ہم نے جلال بھائی سے اجازت لی اور وہ میں گیٹ تک سی آف کرنے کے لیے آیا پھر ہم اسے گڈ نائٹ کہہ کر واپس آ گئے امی جی اپنے کمرے میں چلی گئیں اور ہم اپنے بیڈ روم میں آ گئے۔

آسمان پر ننھے منے جگنو ٹمٹمانے لگے سندرتا کا جادو ساری کائنات پر پھیل گیا نیلے گگن پر پچھلے پہر کا چاند اپنی پیاری پیاری کرنیں بکھیرنے لگا رات بڑی حسین ہو چکی تھی لیکن میرے دل میں سکون کا نام تک نہیں تھا دور پہاڑوں پر رہنے والے سپیرے کھلی چاندنی میں بین بجا بجا کر سانپوں سے کھیل رہے تھے لیکن میرے دل کو حسرتوں اور مایوسیوں کے سیاہ ناگ ڈس رہے تھے جب چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا اور ہوا رک رک کر چلنے لگی تو اچانک میری خواب گاہ خوشبوؤں سے معطر ہو گئی یہ کیسی خوشبو تھی کہ مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی میں نے اچانک دیکھا میرے بیڈ کے دائیں جانب کنول کھڑی تھی وہ مجھے عجیب سی نظروں سے گھور رہی تھی ان نظروں کا مفہوم میں سمجھ رہا تھا دراصل وہ مجھے اداس اور مغموم سا دیکھ کر بے حد فکرمند ہو گئی تھی اور میری اس سوچ اور اداسی کے بارے میں جاننے کی خواہش مند تھی جب میں کافی دیر تک خاموش رہا تو اس نے پیار بھری نرم و ملائم آواز میں کہا سرتاج آپ اس قدر اداس اور بے چین کیوں ہیں مجھے دکھ ہوتا ہے تمہیں ایسے دیکھ کر مجھ سے آپ کی یہ سوگواریت دیکھی نہیں جاتی خدا کیلئے مجھے کچھ تو بتائیے کنول میری اداسی اور بے چینی دیکھ کر پریشان ہو گئی مگر میں اسے کیا بتاتا بھلا دل کے نہاں خانوں میں تہہ در تہہ لپٹے جذبوں کو لفظوں کا روپ دیا جا سکتا ہے جذبے تو صرف محسوس کیے جاتے ہیں اگر اظہار کر دیا تو جذبوں کی روح فنا ہو جائے گی۔

میں خاموش رہا اور ٹکٹکی لگائے کنول میری جانب دیکھتی رہی شاید وہ میرے لب کھلنے کی منتظر تھی لیکن میں نے اپنے لبوں کو مقفل ہی رہنے دیا وہ اس صورتحال سے تڑپ اٹھی۔ سرتاج آخر بات کیا ہے کنول کے لہجے کی تڑپ دیکھ کر میری آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے اور میں نے لرزتی کانپتی آواز میں کہا کچھ بھی تو نہیں کنول بس میں ذرا ماضی میں کھو گیا تھا۔

سرتاج ماضی کو بھول جائیے حال کی بات کیجئے اور مستقبل کے بارے میں سوچیں ماضی میں کھونے سے دل کے زخم ہرے کرنے سے کیا فائدہ یہ کہتے ہوئے کنول نے اپنی بانہیں میرے گلے میں حائل کر دیں اس لمحے مجھے کنول پر بہت پیار آیا پھر میں نے مسکرا کر کنول کو اپنے بازوؤں کے مضبوط حصار میں جکڑ لیا اور پیار سے اس کے خوبصورت ہونٹ چوم لیے۔

کتنے ہی پل کتنے ہی لمحے ایسے ہی بیت گئے پھر جذبات بھڑک اٹھے اور ہم بیڈ پر گر پڑے پھر کتنے ہی پل جذبات کا طوفان اپنی رفتار سے چلتا رہا لیکن ہمیں ذرا بھی

تھکن کا احساس نہ ہوا کنول کرنے لگی سرتاج دیکھو یہ جذبات کی کیسی طلسمی دنیا ہے کیسی یہ نگری ہے جذبات ہمیں کہاں لے گئے ہیں مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے ہم بادلوں پر تیر رہے ہیں واقعی کنول یہ ہمارے دل کی سرزمین ہے یہ دل کی عجیب وادی ہے زمین کا کوئی باسی ہمارے دل کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا کنول کی آنکھوں سے جذبات کے نغمے پھوٹ رہے تھے اور وہ کہہ رہی تھی سرتاج جب یہ جذبے ختم ہو گئے تو شادات پھول مرجھا کر گر پڑیں گے درختوں کی ٹہنیوں پر اچھلتے پرندوں کی جگہ الو بولنے لگیں گے ساری کائنات پر ایک گہری اداسی محیط ہو جائے گی ساری رنگینیاں یکسر ختم ہو جائیں گی موتیوں کے محلوں کا سہاگ لٹ جائے گا چشموں کی ساری دلفریبی دم توڑ دے گی۔ سرتاج ساری تازگی انہی جذبات کے نغموں سے ہے ہم ساری رات جذبات سے لطف اندوز ہوتے رہے کنول کہنے لگی سرتاج کیسی لگی ہے یہ حال کی رات کنول بہت اچھی بہت دلفریب اب میں کبھی ماضی میں نہیں جھانکوں گا یہ سنتے ہی کنول ہولے ہولے مسکرانے لگی اس کی مسکراہٹ مجھے بے حد پیاری لگی دھڑکنوں کے پھول مہک اٹھے زندگی اب ایک نئی ڈگر پر چل نکلی۔

جاوید نسیم صاحب یہاں میں ایک بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں مجیب اب ٹنڈو الہ یار میں تعلیم حاصل کر رہا ہے اور وہیں پر ہوسٹل میں شفٹ ہو گیا ہے میرا ہمدرد، میرا ہمراز میرے بچپن کا ساتھی بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا میں نے دو تین لیٹرز بھی لکھے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا ایک دن میں خود ہی مجیب کو ملنے ٹنڈو الہ یار چلا گیا دروازے پر جب میں نے دستک دی تو اندر سے مجیب نکلا میں اسے گلے ملنا چاہتا تھا کہ اس نے دور ہی سے ہاتھ بڑھا دیا اور کہنے لگا ابراہیم اب تم یہاں کبھی نہ آنا میں خود ہی تمہیں ملنے تمہارے گاؤں آ جایا کروں گا یہ کہتے ہوئے مجیب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے مجھ پر ایٹم بم گرا دیا ہو اور میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوں۔

مجیب کا یہ سلوک یہ رویہ دیکھ کر میں تڑپ اٹھا واقعی گلاب شاخ سے جدا ہو کر مرجھا جاتا ہے کیونکہ اسے شاخ سے محبت ہوتی ہے پیار ہوتا ہے شاخ اس کا سہارا ہوتی ہے میں بھی ایسے ہی بکھر گیا تھا مجھے بھی میرے بچپن کے دوست نے بکھیر دیا تھا میں لڑکھڑایا ہوا گھر آ گیا کنول مجھے پریشان دیکھ کر میری جانب لپکی سرتاج کیا ہوا وہ پریشانی کے عالم میں بولی اچانک میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

مجھے اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

سرتاج میں آپ کی بات سمجھی نہیں کنول حیرت سے بولی کنول مجھے آج جو زخم لگا ہے اس سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے کسی نے میرے جس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں سرتاج آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کنول آج میرے بچپن کے دوست مجیب نے مجھے ٹھکرا دیا ہے یہ سنتے ہی کنول نے سر نیچے جھکا لیا مجھے معاف کر دینا سرتاج کہ میں نے تمہارے زخموں کو ہرا کیا ہے تم فکر نہ کرو میں تمہارا ساتھ نبھاؤں گی یہ منہ بولے رشتے تو کچے دھاگے ہوتے ہیں جب دل چاہے توڑ لو اور جب دل چاہے جوڑ لو مگر کنول اب میں کبھی منہ بولے رشتوں پر اعتبار نہیں کروں گا کیونکہ جو خونی رشتے ہی ٹوٹ جائیں تو پھر یہ منہ بولے رشتے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔

ادھر ہماری زمین کے ساتھ ڈھکن ذات کے لوگوں کی زمین بھی تھی وہ ہماری زمین پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جب بھی ہماری پانی کی باری ہوتی تو وہ لاٹھیاں اور کلہاڑیاں لے کر لڑنے کو آ جاتے مگر ہم نے ان کو ہر بار شکست دی کیونکہ ہمارا گھرانہ بھی اچھا خاصا تھا مگر وہ ہماری زمین پر قبضہ کیوں کرنا چاہتے تھے شاید کوئی پرانی دشمنی تھی ایک دن جمعہ کا دن تھا کہ ہمارے کچھ آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے چلے گئے اور کچھ پانی کیلئے زمین پر گئے اور ان لوگوں کو موقع مل گیا وہ ہمارے کچھ آدمیوں کو زخمی کر گئے جب گاؤں میں پتہ چلا تو ہم سب لوگ بھی ہتھیار لے کر زمین پر چلے گئے تو وہ ہم کو دیکھ کر بھاگ گئے ہم نے جن کو کئی بار شکست دی تھی وہ موقع ملتے ہی وار کر کے چلے گئے یہ بہت دیر سے ہو رہا ہے اور نہ جانے یہ سلسلہ کب تک چلتا

ہے گا پتہ نہیں کب تک [illegible] ظالموں سے نجات ملے گی اور ہم [illegible] سے زمین پر سر کر سکیں گے اب میں نے کورٹ میں مقدمہ درج کرایا ہے دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے ادھر میں کچھ دنوں سے جلال کو پریشان دیکھ رہا تھا پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا وہ روزانہ میرے پاس آتا اور پاگلوں کی طرح باتیں کرتا رہتا مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا جلال بھائی تمہیں کیا ہو گیا ہے کون سی پریشانی ہے مجھے بتاؤ ہو سکتا ہے میں اپنے بھائی کی کچھ مدد کر سکوں وہ خاموش رہا تو میں نے ضد کر کے کہا اگر آپ مجھے اپنی پریشانی سے آگاہ نہیں کریں گے تو میں آپ سے نہیں بولوں گا میرے مجبور کرنے پر جلال نے بتایا ابراہیم تمہیں پتہ ہے کہ مجھے روبی سے جنون کی حد تک محبت ہے وہ مجھے کہتی ہے کہ جلد شادی کر لو مگر میں نے اسے کہا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ صبر کر لو مگر وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے آج پورا ہفتہ ہو گیا ہے وہ مجھے ملنے کیلئے نہیں آئی بس میں اسی وجہ سے پریشان ہوں اب بتاؤ میں کیا کروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

جلال کو میں نے اپنا حقیقی بھائی بنایا تھا اور کہا جلال تم فکر نہ کرو میں تمہاری شادی روبی ہی سے کراؤں گا میں نے اس کی ہمت بندھائی حوصلہ دیا تسلی دی پھر میں نے اس سلسلے میں کنول سے بات کی تو وہ بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ روبی تو میری بہت اچھی دوست ہے وہ ضرور میری بات مان لے گی میں یہ سن کر بہت خوش ہوا پھر ایک دن میں نے کنول کو روبی کے والدین کے پاس بھیج دیا میں اور جلال کنول کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے واقعی انتظار بہت بری چیز ہے ایک ایک پل ایک ایک صدی لگتا ہے وقت بھی بڑی سست رفتاری سے چلتا ہے انتظار کرنے والے کی آنکھیں آنے والے کی راہوں میں بکھری ہوتی ہیں جب وقت قریب آتا ہے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے عجیب سی حالت ہو جاتی ہے ہم بھی بے چینی سے محو انتظار تھے شام کے پانچ بج چکے تھے کنول ابھی تک نہیں آئی تھی ہم نظریں دروازے پر لگائے بیٹھے تھے اچانک دروازہ کھلا اور کنول اندر داخل ہوئی میں نے اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ لیے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ آگے سے انکار ہو گیا ہے میں نے جلدی سے کنول سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہوئی ہے مگر کنول نے سر نیچے جھکا لیا اور کہنے لگی سرتاج میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے مگر اس کے والدین نے کہا ہے کہ روبی کی منگنی بچپن میں شاہ رخ سے کر دی گئی تھی اب ایک ماہ کے بعد اس کی شادی ہو رہی ہے اس میں روبی کی رضا مندی نہیں ہے مگر اس کے والدین زبردستی اس کی شادی کر رہے ہیں روبی بہت مجبور ہے وہ اپنے والدین کے فیصلے سے بغاوت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ والدین کو رسوا کر کے خوشیاں حاصل کرنا اپنی توہین سمجھتی ہے اسے اپنے والدین کی عزت اور شفاف پیشانی پر داغ نہیں لگانا اور پھر وہ مشرقی لڑکی ہے جسے ہر حال میں حالات سے سمجھوتہ کرنا ہوتا ہے وہ بہت مجبور ہے ...... مجبور ہے مجبور ہے یہ کہتے ہوئے کنول رو دی میں نے جلال کو کہا یار تم فکر نہ کرو میں روبی سے بھی خوبصورت لڑکی سے تمہاری شادی کروں گا یہ سن کر جلال تڑپ اٹھا اور کہنے لگا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

جلال بھائی عورت مجبوری کا دوسرا نام ہے روبی مجبور ہے تم اسے بھول جاؤ یہ سن کر جلال ناراض ہو کر چلا گیا اور مجھے بھی پریشان کر گیا پھر میں نے کنول کی طرف دیکھا تو وہ خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھی تھی کیا سوچ رہی ہو کنول کچھ نہیں۔ لگتا ہے تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے کنول کا چہرہ اوپر اٹھایا تو وہ شرماتے ہوئے اندر کمرے میں چلی گئی میں بھی اس کے پیچھے ہی چلا گیا کنول کیا بات ہے سرتاج آپ سے کچھ میں چھپاؤں مجھے اچھا نہیں لگتا پھر وہ شرماتے ہوئے کہنے لگی آپ......
با...... پ...... باپ...... بننے والے ہیں یہ سنتے ہی میں خوشی سے اچھل پڑا سچ کنول ہاں سرتاج یہ سب سچ ہے پھر میں نے پیار سے کنول کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور اس کے معصوم سے چہرے کو چوم لیا کنول میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ میں بھی باپ بنوں میرا بھی ایک بیٹا ہو جو مجھے باپ کہہ سکے واقعی اب میری زندگی میں خوشیاں آ گئی تھیں میں سارے غم بھول گیا تھا اور خوشی سے پاگل ہو گیا تھا اور

اس وقت کا انتظار کرنے لگا کہ کب اللہ تعالی مجھے بیٹا دیتا ہے یا بیٹی۔ میں بہت خوش تھا ادھر جلال بیمار ہو گیا ایک دن میں اس کے گھر گیا تو دیکھا وہ جلال پہلے والا جلال نہ تھا بلکہ چند ہی دنوں میں وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا میں اسے دیکھ کر تڑپ اٹھا اور کہا جلال بھائی کیسی طبیعت ہے تو اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا شاید وہ مجھ سے ابھی تک ناراض تھا پھر میں نے کہا کہ جلال بھائی اگر آپ مجھ سے بات نہیں کریں گے تو میں مر جاؤں گا میں خودکشی کرلوں گا مگر اپنے بھائی کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔

یہ سنتے ہی جلال نے میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا ابراہیم مریں آپ کے دشمن اللہ میری زندگی بھی آپ کو لگائے اگر تم مر گئے تو بھابی کنول کا کیا بنے گا اور میرا کیا بنے گا جلال رو دیا اور مجھ سے اپنی ناراضگی کی معافی مانگی میں نے کہا جلال بھائی تم نے کوئی گناہ نہیں کیا معافی کیوں مانگ رہے ہو کیوں مجھے شرمندہ کر رہے ہو چلو میں نے معاف کیا اب مسکراؤ تاکہ میں تمہیں خوشخبری سنا سکوں جلال مسکرا دیا تو میں نے کہا جلال بھائی میں باپ بننے والا ہوں تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ابراہیم میری دعا ہے کہ اللہ تعالی تم کو چاند جیسا بیٹا دے میں نے کہا جلال بھائی جو اللہ تعالی کو منظور ہو وہی ہوگا۔

سوچتا ہوں یہ زندگی بھی کیا زندگی ہے جس میں خوشیاں کم اور غم زیادہ ہیں ادھر جلال کی طبیعت دن بدن مزید خراب ہوتی گئی وہ روبی کے غم میں پگھلتا جا رہا تھا میں نے اسے بہت سمجھایا جلال تم فکر نہ کرو میں تمہارے لیے کوئی اچھا سا رشتہ تلاش کروں گا مگر وہ میری بات مانتا ہی کب تھا اس کے سر پر تو صرف روبی ہی سوار تھی مگر اس میں اس بے چاری کا بھی کیا قصور تھا وہ بہت مجبور تھی وہ اپنے والدین سے بغاوت نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ ایک لڑکی تھی جلال کی حالت حد سے زیادہ خراب ہو گئی تو ہم اسے جھمبڑ کے ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں لے گئے ڈاکٹرز نے چیک اپ کرنے کے بعد جواب دے دیا ہم بہت پریشان ہوئے اور پوچھا کہ اسے کیا بیماری ہے تو ڈاکٹر نے کہا اسے کینسر ہو گیا ہے یہ سن کر میرے پیروں سے زمین نکل گئی میرا جگر چھلنی ہو گیا بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایا اور ڈاکٹروں کی منتیں کر کے جلال کو ہسپتال میں ایڈمٹ کرایا اور علاج شروع کر دیا ادھر میری بیوی کے دن بھی پورے ہونے والے تھے میں نے اسے بھی لیڈی ہسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا دوسرے دن کنول کا آپریشن تھا میں آپریشن تھیٹر کے باہر بڑی پریشانی کی حالت میں ٹہل رہا تھا چار گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا پھر اچانک لیڈی ڈاکٹر باہر آئی تو اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے میں دوڑ کر اس کے پاس گیا اور پوچھا ڈاکٹر میری کنول کیسی ہے تو وہ کہنے لگی کنول نے ایک بچی کو جنم دیا ہے اور وہ اس دنیا سے منہ موڑ گئی ہے ہم نے اپنی پوری کوشش کی ہے مگر اللہ تعالی کے آگے ہم بے بس ہیں یہ کہہ کر ڈاکٹر چلی گئی تو میں تڑپ اٹھا نہیں کنول مر نہیں سکتی وہ زندہ ہے...... زندہ ہے...... زندہ ہے۔

ہسپتال کا پورا عملہ مجھے تسلی دے رہا تھا مگر میں تڑپ رہا تھا اور میری نظریں آپریشن تھیٹر کے دروازے پر تھیں کچھ دیر کے بعد دروازہ کھولا گیا اسٹریچر پر کنول کی لاش کے ساتھ ایک گول مٹول پیاری سی بچی بھی تھی اس وقت میری کیا حالت تھی دل میں درد رکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ خیر میں نے بڑے حوصلے اور جرات مندی سے ایمبولینس کا بندوبست کیا اور کنول کی ڈیڈ باڈی گھر لے آیا۔

کنول کو کس طرح آخری آرام گاہ تک پہنچایا مجھے کچھ خبر نہیں ہے کیونکہ میں کئی دن تک بے ہوش رہا تھا اور بچی بہت پیاری تھی بالکل کنول کی کاپی تھی جس کا نام میں نے ماروی رکھا ہے اب میری بوڑھی ماں اس کی پرورش کر رہی ہے کنول کے بغیر میری زندگی ادھوری ہو کر رہ گئی ہے ہر وقت اس کی سرگوشیاں سنائی دیتی ہیں میرا سب کچھ لٹ گیا ہے بے چاری ماروی ماں کی ممتا سے بھی محروم ہے اب سوچ لیا ہے کہ ماروی کو میں ماں کی ممتا بھی دوں گا اور باپ کی شفقت بھی میں اس پر سوتیلی ماں کا سایہ کبھی نہیں پڑنے دوں گا میں کبھی دوسری شادی نہیں کروں گا۔

کنول کے چلے جانے سے میرا سب کچھ لٹ گیا ہے میں تنہا رہ گیا میرا گھر ویران ہو گیا میرا آشیانہ جہاں ہر وقت خوشیاں تھیں اب دکھوں کی نذر ہو گیا ہے میرا دل جینے سے اچاٹ ہو گیا ہے مگر میں اپنی بچی ماروی کے لیے جی رہا ہوں ادھر جب جلال کو کنول کی موت کی خبر ہوئی تو اس کی حالت مزید بگڑ گئی اب تو جلال بھی گھڑی پل کا مہمان لگتا ہے ایک دن میں جلال کی عیادت کیلئے ہسپتال گیا تو ڈاکٹروں نے منع کر دیا کہ مریض کی حالت بہت سیریس ہے ملاقات نہیں ہو سکتی کیونکہ زیادہ باتیں اس کی موت کا سبب بن سکتی ہیں۔ میں مایوس ہو کر واپس آ گیا اس وقت میں اندر سے ٹوٹ چکا تھا بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ خودکشی کرلوں مگر خودکشی حرام ہے ایسا کرنے سے خدا روٹھ جائے گا دوسرا میری معصوم بچی ماروی کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آ جاتا ہے جو مجھے جینے پر مجبور کر دیتا ہے مجھے بچپن سے لے کر آج تک سکون تک نہیں ملا ہوش سنبھالا تو باپ کی شفقت پدری سر سے اٹھ گئی پھر بڑے بھائی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے میرے بچپن کا دوست مجیب بھی بے وفائی کر گیا۔

کنول میری بیوی جس سے گھر میں رونق تھی پھول مہکتے تھے خوشیاں آئی تھیں وہ بھی ایک بچی کو جنم دے کر مجھے تنہا چھوڑ گئی وہاں چلی گئی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا جلال میرا ہمدرد ہسپتال میں زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہے بوڑھی ماں کام کرنے کے قابل نہیں ہے پھر بھی بچی کو سینے سے لگائے رکھتی ہے اب تو کنول کی یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

جب دل تڑپتا ہے تو میں کنول کی قبر پر چلا جاتا ہوں اسے آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتا ہوں اور واپس آ جاتا ہوں اب میری بچی بھی بڑی ہو گئی ہے چلنے پھرنے لگی ہے بہت باتیں کرتی ہے جب وہ پاپا...... پاپا...... پاپا کہہ کر مجھے پکارتی ہے تو میری آنکھوں سے خوشی سے آنسو بہہ نکلتے ہیں آخر میں ریکویسٹ کروں گا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالی میرے باپ کو بڑے بھائی کو میری کنول کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ اور مجھے سکول قلب نصیب فرمائے اور مجھے اپنی والدہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جلال کو اللہ تعالی شفائے کاملہ عطا فرمائے (آمین) اب تو مجھے اپنی زندگی اپنی ماں اور اپنی بچی کے لیے وقف کر دی ہے اب تو میری زندگی تنہا سی ہو کر رہ گئی ہے ماں کی خدمت کر رہا ہوں۔

❀❀❀

”محبت روگ ہے دل کا“

☑......تحریر: دوست محمد خاں وٹو، لیہ

میری زندگی کا مقصد تعلیم حاصل کرنے کے بعد پائلٹ بننے کا ھے اس لیے ایسی فضول باتوں کا میرے پاس وقت نہیں ھے لیکن میں تمھاری دل جوئی کی خاطر تمھیں ملنے چلی ائی ھوں...... تم نے کئی بار اظھار محبت کیا مگر میں نے ھر بار خاموشی اختیار کی اپنے چھرے پر اک نیا چھرہ سجا کر اپنے نوجوان دل میں تڑپتی ارمانوں اور بلکتی ھوئی تمنائوں کو سینے میں دبا کر میں تمھاری محبت کو ٹھکرانا نھیں چاھتی اور نہ ھی تمھارا دل توڑنا چاھتی ھوں مگر میری ایک شرط ھو گی جس دن تم انجینئر یا ڈاکٹر بن جائو گے ...... میرے گھر اپنے ماں باپ کو رشتہ مانگنے کی خاطر بھیج دینا میں تمھاری محبت کے مھکتے ھوئے پھولوں کو اپنے دامن میں بھر لوں گی...... اچھا خدا حافظ

(ایک درد بھری سچی کھانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

میں اکثر سوچتا ہوں اب وہ مجھ سے ٹھیک کہتا تھا
محبت ایک بارش ہے............؟
سبھی پر جو برستی ہے کبھی مجھ پہ بھی برسی تھی
مگر میرے لیے بارش کبھی نہ بن سکی راحت......؟

کتنا عبرت ناک انجام ہے میری داستان کا جسے شروع کرتے وقت زمانے بھر کی خوشیوں نے مجھے محبت پاش لوریاں سنائی تھیں...... زمانے بھر کی خوشیاں میرے آنگن پر اتر آئی تھیں اور میں اپنے آپ کو خوشیوں کے سنگ اڑاتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا کاش مجھے پہلے علم ہو جاتا کہ میری محبت کا انجام اتنا بھیانک ہوگا تو میں کبھی بھی محبت کے دریا میں نہ اترتا لیکن جس طرح سوہنی کو محبت کے دریا میں اترنے سے پہلے کچے گھڑے کے متعلق علم نہیں تھا اسی طرح مجھے بھی محبت کی آگ میں کودنے سے پہلے اس کی شدت کا احساس نہیں تھا میں نے تو اس محبت کی آگ کو خوشی خوشی اپنا مقدر سمجھ کر گلے سے لگا لیا تھا......

زمانہ دیکھتا ہے جیسے اک تماشا ہوں
جہاں میں چھوڑ دیا تو نے کیا بنا کے مجھے

میرا ذہن ماضی کی تلخ اور کڑوی کسیلی یادوں کی بھول بھلیوں میں ٹامک ٹوئیاں کھانے لگ گیا ہے اور میرے ذہن کے دریچوں پر اس بے وفا حسین ناگن غزالہ کی منہ زور یادوں کی پرچھائیاں محو رقصاں ہو گئی ہیں شاید ماضی کے تمام زخم جاگ پڑے ہیں اف میرے خدایا تقدیر کے ظالم دیوتا نے مجھے کن گمنام اور عمیق اندھیروں میں بھٹکنے کیلئے چھوڑ دیا تھا میری زندگی میں خوشیوں کے سب چراغ بجھ گئے تھے آشاؤں کے دیپ موسم خزاں کے زرد پتوں کی مانند بکھر گئے تھے میرے دل کی تمناؤں کا تاج محل ویران بن گیا تھا اور دل کے معصوم ارمانوں کا خون افق کی سرخی بن کر چاروں طرف پھیل گیا تھا میں سوچتا ہوں اور پھر تخلیات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے......

یوں ہی تیرا خیال سر شام آ گیا
پھر اس کے بعد نیند نہ آئی تمام رات

ماضی کی جن راہوں پر کبھی میرا دامن بہار کے حسین پھولوں سے بھرا ہوا تھا میری آنکھوں کے سامنے وہی حسین منظر آ گیا ہے جب بہار کے دامن میں محبت کے خوش رنگ پھول کھلے تھے اور زیست کی راہ میں ہم پہلی بار ملے تھے اس وقت ہم بہت چھوٹے تھے معصوم صفت دنیا کے رسم و رواج کا ہمیں علم نہیں تھا...... وہ شادی کا اک پرشور ہنگامہ تھا فیاض گو عمر میں مجھ سے بہت بڑا تھا مگر میرا مخلص دوست تھا اس نے اپنی شادی پر مجھے خصوصی طور پر نگرانی کا فرض سونپا تھا ان دنوں میں ساتویں کلاس کا سٹوڈنٹ تھا ہر فکر سے بے نیاز خوب بن ٹھن کر میں شادی کی تقریب میں پہنچا تو شادی کا ہنگامہ اپنے عروج پر تھا ہر طرف لڑکیوں کے خوبصورت نقرئی قہقہے گونج رہے تھے زرق برق لباس میں ملبوس لڑکیاں آسمانی مخلوق دکھائی دے رہی تھیں...... میں بڑی تندہی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھا کہ اچانک سامنے سے آتی ہوئی غزالہ سے ٹکرا گیا غزالہ ہماری کالونی میں رہتی تھی اور وہ ایک امیر ماں باپ کی ناز و نعم میں پہلی ہوئی لڑکی تھی......

غزالہ اس وقت جوانی کے اس دور میں قدم بڑھا رہی تھی جہاں ہر دیکھنے والا مات کھا جایا کرتا ہے حسن و شباب کی رعنائیاں اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھیں لڑکی کے روپ میں وہ فطرت کے مصور کا ایک انمول شاہکار تھی جیسے آکاش کی وسعتوں سے اتری ہوئی اپسرا ہو...... غزالہ کے ساتھ ٹکراتے ہی میرا دل لطیف سے انداز میں دھڑکا تھا اس کی کھنکتی اور سریلی آواز نے میری بے چینیوں میں مزید اضافہ کر دیا تھا...... غزالہ ہوا کے آوارہ جھونکے کی طرح اٹھکیلیاں کرتی ہوئی چلی گئی اور میں دل تھام کر رہ گیا تھا۔

بھڑکے ہوئے ہیں حسن کے شعلے گلاب میں
کیا آگ سی لگی ہے تمہارے شباب میں

میں اس سمے زیست کے ایسے مرحلے سے گزر رہا تھا جہاں کسی وقت بھی دل کو ٹھوکر لگنے کا امکان ہوتا ہے آج جس انداز سے میری ملاقات غزالہ کے ساتھ ہوئی تھی مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں نے کچھ کھو دیا ہے اور یقیناً وہ میرا دل تھا اور دل کے کھونے کے عوض مجھے جو کچھ ملا تھا وہ ایک انجانا سا کیف اور میٹھا میٹھا سرور اور خمار تھا جس کا رنگ خراماں خراماں میرے اوپر غالب آ رہا تھا....

شادی سے واپسی پر میری طبیعت مضطرب سی ہو گئی غزالہ کی یادوں کے حسین سپنے میری آنکھوں کے سامنے انگڑائیاں لے کر جاگ اٹھے میرے دل میں عجیب قسم کی بے چینی رہنے لگی وہ رات میں کروٹیں ہی بدلتا رہا نیند کی سندر دیوی میری آنکھوں سے کوسوں دور رہی تمام رات میں غزالہ کی فرقت میں تڑپتا رہا اس کی پہلی نظر نے میرے دل کے پاتال میں ہیجان برپا کر دیا تھا۔ تمام رات اس حور قبالہ کا حسین مکھڑا میری نگاہوں کے سامنے رہا۔

حسن کے سحر میں گم ہو گئی ہستی میری
لوٹ کے لے گیا دل آج وہ تنہا راہزن

دوسری صبح میں خوب بن ٹھن کر دعوت ولیمہ پر پہنچ گیا میری بے چین نظریں غزالہ کو تلاش کرنے لگیں آخر میں نے اس کو تلاش کر لیا وہ سہیلیوں کے جھرمٹ میں زعفرانی قہقہے لگا رہی تھی غزالہ کو دیکھ کر میرے دل نامراد نے بہت زور سے دھڑکنا شروع کر دیا ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے میں نے دل ناتواں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر میری ہر کوشش ناکام رہی...... میں غزالہ سے محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا میر دل میں جو اک آگ سی لگی ہوئی تھی اس آگ کی تپش سے غزالہ کو آگاہ کرنا چاہتا تھا میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا......

میں نے بہانہ بناتے ہوئے اس سے کہا آپ کھڑے کھڑے تھک جائیں گی میں کمرے میں آپ کیلئے علیحدہ کرسیاں لگائے دیتا ہوں آپ سب سہیلیاں کمرہ میں چلی جائیں اس نے آنکھوں کی چلمن اٹھا کر میری طرف دیکھا تب اس کے خوبصورت ہونٹ پھڑ پھڑائے...... آپ کی اس عزت افزائی کا شکریہ...... غزالہ مختصر سی بات کر کے طرے دل کے نہاخانوں میں خوشی کے جلترنگ بج اٹھے اور میرے پاگل من کو قدرے سکون مل گیا تھا۔

اب تو خدا سے تمنا ہے یہی میری
تڑپوں تیری یاد میں اور موت بھی نہ آئے

دوسری صبح سکول سے واپس آ کر غزالہ کے گھر کی طرف چلا گیا وہاں میرے کئی دوست رہتے تھے لیکن امجد کے ساتھ میری بہت زیادہ ذہنی ہم آہنگی تھی امجد مجھے غیر متوقع طور پر دیکھ کر پوچھنے لگا عابد آج سرکار کیسے ہمارے غریب خانہ کی طرف آ گئے ہیں لیکن میں نے امجد کو کچھ بھی نہ بتایا بلکہ میری پیاسی نگاہیں غزالہ کو تلاش کر رہی تھیں مگر وہ کہیں پر نظر نہیں آ رہی تھی کافی دیر تک میں امجد کے ہمراہ غزالہ کے گھر کے ارد گرد آوارہ پنچھی کی طرح چکر کاٹتا رہا مگر میرے سپنوں کی رانی مجھے کہیں پر نظر نہ آ سکی آخرکار میں زخمی دل کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گیا وہ تمام رات فرقت کے جان لیوا لمحات کی صلیب پر لٹکا رہا اب میرا روزانہ کا معمول بن گیا تھا میں سکول سے واپس آ کر امجد کی طرف نکل جاتا پھر کافی دیر تک غزالہ کے گھر کے قریب بھٹکتا رہتا مگر میری چاہتیں ہمیشہ ناکام رہا کرتیں منزل مقصود کا کہیں پر نشان نظر نہ آتا لیکن میں تو بھنورا تھا شمع کے ارد گرد پروانے کی مانند چکر کاٹنے میرے نصیب میں لکھے جا چکے تھے شمع بے وفا ہو سکتی ہے مگر پروانے کی قسمت میں تو ازل سے جلنا ہی ہے......

اگر مجھ کو جلانے سے سکون ملتا ہے لوگوں کو
تو یوں جل جل کے میرا راکھ ہو جانا عبادت ہے

کئی دنوں کی کوشش کے باوجود غزالہ مجھے نہ مل سکی تو میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے خط لکھا میں نے خط کے ذریعے اپنے دل کے جذبوں کی کیفیت اس پر عیاں کر دی...... خط کی تحریر کچھ یوں تھی......

غزالہ صاحبہ زندگی کی جھیل میں ہمیشہ شاداں رہو اس دن شادی کی تقریب میں انجانے سے میرا وجود آپ کے مرمریں جسم سے ٹکرا گیا تھا بس اسی وقت سے تمہارے جسم کے لمس نے دل کی دنیا میں ہیجان سا برپا کر رکھا ہے اور میرا دل تمہارے پیار میں پاگل ہو کر ہلکان ہوتا جا رہا ہے نہ دن کو چین ملتا ہے نہ راتوں کو نیند آتی ہے بس میں تو اتنا جانتا ہوں تم میرے دل کی شہزادی ہو تم ہی میرے من کی آتما ہو اور تم ہی میرے بے قرار جذبوں کی مسیحا ہو...... میں تمہاری محبت کا پیاسا ہوں اور تمہارا پیار ہی میری زندگی کا سرمایہ ہے امید ہے میرے دل کے کاسہ گدائی میں اپنی محبت کی بھیک ڈال کر میرے مجروح جذبوں کی پذیرائی کرو گی تمہاری محبت کا بھکاری...... بے قرار عابد علی آذر......

یہ خط میں نے اس کی ہمراز سہیلی عارفہ کے ذریعے روانہ کر دیا کئی دنوں کے انتظار کے بعد غیر متوقع طور پر اس کی طرف سے جواب آ گیا...... میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ خط کھولا تو غزالہ کے دست حنائی سے مرقوم لکھا تھا...... عابد جی...... تمہارا خط پڑھ کر میں کئی دنوں تک عجیب الجھن میں گرفتار رہی محبت چار لفظوں کا مجموعہ ہے جس میں زمانے بھر کی نفرتیں اور لاتعداد چاہتیں کبھی کبھار حاصل ہو جایا کرتی ہیں محبت کیا ہے تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس کے عوض ہزاروں دکھ ملتے ہیں اور کبھی کبھار ہزاروں قربانیاں دے کر بھی انسان محبت کو نہیں پا سکتا...... میں اکثر سوچتی ہوں انسان محبت کیوں کرتا ہے جبکہ یہ ظالم دنیا والے دو محبت کرنے والوں کے درمیان ہمیشہ دیوار بن جایا کرتے ہیں دو پریمی ایک دوسرے کو حاصل کرنے کی خاطر کتنی صعوبتیں اٹھاتے ہیں کاش لوگوں کو احساس ہو جائے ایسے لوگ ہمدردی کے مستحق ہوا کرتے ہیں میں کوشش کروں گی تمہارے جذبات کا خیر مقدم کروں...... فقط غزالہ کنول......

سنتی تھی وہ بھی سب سے پرانی کہانیاں
شاید رفاقتوں کی ضرورت اسے بھی تھی

غزالہ کنول کا نصیحت آموز خط پڑھ کر پہلے پہل تو میں خاصا مرعوب رہا مگر پھر رفتہ رفتہ میری روح کے بربط سے خوشی کے نغمے پھوٹ پڑے میں اپنے آپ کو کائنات کا خوش نصیب لڑکا سمجھنے لگا کیونکہ غزالہ کنول بہت ذہین اور فطین لڑکی ثابت ہوئی تھی اور اگر وہ میری تاریکیوں میں جگنو بن کر آ جاتی ہے تو میری کایا ہی پلٹ جائے گی کئی دن غزالہ کنول کے پیار میں آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے گزر گئے ایک دن میں نے اسے لکھا کہ میں تمہارا انتظار جناح

گارڈن میں شام چھ بجے تک کروں گا میں حسب وعدہ اس شام بہت خوبصورت لباس زیب تن کر کے وقت سے پہلے جناح گارڈن پہنچ گیا تھوڑے توقف کے بعد غزالہ بھی آ گئی اس نے گلابی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا جس میں وہ کوئی ماورائی مخلوق لگ رہی تھی ہم دونوں وہاں سیمنٹ کے ایک بنچ پر بیٹھ گئے غزالہ جسے میں دل کی دھڑکنوں میں بسا چکا تھا جو میری زندگی کے ساحل کا آخری پتوار تھی میرے بالکل قریب بیٹھی ہوئی تھی مگر رعب حسن کی وجہ میری قوت گویائی سلب ہو چکی تھی کافی دیر تک ہمارے درمیان خاموشی چھائی رہی آخر میں نے ہمت کر کے غزالہ سے کہہ دیا غزالہ جی میں تمہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پیار کرتا ہوں اور تمہیں اپنا بنا کے رہوں گا کیونکہ تمہارا پیار میری کمزوری بن چکا ہے......غزالہ نے بنظر غائر میرے تمام سراپا کا جائزہ لیا پھر اس کے یاقوتی لب پھڑ پھڑائے وہ کہنے لگی......عابد تمہاری انہونی سی باتیں سن کر میں تمہیں کیا جواب دوں ہاں تمہیں اتنا بتائے دیتی ہوں کہ میں نے غیر نصابی سرگرمیوں سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے کیونکہ میں نے اپنے تابناک مستقبل کی خاطر بہت طویل سفر کرنا ہے میری زندگی کا مقصد تعلیم حاصل کرنے کے بعد پائلٹ بننے کا ہے اس لیے ایسی فضول باتوں کا میرے پاس وقت نہیں ہے لیکن میں تمہاری دل جوئی کی خاطر تمہیں ملنے کی خاطر چلی آئی ہوں......تم نے کئی بار اظہار محبت کیا مگر میں نے ہر بار خاموشی اختیار کی اپنے چہرے پر اک نیا چہرہ سجا کر اپنے نوجوان دل میں تڑپتی ارمانوں اور بلکتی ہوئی تمناؤں کو سینے میں دبا کر میں تمہاری محبت کو ٹھکرانا نہیں چاہتی اور نہ ہی تمہارا دل توڑنا چاہتی ہوں مگر میری ایک شرط ہو گی جس دن تم انجینئر یا ڈاکٹر بن جاؤ گے...... میرے گھر اپنے ماں باپ کو رشتہ مانگنے کی خاطر بھیج دینا میں تمہاری محبت کے مہکتے ہوئے پھولوں کو اپنے دامن میں بھر لوں گی......اچھا خدا حافظ غزالہ اتنا کچھ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی مجھے حیرانیوں کے سمندر میں پھینک کر چلی گئی اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا کاش وہ ایسا رویہ اپنانے سے پہلے میرے پوتر جذبوں کا احساس کر لیتی اگر خالق کائنات نے اسے حسن کا خزانہ عطا کر دیا تھا تو دوسرے انسانوں کے جذبات کا احساس ہونا چاہیے تھا مگر یہ حسین لوگ دوسرے سے خود کو اعلیٰ کیوں سمجھتے ہیں میں کافی دیر تک سیمنٹ کے بنچ پر بیٹھا رہا مجھے ارد گرد کا ماحول ڈس رہا تھا مگر مجھ میں چند قدم چلنے کا یارا نہیں تھا میں کتنی خوشیاں دل میں بسا کر یہاں آیا تھا اور اب مجھے کیسی غم کی سوغات مل گئی تھی۔

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
گر بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی
جس طرح خواب ہوئے میرے ریزہ ریزہ
اسی طرح ٹوٹ کے نہ بکھرے کوئی

میں ٹوٹے ہوئے دل کی کرچیاں سمیٹ کر نہ جانے کیسے گھر پہنچا پڑھائی سے میرا دل اچاٹ ہوتا چلا گیا جس کی وجہ سے میں لڑکوں میں نالائق مشہور ہو گیا میں دن رات غزالہ کی بے حسی میں کڑھتا رہتا تھا اب ساحل پر آ کر میرے پیار کا سفینہ ڈوب گیا تھا ارمانوں کی شاخ پر نفرتوں کی اوس پڑ گئی تھی میں کبھی کبھار سکول جاتا لیکن اکثر اوقات کالونی کے پارک اور کالونی کی گلیوں میں آوارہ گردی کرتا رہتا تھا میرے بڑے بھیا نے جب میری یہ حالت دیکھی تو مجھے بڑے پیار سے سمجھایا مگر مجھے تو محبت کی ہار نے پاگل بنا دیا تھا پھر بھلا میں کیسے نارمل حالت میں آ سکتا تھا میرا تو ذہنی خلفشار دن بدن بگڑتا چلا جا رہا تھا اس لیے میری صحرا نشینی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا جس پر میرے گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی پھر ایک دن میں نے بڑے بھیا کو سب کچھ بتلا کر اسے حیران و پریشان کر دیا تھا اور وہ میری ناکام محبت کی کہانی سن کر بڑے سیخ پا ہوئے تھے انہوں نے مجھے بہت لعن طعن کی تھی پھر انہوں نے مجھے بڑے بھائی جو کہ کراچی میں رہتے تھے ان کے ہاں بھیج دیا......

آنسو جو گرتے ہیں چھپا لیتا ہوں دامن میں
کسی کے سامنے دل کھول کر رویا نہیں جاتا

کراچی آ کر میں کئی دن تک اس پتھر کی مورتی کے خیالوں میں کھویا رہا ہجر و فراق کا سانپ مجھے ڈستا رہا مگر میرے دل کی محرومیوں پر کسی کو ترس تک نہ آیا میرے بڑے بھیا نے مجھے ایک پلاسٹک فیکٹری میں ملازمت دلوا دی مگر میرا دل تو بے وفا غزالہ کی نوکری کر رہا تھا اس لیے بیشتر اوقات میں کام کرتے ہوئے غزالہ کے تصور میں کھو جایا کرتا تھا خیالوں کی دنیا میں میرا ذہن غزالہ کے پاس موجود رہتا تھا برامر مجبوری میں فیکٹری کی ملازمت کر رہا تھا میں جب کبھی خیالوں کی دنیا میں کھو جایا کرتا تو میرا سپروائزر مجھے ہذیانی نظروں سے دیکھ کر پوچھتا سرکار کہاں چلے گئے ہیں پھر دوسرے لمحہ میں شرمندہ سا ہو کر اپنے کام میں مصروف رہنے کی کوشش کرنے لگتا......

ہم تجھ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر خود بھی کھو گئے
تو بھی اسی خلوص سے مجھ کو تلاش کر

میں غزالہ کی جدائی کی آگ میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتا رہا وقت کا پہیہ لمحوں کا اژدھام لیے آگے ہی آگے کی طرف بڑھتا رہا دن رات اور چھاؤں دھوپ میں تبدیل ہوتی رہی میں نہ چاہتے ہوئے بھی غزالہ کی بے وفا یادوں کو سینے سے لگائے ملازمت کر رہا تھا ایک دن میں کچھ سامان لانے کیلئے فیکٹری کی دوسری منزل پر گیا سامان اٹھائے میں واپس غزالہ کے خیالوں میں مگن آ رہا تھا کہ بے خیالی کی وجہ سے سیڑھیوں سے میرا پاؤں پھسل گیا میں سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے آن گرا اور تمام سامان ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا پھسلنے کی وجہ سے میری دائیں ٹانگ بری طرح زخمی ہو گئی مجھے ابتدائی طبی امداد کیلئے ہسپتال لایا گیا مرہم پٹی کرنے کے بعد ڈاکٹر نے مجھے ایک ماہ مکمل آرام کرنے کیلئے کہا میں کئی دنوں تک چلنے پھرنے سے محروم ہو گیا وہ پرائیویٹ فیکٹری تھی اس لیے میری ملازمت بھی ختم ہو گئی بلکہ انہوں نے میری تنخواہ سے چند سو روپے اپنے نقصان کے عوض رکھ لیے تھے پھر جب میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو بڑے بھیا نے مجھے واپس گھر بھیج دیا تھا کیونکہ میں نے بہت زیادہ کمائی کر لی تھی لیکن سچ تو یہ ہے کہ غزالہ کی بے وفائی نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا غزالہ کی وجہ سے میرے دل کی دنیا برباد ہوئی تھی اور تعلیم سے میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا غزالہ کے خیالوں میں غلطاں رہنے کی وجہ سے میں سیڑھیوں سے گر گیا تھا جس کی وجہ سے ملازمت بھی جاتی رہی تھی......مگر مجھے ان چیزوں کے کھو جانے کا غم نہیں تھا بلکہ مجھے تو غزالہ کی بے حسی نے مار ڈالا تھا سیانے لوگوں نے سچ کہا تھا محبت روگ ہے دل کا غزالہ کی بے وفائی نے میرے دل کو بیمار بنا دیا تھا اپنے گھر واپس لوٹ کر بھی میرے دل نامراد کو چین نہیں مل رہا تھا میں بے چین روح کی طرح سارا دن کالونی کی گلیوں میں بے کار گھومتا رہتا تھا۔

دامن چھڑا کے آپ نے جانا ہی تھا اگر
نظریں اٹھا کے پیار سے دیکھا تھا کس لیے

کئی سالوں تک میں غزالہ کی فرقت میں بے چین رہا مگر اسے احساس تک نہ تھا زندگی میں پہلی دفعہ مجھے اپنی غربت کا احساس ہوا کہ واقعی اس جدید دور میں مفلس ہونا اک سزا سے کم نہیں جبکہ غزالہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی اور کبھی کبھار انسان کیلئے مفلسی ایک طعنہ بن جایا کرتی ہے میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا میں نے کم عمری کی حالت میں محبت کا روگ پال لیا تھا میں گیلی لکڑی کی مانند سلگتا رہا میری خوشیوں کے سارے چراغ بجھ گئے تھے میرے دل نے کتنے سندر سپنے دیکھے تھے لیکن میرے خوابوں کی کتنی بھیانک تعبیر مجھے مل گئی تھی مجھے ہر پل غزالہ کی یادیں تڑپاتی تھیں مگر اس نے تو مجھے ریت پر لکھی تحریر جو کہ ہوا کے ایک جھونکے سے مٹ جایا کرتی ہے اسی طرح دل کی تختی سے مٹا دیا تھا جب بھی غزالہ کی یادیں مجھے رلاتی اور تڑپاتی تو میں خون کے آنسو رونے لگتا میرے یار دوست ہر ممکن طریقہ سے مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتے مگر مقدر میں تو محرومیوں اور اداسیوں کی دھوپ شامل ہو گئی تھی کئی سالوں تک میں غزالہ کی فرقت میں تڑپتا اور سسکتا رہا میرے گھر والے میری یہ دگرگوں حالت دیکھ کر بہت زیادہ پریشان تھے آخر کار رفتہ رفتہ میری زندگی کا کارواں مجھے اپنی اصل منزل کی طرف لے آیا غزالہ کی بے وفا یادوں کے زخم مندمل ہونے لگے اگر وہ صنف نازک ہو کر آئیڈیل زندگی کے خواب دیکھ سکتی ہے میں تو پھر مرد تھا وہ مرد جو حالات کے خونی منظر سے نہیں گھبرایا

کرتے وہ مرد جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر موت کو شکست سے دوچار کر دیا کرتے ہیں......
وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے اس حال میں جینا لازم ہے جس حال میں جینا مشکل ہو میں نے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی خاطر الیکٹرونکس کی ایک شاپ پر کام سیکھنا شروع کر دیا میں زیادہ وقت اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ میں نے دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا ہے...... ایک خوبصورت لڑکی تمہیں خوبصورت روشن مستقبل نہیں دے سکتی لیکن...... ایک خوبصورت روشن مستقبل تمہیں ہزاروں خوبصورت لڑکیاں دے سکتا ہے اب میری ساری توجہ روشن مستقبل کا حصول ہے لیکن پھر بھی کبھی کبھار جب پچھلی راتوں کا بے نور چاند اپنی بے نور چاندنی کے ساتھ ماتم کناں ہوتا ہے تو میرا دل بھی غزالہ کی بے حسی پر خون کے آنسو رونے لگ جاتا ہے میری کہانی درس عبرت ہے ان نوجوانوں کیلئے جو پڑھائی کی بجائے دل کو محبت کا روگ لگا لیتے اور پھر تازیست اپنی ناکام حسرتوں پر تڑپتے اور بلکتے رہتے ہیں میری ناکام محبت کی کہانی پڑھ کر ایک بھی نوجوان لڑکا راست اقدام پر آ گیا تو میں سمجھوں گا میری محنت اکارت نہیں گئی ہے آپ کی دعاؤں کا طلبگار
صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئی ہیں آنکھیں
دل کا عالم تو ابھی آپ نے دیکھا ہی نہیں

❁❁❁

غزل

میں نے تیری گلی میں کئی بار جا کر دیکھا
ستم جفا ہے تیرا جاں پہ اٹھا کر دیکھا
کئی بار ہوا رسوا محفل سے تیری لوٹا
خود کو تیری نظر سے میں نے گرا کر دیکھا
آنکھوں میں جو ہیں آنسو نعمت ہے یہ خدا کی
قدموں میں تیرے میں نے ان کو رلا کر دیکھا
خلوت میں تیری رہ کر دل کا سکون گنوایا
ہستی کو اپنی میں نے تجھ پہ مٹا کر دیکھا
میری زندگی میں تم نے محرومیاں ہیں بھر دیں
پلکوں کا جال میں نے تجھ پہ بچھا کر دیکھا
اپنے ذہن میں جو تھا میں نے عثمان سجایا
سپنوں کے اس محل میں کئی بار جا کہ دیکھا

عثما چوھدری۔ ڈڈیال

غزل

اک بار کسی شمع نے پوچھا کسی پروانے سے
کیا ملتا ہے تم کو جل کر مر جانے سے
جو ملتا ہے مزہ شرابی کو مئے خانے
اور چکور کو ملتا ہے جو چاند پر جانے سے
چاہا تھا میں نے بھی کسی کو دل کے ویرانے سے
اور وہ آنکھ پھیر گئے اس دیوانے سے
چلے گئے وہ تنہائی میں چھوڑ کر اس کو لیکن
ناتا دیوانے کا بندھ گیا صنم خانے سے
برباد ہو چکا ہے وہ تیرے لئے اے دوست
اب تو باز آجاؤ اسے ستانے سے
تم سے ہی روشن ہے چراغ زندگی میرا
بہار آتی ہے جیون میں تمہارے آنے سے
اب میں اف بھی نہ کروں گا عثمان
تمہیں سکون جو ملتا ہو میرے تڑپانے سے
پھر اسی درد کو دل میں چھپاتے ہوئے
کوچ کر گیا دیوانہ اس فانی زمانے سے
یہ کہہ کر وہ پروانہ اڑا اور شمع کے پاس آیا
شمع پھر بھی نہ باز آئی اسے جلانے سے

عثمان چوھدری۔ ڈڈیال

”ادھوری منزل“

☑ ......تحریر: عبدالوحید ابرار بلوچ، نونڈرہ مردان گوٹھ

سسٹر جی آپ کس کی شادی کابات کر رہی ہیں مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کیا بولتے جا رہی ہیں پھر وہ لڑکی بولی ارے میں اس بیوقوف نعیمہ کی بات کر رہی ہوں پرسوں اتوار میں اس کی شادی ہے ناں۔ پر اس نے تمہیں بتایا تک نہیں۔ یہ دیکھ کر اس کی شادی کی کارڈ ہے ہم سب کو اس نے اپنی شادی کی کارڈ بھیجی تھی مگر آپ کو پتہ نہیں کیسے بھول گئی ہے اتنے اچھے دوست ہونے کے باوجود بھی اس نے آپ کو بتایا بھی نہیں کہ کل پرسوں اس کی شادی ہے یہ کہتے ہوئے اس نے کارڈ میرے ہاتھوں میں تھما دیا

(ایک درد بھری سچی کہانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

جواب عرض کی دکھی نگری میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے ہر دلعزیز دوست عبدالوحید ابرار کا شکر گزار ہوں جس کی قلم کی نوک سے آج میں اپنی دکھی داستان آپ قارئین کو سنانے جا رہا ہوں آیئے سنیں میری زندگی کی داستان کچھ اس طرح ہے:

میرا نام محمد عامر ہے میں نے تعلیم جیسی عظیم نعمت کو میٹرک تک خیر باد کہہ دیا تھا اس کے بعد ڈرائیوری کا بھوت میرے سر پر سوار تھا ڈرائیوری سیکھنا میری زندگی کا ایک اہم سپنا تھا اسی سپنا کو پورا کرنے میں میں روز اپنے دوست کاشف کے ہاں جایا کرتا تھا چونکہ اس کے پاس اپنی گاڑی تھی میں سیکھنے کے لیے دن رات اسی کے ہاں رہتا اس کی گاڑی کا خیال رکھتا۔ کاشف جہاں کہیں جاتا میں اس کا ہیلپر بن کر اس کے ساتھ رہا کرتا کاشف بھی میرا شوق و لگن دیکھ کر مجھے میرا سپنا پورا کرنے کا موقع دے دیتا یوں چلتے چلتے میں گاڑی کو تھوڑا بہت چلانے لگا مجھے گاڑی چلانے کا بہت زیادہ شوق تھا جب کاشف گاڑی مجھے چلانے کیلئے دیتا تو میں خوشی سے اچھل کر اسٹیرنگ پر بیٹھ کر اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا تصور کرتا تھا میرا دل چاہتا میں پورا دن کار کو چلاتا رہوں کبھی بھی سیٹ سے نیچے نہ اتروں اسی طرح مجھے میرا سپنا پورا ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔

اب وہ دن بھی آ گیا جس کا مجھے برسوں سے انتظار تھا میں ایک کار ڈرائیور بن گیا تھا آج میری زندگی کا سب سے اہم سپنا پورا ہو چکا تھا۔ جو آس میں بچپن سے لگائے بیٹھا تھا وہ اب پوری ہو چکی تھی آج میں بے انتہا خوش تھا میں خوشی سے پھولے نہ سما رہا تھا میں بہت خوش تھا کہ اب میں کہیں جا کر کسی کے پاس ڈرائیوری کر سکتا تھا تھوڑے عرصہ بعد مجھے ایک اچھے صاحب کے ہاں ڈرائیوری کا چانس مل گیا میں ایک سیدھا سادھا سلجھا ہوا لڑکا تھا مالک نے میری معصومیت اور سادگی کو دیکھ کر مجھے اپنا ڈرائیور بنانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے سماج میں چلنے کا ڈھنگ سکھا دیا اور اسی کے اقتدار میں رہ کر مجھے کیا کرنا کیا نہیں کرنا البتہ میں اس نے مجھے سب سے آگاہ کر دیا چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق میں اپنا فرض پوری طرح نبھاتا رہا میرا کام کا طریقہ اور چال چلن دیکھ کر صاحب مجھ سے بہت خوش ہوا اس نے میری رہائش کا انتظام بھی اپنے گھر میں

کردیا میں صبح آٹھ بجے صاحب کو لے کر فیکٹری پہنچ جاتا پھر واپس اس کے گھر چلا آتا گھر میں میرا روم سب سے الگ تھا میں اپنے روم میں بیٹھ کر ٹی وی وغیرہ دیکھتا رہتا ٹھیک دو بجے واپس فیکٹری میں جا کر صاحب کو گھر لے آتا میرا کام تھا صرف صاحب کو فیکٹری میں پہنچانا اور واپس گھر لے کر آنا اس کے علاوہ میرا اور کوئی کام نہیں تھا سیٹھ سے لے کر گھر تک کے سب لوگ بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے مجھے ان کے ساتھ کام کرتے بہت اچھا لگ رہا تھا میں بہت بے حد خوش تھا کہ مجھے اچھے لوگوں کے پاس ڈرائیوری کرنے کا موقع مل گیا تھا میرا سیٹھ انسان نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھا جو انسان کے روپ میں اللہ رب العزت نے میرا مالک بنا کر مجھ پر نازل کیا تھا میں نے کبھی سپنوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میرا یہ سپنا اس مقام تک پہنچا دے گا میں اپنے رب کا بہت شکر گزار تھا کہ مجھے اتنی زیادہ عزت دی تھی اس طرح میں اپنی ڈیوٹی کو اپنا فرض سمجھ کر پوری طرح نبھا رہا تھا کہتے ہیں اپنی تعریف کرنا انسان کو زیب نہیں دیتا میں نیک نیتی سے کام کرتا رہا یہی وجہ تھی کہ مجھے ایک اچھے اخلاق کے انسان کے پاس کام کرنے کا موقع مل گیا تھا میرے مالک نے مجھے کہا عامر بیٹا اگر آپ کو کہیں جانا ہوا تو گاڑی آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گھومنے پھرنے کے لیے کہیں بھی جا سکتے ہو اس میں میرا کوئی اعتراض نہیں ہے یہ کبھی مت سوچنا کہ تم میرے ڈرائیور اور میں تیرا مالک ہوں میں آپ کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوں اور تم اس گھر میں ایک مالک بن کر رہو گے اور سنو آج کے بعد تم مجھے میرا آفس پہنچانے کے بعد یہاں سے سیدھا شوروم میں جاؤ گے اور وہاں کمپنی کے آرڈر بلز وغیرہ لے کر یہاں اس کمپنی میں جمع کر دو گے یہ کام ہر روز صرف تمہیں ہی کرنا ہو گا ویسے یہ آرڈرز بلز وغیرہ کوئی معمولی چیز نہیں ہوتے ہیں تم ایک ذمہ دار اور اچھے لڑکے ہو اس لیے یہ کام میں آپ کے ذمے پر چھوڑ رہا ہوں مجھے یقین ہے تم اپنا فرض شوق سے نبھاؤ گے میں نے کہا او کے سر میں اپنا کام پوری ذمہ داری سے سرانجام دوں گا میں پوری کوشش کروں گا کہ میری ذات سے آپ کو ذرا سی بھی شکایت کا موقع نہ ملے اسی طرح میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہا یوں ایک دن میں نے مالک کو آفس پہنچا کر شوروم میں آرڈر بلز لینے گیا آپ کو بتاتا چلوں کہ میں شوروم میں پہنچتا اس وقت گیٹ کے سامنے اکثر کالج کی لڑکیوں کا رش لگا رہتا سب لڑکیاں یہاں سے کالج بس میں بیٹھ کر کالج جایا کرتی تھیں میں نے گاڑی ان کے بیچ کھڑی کر دی اور گیٹ کے اندر چلا گیا آرڈر بلز وغیرہ لے کر واپس گیٹ سے نکلا اپنی عادت سے مجبور نگاہیں نیچے جھکا کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا جیسے ہی گاڑی کا دروازہ بند کرنے لگا اچانک ایک لفافہ میری گاڑی کے اندر آ گرا میں یکدم حیران ہو گیا جب میں نے اوپر دیکھا تو لفافہ کسی لڑکی نے پھینکا تھا حیرانگی کے ساتھ سوچ بچار میں مبتلا ہو گیا گو کہ میں اسے نہیں جانتا اور وہ مجھے شاید نہیں جانتی پھر اس حسین لڑکی کو مجھے لیٹر دینے کی ایسی کیا وجہ تھی کیا وہ لڑکی مجھ سے واقف تھی نہیں کیا میں نے کبھی کہیں کسی لڑکی سے فرینڈ شپ کی تھی نہیں میں اپنی سوچوں میں اپنے ہی دل و دماغ سے مختلف سوال و جواب کر رہا تھا میں نے سوچا لیٹر کو راستے میں کہیں پھینک دوں گا پھر سوچا نہیں لیٹر اسے واپس کر دوں گا اور کہوں گا کہ آپ نے لیٹر کسی غلط بندے کو دے دیا ہے بلکہ شاید اس نے غلطی سے مجھے دیا ہو میں سوچتے سوچتے گھر پہنچ گیا رات کو میں اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا لیٹر میرے ہاتھوں میں تھا اس پر کوئی ایڈریس نام نہیں لکھا تھا بہر حال ایک عجیب خوشبو لیٹر سے مجھے محسوس ہو رہی تھی مجھ پر ایک بڑی بے صبری کا عالم چھایا ہوا تھا سوچتے سوچتے آخر مجھ سے مزید برداشت نہ ہوا سوچا لیٹر کھول کر پڑھ لوں آخر وہ لڑکی چاہتی کیا ہے۔

یوں لیٹر کھولتے ہی ایک ایسی خوشبو میرے دماغ میں چھا گئی جو کہ زندگی میں پہلی بار محسوس کی ہو خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم امید ہے آپ بخیریت سے ہوں گے جان اجنبی آپ جو ہو جو بھی نام ہو مگر میں تیرے سامنے ہر طرح کی بازی ہار بیٹھی جان اجنبی جب تجھے دیکھا بس مجھے ایسا لگا کہ ہم دونوں صرف ایک دوسرے کے لیے

بنائے گئے ہیں جان اجنبی تجھے دیکھنے کے بعد میں اپنی ہوش وحواس بالکل کھو بیٹھی ہوں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اپنے دل کو کیسے کنٹرول میں رکھوں راتوں میں سونے نہیں دیتا سانسوں کو چلنے نہیں دیتا اٹھتے بیٹھتے تم ہی نظر آتے ہر خیال ہر گھڑی ہر لمحہ بس تم ہی تم مجھے دکھائی دیتے ہو اب تم ہی بتاؤ اتنے سارے الجھنوں سے میں کیسے چھٹکارہ پاؤں تم سے پہلے میں محبت کا نام تک نہیں جانتی تمہیں دیکھتے ہی نہ جانے میرے دل کے اندر محبت کی آگ کیوں بھڑک اٹھی دیکھو اجنبی میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں اتنی پیار کرتی ہوں کہ جتنا میں اور تم کیا ساری دنیا بھی نہیں سوچ سکتی مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے کب اور کہاں یہ تو میں خود بھی نہیں جان سکتی اب تم بولو کہ میں کیا کروں اس میں میرا قصور کیا ہے یہ تمہیں بھی پتہ ہے کہ محبت ہو جاتی ہے ناں۔ خط کا جواب کل مجھے ضرور چاہیے پلیز انکار مت کرنا اپنی محبت کی بھیک تم سے مانگ رہی ہوں اگر تم نے انکار کر دیا تو کل میرے گھر سے میرا جنازہ نکلے گا میری باتوں کو مذاق مت سمجھنا میں نے جیسا ہی لکھا ہے مجھے میرے ماں باپ کی قسم میں ویسا ہی کروں گی پھر میری موت کا ذمہ دار صرف تم ہو گے اب اجازت چاہتی ہوں...... نعیمہ

نعیمہ کا خط پڑھ کر میرا پورا جسم کانپنے لگا یہ خط میرے لیے کسی آفت سے کم نہ تھا میں ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا یہ فیصلہ میرے لیے بہت سنگین تھا ایک طرف نعیمہ کی زندگی کا مسئلہ تھا دوسری طرف اپنے آنگن میں بے شمار درد رکھنے کی ہمت نہ تھی۔

اگر نعیمہ نے میرے انکار کی وجہ سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی تو میں اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر پاؤں گا سوچتے سوچتے بالآخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اسے خط لکھنے بیٹھ گیا۔

ڈیئر نعیمہ السلام علیکم آپ کا لیٹر پڑھ کر میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا میں ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ جواب کس طرح لکھوں سوچتے سوچتے بالآخر آپ کی جان جانے کا خوف مجھ پر ڈھا گیا کہ میری وجہ سے کہیں آپ ایسی ویسی حرکت اٹھانے پر مجبور نہ ہو جائیں نعیمہ محبت تو کیا آج تک میں نے کبھی کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور سنا بہت ہے کہ محبت کی راہوں میں رنج و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے اس لیے مجھے ان راہوں سے چلنے کیلئے بہت بار سوچنا ہوگا ویسے بھی محبت آج کل کی لڑکیوں میں ایک کھلونا سمجھا جاتا ہے جب چاہا توڑ دیا اور جب چاہا بازار سے خرید لیا اور مجھے ڈر لگتا ہے کہیں تم ان لڑکیوں کی طرح محبت کو توڑنے جوڑنے والوں میں سے ایک نہ ہو۔ یوں میں تیرا دل توڑنا نہیں چاہتا میں یہ نہیں چاہتا کہ تم جیسے حسین ماہ جبیں لڑکی کا دل ٹوٹ جائے اس لیے میں آپ کی محبت کا جواب محبت سے دے رہا ہوں میرے پاس آپ کے جذبات کی قدر بے شمار ہے اپنا خیال رکھنا والسلام محمد عامر این۔

خط لکھ کر میں نے اپنی جیب میں ڈال دیا اگلے دن کا سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا رات کو نیند نہ آنے کا سبب میری سمجھ سے بالاتر تھا کروٹیں بدل بدل کر پوری رات سپنوں میں این کے بانہوں میں گزار دی صبح آنکھیں کھلیں تو این میری پہنچ سے بہت دور تھی ناشتہ کیا پھر صاحب کو لے کر ان کے آفس پہنچا اس کے بعد سیدھا شو روم کی طرف بھاگ پڑا نعیمہ کو دیکھنے کے لیے میری نگاہیں بے تاب تھیں سو میں جلدی جلدی مقررہ وقت سے کچھ پہلے گیٹ تک پہنچ گیا میرے پہنچنے سے پہلے نعیمہ پہنچ چکی تھی وہ مجھے دیکھنے کے لیے بہت زیادہ بے قرار تھی مجھے دیکھتے ہی اس کی جان میں جان آئی میں گاڑی سے اتر کر گیٹ کی جانب بڑا سو موقع پا کر خط نعیمہ کے ہاتھوں میں تھما دیا پھر فوراً اندر گھس گیا آرڈر بلز لیے کچھ دیر تک وہاں اندر بیٹھ گیا کچھ دیر بعد نعیمہ سکول چلی گئی تب میں وہاں سے نکل پڑا نعیمہ جیسی نازک پری کی محبت پا کر میں بے انتہا خوش تھا اپنے آپ کو خوش قسمت ترین انسان تصور کرنے لگا مجھے نہیں یقین تھا کہ نعیمہ جیسی لڑکی میرے لیے اپنی جان دینے کو تیار ہے۔ اسی طرح ہماری محبت کی گاڑی سڑک پر چلنے کے قابل ہو گئی ہمارے درمیان خطوط کا سلسلہ
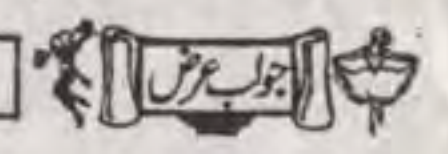
جاری تھا ہمیں روز ایک دوسرے کا دید نصیب ہوتا جب کسی دن ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے تو ہمارا حال دیوانوں جیسا ہوتا ایک دن نعیمہ نے مجھے خط کے ذریعے بتایا عامر کل تم تیار ہو کر آنا ہمیں مزید ملاقات کے لیے کسی پارک میں جانا ہے میں اسکول کا بہانہ بنا کر آتی ہوں اور تم شوروم کے گیٹ پر میرا انتظار کرنا پلیز عامر آنا ضرور۔ یہ سن کر میرے اندر خوشی کی ایک لہر اٹھی میں بہت خوش ہو گیا کہ کل اپنے جان سے پارک میں ملنے جا رہا ہوں میں جلدی جلدی جا کر ایک ہیئر کٹنگ کی دکان میں گھس گیا اپنے بالوں کو پوری طرح سیٹنگ کروایا اور کلین شیو کر کے نکل گیا صبح کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا اور اللہ اللہ کرتے آج کا دن بہت بے صبری سے گزرا صبح جلدی اٹھ کر غسل وغیرہ کیا اور کچھ صاحب کو دفتر پہنچا کر بڑی تیزی کے ساتھ گاڑی کو شوروم کے گیٹ کی طرف بھگا دیا چلتے چلتے گیٹ تک پہنچ کر سانس لیا آج نعیمہ کو دیکھ میں حیران رہ گیا میں یوں سوچ رہا تھا کہ میں کوئی سپنا دیکھ رہا ہوں کہ میرے لبوں سے بے اختیار یہ غزل نعیمہ کے کانوں سے جا ٹکرائی۔

حسین لڑکیاں بہت ہیں مگر تم سا کوئی نہیں
جنت میں حوریں بے شمار لیکن دنیا میں سنا نہیں
سپنا ہو یا حقیقت جو بھی ہو
مگر ہم سے دور جانا کبھی نہیں

ہم دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے میں دھیرے دھیرے گاڑی کو چلاتا رہا سلو میوزک آن تھا نعیمہ میرے سائیڈ میں بیٹھی تھی آج بہت دور جانے کا من کر رہا تھا ایک ایسی جگہ پر جہاں بس پیار ہی پیار ہو ہم دونوں اپنے پیار میں مست حسن وادیوں کو کراس کرتے ہوئے خوبصورت پھولوں کا نظارہ لیتے ہوئے ہاتھوں میں ہاتھ ملاتے رہے لبوں پر لب ملاتے رہے بلیک کلر کا ٹوڈی کار ہمارے نیچے تھا میری جان این مجھے ایک شہزادی لگ رہی تھی اور میں بھی آج جسی فلمی ہیروں سے کم نہ تھا ہم دونوں کو کسی کا ہوش نہ تھا ساری دنیا سے بے خبر تھے ایک دوسرے کے ہمسفر تھے آج مجھے محسوس ہوا کہ جینے کیلئے بس محبت ہے اور محبت بھی وہ جس میں ملن ہو جس میں چاہت اور وہ بھی دونوں طرف ہو چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں پیار ہی پیار تھا ہر ایک اپنی محبوبہ کے ساتھ مل کر دنیا سے بے خبر تھا ہم دونوں گاڑی سے اتر کر پارک کے اندر چلے گئے دور جا کر ایک کونے میں بیٹھ گئے فیس ٹو فیس ہو کر ایک دوسرے سے آنکھیں ملا دیں میرا دل کر رہا تھا کہ اس کی تربوز جیسی لال ہونٹوں کو چوم لوں سیاہ گھنی زلفوں میں چھپ جاؤں اور ہوا میں بکھری زلفوں کو اپنے ہاتھوں سے سلجھاؤں تن پر سر رکھ کر قیامت تک سو جاؤں دھیرے دھیرے ٹھنڈی ہوا میں وہ اپنی بکھری ہوئی زلفوں کو سلجھاتے ہوئے وہ مجھ سے محو گفتگو تھی میری نگاہیں نعیمہ کے چہرے پر جم گئی تھیں میں اس کی ہر ایک ادا پر مر مٹ رہا تھا وہ بولتے جا رہی تھی اور میں سنتا جا رہا تھا اس کی حسین خوبصورت چہرے کو میں اتنے قریب دیکھ کر میں خود میں بہک رہا تھا نعیمہ بولتے بولتے آخر تنگ آ گئی کہنے لگی جان تم کچھ بولو ناں۔ میں نے کہا جان دیکھو تمہیں جو کچھ بولنا ہے ابھی بولتے رہو ورنہ میں شروع ہو گیا تم یہاں سے اٹھ کر چلی جاؤ گی یا تم خود اپنے ہاتھ میرے منہ میں رکھ کر مجھے بولنے نہیں دو گی کیونکہ تمہیں معلوم نہیں میں کتنا بولتا ہوں میں نے کہا نعیمہ اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھ کر قسم کھاؤ کہ تم مجھے کبھی کسی حال میں دھوکہ نہیں دو گی نعیمہ کہنے لگی عامر مجھے آپ کی اور اپنی دونوں کے سر کی قسم میں تمہیں قیامت تک دھوکہ نہیں دوں گی پھر میں نے بھی یہی قسم کھائی کہ میں تمہیں کبھی بھی دھوکہ نہیں دوں گا ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی بے شمار قسمیں کھائیں اس طرح ہم دونوں نے اپنے پیار کے اظہار کر لیا بہت دیر تک ہم پارک میں بیٹھے رہے پھر ہم دونوں وہاں سے چل نکلے نعیمہ کو اس کے گھر چھوڑ کر میں اپنے مالک کے گھر چلا آیا این کی پیار پا کر میں اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنا لگا اٹھتا بیٹھتا چلتا پھرتا ہر گھڑی ہر لمحہ نعیمہ کا معصوم چہرہ میری نگاہوں میں گردش کرتا حتیٰ کہ سوتے وقت بھی اسے یاد کرتے کرتے نہ جانے کب نیند کی آغوش میں چلا جاتا یوں ہمارے پیار کا سلسلہ اپنے بے

جواس قدموں سے سات سمندر پار کرتے کرتے اپنی
منزل کی طرف گامزن تھا ایک دن میں نے کہا نعیمہ اب یہ
دوریاں میں مزید برداشت نہیں کرسکتا میرے خیال سے
ہمیں شادی کے بارے میں کچھ سوچنا ہوگا ویسے بھی ہم
اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں اب ہمارے
والدین بھی شاید ہمارے رشتوں کے بارے میں سوچ
رہے ہوں گے اس سے پہلے کہ ہم انہیں اپنے محبت کے
بارے میں سب کچھ بتادیں ورنہ بعد میں کچھ مسئلہ بن سکتا
ہے یہ سن کر نعیمہ خاموش ہوگئی پھر بول پڑی دیکھو عامر
تمہیں شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے تم اپنے دل سے یہ فکر
ہرگز نکال دو کہ میں تمہارے سوا کسی اور کی ڈولی میں جا
بیٹھوں گی میری شادی ہوگی وہ صرف تم سے ہوگی اور مجھے
اپنی دلہن بننے کی آس اپنے دل تک محدود رکھو میرا وعدہ
ہے تم سے کہ تمہارے دل کی آس کو کبھی بے آس نہیں
ہونے دوں گی آپ کی دلہن بننے کے لیے میں ساری دنیا
کی ہر بڑے سے بڑی طاقت کو ٹھکرا سکتی ہوں میری شادی
صرف تم سے ہوگی ورنہ کسی اور کے ہونے سے پہلے میں
اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کردوں گی مجھے یقین
ہے کہ ہم بہت جلد شادی کے بندھن میں باندھ دیئے
جائیں گے اور فی الحال تم یہ شادی کی بات کو دل میں محدود
رہنے دو مجھے پورا یقین تھا کہ نعیمہ اپنے کیے ہوئے وعدوں
پر قائم رہے گی مگر یہ میرا ایک محو سوچ تھا نعیمہ میری اس
خیال کو ایک الگ روپ دینے میں پرامید تھی میری سچی
محبت کو اپنے ہی پاؤں میں مسل دینے والی تھی میرے
سارے سپنوں کو خاک میں ملانے والی تھی میں ہر بار شادی
کی بات زبان پر دہراتا تو نعیمہ بات کو ادھر ادھر کرکے ٹال
دیتی آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں کتنا بیوقوف تھا کہ اس
کی ہر چھوٹی بات کو اپنے سر آنکھوں لے لیتا کاش مجھے اس
وقت نعیمہ کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں یہ قدم ہرگز نہ
اٹھاتا لیکن جب مجھے معلوم ہوا تو پانی سر تک پہنچ چکا تھا۔

یہاں سے میرے لیے بربادی کے دن شروع ہو
چکے تھے ایک ہفتہ پورا بیت چکا تھا مگر نعیمہ کالج نہیں جارہی
تھی میری آنکھیں اسے دیکھنے کے لیے بے تاب تھیں
اتنے دنوں تک نعیمہ کو دیکھے بنا میں کیسے جی رہا تھا یہ صرف
ایک عاشق ہی جانتا ہے میں اسے دیکھنے کے لیے بہت
بے قرار تھا گیٹ پر کھڑا ہو کر کالج کی ساری لڑکیوں کو ایک
ایک کرکے دیکھا لیکن نعیمہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی میرے
دل میں عجیب وغریب سوالات جنم لے رہے تھے کہ میری
جان کو کالج نہ جانے کا سبب کیا بنا ہے یہ سوچ سوچ کر میں
مزید الجھنوں کا شکار بنتا جارہا تھا آخر ایک دن مجھ سے رہا
نہ گیا وہاں کھڑے لڑکیوں میں ایک کو آواز دے کر اپنے
پاس بلالیا میں نے اس سے کہا چھوٹی بہن آپ نعیمہ کو
جانتی ہو وہ بولی جی ہاں جانتی ہوں مگر آپ نے اس سے کیا
کام ہے میں اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔ دیکھئے سسٹر وہ
میرا دوست ہے پچھلے ایک ہفتے سے وہ کالج نہیں جارہی
ہے اسی وجہ سے میرا اس سے ملاقات نہیں ہو رہا ہے اور
مجھے اس سے ایک ضروری کام ہے کیا اس میں تم میرا کچھ
ہیلپ کرسکتی ہو وہ بولنے لگی بھائی جان میں آپ کی کیا
ہیلپ کرسکتی ہوں میں نے کہا بہن جی آج آپ نے نعیمہ
کے گھر جانا ہے اور یہ پتہ کرنا ہے کہ اس کے ساتھ کیا پرابلم
ہے اور وہ کالج کیوں نہیں جارہی ہے یہ سب کچھ پتہ
کرنے کے بعد کل صبح اسی ٹائم یہاں آکر مجھے سب کچھ بتا
دوگے وہ بولنے لگی ٹھیک ہے بھائی میں آج ہی اس کے گھر
چل کر اس کے بارے سب کچھ معلوم کرلوگی اور کل آکر
تمہیں بتادوں گی پھر میں بے چینی کی حالت میں وہاں
سے پلٹ کر سیدھا اپنے مالک کے گھر کی طرف چل دیا
اس کی عجیب وغریب یادیں مجھے آج رات بستر پر سونے
سے دور رکھا پوری رات نعیمہ کے بارے سوچ سوچ کر دن
کی روشنیوں میں بدل دیا صبح ہوتے ہی اپنے مالک کو
آفس پہنچا کر جلدی جلدی شوروم کے گیٹ پر پہنچ گیا نعیمہ
کی جدائی نے اتنا ستایا تھا کہ مجھے اپنا بھی کچھ ہوش نہ تھا۔
نہ بالوں کی کنگھی کیا تھا نہ کپڑے چینج کیے تھے اور نہ ہی صبح
طریقے سے ناشتہ کیا تھا بس جلدی جلدی وہاں سے نکلا کہ
نعیمہ کے متعلق مجھے کچھ معلوم پڑے۔ میں بے بسی سے کھڑا
تھا اور کالج کی لڑکیوں کا راہ دیکھ رہا تھا چنانچہ کچھ دیر بعد
لڑکیوں کا رش گیا میں غور سے ان لڑکیوں میں اپنی جان

نعیمہ کو دیکھ رہا تھا دیکھتے دیکھتے مگر بے سود رہا آج بھی مجھے
میری جان نظر نہیں آیا چونکہ پھر وہی کل والی سسٹر میرے
پاس تشریف لائی جو میرے لیے میری بربادی کا رزلٹ
لے کر آئی تھی جو چند لمحوں بعد مجھے سنانے والی تھی میں فوراً
اسے خیر مقدم کرکے اپنے جان کے بارے میں پوچھنے لگا
پھر وہ خوشی کے مارے بول پڑی بھائی نعیمہ کی جانب سب
سے پہلے آپکو یہ خبر مبارک ہو میں نے کہا سسٹر پہلے تم بتا تو
سہی بات کیا ہے جو سب سے پہلے مجھے مبارک باد دے
رہی ہو میں بے چینی سے اس لڑکی کا منہ دیکھ رہا تھا کہ وہ
کب مجھے میری جان کے متعلق کچھ بتائے چند لمحوں بعد وہ
لڑکی کچھ یوں بول پڑی بھائی آپ کے کہنے سے کل رات
میں ان کے گھر چلی گئی ان کے گھر میں لوگوں کا ایک بہت
بڑا ہجوم تھا اور ان کا پورا حویلی رنگ برنگے روشنیوں سے
رونق تھا لوگوں کے آنے جانے سے ان کا گھر ایک بازار
بن چکا تھا جب میں گھر میں داخل ہوئی تو میری کان کے
پردے پھٹنے لگے ڈھول باجا ناچ گانے اتنی پرجوش سے
چل رہی تھی کہ میں گھبرا کر واپس نکل گئی اس لیے میں نعیمہ
سے مل نہ سکی مگر مجھے اس پر اتنا غصہ آیا کہ میں جا کر اسے
گھسیٹ کر یہاں لے آؤں بھائی میرے دل میں بہت
افسوس ہوا کہ اس نے آپ جیسے اچھے دوست کو شادی میں
انوائٹ کیوں نہیں کیا پہلے یہ آپ کا بنتا تھا کہ وہ آپ کو
شادی میں بلالیتی میں یکدم حیران ہو کر اس سے پوچھا
سسٹر جی آپ کس کی شادی کا بات کررہی ہیں مجھے تو کچھ
سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کیا کیا بولتے جارہی ہیں پھر وہ
لڑکی بولی ارے میں اس بیوقوف نعیمہ کی بات کررہی ہوں
پرسوں اتوار میں اس کی شادی ہے ناں۔ پر اس نے تمہیں
بتایا تک نہیں۔ یہ دیکھ کر اس کی شادی کا کارڈ ہے ہم سب
کو اس نے اپنی شادی کی کارڈ بھیجی تھی مگر آپ کو پتہ نہیں
کیسے بھول گئی ہے اتنے اچھے دوست ہونے کے باوجود بھی
اس نے آپ کو بتایا بھی نہیں کہ کل پرسوں اس کی شادی
ہے یہ کہتے ہوئے اس نے کارڈ میرے ہاتھوں میں تھما دیا
یہ سن کر آسمان میرے سر پر آکر کھڑا ہو گیا زمین پاؤں سے
نیچے تلے چلنے لگی دن میں اندھیرا چھا گئی اور پورا دنیا مجھے
گھول نظر آنے لگی میں بے بسی کے عالم میں پتھر کا ایک
بت بن کر کھڑا تھا کارڈ میرے ہاتھوں سے نیچے گر گئی میرا
ہاتھ پاؤں پوری طرح کانپ رہے تھے میں بے ہوشی سے
گاڑی میں بیٹھ گیا گاڑی کب اسٹارٹ ہو چکا تھا اور کب
کیسے گھر تک پہنچ چکا تھا ڈرائیونگ کرتے دوران مجھے ذرا
سا بھی اپنا ہوش نہ تھا۔ اللہ کے کرم سے میں محفوظ تھا جب
ہوش آیا تو گھر کے سامنے میں پہنچ چکا تھا گاڑی کھڑی کر
کے بے سہارا قدموں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دل
اچاٹ ہو چکا تھا اور دماغ پوری طرح پلٹ چکا تھا آنکھیں
بے نور تھیں نعیمہ کے دیئے ہوئے سارے تحفوں کو کمرے
کی دیوار پر ماردیئے اور لیٹروں کو یکجا کرکے جیب سے
ماچس نکال کر سارے کے سارے جلادیئے۔ میرے
ہاتھ پر جہاں این لکھا تھا اسی جگہ اپنے جسم کو جلا کر این کا
نشان مٹادیا۔ این تم نے مجھ پر ظلم کی انتہا کردی ہے تم نے
میرے سارے سپنوں کو چور چور کرکے خاک میں ملادیا تم
نے مجھ سے شادی کا وعدہ کرکے مجھے دکھ دیا میری بربادی
کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی جو تم نے
مجھے دکھایا۔ میں تم سے سچی محبت کرتا تھا مگر بدلے میں تم
نے یہ سب کچھ دیا اگر میں جانتا تمہارا انجام یہی ہوگا تو میں
تمہارے پہلے لیٹر کا ٹکڑے ٹکڑے کرکے جلا دیتا اور تم سے
پیار کرنا تو کیا اپنے دشمن کو تم سے بچالیتا۔ مگر کاش اب تو
افسوس کے سوا میرے پاس باقی بچا کیا تھا اب جو ہونا تھا ہو
گیا این کہاں گئے وہ وعدے وہ قسمیں جو تم نے میرے
ساتھ کیے تھے اور تم نے کہا تھا کہ عامر میں تمہارے بنا کسی
اور کی ڈولی میں جانے سے پہلے اپنی زندگی کا گلا گھونٹ
دوں گی لیکن آج تم شاد وخوشی سے کسی اور کی ڈولی میں بیٹھ
رہی ہو کیا وہ سب کے سب جھوٹ تھے۔ ارے تمہاری
محبت بس یہ ہوگی مجھے تنہائیوں میں اکیلا چھوڑ کر اور خود خوشی
سے شادی کررہے ہو میری زندگی میرے لیے عار بن چکی
تھی میں بہت کمزور ہوگیا مجھے دل کا دورہ پڑ گیا میرے
مالک نے مجھے ہسپتال میں داخل کرادیا ڈاکٹر نے کچھ
دوائیاں دے کر چند چنوں تک آرام کرنے کا کہہ دیا اب
میں اپنے کمرے میں ایک قیدی کی طرح دن رات

سگریٹ سے اپنے غموں کو کچھ کم کرنے کا سہارا لیتا ہوں۔
آج نعیمہ کی شادی کو ہوئے پورا ایک مہینہ گزر چکا ہے وہ کہاں اور کس حال میں ہے مجھے کوئی علم نہیں ہے مگر میرے دل میں اتنی حسرت کی امید ہے کہ وہ جہاں ہے اپنے شوہر کے ساتھ خوش رہے دوستوں میری رائے لیں اگر مناسب سمجھا تو میں آپ سے صرف یہی کہوں گا کہ محبت سے ہمیشہ دور رہنا کبھی کسی سے محبت کرنے کی جسارت مت کرنا کہانی پڑھ کر آپ لوگوں کو کیسی لگی اپنی آراء سے ضرور آگاہ کرنا۔ خدا حافظ۔

مفلسی میں خوش تھے عشق میں مبتلا کر دیا
ایک بے قصور شخص کو غموں کے قبرستان میں ڈال دیا
جو رات تھی تو صبح کا انتظار تھا
پھر صبح سے شام کا انتظار تھا
اب لا کر عشق کے پنجرے میں ڈال دیا
خوشیاں چھین کر بدلے میں بے شمار غم دیا
وحید سنبھالا دل کو نازک شیشے کی طرح
مگر دل بھی ٹوٹ گیا اور ہمسفر نے بھی راہ الگ اختیار کیا

❁❁❁

غزل

ہم سے کیا پوچھتے ہو ہجر میں کیا کرتے ہیں
تیرے لوٹ آنے کی دن رات دعا کرتے ہیں
اب کوئی ہونٹ نہیں ان کو چرانے آتے
میری آنکھوں میں اگر اشک ہوا کرتے ہیں
تیری تو جانے پر اے جان تمنا ہم تو
سانس کے ساتھ تجھے یاد کیا کرتے ہیں
کبھی یادوں میں تجھے بانہوں میں بھر لیتے ہیں
کبھی خوابوں میں تجھے چوم لیا کرتے ہیں
تیری تصویر لگا لیتے ہیں ہم سینے سے
پھر ترے خط سے تیری بات کیا کرتے ہیں
گر تجھے چھوڑنے کی سوچ بھی آئے دل میں
ہم تو خود کو بھی وہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں

سدید المنان علوی۔ میانہ گوندل

تیرے بن

تیرے بن زندگی کے سپنے ادھورے لگنے لگے
تم ہم سے ذرا ذرا بچھڑنے لگے
زمانے کو کیا برا بھلا ہم کہیں
وعدوں سے اپنے تم پھرنے لگے
چوٹ روگ دل کی دل ہی جانے
محبت کے قاعدے سے تم گرنے لگے
شاید تیرے نصیب ایسے ہی تھے رومانہ
بہار میں خوشی کے پتے گرنے لگے

رومانہ ثمرین۔ منچن آباد

بھیگے خط

جب میں نے تیرے ہر خط کو جلانے کا
حوصلہ کیا تیری یادوں سے چھٹکارا پانے کیلئے
ابھی آگ ہی لگائی تھی
اتنی زور سے برسا
میری آنکھوں سے ساون جس نے انہیں بھگو دیا
ان بھیگے خطوط کو چوم کر
جب میں نے سینے سے لگایا
تو اس میں سے تیرے ہاتھوں کی دھیمی دھیمی
سی تپش مجھے محسوس ہوئی

"صنم تیری وفائیں"

☑ ......تحریر: ذوالفقار علی سانول، منڈی بہاؤالدین

تھوڑے لمحے بعد نسرین نے ہمیں خدا حافظ کیا اور ہم پیدل ہی چلنے لگے ابھی محلے سے تھوڑا باہر نکلے ہی تھے تو چور چور کی اوازیں انا شروع ہو گئیں میں نے مہوش سے کہا میرے خیال میں گھر والوں کو ہماری خبر ہو گئی ہے ہم دونوں نے بھاگنا شروع کر دیا مہوش بھاگتے بھاگتے تھک کر گر پڑی جسے میں نے حوصلہ دیا اور پھر دوڑنا شروع کر دیا قریب ہی تقریباً پانچ ایکڑ کماد کی فصل تھی ہم اس کماد میں گھس گئے گرمی حبس بہت زیادہ تھا ہم کماد کے درمیان میں جا کر بیٹھ گئے کماد کے اس پاس لوگوں کی اوازیں انے لگ گئیں لیکن ہمارے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے مہوش نے اپنا سر میری گود میں رکھ لیا اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور وعدہ کیا کہ ہم واپس نہیں لوٹیں گے چاہے ہماری جان ہی چلے جائے

(ایک درد بھری سچی کہانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

یوں تو محبت کے قصے اتنے زیادہ ہیں کہ کاغذ ختم ہو سکتے ہیں سیاہی ختم ہو سکتی ہے لیکن محبت کرنے سے پہلے اس کو کوئی بھی نہیں سمجھ سکا کہ جو قدم میں اٹھا رہا ہوں اس کا انجام کیسا اور کیا ہوگا انسان کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتا لیکن وہ اس موذی جیسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے شاید قارئین کو میرا یہ جملہ برا لگے کہ دراصل وجہ یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی چہرہ محلے میں سامنے آتا ہے اور قدرتی طور پر کوئی لمحہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اچانک گرفتار ہو جاتا ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو حالانکہ کچھ محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان کو یہ قوی یقین ہوتا ہے کہ یہ ہماری کامیابی ناممکن ہے کیوں کہ قبیلہ ایک نہیں نسل ایک نہیں پھر بھی کیوں انسان نہیں بچ سکتا کیوں کہ محبت اندھی ہوتی ہے یہ سب قسمت کے کھیل ہوتے ہیں کچھ اپنے ہو کر ذات پات قبیلہ نسل ایک ہوتی ہے ان کی محبت بھی کامیاب نہیں ہوتی کچھ قید کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے جو کامیاب نہیں ہونے دیتا کسی وقت دونوں فریقین ایک دوسرے کی شرائط ماننے کو تیار ہو جاتے تو اپنے ہی حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔
لڑکا برا ہے فلاں ہے اس کی عادت اچھی نہیں لڑکی اچھی نہیں یہ نکھٹو ہے فلاں ہے فلاں ہے وہ بیچاری اپنے والدین کی عزت کی خاطر خاموش ہو جاتی ہے اور اپنی محبت امر کر دیتی ہے اور دل ہی دل میں کوستی اور روتی رہتی ہے اور وہ ہی گھرانہ جو فریب اور مکاری سے کام لے کر دونوں پریم کرنے والوں کی شادی نہیں ہونے دیتا اور اپنی جھوٹی اور من گھڑت کہانیاں پیش کر کے رشتہ لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جب شادی ہو جاتی ہے حوا کی بیٹی بلا جھجک سر جھکائے مجازی خدا سمجھ کر اپنا شوہر قبول کر لیتی ہے تو وہ ہی اس کا شوہر کچھ عرصے بعد اس حوا کی بیٹی کو طعنے دینا شروع کر دیتا ہے کہ تم فلاں کے ساتھ ٹھیک نہیں تھی اور

یہ خود نہیں سوچتا کہ میں نے کتنا ظلم کیا ہے کہ میں نے یا میرے والدین نے اس حوا کی بیٹی کو اپنے محبوب کے ساتھ ایک نہیں ہونے دیا پھر اس بیچاری پر انتہا کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں وہی والدین جو بہو رانی کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے پھر کہتے ہیں بیٹا اس لڑکی کو طلاق دے دو ورنہ تم ہماری اولاد نہیں پھر نوبت طلاق تک آ جاتی ہے آخر کیوں پلیز خدارا ایسا مت کرو کچھ خیال کرو صرف کم از کم یہ ہی سوچ لو کہ ہمارے گھر بھی بیٹی ہے۔ کسی کی تو وہ دلہن بنے گی مگر باپ کی بیٹی بھائی کی بہن ہے اسی طرح فرق نہیں سمجھو گے تو میں دعوے کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہر شادی کامیاب ہوگی۔

کچھ سوچو خیال کرو اگر اس عورت کو پیار دیا جائے تو یہ بھوک بھی برداشت کر جاتی ہے مٹی کے فرش پر بھی سونے کو تیار ہو جاتی ہے جب یہ اپنے والدین بہن بھائی ماں باپ کی عزت خاک میں ملا کر اپنے محبوب کیلئے اس کے پیار کی خاطر بھاگ آتی ہے اور وہی محبوب کچھ عرصے بعد اسے چھوڑ دے تو وہ کیا کرے گی یا خودکشی یا کسی ظالم کے ہاتھ چڑھ جائے گی اور وہ اس سے جسم فروشی کرائے گا اکثریت لڑکیوں کی ایسی ہوتی ہے جو ان ظالموں کے پاس ہوتی پلیز لڑکیوں کو بھی چاہیے جو ماں باپ بڑے نازوں سے پالتے ہیں جو بھائی جن کا باہر بڑا مقام ہے ان کی عزت خاک میں مت ملاؤ ایسا قدم کبھی نہ اٹھاؤ پلیز لوگو یہ حسد کینہ بغض سب ختم کر دو پلیز ہر کسی کے لیے دعا کرو اگر دو محبوت شادی کے بندھن میں نہیں بندھ سکتے تو کیا ہوا محبت تو زندہ ہی رہتی ہے اور جو والدین اپنی مرضی سے اپنی اولاد کی شادی کرتے ہیں پلیز پھر انہیں کامیاب زندگی گزارنے دیں میرے خیال سے داستان کافی لمبی ہوگئی ہے اب مجھے اصل کہانی کی طرف آنا چاہیے میں قارئین کو بتاتا چلوں کہ میں کسی بڑے عہدے پر فائز نہیں ہوں ٹوٹی پھوٹی میٹرک تعلیم ہے۔

میں آج بڑے غصے میں تھا کہ 4 تاریخ ہوگئی ہے ابھی تک اخبار والا میرا جواب عرض لے کر نہیں آیا اسی سوچ میں تھا کہ اخبار والے نے کہا سانول یہ لیں اپنا جواب عرض تب جا کر میرے دم میں دم آیا میرے ساتھ والی کرسی پر مجتبیٰ بیٹھا ہوا تھا جس نے رسالہ مجھ سے چھین کر ایک نگاہ دوڑائی میری کہانی تجھے بھول نہ پایا دیکھ کر کہنے لگا ارے سانول بھائی تم ایک رائیٹر ہو اور ہمیں آج تک نہیں بتایا میرے ایک دوست ہیں بہت دکھی ہیں ان کی کہانی شائع کروا دیں میں نے کہا ایک شرط پر وہ لڑکا خود میرے آفس آئے خود زبانی سنائے تب شائع کراؤں گا تم کہیں جھوٹ ہی نہ بول دو حسب وعدہ وہ دوسرے دن اس لڑکے کو لے آیا جو شکل سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ اس بیچارے کو چوٹ ضرور لگی ہے آئیں اب اس کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام بابر ہے ہم تین بھائی اور ایک بہن ہے میں تمام بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں ہمارا گاؤں انتہائی خوبصورت ہے میں غالباً پانچ سال کا تھا کہ میرے والدین نے مجھے چچا کے حوالے کر دیا کیوں کہ چچا کے پاس کوئی اولاد نہ تھی جو کہ اپنی اراضی پر کھیتی باڑی کرتا تھا میرے والدین نے مجھے چچا کے کہنے پر سپرد کر دیا کہ یہ تمہارا ہی بیٹا ہے اللہ کی کرنی ایسا ہوا جب میں چچا کے گھر گیا تو ٹھیک ایک سال بعد چچا کو اللہ تعالیٰ نے پیاری بیٹی سے نوازا جس کا نام مہوش رکھا گیا۔

مجھے قریبی پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا اور میرے چچا کے ہاں مزید تین بیٹیاں ہوئیں بیٹا پیدا نہ ہو سکا کیوں کہ قدرت کے کاموں میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے دال روٹی ٹھیک چل رہی تھی میں نے جب مڈل پاس کیا تو تھوڑا محسوس ہوا کہ یہ دنیا کیا ہے اس کی رنگینی کیا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے پورے گاؤں میں ایسی کوئی حرکت نہ کی جس سے میرے چچا کی عزت پر حرف آئے مہوش بھی بڑے دھیان سے اپنی پڑھائی پر توجہ دے رہی تھی آخرکار میں نے میٹرک کر لیا اور سکول کو خیرباد کہہ دیا مہوش ابھی زیر تعلیم تھی میں سہ پہر کو بھینسوں کو کھولتا اور ان کے چرانے کی خاطر پہاڑی کے نزدیک لے جاتا ساتھ ہی دریا تھا ان میں بھینسوں کو نہلاتا اور واپس آ جاتا میری اور مہوش کی منگنی بچپن میں کر

دی گئی تھی لیکن ہم دونوں کو پیار کرنے کا چکر بالکل معلوم نہیں تھا اسی طرح دن گزرتے رہے مہوش جب جوان ہوئی تو قدرت کے کیا کہنے انتہائی خوبصورت تھی ایک روز رات بڑی بارش ہوئی ساون کا موسم تھا دن کو بھی آسمان پر بادل منڈلاتے رہے میں صبح سویرے ہی بھینسوں کو چرانے کیلئے نکل گیا دریا پر مچھلیاں پکڑتا رہا تقریباً تین چار بڑی مچھلیاں میں نے پکڑلیں اور بھینسیں چر رہی تھیں میں پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا وہاں پر تیتر اور بٹیر حتی کہ ہر قسم کے پرندے اپنی موج مستی میں اڑ رہے تھے کیوں کہ موسم ہی بڑا سہانا تھا خوبصورت چشمہ جو دریا کے اوپر سے نیچے گر رہا تھا جس کی آواز کسی میوزک سے کم نہیں تھی کافی پریمی جوڑے بھی اپنی مستی میں مگن سیر کر رہے تھے۔

ایک بڑی امیر شہری پارٹی آئی ہوئی تھی جو کہ دریا کنارے خیمہ گاڑ کر کھانا پکانے میں مگن تھی آج تو ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں پر شہر آباد ہو گیا ہے اچانک میں نے دریا کی طرف نظر دوڑائی تو مہوش دریا کے کنارے کھڑی ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی میں جلدی سے پہاڑی سے نیچے اترا تو مہوش کہنے لگی بابر کہاں تھے میں کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی تھی میں نے کہا مہوش میں انجوائے کر رہا تھا اچھا انجوائے کے بچے کھانا کھاؤ مجھے بھی بڑی بھوک لگی ہوئی ہے پتہ نہیں آج میرا دل کیوں اتنا بے چین بے قرار تھا میں نے کہا مہوش کیا آپ نے بھی کھانا نہیں کھایا مہوش کہنے لگی بابر مجھے بہت بھوک لگی ہوئی تھی آج میں نے دیسی گھی والے خود پراٹھے بنائے ہیں اور لسی بھی لائی ہوں میں تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی ہم دونوں نے کھانا شروع کیا پتہ نہیں میں خود حیران تھا کہ یہ وہی مہوش ہے جس سے میں ہر وقت لڑتا جھگڑتا تھا آج مجھے اتنی کیوں پیاری لگ رہی تھی مہوش کا خوبصورت سرخ چہرہ شرابی آنکھیں مجھے مست کر رہی تھیں مہوش بھی بڑی غور سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

اچانک وہی شہری لڑکا اور لڑکی ننگے پاؤں گیلی ریت پر ہمارے پاس سے گزرے جو ہمیں دیکھ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے سلام دعا کے بعد وہ لڑکی بولی ماشاءاللہ جوڑی سلامت رہے شاید انہوں نے ہم کو میاں بیوی سمجھ رکھا تھا مہوش اور میں مسکرانے لگے انہیں کھانا کھانے کی آفر کی وہ بولے نہیں ہم صرف لسی پئیں گے ان دونوں نے لسی ایسے پی جیسے کوئی بڑی تبرک والی چیز پی رہے ہیں پھر انہوں نے اپنا تعارف کروایا پھر ہمارا تعارف کیا کہنے لگے تم آپس میں کیا لگتے ہو میں نے کہا کہ ہم دونوں کزن ہیں انہوں نے ہمیں اپنی رہائش کا ایڈریس دیا کہ کبھی ہمارے شہر ضرور آنا اتنے میں ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی اور وہ اجازت لے کر چلے گئے میں اور مہوش دونوں دریا سے بھینسوں کو نکالنے کیلئے چلے گئے میں تو تیرنا جانتا تھا لیکن مہوش ضد کرتی ہوئی دریا میں داخل ہو گئی اور اچانک چیختی چلاتی زیادہ پانی میں بہتی ہوئی چلی گئی میرے تو ہوش ہی اڑ گئے میں نے بڑی مشکل سے مہوش کو باہر نکالا مہوش کا دل بہت گھبرا گیا جونہی میں کنارے پر پہنچا اور مہوش مجھ سے لپٹ گئی میں مہوش کو بانہوں میں لیے مدہوش ہو گیا مہوش مسلسل روئے جا رہی تھی ہم دونوں نے ایک دوسرے کو بانہوں میں لے کر مضبوطی سے تھام لیا میں نے مہوش اپنے ہاتھوں سے مہوش کے چہرے کو پکڑ کر کہا مہوش ہوش میں آؤ کیا ہو گیا ہے مہوش کہنے لگی بابر مجھے ڈوبنے کا ڈر نہیں ہے۔

بابر آئی لو یو میں تمہارے بن ادھوری ہوں بابر میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی میں خود بھی جذباتی ہو گیا مہوش آئی لو یو ٹو ہمیں کوئی نہیں جدا کر سکتا میں صرف تمہارا ہوں ہمارے پیار کی شروعات شروع ہو گئی ہم دونوں بے خبر ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے اچانک ہم نے نہ چاہتے ہوئے ایک دوسرے کو اپنی بانہوں سے آزاد کیا داؤد جو ہمارے گاؤں کا تھا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا جو کہ پورے محلے میں چغلی کھانے میں مصروف تھا ہم دونوں ہنستے مسکراتے بے خبر گھر کو چل پڑے گھر جا کر مہوش نے میرے کپڑے استری کیے میرا جسم ٹوٹ رہا تھا میں بے سدھ چارپائی پر لیٹ گیا مہوش نے مجھے اندر آ کر آواز دی جان کپڑے پہن لیں مجھے کوئی ہوش نہ تھا جب مہوش نے میرے جسم کو ہاتھ لگایا تو مہوش نے رونا شروع کر دیا ارے
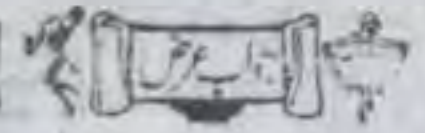
میری جان آپ کو تو انتہائی تیز بخار ہو گیا ہے اور میرا سر دبانے لگ گئی بابر بابر جان ہوش میں آؤ میں مہوش کی تمام باتیں سن رہا تھا لیکن مجھ میں بولنے کی ہمت نہ تھی مہوش بھاگتی ہوئی ہمسایوں کے گھر گئی چچی دوڑتی ہوئی آئی میں قربان میرے بیٹے کو کیا ہوا ہے میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا میں ٹھیک ہوں چچی ڈاکٹر کو بلانے چلی گئی ڈاکٹر نے آ کر مجھے انجکشن لگایا اور کچھ کھانے کیلئے دوائی دی تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھے ہوش آیا تو مہوش سامنے بیٹھے روئی جا رہی تھی میں مہوش کو کہا ارے مہوش میری جان میں ٹھیک ہوں کیا ہو گیا ہے آپ کو۔

اٹھو شاباش کام کرو شام کی اذان شروع ہو گئی مہوش کھانا پکانے میں مصروف ہو گئی چچا کسی دیگر کام گئے ہوئے تھے واپس آ گئے میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا بابر بیٹا دودھ نہیں دوہیا چچی کہنے لگی بابر کو بخار ہو گیا تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر کو بلایا تھا دوائی دے کر گیا ہے چچا جان دودھ دوہنے میں مصروف ہو گئے باقی تین بہنیں اندر اپنا سکول ورک کر رہی تھیں میں ان کے پاس کمرے میں بیٹھ گیا باہر صحن میں کسی اجنبی آدمی کی آواز محسوس ہوئی میں نے باہر جھانک کر دیکھا تو داؤد مسلی تھا جو کہ اکثر ہمارے گھر شام کو آتا تھا چچا کے ساتھ حقہ پیتا تھا بہر حال میں تینوں کزنوں کو سکول ورک کروانے میں مصروف ہو گیا تھوڑی دیر بعد مجھے مہوش کے رونے کی آواز آئی میں کمرے سے باہر نکلا تو چچا مہوش پر برس رہے تھے چچی داؤد مسلی کو بددعائیں اور گالیاں دے رہی تھی جو چپکے سے گھر سے نکل گیا میں دوڑتا ہوا مہوش کو چھڑانے چچا کے قریب گیا تو اس نے مجھ پر تھپڑوں کی بارش کر دی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا آرے نمک حرام دفعہ ہو جا ہمارے گھر سے میں نے تمہیں اس لیے بیٹا بنا کر گھر میں نہیں رکھا تھا کہ تو ہماری عزتوں سے کھیلنا شروع کر دے میں مار کھاتا رہا اور سنتا رہا اور چچا کو کہا آخر میرا قصور کیا ہے ابھی تمہیں نہیں پتا کہ تیرا قصور کیا ہے حرام زادے آج دریا کنارے تو مہوش کو گلے ملتا رہا مجھے سب سٹوری سمجھ میں آ گئی یہ صرف داؤد مسلی کا کام ہے جو پہلے بھی محلے میں چغلی کرتا رہتا ہے میں نے چچا کے آگے ہاتھ جوڑے اور بھی محلے کے لوگ باہر گلی میں جمع ہو گئے میں نے کہا چچا جان مہوش دریا میں ڈوب گئی تھی اسے باہر نکالا ہے صرف یہی میرا قصور ہے لیکن چچا بالکل بات نہیں مان رہے تھے چچی سمجھانے کیلئے آگے گئی تو چچا نے اسے بھی تین چار تھپڑ دے مارے میں نے آج پہلی دفعہ چچا کا ہاتھ پکڑ لیا بس چچا جان اب چچی کے سامنے ہاتھ مت اٹھانا ان کا کیا قصور ہے چچا نے مجھے دھکے دے کر گھر سے باہر نکل دیا رات کافی اندھیرا چھا گیا تھا میرے والدین کا گاؤں کافی دور تھا میں جب گھر سے باہر نکلا تو عورتیں جن کو کسی بات کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے آپس میں منہ جوڑ رہی تھیں ارے یہ نمک حرام نکلا ہے مجھے تو بس داؤد مسلی پر بہت غصہ آ رہا تھا دل یہ کر رہا تھا کہ کوئی کلاشنکوف میرے پاس ہو تو میں داؤد پر پوری میگزین خالی کر دوں میں غصے کی حالت میں چلتا رہا سفر کافی لمبا تھا جب فصل کماد کے پاس سے گزرنے لگا تو گیدڑ چیخنے چلانے میں مصروف ہو گئے آج زندگی میں پہلی دفعہ رات اکیلا سفر کر رہا تھا اور بہت ڈر لگ رہا تھا اچانک کماد سے تھوڑا آگے نکلا تو راستے میں ایک ناگ پھن پھیلائے اکڑ کر کھڑا تھا جو مجھے دیکھ کر پھنکارنے لگا میں نے جلدی سے جوتے ہاتھ کیے اور بھاگنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا رہا جہاں تک بھاگ سکتا تھا بھاگا پھر اچانک پیدل چلنے لگا آخر کار گھر پہنچ گیا رات کافی گزر چکی تھی گھر دروازہ کھٹکھٹایا تو ابو نے دروازہ کھولا جو مجھے گلے ملے امی اور باقی تمام بہن بھائی ٹیلی ویژن پر ڈرامہ دیکھ رہے تھے مجھے گلے ملے میں رونے لگ گیا تمام گھر والے اکٹھے ہو گئے چچا صابر جو کہ لاہور ملازمت کرتے تھے پوری فیملی آج ہمارے گھر آئی ہوئی تھی گلے ملے اور سب پریشان ہو گئے امی رونے لگ گئی کیا ہوا میرے بچے کو مجھ سے کوئی بات منہ سے نہیں نکل رہی تھی تمام ماجرا گھر والوں کو سنایا تمام گھر والے داؤد مسلی کو گالیاں نکالنے لگ گئے چچا صابر مہوش کے گھر جانے کے لیے تیار ہو گئے لیکن ابو نے جانے سے روک دیا کہ اب رات کافی بیت گئی ہے صبح چلیں گے میں اور تمام گھر والے سو گئے صبح تقریباً 8 بجے میری آنکھ کھلی تو ناشتہ کیا انکل
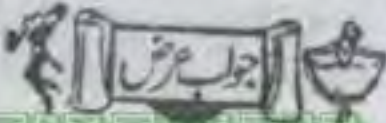
صابر کی لڑکیاں میری کزن ماشاء اللہ کافی جوان ہو چکی تھیں قریباً عرصہ پانچ سال بعد ہی ہماری ملاقات ہو سکی جو کہ مذاق کرنے لگیں بابر بھائی تم سارا دن ننگے بدن بھاگتے رہتے تھے اور سارا دن مچھلیاں پکڑتے رہتے تھے آپس میں مذاق تو کرتے رہے مگر میں اندر سے بہت پریشان تھا۔

اتنے میں ابو اور چچا گھر میں داخل ہو گئے امی جان بھی کام چھوڑ کر آ کر بیٹھ گئیں چچا صابر نے کہا بابر سچ سچ بتاؤ کیا تم نے کوئی گندی حرکت کی ہے میں نے پھر تمام قصہ سنایا ابو بھی غصے میں آ کر پوچھنے لگے کہ اگر تم نے جھوٹ بولا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا دادو کو تو ہم نے کافی سبق سکھایا ہے اگر محلے دار نہ ہوتے تو اللہ میاں کے ہاں پہنچ جاتا بہرحال تم سچ سچ بتاؤ میں نے تمام حالات سے آگاہ کیا کہ میرا صرف قصور یہ ہے کہ مہوش ڈوب رہی تھی اسے باہر نکالا ہے دریا سے بس یہی میرا قصور ہے چچا صابر کہنے لگے امی سے کہ ہمارا بھائی بہت ضدی ہے وہ اپنی بات پر اڑا ہوا ہے ہم تمام رشتے اس سے ختم کر آئے ہیں انسانوں والی اس میں کوئی بات نہیں ہے بس آج سے ہم اس کے لیے مر گئے اور وہ ہمارے لیے جب میں نے یہ بات سنی تو میری سانس اکھڑنے لگی کہ اب میرا کیا ہوگا میں مہوش کے بن کیسے جی پاؤں گا اندر کمرے میں جا کر رونے لگ گیا امی اندر آ گئیں ارے بیٹا تم کیوں رو رہے ہو تم بے قصور ہو چھوڑو اس معاملے کو میں امی کے پاؤں پڑ گیا امی پلیز میں مہوش سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا امی میرے جذبات دیکھ کر رونے لگ گئیں آخر مائیں مائیں ہوتی ہیں میری ماں نے کہا بیٹا انشاء اللہ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں میں مہوش کو بہو بنا کر لاؤں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے مجھے کچھ حوصلہ ہوا انکل صابر لاہور جانے کے لیے تیار ہو گئے کیوں کہ آج ان کی آخری چھٹی تھی جو مجھے اندر آ کر کہنے لگے میں تم کو لاہور شہر کام پر لگواؤں گا کچھ دنوں تک میرے پاس آنا سلام دعا کے بعد میری کزن چچی جان اور چچا صابر چلے گئے لیکن مجھے مہوش کی یاد بہت تڑپا رہی تھی میں نے اپنے دوست کاشف سے موٹر سائیکل لیا اور تمام حالات سے اسے آگاہ کیا جس نے میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اس کے ہاں ہی لیٹر تحریر کیا اور سیدھا مہوش کی دوست کے گھر کے قریب گیا تو نسرین سامنے گلی میں آ رہی تھی اسے روکا پہلے تو وہ حیران کن نظروں سے مجھے دیکھنے لگی مگر جب میں نے چہرے سے نقاب ہٹایا تو مسکرانے لگ گئی بابر بھائی کیسے ہیں اسے جلدی سے لیٹر تھمایا کہ میری جان مہوش کو دے دینا نسرین کہنے لگی ہاں بھائی میں ضرور لیٹر پہنچاؤں گی مگر مہوش نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا ہے میں نے کہا نسرین باجی میری مہوش کو پیغام دینا کہ میں تمہیں ڈولی میں بٹھا کر لے جاؤں گا اور لیٹر نسرین کو دیتے ہوئے چلتا بنا کیوں کہ ڈر بھی تھا کہ کہیں چچا ہی نہ آ جائیں سیدھا پہاڑی کے نزدیک چلا گیا وہاں بیٹھ کر پرندوں کو دیکھتا رہا جو بڑی راضی خوشی خوبصورت سرسبز درختوں پر چہچہا رہے تھے جنہیں یہ کوئی خطرہ نہ تھا کہ ہماری شکایت لگائے گا یا کوئی ہماری چغلی کرے گا واہ رے میرے مولا تیری قدرت کے کیا کہنے جہاں دریا کنارے مہوش اور میں بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے وہاں کچھ دیر بیٹھا دریا میں کنکریاں پھینکتا رہا اپنی محبوبہ کی یاد کو تازہ کیا اور واپس لوٹ گیا۔

دو دن بعد نسرین کا بھائی ہمارے گھر آیا جس نے دروازے پر دستک دی اور لیٹر میرے ہاتھ میں دیا میں نے چائے پانی پلانے کا کافی اصرار کیا مگر اسے جلدی تھی چلا گیا جب میں نے اپنے محبوب کا لیٹر کھولا جس کی تحریر یوں تھی۔

میرے سپنوں کے راجہ میرے دل کی دھڑکن میری زندگی کے مالک میں تم بن بہت پریشان ہوں میں نے پہلے تو اظہار اس لیے کیا تھا کہ ہماری منگنی ہو چکی تھی بچپن سے یہی سوچا کہ سہاگ رات ہی اظہار کروں گی شاید قدرت کو یہی منظور تھا چلو جدا ہونے سے پہلے اظہار تو ہو گیا میری جان میں تم بن ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں جی سکتی میرے ابو کہیں میری منگنی کرنا چاہتے ہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی میں موت قبول کر لوں گی اسی دریا میں

ڈوب کر مر جاؤں گی اگر مجھ سے واقعی ہی پیار کرتے ہو تو کل سہ پہر 4 بجے اسی پہاڑی کی جھیل کے پاس آ جانا ورنہ مجھے تیری قسم میں دریا میں ڈوب کر جان دے دوں گی فقط آپ کی مہوش۔

تحریر پڑھ کر مجھے آسمان گھومتا ہوا نظر آیا اور میں مسکرانے لگا ارے پگلی کیا تیرا بابر تیرے بن زندہ رہ سکتا ہے اگر قدرت نے تجھے اور مجھے ایک نہ ہونے دیا تو میں تم سے پہلے مروں گا بہرحال دوسرے روز اپنے دوست کاشف سے موٹر سائیکل لیا اور مقررہ وقت پر جھیل کنارے پہنچ گیا مہوش کی سہیلی نسرین جو پہلے سے وہاں بیٹھی ہوئی تھیں مہوش میرے گلے لپٹ کر رونے لگ گئی اور میں بھی رونے لگ گیا نسرین بھی ہمارے جذبات دیکھ کر رونے لگی اور ہمیں نہ چاہتے ہوئے ایک دوسرے کی بانہوں سے آزاد کیا ارے پاگل لوگو پیار میں اتنی جلدی حوصلہ ہار گئے ہو اپنے مستقبل کے بارے میں سوچو رونے کا کیا فائدہ حوصلہ رکھو جن کے جذبے سچے ہوں اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ملواتا ہے ہم دونوں نسرین کی بات سن کر خاموش ہو گئے مہوش مجھے کہنے لگی بابر میری جان میرے ابو میرا رشتہ کسی دیگر جگہ طے کرنا چاہتے ہیں آج پانچ تاریخ ہو گئی ہے میری خالہ کے بیٹے سے میری منگنی کرنا چاہتے ہیں مگر میں موت تو قبول کر سکتی ہوں مگر تمہیں نہیں چھوڑ سکتی اگر میری زندگی چاہتے ہو تو پلیز آج کل میں مجھے کہیں لے چلو میں نے کہا مہوش 8 تاریخ کی درمیانی شب میرا انتظار کرنا رات 12 بجے میں تمہارے گھر کے دروازے کے سامنے آؤں گا میرا انتظار کرنا پھر بھاگ چلیں گے پہلے میں ماں باپ کو بھیجوں گا یہ مجھ پر چھوڑو اگر چچا مان گئے تو تمہیں بینڈ باجوں کے ساتھ ڈولی میں بٹھا کر لے جاؤں گا اگر چچا نہ مانے تو طے شدہ پروگرام کے مطابق تیار رہنا پھر کچھ دیر بعد میں واپس گھر لوٹ آیا۔

گھر آ کر امی سے بات کی کہ امی چچا مہوش کی منگنی کسی دیگر جگہ کرنا چاہتے ہیں پلیز کچھ کریں امی نے مسکرا کر مجھے حوصلہ دیا کہ بیٹا میں آج شام کو تیرے ابو سے بات کروں گی اور انشاء اللہ اپنی مہوش کو بہو بنا کر لاؤں گی میں نے کہا I Love You امی آپ کتنی سویٹ ہو اچھا اچھا مرچ مصالہ مت لگاؤ شام کو بات کریں گے میں مسکراتا ہوا باہر نکل گیا شام کو گھر آیا تو امی جان نے ابو سے تذکرہ چھیڑ رکھا تھا ابو نہیں مان رہے تھے آخر اولاد اولاد ہوتی ہے ماں باپ کو اولاد بڑی پیاری ہوتی ہے ابو کے پاؤں پڑ گیا ابو نے کہا بیٹا میرا ضمیر تو نہیں گوارہ کرتا لیکن صبح تیری ماں اور میں چلے جائیں گے لیکن پہلے تمہارے دوسرے چچا صابر سے بات کر لوں ابو مجھے ساتھ لے کر پی سی او پر گئے چچا صابر کو ابو نے کال کی پہلے تو چچا صابر ضد پر اڑے رہے آخر کار مان گئے اور ابو کو کہا ایک بار جا کر رشتہ مانگیں اگر اس نے انکار کیا تو پھر کوئی حل نکالیں گے ہم واپس گھر لوٹ آئے امی اور ابو نے صبح چچا کے ہاں جانے کا پروگرام بنایا اور محلے کے ایک باعزت بزرگ حاجی اکبر کو ساتھ لیا اور چچا کے ہاں روانہ ہو گئے میں سارا دن دعائیں کرتا رہا تقریباً سہ پہر جب میرے والدین واپس لوٹے تو ابو گھر میں داخل ہوتے ہی چچا کو گالیاں دینا شروع ہو گئے مجھے بھی قوی یقین ہو گیا کہ بات نہیں بن سکی ابو مجھے بھی گالیاں دینے لگ گئے ہمارے منہ میں مکھیاں ڈلوائی تھیں کیا اس تمہارے چچا کو ذرہ بھر بھی شرم نہیں آئی حالانکہ ہمارے گاؤں کی معزز شخصیت حاجی صاحب بھی ساتھ تھے ان کا بھی اس نے شرم نہیں کیا بہت مشکل ہے بیٹا میں بہت زیادہ پریشان تھا کہ اب کیا کیا جائے کیوں کہ اب رونے کا وقت نہیں تھا اتنے میں امی بھی اندر کمرے میں آ گئیں بیٹا ہم اس کے باوجود کوشش کریں گے اور باہر چلی گئیں میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے اگر والدین سے کورٹ میرج کا تذکرہ کروں تو ہو سکتا ہے والدین منع کر دیں بلکہ میرا قوی یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کرنے دیں گے اور میں اگر ضد کروں تو ماں باپ کی ایسے میں تو نافرمانی ہو گی میں نے یہی فیصلہ کیا کہ میں یہ بات ظاہر نہ ہونے دوں ہمارے وعدے کے مطابق قریباً ایک دن باقی رہ گیا تھا میں اپنے بہترین دوست کاشف ندیم کے پاس گیا اس سے مشورہ کیا اس نے مجھے حوصلہ دیا اور کافی زیادہ میری مالی امداد کی میں مقررہ وقت پر اپنی جان

کے گھر کے قریب چلا گیا میں جونہی دروازے کے قریب پہنچا کیوں کہ کاشف مجھے تھوڑی دور موٹر سائیکل پر محلے کے قریب اتار کر چلا گیا تھا بہرحال جوں ہی میں دروازے کے پاس کھڑا ہوا تو نسرین اور مہوش چپکے سے باہر نکل آئیں نسرین اور مہوش گلے مل کر رونے لگ گئیں کیوں کہ آپس میں وہ بیسٹ فرینڈ تھیں

تھوڑے لمحے بعد نسرین نے ہمیں خدا حافظ کیا اور ہم پیدل ہی چلنے لگے ابھی محلے سے تھوڑا باہر نکلے ہی تھے تو چور چور کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں میں نے مہوش سے کہا میرے خیال میں گھر والوں کو ہماری خبر ہو گئی ہے ہم دونوں نے بھاگنا شروع کر دیا مہوش بھاگتے بھاگتے تھک کر گر پڑی جسے میں نے حوصلہ دیا اور پھر دوڑنا شروع کر دیا قریب ہی تقریباً پانچ ایکڑ کماد کی فصل تھی ہم اس کماد میں گھس گئے گرمی حبس بہت زیادہ تھا ہم کماد کے درمیان میں جا کر بیٹھ گئے کماد کے آس پاس لوگوں کی آوازیں آنے لگ گئیں لیکن ہمارے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے مہوش نے اپنا سر میری گود میں رکھ لیا اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور وعدہ کیا کہ ہم واپس نہیں لوٹیں گے چاہے ہماری جان ہی چلے جائے قریباً آدھی رات کے بعد تمام محلے کے لوگ واپس گھروں کو لوٹ گئے اللہ نے ہمارا ساتھ دینا تھا کئی لوگ ٹارچ جلا کر ہمارے قریب سے ہو کر گزرتے رہے لیکن ہم دونوں انہیں نظر نہیں آئے فجر کی اذان سے پہلے ہم دونوں باہر نکل کر پیدل ہی لاری اڈہ پہنچ گئے وہاں جا کر میں نے سوچا کہ اب جائیں کہاں لیکن مجھے ایک بات یاد آئی کہ جو شہری لوگ دریا پر سیر کرنے کے لیے آئے تھے ان کے ہاں چلتے ہیں میں نے جیب سے ان کا کارڈ نکالا اور مہوش سے مشورہ کیا تو مہوش نے کہا جان میں تمہاری خاطر سب کچھ چھوڑ آئی ہوں جہاں دل کرتا ہے مجھے لے چلو میں نے ٹیکسی والے کو بتا کر جگہ کا بتایا اور ہم ان کے گھر کے سامنے جا کر اتر گئے ہم نے دروازے پر بیل دی تو ایک بڑی مونچھوں والا گیٹ کیپر باہر نکلا جس نے ہمیں بڑی غور سے دیکھ کر کہا جی فرمائیں ہم نے کہا اپنی مالکن سے کہو کہ بابر اور مہوش آئے ہیں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں میاں بیوی ہنستے مسکراتے آ گئے اور اتنے خوش ہوئے کہ جیسے ان کے گھر کوئی پیر آ گیا ہے نہ انہوں نے ہمارے آنے کی وجہ پوچھی نہ ہی ہم نے بتائی آپس میں تھوڑی بات چیت کی اور ہم نے کہا کہ ہم دونوں بہت تھکے ہوئے ہیں انہوں نے ہمیں علیحدہ سونے کیلئے کمرے دیا ہم نے کولڈ ڈرنکس پی کر آرام کیا تقریباً سہ پہر انہوں نے ہمیں جگایا کیوں کہ ہم پوری رات نہ سو سکے تھے ہم اٹھے نہا دھو کر کھانا کھایا اور سارے حالات سے آگاہ کیا مہوش کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی مجھے کوئی شوق نہیں تھا بھاگنے کا میں نے اتنی بھرپور جوانی میں بھی ماں باپ کی عزت بنائی کسی غیر محرم کی طرف میلی آنکھ کر کے نہیں دیکھا میرا ابھی دل تھا کہ میرے والدین عزت کے ساتھ مجھے ڈولی میں بٹھا کر مجھے اپنے بابل کے گھر سے الوداع کرتے کیوں کہ بچپن سے میرے والدین نے میری اور بابر کی منگنی کر دی تھی میں نے اسی روز سے بابر کو اپنا مجازی خدا بنا لیا تھا وہ دونوں میاں بیوی بھی مہوش کی بات سن کر رونے لگ گئے میرے دل میں مہوش کیلئے مزید محبت بڑھ گئی ان دونوں میاں بیوی نے کہا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے میں نے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی آپ نے ہمیں پناہ دی بس ہمیں لاہور ہائیکورٹ کوئی وکیل بتائیں جو آپ کے تعلق والے ہوں ہم کورٹ میرج کرنا چاہتے ہیں اس شہری بابو نے کہا کہ میں صبح تمہارے ساتھ چلوں گا کیوں کہ وہاں گواہان کی بھی ضرورت ہو گی اس نے اگلی صبح ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھایا اور سیدھے وکیل کے آفس چلے گئے وہاں استغاثہ دائر کر کے اپنے بیانات قلمبند کروائے اور ایک مولوی صاحب نے نکاح پڑھوایا اس شہری بابو نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا وہاں سے ہی کچھ اپنے دوستوں کو بلا کر بطور گواہان نکاح نامے پر انگوٹھے دستخط کروائے اور ہم تقریباً 2 بجے فارغ ہو گئے شہری بابو نے اصرار کیا کہ دوبارہ واپس میرے گھر چلیں اور کورٹ کچہری کا خرچہ بھی ہمارے منع کرنے کے باوجود خود ہی ادا کیا میں نے شہری بابو کا شکریہ ادا کیا کہ ہمارے

گھر والے پریشان ہوں گے یہاں میرے چچا صابر رہتے ہیں ہم وہاں جانا چاہتے ہیں اس شہری بابو کی مہربانی اس نے ہمیں چچا صابر کے گھر کے قریب اتارا اور چلا گیا جب ہم اندر داخل ہوئے تو چچا صابر کی تمام فیملی پریشان بیٹھی ہوئی تھی جو تمام کے تمام ہمیں گلے ملے چچا صابر کہنے لگے بیٹا بابر ہم بہت زیادہ پریشان تھے چلو آپ لوگوں نے اچھا کیا ادھر ہی سیدھے آ گئے میری کزن نے کاشف کے گھر فون کیا کہ مہوش اور بابر ہمارے گھر ہیں گھر والے بھی مطمئن ہو گئے چچا صابر کہنے لگے بیٹا آپ نے ایسا قدم کیوں اٹھایا مہوش رونے لگ گئی چچا جان میرے ابو میری شادی کسی اور جگہ کرنا چاہتے تھے اس لیے ہم نے کورٹ میرج کر لی اس بات پر چچا بوکھلا گئے اتنی بھی کیا جلدی تھی آپ کو، نکاح ادھر ہم اپنے گھر بھی کرا سکتے تھے بہرحال ٹھیک ہے تم ہماری اولاد ہو جو بھی ہوا اب ٹھیک ہے میری کزن مہوش سے کان جوڑ کر کوئی بات کرنے لگی میری جان مہوش نے میری طرف اشارہ کیا میں نے اشارہ کر کے وجہ پوچھی تو چچی اور چچا کہنے لگے اپنی بیٹی مریم کو کیا بات ہے جس نے بلا جھجک کہہ دیا کہ ہم مہوش کو بیوٹی پارلر پر لیجانا چاہتی ہیں اور ساڑھی پہنا کر دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہیں چچا صابر کہنے لگے بیٹا ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے چچا نے مریم کو پیسے دیے اور خود کہہ کر چلے گئے کہ بابر کے گھر والے آ رہے ہیں میں مٹھائی اور کھانے پینے کیلئے کچھ راشن لے آؤں میری تمام کزن اور مہوش بازار چلی گئیں میں اندر ہی اندر ڈر رہا تھا کہ ابو امی آ رہے ہیں اب اللہ خیر ہی کرے شام سے تھوڑا قبل میری کزن اور مہوش گھر آ گئیں جب میں نے مہوش کو دیکھا تو حیران ہو گیا کیوں کہ مہوش کو بیوٹی پارلر میں ہی نیا ڈریس پہنا دیا گیا اتنی خوبصورت ساڑھی سوری لہنگا تھا مہوش پہلے کیا خوبصورت تھی اب تو ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ چاند زمین پر اتر آیا ہے میں نے مذاق کیا مرشم کی بچی میں تمہارا کچھ نہیں لگتا میرے لیے کچھ نہیں لائی ہو مریم کہنے لگی بھیا صبر تو کرتے میں ریڈی میڈ دلہے والا سوٹ لائی ہوں آپ نہائیں اور پہنیں میں نے نہا دھو کر سوٹ پہن ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ اب میری بارات آئی ہے چچا کے گھر کافی میلہ لگا ہوا تھا ابھی ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ میرے والدین بہن بھائی گھر میں داخل ہو گئے حیران کن نظروں سے ہم لوگوں کو دیکھنے لگے چچا صابر نے جلدی سے آگے کر دیا ابو جان کا بلڈ پریشر ہائی ہونے ہی والا تھا تو چچا نے کہا خدانخواستہ یہ خودکشی کر جاتے تو پھر۔ جو ہو گیا سو ہو گیا اپنی ہی بچی اور بچہ ہے ابو ٹھنڈے پڑ گئے امی ہمارا منہ چومنے لگیں اور دعائیں دیں تمام بہنیں اور کزن مہوش کے آس پاس ہو کر مذاق کرنے لگے جو بہت ہی زیادہ مسکرانے لگیں اور مہوش بھی بہت ہی زیادہ خوش تھی چچا صابر نے تمام فیملی کو اپنے ہاتھوں سے مٹھائی کھلائی کھانا وغیرہ کھایا گیا میری کزن نے ڈیک لگا کر تھوڑا ہلا گلہ کیا پھر وہ رات ہمارے نصیبوں میں آ گئی جسے ہر کوئی بڑی بے چینی سے انتظار کرتا ہے میری جان مہوش کسی حور سے کم نہ تھی مختصر کچھ دنوں بعد گھر والے واپس چلے گئے کہ جب مہوش کے ابو کو عقل آئی تو ہم تم دونوں کو واپس بلا لیں گے مجھے چچا صابر نے پرائیویٹ کمپنی میں جاب دلوا دی مہوش کے ابو کو تمام فیملی نے بہت سمجھایا کہ باز آ جاؤ جو ہونا تھا ہو گیا ہے تم ضد چھوڑ دو اور اپنی بیٹی اور بابر بیٹے کو سینے سے لگا لو لیکن وہ کہاں ماننے والا تھا فون پر سنگین قسم کی دھمکیاں دیتا رہا آخرکار قریباً ایک سال گزر گیا اللہ نے میری جان مہوش کو امید سے کیا ڈلیوری کیس سے پہلے مہوش نے مجھے پاس بٹھایا اور ہاتھ جوڑ کر مجھ سے معافی مانگنے لگی کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دینا میں نے کہا کہ مہوش تمہیں کیا ہو گیا ہے مہوش میری جان ہوش کرو میں ہوش میں ہوں میرے بچے کا خیال رکھنا حالانکہ ابھی تک بچہ پیدا نہیں ہوا تھا میں حیران ہو رہا تھا اور پلیز اپنی دوسری شادی لازمی کر لینا چچا صابر اور تمام فیملی پریشان ہو گئی مہوش کہنے لگی چچا صابر پلیز میرے والدین کو بلاؤ شاید انہیں ترس آ جائے چچا صابر نے جلدی سے فون کر کے میرے اور مہوش کے والدین کو اطلاع دی اور ہم مہوش کو لے کر ہسپتال چلے گئے مہوش کو داخل کر لیا گیا میں باہر رو رو کر دعائیں کر رہا تھا کہ اتنے میں میرے والدین اور مہوش کے والدین بھی آ گئے

لیکن ڈاکٹرز اندر جانے نہیں دے رہے تھے آخر کار میری دنیا لٹ گئی سسٹر باہر نکلی اور اس نے کہا کہ اللہ نے آپ کو بیٹے سے نوازا ہے مگر مہوش اللہ کو پیاری ہوگئی ہے یہ سننا ہی تھا کہ تمام فیملی رونے لگ گئی میں بھی پاگلوں کی طرح بین کرنے لگا مجھے کچھ ہوش نہ رہا مہوش کا والد والدہ بار بار بے ہوش ہو رہے تھے مہوش خدا کیلئے میں تمہارا والد ظالم تھا پلیز مجھے معاف کردو ایک بار مجھے ابو کہہ کر پکارو لیکن اب کیا فائدہ تھا مہوش اس جگہ چلی گئی جہاں واپسی کا راستہ ناممکن ہے میں خود بھی روئے جا رہا تھا گھر والے حوصلے دے رہے تھے آخر کار میں اپنی مہوش کی میت کو لے کر آبائی گاؤں چلا گیا جہاں ہر کسی کی آنکھ اشکبار تھی کیوں نہ ہوتی مہوش ہر کسی کی آنکھ کا تارا تھی مہوش کو منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا۔

قارئین یہ تھی بابر اور مہوش کی سچی داستان میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی وفادار بیوی ہر کسی کو دے بابر اپنی کہانی ختم کر کے بھی مسلسل روئے جا رہا تھا یقین کرو میری آنکھوں میں بھی بے اختیار آنسو آگئے بابر اجازت لے کر چلا گیا جو کہ ابھی تک شادی نہیں کر رہا کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے میرے لیے کافی ہے ایسی وفادار بیوی مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ قارئین مہوش کیلئے دعا کریں کہ اللہ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے اور بابر کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀

غزل

کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں
ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اجڑی شاخوں سے
اہل جنوں پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں
جب سارا اثاثہ لٹ جائے تسکین سفر ہو جاتی ہے
ہم راہنماؤں کے بدلے رہزن کی توقع رکھتے ہیں
سنگین چٹانوں سے دل کے دکھنے کی شکایات کرتے ہیں
ظلمت کے نگر میں نورانی آنگن کی توقع رکھتے ہیں
وہ گیسوئے جاناں ہوں ساغر یا گردش دوراں کے سائے
اے وائے مقدر دونوں سے الجھن کی توقع رکھتے ہیں

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

غزل

......سب جھوٹ بولتے ہیں......

میرے محبوب کی محفل میں
جمع ہے خوشامدیوں کی فوج
اپنا اپنا دعویٰ محبت لے کر
کسی نے کہا کہ میں جان لٹا دوں گا
کسی نے کہا ایک نیا تاج محل بنا دوں گا
کسی نے عمر بھر وفا کرنے کی قسم کھائی تو
کسی نے قدموں میں دم توڑنے کی آرزو کی
میری طرف اشارہ کر کے
سب نے مل کر طنزاً کہا
حضور آپ بھی کچھ فرمائیے
[illegible]
سب جھوٹ بولتے ہیں

اقبال بھٹی۔ لاہور

غزل

اس ورجہ عشق موجب رسوائی بن گیا
میں آپ اپنے گھر کا تماشائی بن گیا
دیر و حرم کی راہ سے دل بچ گیا مگر
تیری گلی کے موڑ پہ سودائی بن گیا
بزم وفا میں آپ سے اک پل کا سامنا
یاد آگیا تو عہد شناسائی بن گیا
بے ساختہ بکھر گئی جلووں کی کائنات
آئینہ ٹوٹ کر تیری انگڑائی بن گیا
دیکھی جو رقص کرتی ہوئی موج زندگی
میرا خیال وقت کی شہنائی بن گیا

کاشف زرگر۔ احمد پور سیال

”محبت اب نہیں ہوگی“

☑......تحریر: زاہد بشیر، کھاریاں

شہر پھنچے تو علی رضا نے کہا یار ذیشان مجھے تو بھوک لگی ھے۔ چلو کسی ریسٹورنٹ میں چل کر کھانا کھاتے ھیں میں اور علی رضا ایک ریسٹورنٹ میں گئے جب ھماری نگاہ سامنے والی ٹیبل پر پڑی تو حیران رہ گئے کہ ھما کسی اور لڑکے کے ساتھ بیٹھی ھوئی تھی

(ایک درد بھری سچی کھانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

میری یہ پہلی کاوش ہے اور امید ہے کہ آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

یہ میرے دوست کی آپ بیتی ہے جو اس دنیا میں نہیں ہے دنیا سے مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا چھوڑ چکا ہے بلکہ اس کو دنیا کا کوئی ہوش نہیں ہے۔

علی رضا اور میں ایک ہی گاؤں میں پیدا ہوئے اور پھر ایک ہی سکول میں ہمارا داخلہ ہو گیا ہمارے گھر بھی قریب تھے جس کی وجہ سے ہمارا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا علی رضا سکول میں سب سے لائق لڑکا تھا وہ ہر بار کلاس میں فسٹ آتا تھا جس کی وجہ سے تمام اساتذہ اس کا احترام کرتے تھے میری اور علی رضا کی دوستی پورے سکول میں مشہور تھی لوگ ہماری دوستی کی مثالیں دیتے تھے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ہمارے سکول میں ایک لڑکی داخل ہوئی جس کا نام ہما تھا۔ جو کہ بہت ہی خوبصورت اور حسین تھی علی رضا اور میں جب سکول میں داخل ہوئے تو وہ بنچ پر بیٹھی کچھ پڑھنے میں مصروف تھی علی رضا اسے دیکھتا ہی رہ گیا وہ کلاس میں بھی بے چین سا نظر آ رہا تھا جس کی وجہ سے میں نے اسے چھٹی لے کر دی تا کہ وہ گھر چلا جائے جب میں گھر پہنچا تو یونیفارم تبدیل کر کے علی کے گھر چلا گیا علی رضا چھت پر ٹہل رہا تھا وہ کافی پریشان سا دکھائی دے رہا تھا میں نے اس سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے لڑکی کے بارے میں بتایا کہ یار پتا نہیں اس کو دیکھ کر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میرے ذہن سے نکلتی ہی نہیں ہے میں نے اسے حوصلہ دیا کہ صبح جا کر کچھ کرتے ہیں صبح حسب معمول ہم سکول پہنچے تو وہ بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی میں نے علی رضا کو کہا کہ اسے جا کر اپنا تعارف کراو علی رضا نے ہمت کی اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور جا کر اس سے تعارف کرایا وہ بھی آگے سے مسکرا دی اور اس کے بعد وہ علی رضا اور میری دوست بن گئی ہم جہاں جاتے اکٹھے جاتے مگر علی رضا اس لڑکی سے محبت کرنے لگا تھا جس کی وجہ سے وہ پڑھائی میں بھی توجہ نہیں دے رہا تھا علی رضا نے ایک دن کہا یار ذیشان کیسے محبت کا اظہار کروں اس سے میں نے کہا کہ اس کو خط لکھو اور وہ خط میں اسے دے دوں گا علی رضا نے خط لکھا:۔

ڈیئر ہما:

جان کیسی ہو۔ جان من جب سے تمہیں دیکھا ہے دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی میں تو ہر وقت تمہیں ہی سوچتا رہتا ہوں لگتا ہے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اس کا جواب

ضرور دینا۔ فقط تمہارا عاشق علی رضا

میں نے وہ خط ہما کو دے دیا اور پھر واپس علی کے پاس آ گیا ہما اس کے بعد تین دن تک سکول نہ آئی علی رضا پریشان ہو گیا کہ کہیں اسے برا نہ لگا ہو۔ مگر اگلے روز جب ہم سکول پہنچے تو وہ حسب معمول بنچ پر بیٹھی تھی وہ بھی ہمیں دیکھ کر مسکرا دی اور ہمیں دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی علی رضا کی نگاہ بنچ پر پڑی ت وہاں پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا میں نے وہ کاغذ اٹھا کر علی رضا کو دے دیا علی رضا نے کاغذ کو کھولا تو اس میں یہ تحریر تھی۔

جان سے پیارے علی رضا

میں نے بھی جب سے تمہیں دیکھا ہے مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے جی چاہتا ہے کہ تم ہر وقت میرے سامنے رہو اور میں تمہیں دیکھتی رہوں مجھے تم سے محبت ہے۔

I Love You Ali

علی رضا نے جب یہ پڑھا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس کے بعد علی رضا اور ہما روزانہ ایک دوسرے سے ملتے اور پیار کی باتیں کرتے مگر ہما نجانے علی رضا سے کونسا بدلہ لینا چاہتی تھی کہ وہ علی کو دھوکہ دے گئی ہوا یہ کہ ایک دن علی رضا اور میں کسی کام سے شہر گئے جب ہم شہر پہنچے تو علی رضا نے کہا یار ذیشان مجھے تو بھوک لگی ہے۔ چلو کسی ریسٹورنٹ میں چل کر کھانا کھاتے ہیں میں اور علی رضا ایک ریسٹورنٹ میں گئے جب ہماری نگاہ سامنے والی ٹیبل پر پڑی تو حیران رہ گئے کہ ہما کسی اور لڑکے کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی علی رضا یہ دیکھ کر وہاں سے اٹھ گیا اور ہم گھر آ گئے دوسرے دن علی رضا ہما سے ملا اور کہا کہ وہ لڑکا کون ہے اس نے کہا وہ میرا کزن ہے اور لندن سے آیا ہے اور ہم شادی کرنے والے ہیں یہ سن کر علی رضا بے ہوش ہوتے ہوتے بچا اور کہا اور ہما وہ ہماری محبت پیار وہ سب کیا تھا آخر کس چیز کا بدلہ لیا ہے تم نے۔

ہما نے کہا کہ وہ سب ایک مذاق تھا جو صرف دوستی میں کیا گیا تھا ورنہ میں تو اپنے کزن سے پیار کرتی ہوں اس کے بعد علی رضا کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہر وقت گم سم رہنے لگا اور پڑھائی میں بھی کمزور ہو گیا وہ بیمار رہنے لگا میں نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ تو سچی محبت کرتا تھا پھر کیسے میری بات سمجھ سکتا تھا میرے دوست نے آج تک شادی نہیں کی اور نہ ہی کسی سے کبھی محبت کی ہے جب بھی اس سے اس بات کے لیے کہو کہ زندگی صرف ایک کے سہارے نہیں گزار دیتے تو وہ آگے سے صرف ایک ہی جواب دیتا ہے محبت صرف ایک بار ہوتی ہے بار بار نہیں اس کا اعتبار لڑکیوں سے اٹھ گیا ہے اور جو بھی لڑکی اس سے بات کرتی ہے وہ منہ پھیر لیتا ہے اللہ میرے دوست کو سیدھی راہ دکھائے تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میرے دوست کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالی اس کو راہ راست پر لے آئے اور کوئی محبت کرنے والی لڑکی اس کو مل جائے تا کہ وہ اپنی باقی زندگی اس کے سہارے گزار دے۔ قارئین کی آراء کا منتظر دوستو یہ تھی میرے دوست کی سچی کہانی جس نے ایک بار پیار کیا ہے اور دوبارہ پیار نام سے نفرت کرنے لگا ہے وہ صرف ہما کے نام اپنی باقی زندگی گزار دینا چاہتا ہے۔

❁❁❁
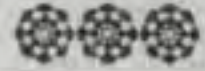
کیا صلہ دیا

میری قبر پے ضرور آیا کرنا
مگر شرط ہے آنسو نہ بہایا کرنا
تکلیف ہو گی روح کو بھی آنسو تیرے دیکھ کر
روح بھی روئے گی میری روح کو نہ تڑپایا کرنا
تیرے خوابوں میں آیا کروں گا ضرور اپنی
کبھی یاد کر کے میری محبت کو آزمایا کرنا
میری قبر پہ پھول نہ چڑھانا آنسوؤں کا
بس آ کر قبر پہ اپنی محبت کا سایہ کرنا
میری دعا ہے تیرا گھر خوشیوں کا گہوارہ ہو
تم خوشی کی ہر محفل میں جایا کرنا
میری یاد میں نہ کھونا کبھی اداس ہو کر
اپنے ہمسفر کی آغوش میں سو جایا کرنا
کیوں کہ میں نے وہاں سے واپس نہیں آیا کرنا

عمران اللہ ساحل۔ میانوالی
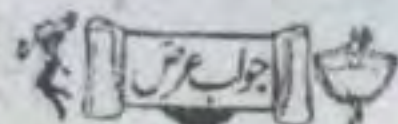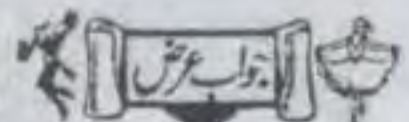
''اَنا یا مجبوری''

☑...... تحریر: ڈاکٹر قربان علی، قصور

طیب میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس قدر بے وفا بن جائو گے تم نے تو مجھے سہارا دینا تھا لیکن تم خود ہی مجھے چھوڑ گئے یکم اپریل کو میری شادی ہے لیکن شادی کی جگہ ماتم ہو گا کیونکہ میں جب تک زندہ ہوں تمھارے نام پر ہوں اور کسی دوسرے کے نام لگنے سے پہلے میں اپنا اپ ختم کر دوں گی۔ مزید لکھا نہیں جاتا ہو سکے تو اخری دیدار کروا دینا

(ایک درد بھری سچی کھانی)

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

خون زیست کی راہ اُلفت میں کھو گئے اکثر
ہنستے ہنستے کئی بار ایسا ہوا رو پڑے اکثر
جن پر بھروسہ تھا ساحل پر لے جائیں گے علی
وہی ملاح وفا ہم کو ڈبو گے اکثر

وہ لمحے کتنے حسین تھے جب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی طیب اٹھو باہر کا نظارہ کرتے تھے کب تک تم یونہی محبت کو چھپاتے پھرو گے اگر پیار کیا ہی ہے تو پھر یہ دوری کیسی اور میں گھنٹوں اس کے ساتھ گھومتا پھرتا وہ جب پیار سے کہتی تھی طیب تم میری جان ہو بھلا میں تمہارے بغیر کیسے جی سکتی ہوں تم ہی تو میری زندگی ہو میرے جیون کا مقصد ہو۔ میرا ہاتھ کبھی نہ چھوڑنا کبھی بھی مجھ سے منہ مت پھیرنا اگر مجھ سے کوئی گستاخی ہو جائے تو فوراً مجھے معاف کر دینا ورنہ میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی لیکن آج اس کو بچھڑے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں اس نے مڑ کر بھی میری طرف نہیں دیکھا آج جب میں اس کے دیئے لیٹر پڑھ رہا ہوں تو رہ رہ کر اس کی یادیں تڑپا رہی ہیں میرے سامنے ایک ایک فلم کی طرح گزرا ہوا وقت چل رہا ہے لاکھ روکنے کے باوجود کسی چشمے کی طرح آنکھوں میں آنسو رواں ہیں اپنی محبت پر میں کیا شک کروں مجھے تو اپنوں نے لوٹا تھا میں اس کی چاہت کو دوش کیوں دوں۔

ہم سنا کرتے تھے لوگ وفا کرتے ہیں
جب ہم جوان ہوئے تو روایت ہی بدل گئی

میرا نام طیب علی ہے اور درمیانے طبقے سے تعلق رکھتا ہوں ہم دو بھائی ہیں میں بھائی کی پیدائش کے پانچ سال بعد پیدا ہوا تھا اور یوں ہماری فیملی صرف چار افراد پر مشتمل تھی چھوٹا ہونے کے ناطے سب مجھے پیار کرتے جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے والدین نے مجھے گورنمنٹ سکول میں داخل کروا دیا میرے بڑے بھائی نے پانچویں کلاس سے آگے نہ پڑھا تھا میرے والدین مجھ کو تعلیم دلوانا چاہتے تھے مجھے ایک اونچا مقام دینا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے آٹھویں کے بعد مجھے ایک پرائیویٹ سکول میں داخلہ لے دیا زندگی ایک نئے موڑ پر آ گئی تھی نئے نئے لڑکوں سے واسطہ پڑا لیکن ان میں سے ارسلان وہ واحد لڑکا تھا جس کے ساتھ میری دوستی ہو گئی اور پھر یہ دوستی مزید مضبوط ہوتی گئی ارسلان ایک اچھا انسان اور بہت کم گو انسان تھا وقت کا پابند ارسلان پڑھائی میں بھی بہت لائق تھا دن گزرتے گئے اور موسم گرما کی تعطیل ہو گئیں ارسلان کہنے لگا یار چھٹیوں میں ہمارے ہاں لازمی

آنا میری طرف سے آپ کو دعوت ہے۔ اس کے بعد ہم گلے ملے اور دکھتے دل کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اس دن گرمی بہت زیادہ تھی سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آگ برسا رہا تھا میں دیوار کے سائے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ موڑ پر میری ٹکر ایک لڑکی سے ہو گئی جو کہ ہمارے سکول کے عقب میں واقع ایک اکیڈمی میں پڑھتی تھی اس کی شناخت اس کی وردی سے ہو رہی تھی میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں سوری کہا تو وہ مجھ پر برس پڑی اس کے منہ میں جو آیا کہہ دیا اور اچھی خاصی بے عزتی کر دی میں خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جو کہ غصہ اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے لال ہو رہا تھا میں اس میں اس قدر کھو گیا کہ مجھے کچھ پتہ نہ لگا کہ وہ کب کتابیں اٹھا کر چلی گئی اور پھر میں بھی ہارے ہوئے جواری کی طرح گھر چل پڑا ایک دن میں نے ارسلان کے ہاں جانے کی تیاری کی اور تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر میں ارسلان کے گھر پہنچ گیا دروازے پر دستک دی تو ارسلان نمودار ہوا مجھے دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور گلے لگا لیا خیر خیریت پوچھنے کے بعد ہم اندر چلے گئے لیکن اندر جاتے ہی میرے پاؤں سن ہو گئے اور دماغ چکرانے لگا لیکن پھر ہمت کر کے آگے بڑھا ارسلان کی والدہ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا ارسلان نے میرا تعارف اپنے گھر والوں سے کروایا اور بتایا کہ یہ میری بہن ہے اور مجھ سے بہت پیار کرتی ہے اتنے میں مشروب لے کر آ گئی میرا دل زور زور سے دھڑکنے کیونکہ یہ لڑکی کوئی نئی نہیں بلکہ وہ ہی تھی جس سے میں ٹکرایا تھا تھوڑی دیر گپ شپ لگائی اور واپسی کیلئے اجازت مانگی کیونکہ مجھ سے بیٹھا نہ جا رہا تھا میرے بدن سے پسینے کے فوارے پھوٹ رہے تھے تو ارسلان کہنے لگا یار اگر بھول کر آ ہی گئے ہو تو پھر جلدی کس بات کی خیر میں ارسلان کے اصرار پر رک گیا دوپہر کو ہم نے اکٹھے کھانا کھایا میرے دوست نے میری پسندیدہ ڈش بریانی بنوائی تھی میں نے محسوس کیا کہ این بار بار میری طرف دیکھ رہی ہے اور جب میں دیکھتا تو وہ اپنی نظریں جھکا لیتی اور ساتھ تھوڑا سا مسکرا بھی دیتا خیر شام کے وقت میں خالی جسم کے ساتھ گھر واپس آ گیا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اپنی کوئی خاص چیز کھو بیٹھا ہوں باقی چھٹیاں اسی بے قراری میں گزریں کہ کب سکول کھلیں اور محبوب کا دیدار ہو آخرکار چھٹیاں ختم ہوئیں اور ہم سکول جانے لگے میں ہر روز سکول جلدی جاتا کتابیں کلاس میں رکھ کر این کی اکیڈمی کی طرف چلا جاتا تاکہ اس کا دیدار ہو جائے لیکن سب بے سود رہتا ایک دن میں بازار جا رہا تھا کہ این سے رابطہ ہو گیا تو اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کل ہمارے سکول کی طرف آنا ضروری کام ہے اور چلی گئی، سارا دن اسی کشمکش میں گزرا اگلے دن ناشتہ کیے بغیر ہی میں سکول پہنچ گیا کتابیں کلاس میں رکھیں اور اس کی اکیڈمی کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر بعد مجھے این آتی ہوئی نظر آئی میں بہت خوش ہوا میرے قریب آ کر اس نے مجھے ایک کاغذ دیا اور آگے گزر گئی میں نے اسے جیب میں ڈالا اور سکول آ گیا سارا وقت بڑی بے تابی سے گزرا گھر آ کر میں نے وہ لیٹر پڑھنا شروع کر دیا جس کی تفصیل یوں تھی:۔

السلام علیکم!

تجھے یاد کرتے ہیں ہم خدا کے نام کے بعد
کبھی صبح سے پہلے کبھی شام کے بعد
میرے مرنے کے بعد بھی لوگ تجھے پکاریں گے
کبھی تیرے نام سے پہلے کبھی میرے نام کے بعد

طیب میں نے اس دن آپ کی بے عزتی کی جس پر میں بے حد شرمندہ ہوں میں آپ کے سامنے ایک مجرم ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اگر آپ نے واقعی معاف کر دیا ہے تو پھر آگے پڑھنا۔

سلام الفت!

تمہاری اسی نگاہ سے قتل ہوتے ہیں لوگ فراز
اک نظر ہم کو بھی دیکھ لو زندگی اچھی نہیں لگتی

طیب اصل میں بات یہ ہے کہ جب سے آپ کو دیکھا ہے نہ دن کو سکون، نہ رات کو چین ہر وقت ہر لمحہ ہر گھڑی تیری یاد تڑپاتی رہتی ہے جب تم مجھ سے ٹکرائے تھے تو میں تمہیں دیکھ کر ہی اپنا آپ بھول گئی تھی مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں اس کے بعد میں

نے بڑی کوشش کی لیکن آپ نظر نہ آئے میں ہر وقت سوچتی رہتی کہ نہ جانے اب دوبارہ ملاقات ہوگی یا نہیں لیکن جب تم ہمارے گھر آئے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس دن صبح سے ہی آپ کی یاد بہت ستا رہی تھی اب تمہارے بنا میں جی نہیں سکتی آپ کا پیار میری نس نس میں سما چکا ہے میرا جینا مرنا آپ کے نام لگ چکا ہے پلیز مجھے معاف کر کے میری محبت کا بھرم رکھنا۔

فقط آپ کی این

خط پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن دوسری طرف فوراً ارسلان کا چہرہ سامنے آ جاتا میں سوچ سوچ کر پاگل ہو گیا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا لکھوں آخر تھک ہار کر میں نے اپنی محبت کو دبا دیا اپنے بھائی کی محبت میں اپنی محبت قربان کر دی اور این کی طرف خط لکھا۔

لگی چوٹ سینے میں درد ہوتا رہا
جس نے کی محبت عمر بھر روتا رہا

این محترمہ آپ کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی کہ تم نے مجھے اس قدر چاہا میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا میں بھی پہلے دن سے ہی اپنا دل تجھ پر ہار گیا تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ تم ارسلان کی بہن ہو تو میں بہت شرمندہ ہوا میں اپنے دوست کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا اس لیے میں نے اپنی محبت اپنے ہی دل میں چھپا رکھی تھی لیکن تمہارا دیدار کرنے تمہارے راستے کی طرف لازمی جاتا آگے تم خود سوچ لینا جو جواب آپ کا ہوگا مجھے منظور ہے اور باقی رہی بات معاف کرنے کی تو بھلا اپنوں سے بھی بغض رکھا جاتا ہے۔

آپ کی خوشیوں کا طلبگار، بدنصیب طیب علی

خط لکھتے لکھتے مجھے چکر سا آ گیا اور میرے اوپر کپکپی طاری ہو گئی ساری رات اسی پریشانی میں گزر گئی میں رات بھر سو نہ سکا صبح اٹھا نماز پڑھی اور اپنی بھلائی کیلئے دعا کی میرا سارا بدن ٹوٹ رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے خوب پیٹا ہو خیر میں نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور این کے راستے کی طرف چلا گیا تھوڑی دیر بعد این آتی ہوئی دکھائی دی میں اس کے قریب جا کر لیٹر اسے دیا اور خود ٹوٹا ہوا دل لے کر گھر آ گیا آج میں سکول نہ گیا تھا مجھے تیز بخار ہو گیا اور میری صحت روز بروز گرنے لگی ایک ہفتہ مجھے ایسے ہی گزر گیا لیکن ارسلان نہ آیا میں سوچتا ہو سکتا ہے ارسلان کو معلوم ہو گیا ہو جس کی وجہ سے وہ مجھ سے دور ہو گیا ہے اگر اس نے مجھ سے منہ پھیرنا ہی تھا تو میں اپنی محبت کو نہ دور کرتا طرح طرح کے خیال ذہن میں آتے لیکن یہ صرف میری سوچ تھی ہفتہ کے روز چھٹی کے بعد ارسلان اور این آ گئے سلام دعا کے بعد کافی گلے شکوے اور باتیں ہوئیں دوپہر کا کھانا ہم نے اکٹھے کھایا این نے آنکھ بچا کر مجھے ایک لیٹر دیا جو میں نے چھپا لیا عصر کے وقت ارسلان نے اجازت طلب کی اور دونوں چلے گئے این اور ارسلان کے آنے کی وجہ سے میں کافی خوش ہوا تھا میں نے لیٹر پکڑا اور چھت پر چلا گیا لکھا تھا:

میرے دل کے شہزادے جناب طیب علی

سلام الفت کے بعد عرض ہے کہ سدا مسکراتے رہو آپ کا خط پا کر میں بڑی خوش ہوئی کالج کا سارا ٹائم بڑی بے صبری سے گزارا گھر جا کر آپ کا خط پڑھا تو مجھے زمین و آسمان گھومتے نظر آئے میں ایک دم کیلئے پاگل ہو گئی آپ نے اپنی مجبوری ظاہر کی لیکن طیب پیار کرنا کوئی جرم نہیں ویسے بھی پیار کیا نہیں جاتا پیار ہو جاتا ہے زندگی میں ایسے لمحے لازمی آتے ہیں جب انسان کسی کی چاہت کے بغیر ادھورا رہ رہا ہوتا ہے میں نے تم سے پیار کیا ہے اور کرتی رہوں گی اگر تم نہ ملے تو یہ زندگی بیکار ہے تم چاہو تو میری محبت کا بھرم رکھ لو یا پھر مجھ سے جینے کا حق چھین لو کیونکہ آپ کے بنا میرا دنیا میں رہنا فضول ہے۔

کسی کی کیا مجال تھی جو کوئی ہم کو خرید سکتا فراز
ہم تو خود ہی بک گئے خریدا دیکھ کر

فقط والسلام آپ کی این

خط پڑھ کر میں ہواؤں میں اڑنے لگا کیونکہ مجھے میری محبت دوبارہ مل چکی تھی میں خدا کی رحمت کے آگے جھوم رہا تھا کہ جس نے ٹھکرانے اور دور ہو جانے کے باوجود میری محبت کا بھرم رکھ لیا اسی خوشی میں، میں نے این کو خط لکھا جس کی تفصیل یوں تھی:

سلام محبت کے بعد عرض ہے کہ

اس راز محبت کو عام نہیں کرتا
چاہت کے جذبوں کو بدنام نہیں کرتا
تم مان ہو میری بس اتنا سمجھ لو
میرے ان لفظوں کو کبھی نیلام نہیں کرتا

میری پیاری ان ان میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں خدا ہمیشہ تجھے خوش رکھے تیری محبت تیرے پاس ہو تیری چاہت تیرے پاس ہو میری زندگی اے میرے دل کی دھڑکن، اے میرے خوابوں کی ملکہ، اے میرے سپنوں کی رانی سمجھ نہیں آ رہا تجھے کس نام سے پکاروں آپ کا خط پڑھا تو دل کو سکون ہوا اصل بات تو یہ ہے کہ جب میں نے آپ کو خط لکھ کر دیا تو میری اپنی حالت غیر ہو گئی جس کی وجہ سے میری طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور میں سکول بھی نہ آ سکا لیکن آپ کو اپنے پاس دیکھ کر تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی قارون کا خزانہ مل گیا ہو این میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک یہ سانسیں چل رہی ہیں تیرے سنگ چلتا رہوں گا۔

ہے گا تیرا میرا پیار زندگی کی بہار بن کر
یہ اور بات کہ زندگی وفا نہ کرے

میری جان این ہر لمحہ ہر گھڑی تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی لیکن میری بھی ایک گزارش ہے کہ زندگی میں کبھی مجھے تنہا نہ چھوڑنا کبھی مجھ سے بے رخی نہ کرنا میں زندگی کے ہر طوفان سے گزر جاؤں گا لیکن تیری بے رخی دیکھی نہ جا سکے گی، باقی باتیں پھر ہوں گی اب اجازت چاہوں گا۔

فقط والسلام طیب علی

اب میری طبیعت کافی بہتر تھی اگلے دن صبح و سویرے اسی راستے پر چلنے لگا جس راستے این گزرتی تھی تھوڑی انتظار کے بعد این اپنی ہمراز سہیلی کے ہمراہ گزری تو میں نے وہ لیٹر اسے دے دیا اور گھر واپس آ گیا اگلے دن میں نے سکول ٹائم سے بہت پہلے تیاری کی اور سکول چلا گیا کتابیں کلاس میں رکھیں اور این کی اکیڈمی کی طرف چلا گیا لیکن این نہ آئی تو میں ٹوٹے دل کے ساتھ واپس چل پڑا ابھی قدم ہی بڑھایا تھا کہ این کی مترنم آواز آئی طیب کیا تھک گئے ہو میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو این سامنے والے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور ایک لیٹر دیا میں نیسکول ٹائم بڑی مشکل سے پاس کیا اور گھر آ گیا گھر آ کر میں نے این کا دیا ہوا لیٹر کھولا اور پڑھنے لگا۔

میرے دل کے مالک!
میری زندگی کے خالق!

نہ دکھ ملے نہ درد ملے
تیرے دل کو ایسا قرار ملے
تو کرے کسی غم کی آرزو تو
تجھے اور بھی زیادہ پیار ملے

جناب محترم طیب علی!

آپ کا خط پڑھ کر اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتی محسوس کر رہی ہوں ایسے لگ رہا ہے جیسے سارا جہاں ہمارے گیت گنگنا رہا ہو۔ پرندے چہچہا کر میری جیت کے ترانے گا رہے ہوں۔ ہر لمحہ ہر گھڑی زندگی مٹھاس بھری بنتی جا رہی ہے میں ہر وقت آپ کے پیار ے میں مست رہتی ہوں خدا کرے آپ کا پیار تا حیات میرے ساتھ یونہی رہے میں آپ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی طیب دن ہو یا رات، شام ہو یا صبح ہر وقت ہر لمحہ تم مجھے ساتھ پاؤ گے میں ہر وقت ہر حالت میں آپ کے ساتھ ہوں میں آج بھی تمہاری ہوں اور کل بھی تجھے حاصل کر کے تو میں اپنے آپ کو حاصل کر لیا ہے خدا کرے ہمارا پیار امر ہو۔ آمین

صرف آپ کی این

تو قارئین اسی طرح ہماری محبت مضبوط ہوتی گئی کچھ عرصہ بعد عید آ گئی ہماری خوشیوں بھری یہ پہلی عید تھی میں نے این کو انگوٹھی، لاکٹ اور خوبصورت چوڑیاں خرید کر دیں این نے بھی مجھے ایک گفٹ دیا جس میں پرفیوم بہت اچھا تھا۔ میں وہ پرفیوم لگا کر پہلی بار این سے ملا دن گزرتے گئے اور ہماری محبت کو دو سال گزر گئے لیکن چاہت و محبت میں کوئی کمی نہ آئی این نے میٹرک کے بعد سکول چھوڑ دیا اور صرف گھر کی ہی بن کر رہ گئی ہماری ملاقات نہ ہونے کے برابر ہو گئی ایک دن این کی سہیلی نے مجھے ایک لیٹر دیا چونکہ وہ آگے پڑھ رہی تھی میرا اور اس کا تعارف این نے ہی کروایا تھا اس لیے کوئی ہچکچاہٹ نہ تھی میں نے وہ لیٹر لے لیا اور پڑھنے لگا جس کی تفصیل یوں تھی:

جینا آسان نہیں ہے تجھ سے بچھڑ کر مگر
میں ہاتھوں کی لکیروں کو مٹاؤں کیسے
ہر اک بات کو بھول جاؤں یہ ممکن ہے مگر
دل سے تیری یادوں، باتوں کو بھلاؤں کیسے

میری جان طیب کیسے ہو! تمہارے بن اک اک پل صدی کے برابر گزر رہا ہے دن تو گزر ہی جاتا ہے لیکن رات گزارنا بہت مشکل ہوتی ہے شام ہوتے ہی ستاروں میں کھو جاتی ہوں چاند ستاروں میں تمہارا چہرہ ڈھونڈتی ہوں ساری رات اپنے آپ سے باتیں کرتے گزر جاتی ہے تمہارے خیالوں میں ڈوبی ہوئی تمہیں اپنے پاس تصور کر کے اپنے دل کو بہلاتی رہتی ہوں اب تو تمہارے بغیر جینا بھی اچھا نہیں لگ رہا نہ کھانے کی ہوش نہ پینے کی تمنا اور صرف تمہاری یادوں کو سینے سے لگائے دن گزار رہی ہوں اتوار والے دن میں اپنی سہیلی کے ہمراہ بازار آؤں گی اپنا دیدار لازمی کروانا فقط، تمہاری این۔

ادھر میری حالت بھی یہی تھی دو دن بڑی مشکل سے گزارے اتوار کو میں بازار چلا گیا اور این کی بتائی ہوئی جگہ پر کھڑا ہو گیا آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں این نے آتے ہی ہزاروں شکوے کیے اس کے بعد ہم دو گھنٹے ادھر ادھر گھومتے رہے اور ساتھ تھوڑی بہت شاپنگ کی میں نے پنک کلر کا ایک جوڑا این کو لے کر دیا اور پھر ہزاروں آنسوؤں کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے دن گزرتے گئے اور میں نے بی اے مکمل کر لیا میرا دوست ارسلان نیوی ایئر فورس کراچی چلا گیا جب کہ میں ادھر ہی کام کیلئے اپلائی کر رہا تھا کہ ایک دن این گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی اور کہنے لگی طیب میرے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں پلیز کچھ کرو اور زور زور سے رونے لگی میں نے کافی تسلیاں دیں اس طرح این اپنے گھر واپس لوٹ گئی میں بہت پریشان ہوا پھر ڈرتے ڈرتے میں نے بھائی سے بات کی کیونکہ وہ میرے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتے تھے تو اس نے مجھے حوصلہ دیا کہ میں ابو سے بات کروں گا رات کو بھائی نے کھانے کے دوران بات چھیڑی تو ابو آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں اپنے خاندان سے باہر رشتہ ہرگز نہیں کروں گا بھائی نے کافی کہا لیکن ابو نے ایک نہ سنی میں ابو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر این کا ساتھ مانگنے لگا لیکن ابو نے مجھے دو تین تھپڑ مارے اور خود چلے گئے۔

میں صرف یہ سن پایا کہ اس کا خیال دل سے نکال دیں ورنہ...... میں ساری رات روتا رہا جس کی وجہ سے مجھے بخار ہو گیا میری طبیعت روز بروز گرتی گئی میں میری کوشش کی کہ این سے ملوں اور ساری حقیقت بتا دوں لیکن این مجھے نہ ملی میرے گھر والوں نے میرے اوپر پابندی لگائی ہوئی تھی چلنے پھرنے کیلئے میں سارا دن اور ساری رات سوچوں میں ہی گزر جاتی انہی دنوں میری ایک خالہ ملتان سے آئی تو میرے گھر والوں نے زبردستی مجھے ان کے ساتھ بھیج دیا اسی طرح دو تین مہینے گزر گئے لیکن میری زندگی مسلسل دکھ بھری بنتی گئی میری خالہ نے بڑی کوشش کی لیکن سب بے کار گیا کیونکہ این میرے دل میں تھی اور میرے دل سے اسے کوئی بھی نہیں نکال سکتا تھا پھر ایک دن میں نے بڑا اصرار کیا واپس آنے کیلئے تو خالہ نے اجازت دے دی لیکن جب میں گھر آیا تو میری زندگی لٹ چکی تھی میری جان این کا ایک لیٹر میرے بھائی کے پاس پڑا تھا جب میں نے پڑھا تو میرے ہوش اڑ گئے لکھا تھا۔

سلام جدائی۔

طیب میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس قدر بے وفا بن جاؤ گے تم نے تو مجھے سہارا دینا تھا لیکن تم خود ہی مجھے چھوڑ گئے یکم اپریل کو میری شادی ہے لیکن شادی کی جگہ ماتم ہو گا کیونکہ میں جب تک زندہ ہوں تمہارے نام پر ہوں اور کسی دوسرے کے نام لگنے سے پہلے میں اپنا آپ ختم کر دوں گی۔ مزید لکھا نہیں جاتا ہو سکے تو آخری دیدار کروا دینا۔ والسلام

خط پڑھ کر میں بڑا رویا شادی میں تین چار دن باقی

تھے میں نے قلم کاغذ اٹھایا اور خط لکھا۔
سدا مسکراتی رہو
محترمہ این آپ کا خط پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا آپ نے مرنے کا سوچ بھی کیسے لیا اگر آپکے دل میں میرے لیے محبت ہے اور آپ واقعی مجھ کو چاہتی ہو تو پلیز کوئی ایسا غلط کام نہ کرنا اپنی اسی محبت کے صدقے اپنے آپ کو تباہ نہ کرو بلکہ اپنے والدین کی خواہش کو مکمل کر دو اگر آپ نے کوئی غلط کام کیا تو میں سمجھوں گا کہ تم صرف دل لگی کرتی تھی میرے ساتھ اور پھر اپنی ساری داستان لکھ دی جس انا کی وجہ سے ہم دور ہو گئے خط لکھ کر میں این کے گھر کی طرف چل دیا این کے گھر خوشیاں منائی جا رہی تھیں میں دو تین دفعہ گلی سے گزرا لیکن مجھے کوئی قابل آدمی نظر نہ آیا لیکن چوتھی بار جب میں گزرا تو این کی سہیلی نظر آئی تو میں نے وہ لیٹر اسے دے دیا اور کہہ دیا کہ پلیز بہن یہ لیٹر لازمی اسے دینا اور گھر واپس آ گیا اب میں اپنے کمرے کا ہی ہو کر رہ گیا مجھے رہ رہ کر این کی یادیں ستاتی این کی شادی ہو گئی تو میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا کہ این نے کوئی غلط کام نہیں کیا ایک ماہ بعد این اس ملک کو چھوڑ کر اپنی سسرال فیملی کے ساتھ دبئی چلی گئی دن اسی طرح گزرتے گئے کہ ایک دن والدہ نے کہا بیٹا صبح تمہاری دونوں بھائیوں کی منگنی ہے تو میں سکتے میں آ گیا میں نے کافی مقدار میں نشہ آور گولیاں کھا لیں تو میری حالت خراب ہو گئی مجھے قریبی ہسپتال لے گئے جہاں ڈاکٹروں نے مجھے پھر ایک بار اس ظالم دنیا میں واپس بھیج دیا میرے گھر والوں نے کچھ دنوں کیلئے میری منگنی روک دی لیکن میں مسلسل انکار کرتا رہا تو میرے بھائی کی شادی کر دی گئی اب میرا کام صرف این کے بارے میں سوچنا اور یاد کرنا تھا میری حالت قابل رحم ہو چکی تھی میری بھابھی نے مجھے کافی حوصلہ دیا پھر میں نے اپنا گاؤں چھوڑ دیا اور لاہور چلا گیا وہاں مجھے ایک پرائیویٹ ادارے میں نوکری مل گئی این کی یادوں کو بھلانے کیلئے دن رات کام میں مصروف رہتا لیکن این کا پیار میری نس نس میں سما چکا تھا بھلا اسے کیسے بھلاتا بلکہ جتنی بھولنے کی کوشش کرتا اتنی ہی شدت سے اس کی یاد آتی۔

مجھے یہاں آئے تقریباً ڈیڑھ سال گزر گیا تھا لیکن میں واپس گھر نہیں گیا تھا کیونکہ اس جگہ سے مجھے نفرت ہو چکی تھی ایک دن میرے دوست کے کسی عزیز کی سعودیہ سے فلائٹ آئی تھی تو ہم ایئر پورٹ چلے گئے وہاں میری ملاقات ارسلان سے ہو گئی کافی گلے شکوے ارسلان نے کیے اس کے بعد ہم نے آئس کریم کھائی، ارسلان کی زبانی معلوم ہوا کہ این اپنے گھر بہت خوش ہے اللہ نے اسے ایک چاند سا بیٹا دیا ہے اس کا شوہر بہت اچھا ہے ہر لمحہ این کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے یہ سن کر میں بھی خوش ہو گیا کیونکہ میری یہ دلی دعا تھی کہ این مجھ سمیت ہر غم بھلا کر خوش رہے اور میں خوش بھی کیوں نہ ہوتا این کی خوشی ہی درحقیقت میری خوشی ہے آج اس بات کو تین سال گزر چکے ہیں لیکن میں این کی یاد دل سے نہیں نکال پایا اور نہ ہی گھر آیا لیکن بھائی اور بھابھی کے اصرار پر گھر آیا ہوں وہ بھی مہمانوں کی طرح کیونکہ میں اس شہر میں نہیں رہنا چاہتا گھر والوں نے کئی بار شادی کا کہا لیکن میں نے انکار کر دیا۔

تو قارئین طیب میرا بھی دوست تھا لیکن صرف علیک سلیک تک لیکن آج عرصہ دراز بعد ملاقات ہوئی تو میں نے اس کی زندگی کے بارے میں جاننا چاہا جو اس نے کہانی کی صورت میں جواب دیا لیکن کیسی لگی آپ کو میرے دولت کی آپ بیتی آپ کی قیمتی رائے کا منتظر۔

❀❀❀

ماں کے لئے دُعا

یارب میری ماں کو لازوال رکھنا...... میں رہوں نہ رہوں میری ماں کا خیال رکھنا...... میری خوشیاں بھی لے لے میری سانسیں بھی لے لے...... مگر میری ماں کے گرد سدا خوشیوں کا جال رکھنا...... آمین!...... جس جس کے پاس ماں جیسی نعمت ہے... اس نعمت کی قدر کرو...... اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے
محمد علی جوہر۔ چکان

”غموں کے باغات“

☑ ......تحریر: ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال

جب میں صبح دودھ لینے گیا تو انم سے میری ملاقات ہو گئی انم سے میں نے کہا میں اج گھر جا رہا ہوں مجھے بھول نہ جانا اور ہاں قسمیں وعدے سب یاد رکھنا انم نے کہا منظو ایک بات کروں اپ برا محسوس نہیں کرو گے میں نے کہا جان میں تمھاری بات کا برا کیوں مناؤں گا انم نے کہا کہ منظور میں تم سے پیار نہیں کرتی. کیا؟ میں نے اونچی اواز میں کہا انم کہنے لگی میں تمھارے ساتھ ٹائم پاس کر رہی تھی سوری مجھے معاف کر دینا اور ہاں مجھے بھول جانا

(ایک درد بھری سچی کہانی)

ہیلو ہیلو...... پتہ نہیں میں کتنی بار ہیلو کہہ کر تھک گیا تھا اور وہ نہ جانے کہاں کھو گیا تھا۔ وہ اچانک چونکا جی جی ...... یار کیا بات ہے تم کہاں کھو گئے تھے میں نے پوچھا تو منظور اکبر تبسم نے کہا کہ کہیں نہیں۔ اس وقت اس کی آواز میں درد تھا۔ اور ساتھ وہ رونے بھی لگا میں نے کہا دیکھو منظور بھائی آپ کی آنکھوں میں آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے پلیز بتاؤ تو سہی بات کیا ہے میں نے منظور سے پوچھا اور اچانک اداسی والی باتیں کر رہے ہو تم مجھے اپنا بھائی مانتے ہو تو بتاؤ؟ تم کو کیا پریشانی ہے؟ میں نے تمام سوال ایک ہی سانس میں کر ڈالے۔ اس کی پھر درد بھری آواز ابھری تم کیا کرو گے پوچھ بس تم دعا کرو کہ مجھے موت آ جائے۔ قارئین اس وقت منظور اکبر تبسم کی آواز میں اتنا درد تھا کہ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ میں نے غصے میں کہا کہ اپنی بکواس بند کرو میں ذہن میں سوچ رہا تھا کہ اس کو ٹینشن کیا ہے پہلے تو بڑا خوش خوش رہتا تھا لیکن آج اس کو کیا ہو گیا ہے۔

حسرتیں بے قیاس ہوتی ہیں
صورتیں غم شناس ہوتی ہیں
جن کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہو ندیم
ان کی آنکھیں اداس ہوتی ہیں

میں نے کہا بھائی منظور آج شب برات ہے ناں؟ میں اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہتا تھا لیکن وہ تھا کہ بات بات پر اپنا موڈ خراب کیے جا رہا تھا وہ کہنے لگا ہاں مجھے پتہ ہے کہ آج شب برات ہے لیکن میرے لیے تو یہ قیامت کی رات ہے یار منظور تم کو ٹینشن کیا ہے دیکھو تم مجھے بھائی کہتے ہو ناں پھر مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور تم کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو پلیز بتاؤ ناں میں اصرار کرتا جا رہا تھا کہ ہمارا رابطہ ختم ہو گیا میں نے سوچا شاید اس کا بیلنس ختم ہو گیا ہو اس لیے میں نے کال کی تو نمبر بند تھا۔ شام تک نمبر بند ہی رہا میں بڑا پریشان تھا کہ نہ جانے اس کو کیا ہو گیا ہے اور وہ نمبر آن کیوں نہیں کر رہا جبکہ اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا شام کے وقت اس نے اپنا نمبر آن کیا تو میں نے کال کی تو اس نے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں پلیز ندیم تم سو جاؤ وہ رات شب برات کی رات تھی سب مسجد کی طرف جا رہے تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لیکن میں اپنے دوست کی پریشانی میں تنہا بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ وہ آج ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں صبح جھنگ اس کے پاس جاؤں گا اور ساری صورتحال جان کر آؤں گا یہ ارادہ کر کے میں سو گیا۔ صبح اٹھا تو میں نے امی جان سے کہا کہ میں اپنے

دوست کے پاس ایک دن کیلئے جانا چاہتا ہوں میری امی نے کہا کہ بیٹا کہاں رہتا ہے تمہارا دوست تو میں نے کہا کہ جھنگ میں رہتا ہے میری امی کہنے لگی اتنی دور نہیں تم رہنے دو میں نے کافی اصرار کیا کیونکہ میں نے اپنے دوست کا دکھ لازمی اور ہر حال میں سننا ہے میرے کافی دیر اصرار کرنے پر میری امی نے اجازت دے دی میں نے تھوڑی دیر میں ہی تیاری کر لی اور ماں کی دعاؤں کے ساتھ سفر شروع کر دیا سفر کا مجھے تو کچھ بھی پتہ نہ چلا کیونکہ میرے پاس جواب عرض تھا جس کا میں سارے سفر میں مطالعہ کرتا آیا تھا جب میں جھنگ کے سٹاپ پر اترا تو میں نے اپنے دوست کو فون کیا اور اس کو ساری سٹوری سنا دی کہ میں اس کام کے لیے آیا ہوں کیا تم میرے ساتھ منظور اکبر تبسم کے گھر تک جا سکتے ہو کیونکہ مجھے گھر کا نہیں پتہ پلیز وہ کہنے لگا تم انتظار کرو میں آ رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد وہ آ گیا مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا قارئین میں نے منظور اکبر کو نہیں بتایا کہ میں آ رہا ہوں اور پھر میں اور یٰسین جو میرا اور منظور کا بہت ہی اچھا دوست ہے ہم دونوں منظور اکبر کے گھر کی طرف ہی چل پڑے۔ یٰسین مجھ سے کہتا رہا کہ میرے ساتھ میرے گھر پہلے چلو لیکن میں نے کہا نہیں یار پہلے تم مجھے منظور کے پاس لے چلو وہ کہنے لگا جیسے تمہاری مرضی جناب میں نے کہا کہ یار ناراض نہ ہونا اتنے میں منظور کا گھر آ گیا۔ یٰسین نے منظور کو آواز دی۔ تھوڑی دیر کے بعد منظور باہر آ گیا میں نے سلام کیا تو وہ بولا ندیم تم اور یہاں قارئین میں آپ کو بتاتا چلوں کہ منظور کی اور میری یہ پہلی ملاقات تھی لیکن فون پر ہماری روزانہ بات ہوتی تھی اس لیے منظور نے میری آواز پہچان لی تھی۔ منظور شکوے کرنے لگا کہ تم نے بتایا ہی نہیں اور چانک خیر تو ہے ناں میں نے کہا ہاں سب ٹھیک ہے کیا اندر آنے کو نہیں کہو گے اوہ سوری مجھے آپ کے آنے کی اتنی خوشی ہوئی کہ میں سب بھول گیا وہ ذرا مسکرا کر بولا اندر آ جائیں پھر کافی ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر منظور اکبر تبسم کا چھوٹا بھائی چائے لے کر آیا۔ ہم تینوں دوستوں نے مل کر چائے پی چائے پی کر یٰسین نے اجازت لی میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ

چلا گیا پھر میں اور منظور دونوں کھیتوں کی طرف چل پڑے کیونکہ موسم بڑا پیارا بنا ہوا تھا کافی دیر ہم دونوں کھیتوں میں پھرتے رہے کہ اچانک بادل گرجنے لگے میں نے منظور کو کہا کہ بھائی گھر چلیں مجھے ڈر لگ رہا ہے پھر ہم دونوں گھر آ گئے۔ اب آسمان پر بادل چھانے لگے تھے موسم بڑا ہی انجوائے کرنے والا تھا پھر میں اور منظور چھت پر چلے گئے اتنے میں بارش بھی شروع ہو گئی ہم دونوں جلدی سے نیچے اتر آئے کمرے میں بیٹھ کر ہم دونوں موسم انجوائے کرنے لگے پھر منظور کا بھائی کھانا لے کر آ گیا ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا منظور اکبر تبسم میرے آنے پر بہت خوش تھا لیکن وہ کچھ پریشان تھا نہ جانے اس کو کیا پریشانی تھی میں نے تھوڑی دیر کے بعد منظور کو اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھوڑی دیر کے بعد میں کامیاب بھی ہو گیا قارئین منظور اکبر تبسم کی زندگی غموں کے باغات سے بھری پڑی ہے نہ جانے کب کوئی آئے گا اور اس کی زندگی میں لگے غموں کے باغات کو ختم کرے گا۔ قارئین میرے بہت ہی زیادہ مجبور کرنے پر منظور اکبر تبسم نے اپنی زندگی میں چھپے ہوئے غموں کو یوں بیان کیا۔

کوئی امید جو ہوتی تیرے لوٹ آنے کی
پھر نہ ہوتی ایسی حالت دل دیوانے کی
میں تو ہر حال میں خوش رہنے کی جستجو میں رہا
نہ گئی تیری عادت وہ ستانے کی
زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹ رہا ہوں
نہیں دیتا کوئی دعا بھی مر جانے کی
تیرے سنگ بیتا ہر لمحہ یاد آتا ہے
جب بھی کوشش کی تجھے بھلانے کی
اب تو اکثر یہی سوچتا رہتا ہوں ندیم
تجھ کو مانگوں یا مانگوں دعا تجھ کو بھول جانے کی

نہ جانے کیوں انسان کی زندگی میں ایسے ایسے غم آتے ہیں جن کا مرہم کوئی بھی نہیں لگا سکتا اپنے ہی برا وقت آنے پر چھوڑ جاتے ہیں وہ ہی دھوکہ دیتے ہیں جن پر اپنی جان سے بھی زیادہ بھروسہ ہوتا ہے اپنا خون بھی یوں سفید ہو جاتا ہے شاید اب ہر کوئی مطلبی ہی ہے کسی کو کسی کی

کوئی پرواہ نہیں میں اتنا تنہا ہو جاؤں گا یہ تو کبھی میں نے خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا ہوا کچھ یوں کہ۔

ہم کو سکول سے گرمی کی چھٹیاں ہوئی تھیں میں بڑی خوشی خوشی گھر آ رہا تھا یہی سوچتا ہوا کہ اس بار کہاں کی سیر کی جائے آخر گھر تک آتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا کہ اس بار اسلام آباد کی سیر کی جائے کیونکہ ایک تو وہاں کا ماحول بہت پیارا ہے دوسرا وہاں میرا کزن بھی رہتا ہے میں نے گھر والوں سے اجازت لی تو مجھے بڑی خوشی سے اجازت مل گئی میں نے اپنے کزن کو فون کیا کہ میں آ رہا ہوں وہ بہت خوش ہوا یہ سن کر کیونکہ میں پہلی بار ان کے گھر جا رہا تھا۔ دوسرے دن تیاری کی اور شام کے وقت اپنے گھر والوں کی دعاؤں کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس وقت میں جواب عرض پڑھنے کا دیوانہ تھا میں نے اپنے ساتھ دو جواب عرض بھی لے کر آیا جو سارا سفر میں پڑھتا رہا تھا جب اسلام آباد سٹاپ پر اترا تو سامنے میرا کزن کھڑا تھا میرے گلے لگا اور بڑی خوشی سے میرا استقبال کیا میرے کزن کی شادی ہوئی تھی اس کی بیوی بہت ہی پیاری اور دوسروں کی عزت کرنیوالی عورت تھی بھابی نے بھی میرا بڑا گرم جوشی سے استقبال کیا زندگی میں پہلی بار اسلام آباد گیا تھا سفر کا تھکا ہوا تھا اس لیے جلد ہی سو گیا شام کو بھابی نے کہا کہ منظور بھائی اٹھو کھانا کھا لو میں نے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا پھر میرے کزن کی ایک چھوٹی سی پیاری سی بیٹی جس کا نام سونیا تھا وہ ضد کر رہی تھی کہ انکل مجھے پارک لے چلو پھر میں نے بھابی سے کہا کہ ہم پارک جا رہے ہیں تھوڑی دیر تک آتے ہیں بھابی نے کہا کہ جلدی آ جانا پھر میں اور سونیا پارک میں چلے گئے قریب ہی پارک تھا میں ایک طرف بیٹھ گیا لیکن سونیا تھی کہ بیٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی سونیا کبھی ادھر تو کبھی ادھر گھومتی پھرتی رہی کافی دیر کے بعد جب سونیا تھک گئی تو ہم دونوں واپس گھر آ گئے اور آتے ہی سو گئے صبح اذان کے وقت اٹھا اور اپنے کزن کے ساتھ نماز پڑھنے چلا گیا نماز پڑھ کر آیا تو سونیا نے کہا کہ چلو انکل پھر پارک چلیں میں نے بھی کہا کہ چلو چلتے ہیں پھر کافی دیر ہم پارک میں سیر کرتے رہے واپس آئے تو بھابی نے ناشتہ تیار کیا ہوا تھا ناشتہ کر کے میرا کزن کام پر چلا گیا اور میں فلم دیکھنے بیٹھ گیا ابھی تھوڑی سی فلم دیکھی تھی کہ بجلی چلی گئی کمرے میں گرمی محسوس ہو رہی تھی اس لیے میں چھت پر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد سونیا آئی اور بولی کہ ابو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے میں نے بھابی سے پوچھا تو بھابی نے کہا ہاں ابھی اس کی دکان سے فون آیا ہے پھر میں اور بھابی دونوں ہسپتال چلے گئے میرے کزن کے سر پر کافی چوٹ آئی تھی سر پر سفید رنگ کی پٹی کی ہوئی تھی بھابی یہ سب دیکھ کر رونے لگی میں نے بھابی کو کافی حوصلہ دیا دو دن میرا کزن ہسپتال میں ہی رہا پھر ہم گھر آ گئے ڈاکٹر نے میرے کزن کو آرام کرنے کو کہا تھا اس لیے اب اپنے کزن کی جگہ کام پر میں جاتا تھا میرے کزن کی فلموں کی دکان تھی میں سارا دن وہاں رہتا شام کو تھکا ہارا جب گھر آتا تو سونیا اور عدیل کی پیاری پیاری گفتگو ساری تھکن دور کر دیتی تھی میں بتاتا چلوں کہ عدیل بھی میرے کزن کا بیٹا تھا اب روزانہ کی روٹین بن گئی تھی صبح دکان پر جاتا اور شام کو گھر واپس آ جاتا اب میرے کزن کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تھی تو وہ دکان پر جانے لگا اب میرا کام صرف ڈیری فارم سے دودھ لے کر آنا تھا میں ہر روز صبح صبح اٹھتا اور دودھ لے کر آتا اور سو جاتا دوپہر کو اٹھتا فلم وغیرہ دیکھتا عصر کے وقت چھت پر چڑھ کر سکول کا کام کرتا تھا زندگی اتنی حسین تھی کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کسی قسم کا کوئی غم نہ تھا کاش وہ دن لوٹ آئیں جب مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہ تھی کبھی کبھی گھر بھی فون کرتا تھا میرا بڑا بھائی گھر پر ہوتا تھا وہ ہی میری ماں اور باپ کا خیال رکھتا تھا اور میری اس سے چھوٹی بہن گھر کا کام کرتی تھی میں اور میرا چھوٹا بھائی آزاد تھے زندگی کے دن بہت اچھے گزر رہے تھے مجھے کسی قسم کی کوئی بھی فکر نہ تھی مجھے کیا پتہ تھا کہ میری زندگی کو کسی کی نظر لگ جائے گی مجھے کیا پتہ تھا کہ میری بربادی کے دن شروع ہونے والے ہیں ہوا کچھ یوں کہ:

ایک دن میں دودھ لینے ڈیری فارم گیا تو وہاں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی اخبار پڑھ رہی تھی میں تو اسے دیکھتے ہی
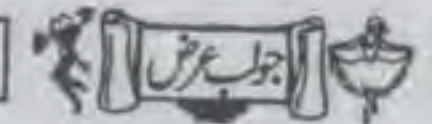
اس کا دیوانہ ہو گیا تھا اتنی پیاری اور خوبصورت لڑکی میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا سیاہ زلفیں، گلابی ہونٹ، پتلی کمر، سفید چہرہ اتنا حسین اور پیارا چہرہ ایسے لگتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرصت میں بنایا ہو اب میں ہر وقت اس کے خیالوں میں گم رہتا تھا بھابی نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو سر درد کا بہانہ بنا دیا تو بھابی نے کہا کہ آج کے بعد دودھ تیرا کزن لے آئے گا تم آرام کرو لیکن میں نے کہا کہ نہیں بھائی میں دودھ لے آؤں گا بھابی نے کہا کہ تمہارے سر میں درد ہے تم آرام کرو مجبوراً مجھے ہارنا پڑا اور کزن دودھ لینے چلا گیا دودھ لے کر کزن میرا دکان پر چلا گیا میرے کزن نے کہا کہ منظور اکبر کیا تمہیں ڈاکٹر بننے کا شوق ہے میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا کہ کل میں آپ کو ایک اپنے دوست کے پاس چھوڑ آؤں گا وہ ڈاکٹر ہے قارئین مجھے ڈاکٹر بننے کا اتنا شوق تھا جس کی کوئی حد نہیں تھی میرا دل کرتا تھا کہ میں بھی بڑا ہو کر انسانیت کی خدمت کروں لیکن افسوس کہ میں ایسا نہیں کر پایا خیر دوسرے دن میرے کزن نے مجھے اپنے دوست کے پاس چھوڑ دیا اب میں ہر روز دودھ لینے بھی جاتا اور پھر کلینک پر چلا جاتا بہت دن اسی طرح گزر گئے لیکن وہ پری چہرہ مجھے دوبارہ نظر نہ آیا ایکدن کلینک سے میں نے چھٹی کی اور چھت پر کھڑا ہوا موسم کو انجوائے کر رہا تھا کہ دوسرے ساتھ والے مکان کی چھت پر میں نے دیکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ وہ پری چہرہ ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور ڈیری فارم ان کا ہی تھا۔ کافی دیر میں اس کی طرف دیکھتا رہا اور جب اس نے میری طرف دیکھا تو مسکرا کر نیچے چلی گئی میں انتظار کرتا رہا کہ وہ چھت پر آئے گی لیکن وہ پھر نہ آئی کیونکہ بارش شروع ہو گئی تھی مجھے بھی تب احساس ہوا جب بھابی نے کہا کہ منظور نیچے آ جا بارش تیز ہو رہی ہے دل تو نہیں کر رہا تھا لیکن مجبوراً نیچے آنا پڑا اور میں ساری رات اس پری چہرے کے بارے ہی سوچتا رہا کہ اس کا کیا نام ہو گا اور کیا کرتی ہو گی میرے ذہن میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے صبح اٹھا اور دودھ لینے چلا گیا جب ڈیری فارم پر گیا تو وہ پری چہرہ سامنے بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا جب میں اس کے پاس سے گزرنے لگا تو اس نے کہا سلام ہو۔ بڑے صاحب جی یقین کریں جب میں نے اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی میں جواب دیئے بغیر ہی آگے چلا گیا کیونکہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اس سے بات کرتا شاید وہ کوئی اور بات بھی کرتی لیکن میری طرف سے کوئی بھی جواب نہ پا کر وہ جیسے مایوس ہو گئی ہو میں نے دودھ لیا اور واپس آ گیا ناشتہ کر کے کلینک جانے کی بجائے کمرے میں سو گیا میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس پری چہرہ کی طرف متوجہ ہو رہا تھا اسی سوچ میں سویا ہوا تھا کہ بھابی آئی اور بولی کہ منظور خیریت تو ہے تو کافی دنوں سے اداس اداس سا رہنے لگا ہے میں نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کہ بھابی کچھ بھی نہیں ہے بس گھر والوں کی بہت یاد آتی ہے پھر عصر کے وقت میں چھت پر چلا گیا تو پری چہرہ پہلے ہی چھت پر موجود تھا اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ ادھر آؤ میں اس کے پاس چلا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں نے کہا جی بولیں اس نے کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے تم ہی میرے ذہن، دماغ اور دل پر ہر وقت راج کرتے ہو پلیز پلیز میری محبت کا جواب محبت سے دینا۔

مجھے تم سے محبت ہے ...... اور ایسی محبت ہے
کہ جو صحرا کو بارش سے ...... کہ جو دھڑکن کو خواہش سے
کہ جو آنکھوں کو خوابوں سے ...... شرارت کو سزا سے
کہ شبنم کو پھولوں سے ...... کہ جو بوندوں کو مٹی سے
کہ جو ہونٹوں کو ہنسی سے ہے ...... فضا کو زندگی سے ہے
کچھ ایسی ہے محبت مجھے تم سے
سنو اے زندگی میری مجھے تم سے محبت ہے
اور ایسی محبت کہ ...... جو آہوں کو ہنسی سے ہے
پلکوں کو نمی سے ہے ...... جو روح کو جسم سے ہے
ستاروں کو قلم سے ہے ...... مجھے اے جان جاں میری
مجھے تم سے محبت ہے ...... صرف تم سے محبت ہے
ہاں تم سے محبت ہے!

قارئین میرے لیے تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی میں
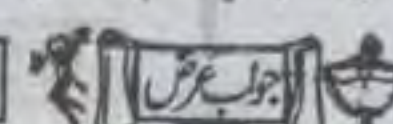
نے کہا کہ جب سے آپ کو دیکھا ہے نہ دن کو چین ہے نہ راتوں کو سکون ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ ہی پینے کا میرے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی شاید میری بھی ایسی ہی حالت تھی میں نے کہا کہ اپنا نام تو بتا دو میری جان تو اس نے کہا کہ میرا نام انم ہے اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا پھر ہم باتیں کرنے لگے انم کہنے لگی کہ منظور کیا تم میرا ساتھ تو نہیں چھوڑو گے دیکھو منظور اگر آپ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو میں...... میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ اس سے آگے ایک لفظ بھی مت بولنا میں تیرا ہوں اور ساری زندگی تیرا ہی رہوں گا۔ میں تیری خوشی کے لیے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔

میں صرف تم سے ہی پیار کرتا ہوں
ساری دنیا کے سامنے یہ اظہار کرتا ہوں
تو اک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ تو کر
پھر دیکھ میں تیرا کتنا انتظار کرتا ہوں
تو کہے تو پوری دنیا کو چھوڑ دوں میں
میں کب تیری کسی بات سے انکار کرتا ہوں
تیرے سوا میرے دل میں کوئی نہیں ہے انم
میں اس بات کا دل سے اقرار کرتا ہوں
لکھ دے میری ساری خوشیاں تیرے نام
خدا سے یہی میں آہ و پکار کرتا ہوں

کافی دیر ہم ایک دوسرے کے ساتھ مرنے جینے کی قسمیں کھاتے رہے پھر انم کہنے لگی اچھا میں چلتی ہوں ابو بھی آنے والے ہیں اچھا رات کو ہم سب گھر والے چھت پر آئیں گے تم بھی آ جانا لیکن بچ کر کہ کہیں گھر والوں کو شک نہ ہو میں نے کہا ٹھیک پھر وہ نیچے چلی گئی میں بھی نیچے آ گیا بھابی نے کہا کہ اب بڑے خوش لگ رہے ہو جبکہ دوپہر کو تم بڑے ہی اداس تھے میں نے کہا بھابی ایسی بات نہیں تم بھی نہ ایسے ہی پریشان کرتی ہو اتنے میں میرا کزن بھی آ گیا کہنے لگا کہ جناب منظور صاحب کلینک پر کیوں نہیں گئے میں نے مسکرا کر کہا اچھا بابا چلا جاؤں گا بھابی کہنے لگی کہ اپنی گفتگو ختم کرو اور بازار سے گوشت لے کر آؤ آج شب برات ہے پھر میرا کزن کہنے لگا میں تو بھائی تھک کر آیا ہوں منظور تم ہی جاؤ میں بازار گیا اور گوشت لے کر آیا اور بھابی کو دے کر سیدھا چھت پر چلا گیا میں نے دیکھا کہ انم اور اس کے گھر والے چھت پر ہی تھے میں نے اوپر سے سونیا کو آواز دی تا کہ انم کو پتہ چل جائے کہ میں اوپر آ گیا ہوں سونیا بھی اوپر آ گئی میں سونیا سے باتیں کرتا رہا لیکن وہ باتیں میں انم کو سنا رہا تھا کافی دیر یونہی آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوتی رہیں پھر بھابی نے آواز دی کہ منظور نیچے آنا میں نے اوپر سے ہی آواز دی کہ میں آ رہا ہوں تا کہ انم کو پتہ چل جائے کہ میں ابھی نیچے جا رہا ہوں میں نیچے چلا آیا جی بھابی جان کیا بات ہے بھابی نے کہا کہ پہلی بات تو کھانا کھا لو دوسری بات ہم تمہارے کزن کے کسی دوست کے گھر جا رہے ہیں سونیا نے بھی ضد کی ہے کہ میں بھی انکل منظور کے پاس رہوں گی میرے کزن نے کہا کہ جیسے مرضی آپ دونوں کی پھر وہ چلے گئے میں اور سونیا پھر چھت پر آ گئے لیکن چھت پر کوئی بھی نہیں تھا انم کے گھر کی چھت خالی تھی ہم دونوں بھی اتر آئے کھانا کھایا پھر چھت پر چلے گئے اس بار انم بیٹھی ہوئی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر تبسم کے آثار صاف نظر آ رہے تھے انم نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنی چھت پر آنے کا کہا میں اور سونیا دونوں ان کی چھت پر چلے گئے انم سونیا سے پیار کرنے لگی پھر انم نے آئس کریم نیچے سے لے کر آئی جو کہ ہم نے مل کر کھائی مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب انم نے آئس کریم کھاتے ہوئے کہا تھا کہ منظور تم وعدہ کرو کہ تم میرے سوا کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھو گے تم میرے ہو اور میرے بن کر ہی رہو گے دیکھو انم لوٹ آؤ میں آج بھی تیرا ہوں اور تا زندگی تیرا ہی رہوں گا لوٹ آؤ تم انم دیکھو تم وہ وعدہ بھول گئی ہو قسمیں جو ہم مل کر ایک دوسرے سے کرتے تھے نہیں تم مجھے بھول نہیں سکتی لوٹ آؤ دل آج بھی تم کو دیکھنے کی خواہش کرتا ہے کاش کہ تم آؤ اور کہو کہ منظور دیکھو میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ اے انم اگر تم میرا ساتھ دیتی تو مجھے کوئی غم نہیں تھا میں سارے زمانے سے لڑ لیتا تیری خاطر کاش تم ایک بار کہو کہ میں تیری ہوں آ جا لیکن افسوس کہاں ایسا

نہیں ہوا دوستو اسی طرح ہم دونوں بہانے بہانے سے ملتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ مرنے جینے اور عمر بھر ساتھ کی قسمیں کھاتے تھے میں نے ایک دن انم کو کہا کہ میرے پندرہ دن رہ گئے ہیں پھر میں نے سکول بھی تو جانا ہے اس لیے میں اپنے شہر جھنگ واپس چلے جانا ہے کیا تم مجھے بھول تو نہیں جاؤ گی انم نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی زندگی اپنے پیار کو بھول جاؤں پھر انم نے مجھے اپنے گھر کا نمبر بھی دیا میں انم سے مل کر کزن کے گھر آ رہا تھا کہ میرے گھر سے فون آ گیا کہ میری والدہ بہت بیمار ہے منظور کو کہو کہ جلدی واپس گھر آ جائے میں نے ساری رات جاگ کر کاٹی اور ساری رات دعا کرتا رہا کہ اے اللہ میری والدہ کو ٹھیک کر دے۔

قارئین جب میں صبح دودھ لینے گیا تو انم سے میری ملاقات ہو گئی انم سے میں نے کہا میں آج گھر جا رہا ہوں مجھے بھول نہ جانا اور ہاں قسمیں وعدے سب یاد رکھنا انم نے کہا منظو ایک بات کروں آپ برا محسوس نہیں کرو گے میں نے کہا جان میں تمہاری بات کا برا کیوں مناؤں گا انم نے کہا کہ منظور میں تم سے پیار نہیں کرتی۔ کیا؟ میں نے اونچی آواز میں کہا انم کہنے لگی میں تمہارے ساتھ ٹائم پاس کر رہی تھی سوری مجھے معاف کر دینا اور ہاں مجھے بھول جانا واہ واہ انم وہ سب وعدے قسمیں سب جھوٹ تھا نہیں یہ نہیں ہو سکتا تو ایسا نہیں کر سکتی انم تم مذاق کر رہی ہو انم نے کہا یہ سچ ہے منظور میں مذاق نہیں کر رہی کیوں مجھے پیار کی راہ میں لے کر آئی تھی کیوں میری زندگی کو غموں کے باغات بنا دیا کیوں آخر تیرا میں نے کیا نقصان کیا تھا مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا میرا سر چکرانے لگا بڑی مشکل سے گھر آیا گھر آ کر بھائی کو کہا کہ میں آج گھر چلا جاؤں گا بھابی نے کہا کہ کل ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے وہ دن اور رات میں نے اپنے نصیب پر رو کر گزاری ساری رات جاگنے اور رونے کی وجہ سے میری آنکھیں سرخ ہو چکی تھی دوسرے دن بھابی نے میری پریشانی بھانپ لی تھی پھر جلدی جلدی تیاری کر کے ہم لوگ تقریباً دس بجے جھنگ والی بس میں بیٹھے ہوئے تھے سارا سفر پریشانی سے گزرا راستے میں بھائی نے پوچھا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میری بھابی نے مجھے کافی حوصلہ دیا اور پوچھا منظور بتاؤ تم کو کیا پریشانی ہے تم اداس کیوں ہو میں نے بھائی کے مجبور کرنے پر ساری سٹوری سنا دی۔

نہ تجھ کو چھوڑ سکتے ہیں تیرے ہو بھی نہیں سکتے
یہ کیسی بے بسی ہے آج ہم رو بھی نہیں سکتے
یہ کیسا درد ہے جو پل پل ہمیں تڑپائے رکھتا ہے
تمہاری یاد آتی ہے تو پھر سو بھی نہیں سکتے
چھپا سکتے ہیں نہ دکھا سکتے ہیں لوگوں کو
کچھ ایسے داغ ہیں دل پر جو ہم دھو بھی نہیں سکتے
کہا تھا چھوڑ دیں گے یہ نگر اک دن لیکن
تمہیں پا تو نہیں سکتے مگر کچھ بھی نہیں سکتے

میری بھابی نے کہا کہ آپ اپنا خیال رکھا کرو اور اپنی امی کی حالت دیکھو اس لیے بھول جاؤ کہ کوئی آیا تھا تمہاری زندگی میں گھر آیا تو امی کی طبیعت دن بدن خراب ہوتی جاتی تھی میرا بڑا بھائی تھا کہ شادی کی ضد کر رہا تھا میری والدہ اور والد نے میرے بڑے بھائی کی اور ساتھ میں باجی کی بھی شادی کر دی اور میرا بھائی ساتھ ہی فوج میں بھرتی ہو گیا میری آنے والی بھابی نے پہلے سال تو ہمارا بہت خیال رکھا پھر آہستہ آہستہ وہ ہم سے نفرت کرنے لگی میں دو دو دن تک بھوکا رہتا میری والدہ مجھے ہر روز کہتی کہ بیٹا پڑھ لو جتنا پڑھ سکتے ہو میرے بڑے بھائی کو میری والدہ کی کوئی پرواہ نہیں وہ جب کبھی آتا ہے تو ہماری بھابی ہمارے خلاف طرح طرح کی باتیں میرے بھائی کو کرتی ہے وہ کبھی مجھ پر برستا کبھی مجھ سے چھوٹے بھائی پر ہماری زندگی تو عذاب بنتی جا رہی تھی۔

پارسائی کی قسم اتنا سمجھ میں آیا
حسن جب ہاتھ نہ آیا تو خدا کہلایا
جانے کیوں اب شب ہجراں پر بھی پیار آتا ہے
تیرا غم میری محبت کو کہاں لے آیا
میں تیری بزم سے اٹھ کر بھی تیری بزم میں ہوں
میں نے جب خود کو گنوایا تو تجھے اپنایا
رات کا شکر کہ اے انم کہ دن ہوتے ہیں

تیرے پیکر سے اچٹ آئے گا تیرا سایایا
ابر کے چاک سے جب رات ستارے جھانکے
اے میرے بھولنے والے تو بہت یاد آیا
بیچ دوں کیوں اسے اک نان جویں کے بدلے
میں نے جس دل کیلئے ایک جہاں ٹھکرایا
اس توقع پہ کہ شاید کبھی انسان سنبھلے
ہر نئے ظلم نے جینے پہ مجھے اکسایا

زندگی تھی کہ ہر روز نئے زخم دیتی تھی مجھے انم بہت یاد آنے لگی میں راتوں کو سارا رات سوچ کر گزار دیتا کاش کوئی ہوتا مجھے سہارا دینے والا کوئی اپنا نہیں بنتا اس جہاں میں سب بے وفا ہیں میری زندگی غم سہتے سہتے تھک سی گئی ہے ندیم اب مجھ میں اور جینے کی ہمت نہیں ہے۔ قارئین منظور آج کل ایک بہت بڑی ٹینشن میں ہے جس کا وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا آج وہ آپ لوگوں سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے بات کچھ یوں ہے کہ:

منظور اکبر نے میٹرک پاس کر لی ہے وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو چکا ہے اس کی والدہ آج کل بہت سخت بیمار ہے اور اس کی بھابی اس کی ماں کا خیال نہیں رکھتی گھر کے سارے کام وہ خود ہی کرتا ہے اس کی بھابی سارا دن آرام کرتی ہے بڑا بھائی بھی منظور کی ماں کا خیال نہیں رکھتا اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ آگے کالج میں داخلہ لے یا نہ کیونکہ اگر وہ کالج جاتا ہے تو وہ ماں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ کالج 50 کلومیٹر دور ہے اس کے گھر سے اور روزانہ اتنا سفر کر بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ماں کی خدمت نہیں کرتا تو پھر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا قارئین اس کی ماں کی صحت بہت ہی زیادہ خراب ہے آپ سب لوگوں سے بھی پرزور اپیل ہے کہ منظور کی ماں کیلئے دعا ضرور کرنا۔

قارئین یہ تھی منظور اکبر تبسم کی زندگی جو کہ غموں کے باغات سے بھری پڑی ہے قارئین موسم بڑا ہی پیارا بنا ہوا تھا اور اذان بھی ہو رہی تھی ہم دونوں نے نماز پڑھی اور پھر واپس منظور کی ماں کے پاس کافی دیر بیٹھا رہا تھوڑی دیر کے بعد منظور کی بھابی ناشتہ لے آئی ہم دونوں نے مل کر ناشتہ کیا اور پھر منظور اور اس کی ماں کی دعاؤں کے سائے میں وہاں سے رخصت ہوا ایسے بھی آتے ہیں دن کہ اپنے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں بہت مطلبی ہے یہ زمانہ قارئین آپ دوستوں سے میری درخواست ہے کہ کبھی بھی کسی کا دل مت توڑو اور لڑکیوں کے نام ایک پیغام ہے کہ آپ ایک اچھی بیوی ثابت ہونے کی کوشش کیا کرو شوہر کی ماں کو بھی اپنی ماں سمجھا کرو۔ یہ دنیا کی ہر چیز یہاں ہی رہے گی ساتھ صرف کفن ہی یا پھر انسان کے اعمال جائیں گے اپنے اخلاق کو ٹھیک کرو ارشاد نبویؐ ہے کہ:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے"

اس لیے پلیز اپنے اخلاق کو ٹھیک کرو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کے تمام دکھ درد ختم کر دے اور ہم کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے تو بات ہو رہی تھی منظور کی بھابی کی جی ہاں قارئین اگر منظور کی بھائی اس کی ماں کی خدمت کرے تو منظور اکبر کو تعلیم حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے قارئین نہ جانے کتنے منظور اکبر تبسم جیسے دوست ہیں ایسے جو تعلیم سے اسی ٹینشن میں دور ہو جاتے ہیں جب کوئی ہمارا دوست تعلیم حاصل نہیں کر سکے گا تو پھر جب بھوک پیاس لگے گی تو پھر ہماری معاشرے میں برائی شروع ہو جاتی ہے یہ بات گہرائی تک ہم نہیں جا سکتے پھر ان دوستوں میں کوئی تو محنت مزدوری کرتے ہیں اور کوئی معاشرے کو خراب مثلاً چوری وغیرہ جب بھوک پیاس لگتی ہے تو کچھ نہیں دیکھتے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاکستان کے بہت ہی پیارے سے ملک کے ہر نوجوان کو علم کی روشنی عطا فرما (آمین)

قارئین یہ تھی میری آج کی سٹوری یہ سب باتیں دل سے کرتا ہوں اپنے شہر ساہیوال واپس آ گیا آپ سب دوستوں کی رائے کا انتظار بڑی شدت سے رہے گا قارئین سے درخواست ہے کہ پلیز نفرت کو ختم کر دو اور ہر طرف محبت کا پیغام پھیلا دو آخر پر جواب عرض کے سب قارئین کے نام تہہ دل سے اور ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ سدا خوش رہو۔

---ادھوری زندگی---

الیشو ریا شہزاد۔
گلعا دیاں

زندگی میں انسانی خواہشات بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو فوری طور پر دوسری خواہش جنم لینے لگتی ہے اور جب وہ بھی پوری ہو جاتی ہے تو تیسری خواہش دل میں پرورش پانے لگتی ہے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا ہی چلا جاتا ہے یہاں تک کہ موت اس کو آن پکڑتی ہے اور مرتے وقت بھی کئی خواہشات اس کی ایسی ہوتی ہیں جو اس کے ساتھ ہی قبر میں دفن ہو جاتی ہیں۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے اتنا کچھ مل جانے کے باوجود بھی اس کی زندگی میں سکون پھر بھی نہیں ہوتا ہے اس کی زندگی سکون سے خالی ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو زمانے بھر کا بے سکون انسان تصور کرنے لگتا ہے اور جب وہ کسی کو ہنستے مسکراتے ہوئے دیکھتا ہے تو بس یہی سوچ کر رہ جاتا ہے کہ کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جو ہنس رہا ہے اور ایک میں ہوں کہ میری خوشی ہی چھن گئی ہے ایسے کئی واقعات دنیا میں گردش کرتے نظر آتے ہیں کچھ واقعات میرے سامنے رونما ہوئے ہیں جن کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتی ہوں اس کے بعد پھر میں کہانی کی طرف آتی ہوں مجھے اپنے نانکے شہر جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس شہر

میں ایک پرکشش بنگلہ دیکھا وہ اس قدر اعلیٰ شان تھا کہ دیکھ کر ہی روح راضی ہو جاتی تھی بنانے والے نے نجانے کتنے شوق اور محنت سے اس کو بنایا تھا باہر سے وہ اتنا حسین تھا اندر سے کتنا حسین ہوگا یہ تو اندر جا کر دیکھ کر ہی پتہ چلتا ہے میں اس بنگلے کی خوبصورتی پر کشش اور سجاوٹ بناوٹ دیکھ کر اس میں کھو سی گئی لیکن ایک دیوار پر ایک جملہ لکھا دیکھ کر میں چونک کر اچھل ہی پڑی۔

سکون یہاں بھی نہیں ہے۔ یہ ایسا فقرہ تھا جس نے مجھے سوچوں میں ڈال دیا اور کئی لمحات تک میں اس فقرے کے بارے میں ہی سوچتی رہی کہ لکھنے والے نے اتنا خوبصورت بنگلہ بنانے کے بعد یہ فقرہ کیوں لکھ دیا۔ شاید اس کی زندگی کھوکھلی ہو یا پھر وہ بیمار ہے نجانے کیسی کیسی سوچیں میں سوچتی ہی رہی حیرانگی مجھ پر سوار رہی کئی بار دل میں یہ بات اٹھی کہ میں اس بنگلہ کے اندر جاؤں اس کی خوبصورتی کو دیکھوں اور اس صاحب سے ملوں جس نے اس بنگلہ کو اتنی خوبصورتی سے بنوایا اور پھر اس پر لکھ دیا کہ سکون یہاں بھی نہیں ہے لیکن ایسا نہ کر سکی ہماری گاڑی آگے کو چل پڑی اور میں اپنی نانی کے گھر جا پہنچی اس گھر میں بھی مجھے بے سکونی سی دکھائی دی یوں لگا جیسے میں انسانی بستی میں نہیں شہر خموشاں میں آ گئی ہوں ہر کسی کو پریشان سا پایا چہروں پر ان کے مسکراہٹ ضرور تھی لیکن دلوں میں سکون نہ تھا تب مجھے اپنی ایک آنٹی کی بات یاد آ گئی جب سے اس کی شادی ہوئی تھی اسے بھی سکون نہ تھا اسے کیا دکھ تھا کوئی بھی نہ جان سکا تھا حالانکہ کھانا پینا رہنا سہنا سب ٹھیک تھا لیکن وہ یہی کہتی تھی کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے اس کی وجہ شوہر سے ہر وقت کی لڑائی تھی نہ اس کا شوہر لڑنے سے باز آتا تھا اور نہ وہ باز آتی تھی اس کے اپنے الفاظ تھے کہ بات کوئی بھی نہیں ہوتی لیکن لڑائی شروع ہو جاتی ہے

اسی نے مجھے بتایا کہ کچھ سکون حاصل کرنے کے لیے ہم دونوں میاں بیوی ایک پارک میں چلے گئے وہاں ہر طرف رونق لگی ہوئی تھی ہم بھی ایک طرف جا کر بیٹھ گئے اور مسکراتے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگے ہماری طرح کئی جوڑے وہاں موجود تھے کوئی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا تو کوئی کرسیوں پر کوئی چاٹ کھا رہا تھا تو کوئی دہی بھلے اور ایسے ہنس رہے تھے جیسے ان کی زندگی میں کوئی بھی دکھ نہ ہو کوئی بھی پریشانی نہ ہو ذرا بھی بے سکونی نہ ہو سکون ہی سکون ہو اس کو دیکھ کر میرے میاں نے ایک سرد آہ بھری اور بولا کتنے قسمت والے ہیں یہ لوگ جو ہنس رہے ہیں مسکرا رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ہنسنا مسکرانا ہی بھول گئے ہیں اس کی بات سن کر میں نے کہا زندگی میں پہلی مرتبہ تم نے اچھی بات کہی ہے اس وقت میری بچی پاس سے گزرنے والے ایک شخص سے نمکو خرید رہی تھی جو اس پارک میں ادھر ادھر گھوم پھر کر نمکو بیچ رہا تھا اس شخص نے ہماری بات سن لی اور ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر بولا بھائی صاحب ایک بات کہوں۔ میرے میاں نے کہا ہاں کہو تو وہ بولا جو الفاظ آپ نے کہے ہیں یہی الفاظ میں نے یہاں بیٹھے ہوئے ہر ہنسنے والے میاں بیوی کی زبان سے سنے ہیں وہ بھی آپ کی طرح یہی کہہ رہے تھے کہ کتنے خوش قسمت ہیں یہ سب جو ہنس رہے ہیں مسکرا رہے ہیں ایک ہم ہیں کہ ہمارے دلوں کو ذرا بھی سکون نہیں ہے ہم لوگوں کو بتانے اور دکھانے کے لیے کھوکھلے قہقہے لگا رہے ہیں اتنا کہہ کر وہ نمکو کی آوازیں لگاتا ہوا آگے کی طرف بڑھ گیا اور ہم دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ کیا سب لوگ ہماری طرح اپنے دلوں کو دھوکہ دے رہے ہیں دکھاوے کے لیے ہنس رہے ہیں کیا ہماری طرح وہ بھی بے سکونی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے گھروں میں بھی سکون نہیں ہے ان کے دلوں میں بھی ایک بوجھ ہے بے سکونی کا بوجھ کیا وہ بھی ہماری طرح سکون کی تلاش میں گھروں سے نکلے ہیں کیا وہ بھی ہماری طرح بے بسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں کیا ہر کوئی ہماری طرح ہی ہے بالکل ایسا ہی ہے۔۔ ہاں ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

قارئین کرام سکون تو اللہ کی یاد میں ہے اور ہم لوگ سکون دنیا کی چیزوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں کیا دنیا کی چیزیں دنیا کی خوبصورتی ہمیں سکون دے سکتی ہیں نہیں ہرگز نہیں اگر سکون چاہتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے دیکھیں آپ کی روحیں معطر ہو جائیں گی زمانے کے غموں کو بھول جائیں گے اور ایک ایسا سکون محسوس کریں گے جو زندگی میں کبھی نہ ملا ہوگا ایک بار ایسا کر کے دیکھیں اگر آپ کے دلوں کو سکون جیسی راحت نہ ملے تو پھر کہنا میں آپ کا انتظار کروں گی۔ اب اصل کہانی کی طرف آتی ہوں یہ کہانی بھی ایسی ہی ہے اس میں بھی سکون کی خاطر کیا کچھ کیا گیا پڑھیے۔

آج زندگی میں مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی سنسانی ہی سنسانی دکھائی دے رہی تھی یوں لگ رہا تھا ہر طرف خزاؤں کا راج ہو حالانکہ باہر کا موسم بہت ہی سہانا تھا آسمان پر بادل آنکھ مچولی کرتے ہوئے کبھی ادھر بھاگ رہے تھے تو کبھی ادھر ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں لیکن مجھے آج یہ موسم بھی سکون نہ دے رہا تھا کہتے ہیں کہ جب دل کا موسم خزاں بنا ہوا ہو تو باہر کے سہانے موسم بھی نظارے نہیں دیتے ہیں ایسا ہی حال میرا میرے دل کے اندر ایک بے چینی سی زندگی ایک بوجھ بنی ہوئی لگ رہی تھی اور جسم میں چلتی ہوئی سانسیں بھی ایک گھٹن پیدا کر رہی تھیں میں اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی میرا وجود میرے لیے ایک بوجھ بنتا جا رہا تھا اور میں اپنے وجود کے بوجھ تلے دبتی جا رہی تھی حالات نے آج مجھے بالکل اکیلا کر دیا تھا۔ بالکل تنہا۔ اور مجھے ایسے دوراہے پر لا کھڑا کر دیا تھا جہاں صرف اور صرف اندھیرے ہی اندھیرے وحشت ہی وحشت منہ کھولے مجھے نگلنے کے لیے تیار کھڑے تھے ہاں شاید میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ شاید میں اسی قابل تھی میرے ساتھ ایسا ہونا بھی چاہیے تھا میں نے کسی کے دل کے ساتھ کھیلا تھا اس کی سزا تو مجھے بھگتنی ہی تھی جو میں بھگت رہی تھی اور شاید مرتے دم تک بھگتتی ہی رہوں گی وہ مجھے انتظار کی بھٹی میں ڈال کر چلا گیا تھا میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میرے ساتھ ایسا بھی ہو جائے گا ایک معمولی سا انسان مجھے بے بس کر دے گا میں کوئی عام اور معمولی لڑکی نہ تھی ایک رئیس زادی تھی ایک بہت بڑا بنگلہ شہر کے مہنگے ترین شہر میں تھا پاپا کی ایک بہت بڑی فیکٹری تھی گاڑیاں میرے بنگلے میں کھڑی رہتی تھیں نوکر میرے اشاروں کے منتظر رہتے تھے میں نہ صرف حسین لڑکی تھی بلکہ دنیا کی ہر آسائش میری غلام تھی گھر کے کھانے مجھے مزا نہ دیتے تھے فائیو سٹار ہوٹلوں میں کھانا مجھے پسند تھا غریب لوگوں کو دیکھ کر مجھے گھن سی آتی تھی ان سے بات کرنا میں اپنی توہین سمجھتی تھی میری بیش بہا دولت اور حد سے زیادہ خوبصورتی نے مجھے انا پسند بنا دیا تھا بس یہی میری زندگی تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج پہلے دن میں اپنی نئی گاڑی میں کالج گئی تھی تین نوکر مجھے کالج تک چھوڑنے گئے تھے میں ایک شہزادی ایک ملکہ کی طرح گاڑی سے اتری اور گیٹ کے اندر داخل ہو گئے کالج میں گہما گہمی تھی۔

جب میں اپنی کلاس روم میں داخل ہوئی تو کئی اجنبی چہروں نے میرا استقبال کیا میں نے ایک نظر سب پر ڈالی میں دیکھ رہی تھی کہ ان میں کون وہ لڑکی یا لڑکا ہو جو میرے قابل ہوگا جس کے ساتھ بیٹھنے سے مجھے گھن نہ آئے گی لیکن کوئی بھی مجھے اس قابل نہ لگا کہ میں اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتی ایک جگہ کلاس کی دائیں جانب مجھے ایک خالی بنچ نظر آیا میں اس پر بیٹھ گئی یہاں ہر بنچ پر دو دو سٹوڈنٹ بیٹھے ہوئے تھے میرے والا بنچ خالی تھا سو میں اس پر ہی بیٹھ گئی اور ایک مرتبہ پھر میں نے پوری کلاس میں نظر دوڑائی ہر کسی کی نظریں مجھ پر ہی لگی ہوئی تھیں مجھے خود پر فخر ہونے لگا میں نے اٹھ کر اپنا تعارف سب کو کروایا اور کہا میں ایک رئیس زادی ہوں ایک بہت بڑے بنگلے کی مالک ہوں ممی پاپا کی اکلوتی ہوں ہر وقت نوکروں کی میرے ارد گرد لائین لگی رہتی ہے میرے باپ کی بہت بڑی فیکٹری ہے ایک لمبی سی کار کالج کے باہر کھڑی ہے جس میں ایک ڈرائیور اور دو گن مین بیٹھے ہیں میرا نام مہک ہے۔ میں اپنا تعارف کروا کر بیٹھ گئی کلاس روم میں میری باتیں کرتے ہوئے گہری خاموشی پھیلی ہوئی تھی جو میرے بیٹھنے کے بعد بھی برقرار رہی اور پھر کچھ دیر کے بعد ایک لڑکی سامنے کھڑی ہوئی اور بولی میں بھی ایک امیر باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں وہ بولتی چلی گئی اس کا نام انیلہ تھا اور اس کے بعد ہر کسی نے اپنا تعارف کروایا آخر میں ایک لڑکا اٹھا بولا میں بھی اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میرا بنگلہ تو نہیں ہے لیکن ایک اعلیٰ شان کوٹھی ہے میرے گاڑیاں تو نہیں ہیں لیکن اپنی خوبصورت گاڑی ہے وہ بھی اپنی خوبیاں بیان کرتا چلا گیا لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ سب ہی مجھ سے کمتر ہیں لیکن ان کے ساتھ مجھے رہنا تھا۔

انیلہ اور وہ آخر والا لڑکا قاسم ان دونوں کی طرف میری توجہ بڑھنے لگی کیونکہ یہ میری برابری کے تو نہ تھے لیکن اتنے کم بھی نہ تھے ان کے ساتھ چلتے ہوئے میرے وقار میں کوئی فکر نہیں پڑ سکتا تھا ان دونوں کے ساتھ میں نے ہاتھ ملایا اور دن بھر ان کے بارے میں مزید جاننے اور اپنا سب کچھ بتانے میں گزار دیا لیکن اس کے باوجود بھی مجھے اکیلے میں بیٹھنا اچھا لگتا تھا میرا بنچ سب سے آگے تھا اگر آگے نہ بھی ہوتا تو میں نے آگے کروا لینا تھا تین دن ایسے ہی بیت گئے کلاس کے کئی ساتھیوں سے جان پہچان ہو گئی لیکن میں اپنا وقت انیلہ اور قاسم کے ساتھ گزارتی تھی

آج اتوار کی چھٹی کے بعد جب میں پیر کو کالج پہنچی تو اپنے بنچ پر ایک حسین لڑکے کو بیٹھا ہوا پایا اس کو دیکھتے ہی میں کچھ دیر کے لیے ساکت سی رہ گئی کیونکہ وہ ایسے دکھائی دے رہا تھا جیسے کوئی شہزادہ ہو خدا نے اسے اسقدر خوبصورتی سے نوازا ہوا تھا کہ اسے دیکھ کر دل کو سکون سا مل جاتا تھا لیکن اسے

اپنے بنچ پر دیکھ کر میری انا میرے سامنے آ گئی۔ یہاں میری ٹیبل پر کیا کر رہے ہو میں نے اس کے قریب جا کر ترش لہجے میں کہا میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے سخت لہجے کو دیکھ کر کانپ سا گیا تھا جی جی۔۔۔ یہ میری ٹیبل ہے۔ میں چھٹی پر تھا آج آیا ہوں اس کی کانپتی ہوئی آواز سن کر سب ہی ہنس دیئے وہ شرمندہ سا ہو کر رہ گیا اس کا سر جھکتا چلا گیا آپ آپ بیٹھ جائیے یہ دو سٹوڈنٹ کے لیے ہے اس کی یہ بات سن کر میں چپ ہو گئی اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ گئی اس کے جسم سے بہت ہی پیاری سی مہک آ رہی تھی میں نے محسوس کیا کہ وہ نفاست پسند ہے اور پرفیوم لگانا اسے اچھا لگتا ہے میں نے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا یعنی ہاتھ ملا کر میں نے اس کو سلام کیا تھا میرا ہاتھ ملانے کا مطلب دوستی تھا ابھی میں بیٹھی ہی تھی کہ قاسم اپنی سیٹ سے اٹھا اور سامنے آ کر کھڑا ہو کر بولا میڈم اس کا اشارہ میری طرف تھا جہاں تک میری سوچ ہے اور جو کلاس والے آپ کو دیکھ کر محسوس کر چکے ہیں کہ آپ اپنے اونچے لوگوں کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہیں آپ کی سوچ بہت اونچی ہے آپ بنگلوں کی مالک ہیں گاڑیوں میں گھومتی پھرتی ہیں اونچے ہوٹلوں میں جانا پسند کرتی ہیں اور غریب لوگوں کو دیکھ کر آپ کو گھن آتی ہے میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے میری بات سن کر وہ ہنسا اور بولا آج پھر سب کچھ غلط ہو گیا جس لڑکے زیب کے ساتھ آپ بیٹھی ہیں جس سے آپ نے ہاتھ ملایا ہے یہ ایک سائیکل سوار ہے سائیکل پر کالج آتا ہے یہاں سے جانے کے بعد سڑکوں پر اخبار بیچتا ہے۔ اس سے اچھے شاید آپ کے گھر کے نوکر ہوں گے جن کو کھانے کو اچھا مل جاتا ہوگا قاسم کی یہ باتیں سن کر میرا دماغ چکرانے لگا میری انا میری امارت چیخنے لگی کہ مہک ایک نوکروں سے بھی کمتر انسان تیرے ساتھ جڑ کر بیٹھا ہوا ہے یہ تیری شان میں داغ ہے ایک بدنما داغ۔ میری نظریں اس کے چہرے پر رک گئی تھیں اور قاسم مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور مجھے جیسے اس کی باتوں پر یقین نہ آیا ہو۔

کیا۔۔ کیا کہا تم نے۔۔۔ مجھے جیسے ایک کرنٹ سا لگا اور دوسرے ہی لمحے میرا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور کلاس روم میں میرے زوردار تھپڑ کی آواز گونجی زیب اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑا ہو گیا تمہاری یہ ہمت کہ تم میرے بنچ پر بیٹھو تم نے میرے پاس بیٹھ کر میری توہین کی ہے اتنا کہہ کر میرا ہاتھ دوبارہ ہوا میں لہرایا تو قاسم نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا۔ میڈم اس بیچارے کو پتہ نہیں تھا کہ آپ اس بنچ پر بیٹھتی ہیں چلو اس کو معاف کر دو۔ میرے اس اچانک حملے سے وہ سہم گیا تھا بولا سوری میڈم مجھے پتہ نہ تھا ورنہ میں۔ کیا ورنہ بول۔ میں چیخی اس وقت میرا پارا آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا تھا تجھے میں معاف نہیں کروں گی تیری یہ مجال کہ تو میرے ساتھ بیٹھے انیلہ بول پڑی مہک اس کی اب سزا یہی ہے کہ یہ آپ کے پاؤں پڑے اور آپ کے پاؤں کی مٹی چاٹے۔ انیلہ کی اس بات پر کلاس روم میں ایک قہقہہ بلند ہوا یہ قہقہہ میرے منہ سے پھوٹا تھا اس کی بات مجھے پسند آئی تھی ہاں ٹھیک ہے یہ ایسا ہی کرے گا تو یہاں رہے گا ورنہ یہ اس کالج میں پڑھ نہ سکے گا میری یہ بات سن کر وہ کانپ سا گیا اور ایک لمحہ میں ہی میرے پاؤں میں گر گیا اس نے نہ صرف میرے پاؤں پکڑے بلکہ میرے پاؤں کی جوتی کو بھی چاٹ لیا۔ میڈم وہ رو دیا مجھے کالج سے نہ نکلنا دیکھو میں نے آپ کے پاؤں پکڑ لیے ہیں آپ کے پاؤں کی جوتی کو چاٹ لیا ہے۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے اٹھو چلو دفع ہو جاؤ دوبارہ میری طرف دیکھا بھی تو تیرا وہ حال کروں گی کہ تا زندگی بھول نہ سکے گا اور پھر میں نے قاسم سے کہا۔ قاسم تم میرے ساتھ بیٹھ جاؤ میں نے اس کو چلتا بنایا اور قاسم اپنی کتابیں اٹھائے میرے پاس آ کر بیٹھ گیا وہ بہت خوش تھا کہ ایک خوبصورت اور رئیس زادی نے اس کو اپنے ساتھ بٹھا لیا ہے وہ بولا مہک جی آپ نے اس کو یہ سزا دے کر بہت اچھا کیا ہے یہ لوگ آپ کی جوتی کے برابر بھی نہیں ہیں یہ چھوٹے لوگ جو ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ بچ کر ہی رہنا چاہیے ان کو تھوڑی سی بھی ڈھیل دو تو یہ سر چڑھ کر ناچنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اس کی بات سن کر مجھے اس لمحہ خود پر فخر نہ ہوا تھا پتہ کیوں میرے دل میں ایک درد سا اٹھا تھا مجھے یوں لگا جیسے میں نے اس بیچارے کے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے مجھے آرام سے اس کو بھگا دینا چاہیے تھا لیکن میں نے اس کا وہ حال کر دیا ہے کہ وہ۔۔۔ لیکن کیا کرتی اس کے پاس بیٹھنا بھی تو میری توہین تھی اور میں اپنی توہین برداشت نہ کر سکتی تھی۔

کلاس روم میں آج مکمل سناٹا چھایا رہا کسی میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ مجھ سے کہتا کہ مہک تم نے اس بیچارے کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ کیونکہ سب ہی جانتے تھے کہ میں عام لڑکی نہیں ہوں اور ہر کالج آتے جاتے ہوئے وہ مجھے دیکھتے تھے کہ دو گن مین میرے آس پاس ہوتے تھے اور ایک وقار کے ساتھ میں گاڑی پر سوار ہوتی تھی پھر اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی کوئی ہمت کرتا بھی تو کیسے کرتا۔۔ لیکن اس خوفناک واقعہ خود مجھے میری ہی نظروں سے گرانا شروع کر دیا میں خود پر ملامت کرنے لگی کہ مجھے اس کے ساتھ ایسا گھٹیا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا انیلہ کی بات نہیں ماننا چاہیے تھی اس کو اپنے پاؤں میں نہیں گرانا چاہیے تھا وہ تو اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کی سیٹ پر کوئی چند دن سے بیٹھ رہا ہے اور پھر اس نے تو مجھے کچھ نہ کہا تھا میں نے خود ہی اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا وہ تو ایک معصوم سا انسان تھا مجھے دکھ ہونے لگا میرے اندر ایک بے چینی سے امڈ آنے لگی جی چاہنے لگا کہ میں اپنا ہاتھ کاٹ دوں جو اس کے حسین چہرے پر اٹھا ہے۔

گھر آ کر بھی مجھے سکون نہ ملا تھا رہ رہ کر اس کی بھیگی آنکھیں روتا چہرہ میری نظروں سے گھومتا رہا میں بہت کوشش کرتی تھی کہ اس کے چہرے کو نظروں سے ہٹاؤں لیکن ناکام ہوتی جا رہی تھی وہ نہ صرف حسین تھا بلکہ معصوم بھی تھا اس کا سہما سہما چہرہ میری نظروں سامنے آ کر مجھے تڑپانے لگا۔۔ وہ میری روح کے۔ یہ ایک اذیت بن گیا تھا عجیب سی کشمکش میں میں مبتلا ہو کر رہ گئی تھی اس واقعے خود مجھ پر بہت برا اثر ڈالا میری سوچوں کو بدل کر رکھ دیا مجھے اپنی زیادتی کا احساس ہونے لگا لیکن ایسا کیوں ہو رہا تھا یہ میں سمجھ نہ پا رہی تھی حالانکہ گھر کی نوکرانیوں کے ساتھ میں اس سے بھی کر برا سلوک کرتی تھی میرے دل میں بچپن میں سے غریب لوگوں کے لیے نفرت ڈال دی گئی تھی اور یہ بچپن کی نفرت جوان ہونے پر اس قدر میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی کہ یہ لوگ مجھے حقیر سے دکھائی دیتے تھے ان سے مسکرا کر بات کرنا مجھے اپنی توہین لگتی تھی لیکن اس واقعہ نے مجھے گہری سوچوں میں ڈال دیا تھا لیکن پھر سوچا جو بھی میں نے کیا ہے ٹھیک کیا اگر ایسا نہ کرتی تو نجانے وہ حد سے بڑھ جاتا۔ اور لوگوں کی باتیں میرے وقار کو ریزہ ریزہ کر دیتیں۔ ایسا میں کبھی بھی نہ چاہ سکتی تھی یہ میری توہین تھی میری شان کے خلاف تھا۔

آج میں کالج پہنچی تو وہ اپنی سیٹ پر موجود تھا مجھے دیکھتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں اور یوں ہو گیا جیسے وہ ٹیبل کے نیچے ہی گھس جائے گا اس کو ایسا دیکھ کر مجھے دکھ سا ہوا وہ مجھے بہت ڈرا ڈرا سا لگا اس کو دیکھ کر میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی انیلہ کی زبانی اس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ وہ بہت زیادہ لائق سٹوڈنٹ ہے اسی لیے اس کو سب سے آگے والی ٹیبل پر بٹھایا گیا تھا جس پر اب میرا قبضہ تھا۔ لیکن انیلہ اور قاسم کے ساتھ نے اور کچھ دوسرے ساتھیوں کی سنگت نے مجھے یہ واقعہ بھلا دیا میں ان کے ساتھ مل کر انجوائے کرنے لگی لیکن وہ میری سوچوں میں اکثر ابھرتا اور میرا دھیان خود بخود اس کی ٹیبل پر چلا جاتا جہاں وہ چپ چاپ اور خاموش خاموش بیٹھا ہوا اپنی کتابوں میں کھویا ہوا دکھائی دیتا میں اس کے چہرے کو غور سے دیکھتی اور اس جیسا حسین نوجوان مجھے پورے کالج میں دکھائی نہ دیتا اس کا حسن اس کے چہرے کی معصومیت میری کمزوری بنتی جانے لگی وہ دھیرے دھیرے میری نس نس میں اترتا جانے لگا ایک ہفتہ میں ہی مجھے یوں لگنے لگا جیسے میں اس کے بغیر ادھوری ہوں۔ لیکن وہ ایک نظر بھی مجھے نہ دیکھتا تھا کالج میں ہاف ٹائم پر ہم لوگ خوب انجوائے کرتے کبھی برگر اور کبھی آئس کریم اور جو جو دل میں آتا وہ کھاتے لیکن وہ کلاس روم سے باہر نہ نکلتا اس کی وجہ غربت تھی جیب میں پیسے نہ تھے جی تو چاہتا کہ اسے اپنے ساتھ لے کر چلوں اس کو اچھے اچھے کھانے کھلاؤں لیکن میری انا آڑے آ جاتی مجھے اپنا وقار ڈوبتا ہوا نظر آتا اور میں چپ ہو کر رہ جاتی لیکن میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مجھے بے بس کرتا جا رہا ہے میری نیندیں اڑاتا جا رہا ہے۔

میں راتوں کو جاگتی رہتی اس کے بارے میں سوچتی رہتی میں محسوس کرنے لگی تھی کہ مجھے اس سے محبت ہوتی جا رہی ہے میں اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرتی لیکن دن بدن ناکام ہوتی جا رہی تھی اور وہ تھا کہ مجھے دیکھتا تک نہ تھا مجھ سے خوفزدہ سا رہتا تھا مجھے دیکھتے ہی وہ سہم جاتا تھا صرف ایک ہی بار مجھے دیکھتا تھا جب میں کلاس روم میں داخل ہوتی تھی اس کے بعد اس کا سر جھکا رہتا تھا وہ میرے لیے اذیت بن گیا تھا میں چاہتی تھی کہ وہ مجھے دیکھے مجھ سے باتیں کرے مجھے کہے کہ مہک تم بہت پیاری ہو بہت حسین ہو مجھے تم سے بہت پیار ہے میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن وہ تھا کہ۔۔۔ اف خدایا یہ مجھے کیا ہو گیا تھا میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا کیوں وہ میری نس نس میں سوار ہوتا جا رہا تھا۔

آج وہ کالج نہ آیا تھا تمام میرا اذیت میں گزرا دوسرے دن بھی نہ آیا تو مجھے ایسے لگا جیسے اس کے بغیر پورا کالج ویران سنسان سا ہو وہ کیوں نہیں آ رہا تھا یہ بے چینی مجھے اندر اندر ہی کھائے جا رہی تھی میری نظریں بار بار اس کی ٹیبل کی طرف اٹھ جاتی تھیں جی چاہتا تھا کہ جہاں وہ بیٹھتا تھا میں وہاں جا کر

بیٹھوں اپنے دل کو سکون دوں اپنی بے قراری کو ختم کروں لیکن ایسا بھلا میں کیسے کر سکتی تھی سب کی نظریں مجھ پر لگی رہتی تھیں ہر کوئی مجھے دیکھتا تھا اور ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ میں اور قاسم ایک ساتھ بہت خوش ہیں اور شاید قاسم نے یہ بات محسوس بھی کی تھی کہ قاسم کی نظریں مجھ پر بار بار اٹھتی تھیں وہ مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شاید میں اس کے منہ سے ایک بھی ایسا لفظ نہ سننا چاہتی تھی یہ بات ٹھیک تھی کہ وہ مالدار تھا میری طرح اس کو بڑے ہوٹلوں میں جانا پسند تھا لیکن وہ میرا پیار نہ تھا اور نہ ہی میں نے اس کے بارے میں ایسا سوچا تھا اور اب تو ذرا بھی اس کے بارے میں ایسا سوچنا نہ چاہتی تھی کیونکہ میری سوچوں کو مرکز وہ سہا ہوا معصوم سا زیب تھا جس نے میری زندگی میں ہلچل پیدا کر دی تھی مجھے بے بس کر دیا تھا میری عیش بھری زندگی کو بے چین کر دیا تھا۔ وہ معمولی سا انسان میری زندگی کا مالک بن گیا تھا میری روح میں اتر گیا تھا وہ کیوں نہیں آ رہا تھا یہی بے چینی مجھے کھائے جا رہی تھی اور میں اس کا ذکر بھی کسی سے نہ کر سکتی تھی بس اندر ہی اندر کڑھتی رہتی میری آنکھیں اس کو ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔

آج وہ تیسرے دن کالج آیا تو اسے دیکھ کر دل کو کچھ سکون سا ملا یوں لگا جیسے کالج کی بہاریں لوٹ آئی ہوں میری بے چین روح کو قرار سا مل گیا میری پیاسی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی یہ میرا پیار تھا کہ میں کالج میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اس کی سیٹ کی ہی طرف دیکھتی تھی اس کے بعد پوری کلاس کو سلام کرتی تھی اور اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھتی تھی آج بھی میں نے اس کی سیٹ کی طرف دیکھا تو وہ مجھے آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا ہوا دکھائی دیا تھا دل کو سکون تو مل گیا تھا لیکن مجھے بے چین کر گیا تھا کیونکہ آج اس نے مجھے دیکھا نہ تھا میں چاہتی تھی کہ وہ مجھے دیکھے اسے شاید معلوم بھی نہ تھا کہ میں کالج آ چکی ہوں اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے میں نے اپنے سے کچھ دور بیٹھی ہوئی انیلہ کو پکارا۔

ہائے انیلہ کیسی ہو میرے ایسا کہنے کا مطلب اس کی توجہ حاصل کرنا تھا کہ اس کو معلوم ہو کہ میں یہاں موجود ہوں اور کامیاب بھی ہوئی تھی میری آواز سن کر اس نے اپنی بند آنکھوں کو کھول دیا تھا اور ایک نظر میری طرف دیکھا تھا اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں میں تڑپ سی گئی اس کو کیا دکھ تھا کیوں اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں وہ کیوں رو رہا تھا یہ سوچیں بار بار میرے دل میں جنم لینے لگی ہر کوئی باتیں کر رہا تھا ہر کوئی ہنس رہا تھا ہر کوئی مسکرا رہا تھا لیکن وہ چپ تھا وہ خاموش تھا میں چاہتی تھی کہ وہ بھی دوسروں کی طرح مسکرائے ہنسے لیکن کچھ کہہ بھی نہ سکتی تھی ماسوائے خون کے آنسو رونے کے میں تڑپ تڑپ جا رہی تھی لیکن پوچھنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی لوگوں کے سامنے جو میں نے اپنا وقار بنایا ہوا تھا اس وقار کو میں اپنے ہاتھوں خاک میں ملانا نہ چاہتی تھی میں نہیں چاہتی تھی سب مجھے کہیں کہ ایک رئیس زادی ایک سائیکل سوار کا حال دریافت کر رہی ہے جی چاہ رہا تھا کہ میں بھی رونا شروع کر دوں اور ایسا تو میں ہر روز رات کو کرتی تھی رات کو اکثر اس کی یاد میں بے بس ہو جانے کے بعد رونا شروع ہو جاتی تھی۔ اور پھر روتی ہی چلی جاتی تھی میں چاہتی تھی کہ وہ مجھ سے اظہار محبت کرے میں خود ایسا نہیں کر سکتی تھی بس چاہتی تھی کہ وہ ایک بار صرف ایک بار مجھے کہہ دے کہ مہک میں تم سے پیار کرتا ہوں پھر دیکھتا کہ میں اس کا کیسے ہاتھ تھامتی ہوں۔ لیکن ایسا کرنا تو دور کی بات تھی وہ دیکھتا تک بھی نہ تھا۔

آج اس کی محبت نے مجھے اس قدر بے چین کر دیا کہ میں تڑپ سی گئی مجھ پر اتنی بے بسی اتر آئی کہ میں اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی طرف چل دی سب کلاس والوں کی نظریں مجھ پر اٹھ گئیں اس نے بھی مجھے دیکھ لیا کوئی بھی میرے دل کی کیفیت سے واقف نہ تھا کہ میں کیا چاہتی ہوں جاتے ہی میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور زور زور سے اس کو جھنجھوڑنے لگی میری اس حرکت پر وہ سہم سا گیا۔ مہک کیا ہوا ہے۔ قاسم تیزی سی میری طرف بڑھا اور میرے ہاتھوں کو پکڑ کر اس کا گریبان چھڑا دیا میں زور زور سے رو دی جی چاہا کہ اسے جھنجھوڑتی ہی رہوں کیونکہ اس نے مجھے بے بس کر دیا تھا اپنے پیار میں پاگل کر دیا تھا وہ مجھ سے اظہار محبت کیوں نہیں کرتا تھا کیوں نہیں کہتا تھا کہ مجھے تم سے پیار ہے روتے ہوئے میں اپنی سیٹ پر آ گئی۔

مجھے روتا ہوا دیکھ کر قاسم کا ہاتھ ہوا میں لہرا گیا اور ایک زوردار تھپڑ اس نے زیب کے منہ پر دے مارا بول کیا کہا تو نے مہک کو بول کیا کہا تو نے اس نے بتا ورنہ تیری جان نکال دوں گا یہ سب دیکھ کر میں کانپ سی گئی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو میری طرح قاسم نے بھی اس کا گریبان پکڑا ہوا تھا میں بجلی کی تیزی سے اس کے پاس گئی اور چیخی چھوڑ اس کا گریبان۔ میرا غصہ دیکھ کر قاسم کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی حیران سے رہ گئے میں نے چیختے ہوئے کہا اس نے مجھے چھیڑا تھا اور میں اس سے

خود اس کا بدلہ لوں گی اگر میں یہ بات نہ کہتی تو شاید سب ہی کچھ اور مطلب لے لیتے میری بات سن کر قاسم پھر بپھر گیا بولا اس نے تم کو چھیڑا ہے اس کی اتنی ہمت۔ میں اس کو نہیں چھوڑوں گا اور وہ کچھ کہتا کہ سب کلاس والے اٹھ کھڑے ہوئے اور لڑائی کو ختم کیا اور سب نے ہی زیب کو ڈانٹا کہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا چلو جا کر میڈم سے معافی مانگو میں جانتی تھی کہ وہ بے قصور ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا جی چاہا کہ بلک بلک کر رو دوں اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر چومتی جاؤں لیکن میں نے اپنے دل کو جلد ہی قابو کر لیا اور بھاگتی ہوئی کلاس روم سے باہر نکل گئی وہ بہت سہا کھڑا تھا مجھے اس کی معصومیت پر پیار اور ڈری صورت پر ترس آ گیا تھا وہ مجھ سے معافی کیوں مانگ رہا تھا اس کا قصور کیا تھا لوگوں نے اس کو کیوں قصوروار بنا دیا تھا میں باتھ روم میں جا کر روتی رہی جب دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو باتھ روم سے باہر نکل آئی اور کلاس روم میں چلی گئی وہاں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور پھر تین دن تک وہ کالج نہ آیا یہ تین دن میں نے اس کے بغیر کیسے نکالے یہ میں ہی جانتی ہوں ایک ایک پل اس کا انتظار کرتی رہی تھی ایک ایک لمحہ اس کی راہیں دیکھتی رہی تھی لیکن وہ کسی بھی طرف سے نہ آیا تھا۔

اس روز میں رات کو چیخ ہی پڑی آئی لو یو زیب آئی لو یو میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں حد سے بھی زیادہ پیار تیرے پیار میں پاگل ہو گئی ہوں دیکھ تیرے لیے میں نے اپنی نیندیں حرام کر رکھی ہیں ایک لمحہ بھی سو نہیں پاتی ہوں بس ایک بار مجھ سے اظہار کر دو صرف ایک بار میں یکطرفہ پیار میں جلتی جا رہی ہوں مرتی جا رہی ہوں جھلستی جا رہی ہوں زیب ایک بار صرف ایک مجھ سے اظہار محبت کر دو میں رو دی۔ اور روتی ہی چلی گئی تین دن میں میں نے اپنی ایسی حالت بنائی تھی کہ پاپا ممی بھی تڑپ گئے تھے بولے بیٹی کیا ہوا تم کو کیوں ایسی حالت بنا رکھی ہے بتاؤ کیا بات ہے اور پھر پاپا کے ایک فون پر بنگلہ میں ڈاکٹروں کی لائن لگ گئی میں ان کو کیا بتاتی کہ مجھے عشق کی بیماری ہے ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج اس عام سے لڑکے کے پاس ہے لیکن وہ تو اپنے طور پر مجھے چیک کرتے رہے اور دوائیاں دے کر چلے گئے جبکہ میں اپنے دکھ میں مبتلا تڑپتی رہی۔

ایک مرتبہ پھر مجھ پر بے بسی سوار ہو گئی تو میں گاڑی لے کے خود ہی گھر سے نکل پڑی گاڑی کو شہر کی مختلف سڑکوں پر گھماتی رہی میں اس کو ڈھونڈتی رہی لیکن نجانے وہ کون سے علاقے سے آتا تھا مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دیا شام تک میں نے کئی علاقے اس کی تلاش میں گھوم لیے لیکن ناکام ہی واپس لوٹ آئی میں اندر سے ٹوٹ چکی تھی مجھے اس کا پیار چاہیے تھا صرف اور صرف اس کا پیار رات کو تھکی ہاری میں جلد ہی سو گئی اور نجانے رات کے کون سے پہر میری آنکھ کھل گئی میرے جاگتے ہی اس کا چہرہ میری نظروں سامنے گھومنے لگا میں پاگلوں کی طرح اپنے گھر کی چھت پر چلی گئی اور چھت کی منڈیروں پر ادھر ادھر دیکھتی رہی ایسے جیسے وہ یہاں کہیں ہو یہ میرے دل کی بے چینی تھی اور کچھ بھی نہ تھا۔ چوتھے دن وہ آج کالج آیا تو اسے دیکھتے ہی مجھے سکون مل گیا میں نے محسوس کیا کہ اس سے کوئی بھی نہیں بول رہا تھا کیوں نہیں بول رہا تھا میں جان نہ سکی قاسم سے پوچھا تو وہ بولا مہک جب سے اس نے تمہارے ساتھ بدتمیزی کی ہے میں نے پوری کلاس والوں کو کہہ دیا ہے کہ اگر کسی نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا اس کی بات سن کر میں ایک دکھ بھری سانس بھر کر رہ گئی مجھے شدید دکھ ہوا تھا اس کی بات سن کر لیکن میں چپ رہی لیکن میرے دل میں بے چینی سی تھی کہ اس کو سب نے اکیلا کیوں چھوڑ دیا ہے اس کا قصور کیا ہے قصور تو سب میرا تھا میں نے ہی محبت کے ہاتھوں بے بس ہو کر اس کا گریبان پکڑا تھا کہ وہ مجھ سے اظہار محبت کیوں نہیں کرتا ہے کیوں مجھے اکیلے جلنے کے لیے اس نے چھوڑ دیا ہوا ہے کیوں وہ مجھے کڑی سزا دے رہا ہے کہ میں یکطرفہ محبت کی آگ میں تنہا جلتی رہوں۔

ایسے ہی دن بیتتا چلا گیا کالج بند ہو گیا سب ہی کلاس روم سے باہر نکلنے لگے میں اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگی حالانکہ قاسم نے کہا بھی تھا کہ مہک کن سوچوں میں ڈوبی ہوئی ہو چھٹی ہو گئی ہے سب چلے گئے ہیں اور میں جان بوجھ کر بیٹھی رہی تھی وہ اٹھ گیا تو میں بھی ہاتھ میں کتابیں پکڑے اٹھ گئی اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی وہ بہت خاموش اور اکیلا تھا اکیلا ہی چلتا جا رہا تھا میں نے اس کو پکارنے کے لیے ہونٹوں کو دو چار بار جنبش بھی دی تھی لیکن حوصلہ نہ تھا کالج کے گیٹ کے قریب جا کر وہ رک گیا کیوں کہ وہاں سٹوڈنٹ گزر رہے تھے وہ ایک طرف ہٹ کر رکا تھا شاید وہ اب ہر کسی سے ڈرنے لگا تھا میں نے ایک نظر اس کے معصوم سے چہرے پر ڈالی جہاں دکھ کا راج تھا اس کا حسین چہرہ بہت اجڑا ہوا دکھائی دیا میں سمجھ گئی تھی کہ وہ اس قدر اجڑا ہوا کیوں ہے میری زیادتیوں کی وجہ

سے ایسا ہوا تھا ورنہ میرے آنے سے قبل کئی اس کے یار دوست تھے جواب سے قاسم کے خوف سے دور رہنے لگے تھے میں بھی ایک طرف ہو کر رک گئی میں نے دل میں ایک پلان بنا لیا تھا دل کو سکون دینے کا پلان اپنی بے بسی کو ختم کرنے کا پلان اس سے صرف میں ہی واقف تھی کہ میں کیا کرنا چاہتی تھی قاسم نے ایک نظر مجھ پر ڈالی تو رک گیا اور بولا مہک کیا ہوا ہے نجانے کیوں اس کی بات سن کر میرا پارا چڑھ گیا میں تقریباً چیخ ہی پڑی تم کیا میرا پیچھا کرتے رہتے ہو میں کوئی بچی نہیں ہوں اور نہ ہی اتنی کمزور ہوں کہ کوئی مجھے اٹھا کر لے جائے گا تم جاؤ میں آ جاؤں گی میرا سخت رویہ اور ترش باتیں سن کر وہ تیزی سے کالج سے باہر نکل گیا میرا ترش رویہ اس نے بھی دیکھ لیا تھا ایک بار اس نے نظریں اوپر اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا جی چاہا کہ میں اس کی خوبصورت آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب جاؤں وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ میں نے قاسم کو ڈانٹا تھا لیکن وہ پہلے ہی خوفزدہ تھا اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا اور تیزی سے کالج سے باہر نکل گیا اس کے جانے کے بعد میں نے ایک سرد آہ بھری اور اس جگہ جا کھڑی ہوئی جہاں وہ کھڑا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا ہر کوئی باہر نکلنے کے چکر میں تھا میں نیچے زمین پر بیٹھ گئی اور اپنے ہاتھ کو زمین پر اس جگہ رکھ دیا جہاں وہ کھڑا تھا۔

میں نے اس کے پاؤں کی خاک کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا لیا اور انگلیوں سے ایک مٹی کی چٹکی پکڑ کر تیزی سے چل دی گاڑی سامنے ہی کھڑی تھی میں تیزی سے گاڑی میں بیٹھی کاپی کا ایک کاغذ پھاڑا اس کے پاؤں کی خاک کو اس میں رکھا اور اس کو لپیٹ کر پرس میں رکھ لیا اور ہاتھوں کو لگی ہوئی مٹی کو میں نے چوم لیا ساتھ ہی اپنی آنکھوں کو بند کر لیا بہت ہی سکون مجھے ملنے لگا تھا اس خاک سے مجھے اس کے بدن کی خوشبو آنے لگی یوں لگا جیسے کئی دنوں سے پیاسی روح کو قرار مل گیا ہو میں بار بار ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی کو چومتی آئی لو یو زیب آئی لو یو دیکھ تیرے پیار نے میرا کیا حال کر دیا ہے دیکھ میں تیرے لیے کتنی پاگل ہو گئی ہوں ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی تمہارے پاؤں کی خاک کو چاٹ رہی ہے دیکھ کہاں ہے تو دیکھ میری حالت کو کیوں دور ہے مجھ سے کیوں چپ رہتا ہے آ مجھ سے باتیں کر میرے دل کو دیکھ۔ آ دیکھ کہ میرے دل میں تمہاری جدائی کا کتنا گہرا زخم ہے آ دیکھ میرے دل میں آگ لگی ہوئی یکطرفہ محبت کی آگ زیب میں تمہارا اظہار چاہتی ہوں تمہارے منہ سے اپنے لیے دو بول پیار کے سننا چاہتی ہوں

میں آنکھیں بند کیے اس سے باتیں کرتی جا رہی تھی اور کب گاڑی بنگلہ کے اندر جا کر رکی مجھے کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔

میں اس کی سوچوں میں ہی ڈوبی ہوئی تھی یہ بھول ہی گئی تھی کہ میری ممی میرے سامنے کھڑی ہے احساس اسوقت ہوا جب انہوں نے مجھے جھنجھوڑا میں چونک سی گئی ان کو سامنے دیکھ کر پھر میں مسکرا دی کن سوچوں میں کھوئی ہی میری بچی ممی نے پیار سے پوچھا وہ ممی بس نیند آ گئی تھی پتہ ہی نہیں چلا کہ میں گھر آ گئی ہوں میری، اس بات پر وہ ہنس دیں اور بولی شکر ہے میری بچی کے لبوں پر مسکراہٹ تو بکھری کئی دنوں سے یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے تمہیں کوئی گہرا صدمہ پہنچا ہو ان کی بات سن کر میں نے ایک آہ سی بھری اس دل سے آواز ابھری ہاں ماں واقعی مجھے گہرا صدمہ ملا ہے اتنا گہرا کہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتی ہوں بس اکیلی ہی اس صدمہ کا مقابلہ کرتی آ رہی ہوں اس صدمہ نے مجھے کتنا بے بس کر رکھا ہے بتا بھی نہیں سکتی ہوں بتاؤں بھی تو کیا بتاؤں۔

میں ان کے ساتھ چلتی ہوئی اندر اپنے روم میں آ گئی اور اپنے بیڈ پر لیٹ گئی وہ بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئیں وہ مجھ سے شاید آج بہت ساری باتیں کرنا چاہتی تھیں کہ پاپا کا فون آ گیا اور وہ کمرہ سے باہر نکل گئی پھر وہ میرے کمرے میں کب آئیں مجھے معلوم نہیں میں گہری نیند سو چکی تھی جب اٹھی تو گہرا اندھیرا پھیلا ہوا تھا رات کے دس بج رہے تھے میں اٹھی اور جا کر ہاتھ منہ دھویا اور کھانے کا کہہ دیا نوکرانی میرے لیے کھانا لے کر آ گئی تو میں نے اس سے ممی پاپا کا پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ایک پارٹی پر گئے ہیں کہہ گئے تھے کہ لیٹ آئیں گے میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم جاؤ اب وہ چلی گئی تو میں نے کھانا کھانا شروع کر دیا جب سے میں نے اس کے پاؤں کی مٹی اٹھائی تھی میرے دل کو گہرا سکون مل گیا یوں لگ رہا تھا جیسے میں نے اس کو پا لیا ہے جیسے وہ میرا بن گیا ہے اور پھر مجھے پہلے روز والا واقعہ یاد آ گیا جس دن وہ میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھا تھا اور میں نے اس کو نہ صرف تھپڑ مارا تھا بلکہ اپنے پاؤں کی مٹی بھی چٹوائی تھی آج بالکل وہ سب میں خود کر رہی تھی اس کے پاؤں کی مٹی کو چاٹ رہی تھی اور مجھے دلی سکون مل رہا تھا میں نے ایک فیصلہ کر لیا اپنی انا کو خاک میں ملانے کا فیصلہ۔ میں نے سوچ لیا کہ میں اس سے خود ہی اظہار محبت کروں گی کیونکہ اس بیچارے میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میرا سامنا کر سکے یہ کام میں خود ہی کروں گی ابھی یہ باتیں سوچ ہی رہی تھی کہ نوکرانی نے

آ کر مجھے بتایا کہ میری کزن کرن کا فون ہے میں اٹھی اور اس کا فون سننے لگی میری آواز سنتے ہی وہ بولی کہاں غائب رہتی ہو تم اور تو ہماری دعوت پر کیوں نہیں آئی ہو تمہاری ممی بتا رہی تھی کہ تم کچھ دنوں سے بہت پریشان رہی ہو کیا بات تھی کون سی پریشانی تھی اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر دیئے اور اس کی باتیں سن کر میں ہنس دی اور کہا تو سنا کیسی دعوت رکھی ہے گھر میں میں سو گئی تھی سو ممی پاپا مجھے بتائے بغیر ہی چلے گئے۔

وہ بولی بس تم جانتی تو ہو ہم لوگوں میں کوئی بھی دن مخصوص نہیں ہوتا ہے جب موڈ بن جاتا ہے دعوت کر دیتے ہیں آ جاتی تو مزا آ جاتا میں نے کہا یار پھر کیا ہوا آج نہیں تو کل آ جاؤں گی۔ اچھا بتا تمہیں کون سا دکھ ہے جس نے تیرے ممی پاپا کو پریشان کر رکھا ہے میں نے کہا نہیں یار ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے وہ ماں باپ ہیں خواہ مخواہ پریشان ہو جاتے ہیں میں اچھی بھلی ہوں مجھے بھلا کیا ہونا ہے پریشانی تو ان لوگوں کو ہوتی ہے جن کے گھروں میں کچھ بھی نہ ہو میری باتیں سن کر وہ کھلکھلا کر ہنس دی اور بولی تیری عادتیں نہیں بدلی ہیں تو ویسے کی ویسی ہی میں بھی ہنس دی اور پھر فون بند ہو گیا میں ایک مرتبہ پھر اس پاگل کی سوچوں میں کھو گئی مجھے خود پتہ نہ تھا کہ وہ بار بار میری سوچوں میں کیوں آ جاتا تھا کسی اور طرف دھیان لے کر جاتی تو اس کا معصوم چہرہ میری نظروں سامنے اچھلنے لگتا جیسے مجھ سے کہہ رہا ہو کہ کسی اور کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے سوچو صرف مجھے۔ اور پھر جب تک ممی پاپا گھر آتے میں ایک مرتبہ پھر سو چکی تھی۔ صبح اٹھی تو جلدی سے تیار ہو کر کالج کی طرف چل دی میں نے اپنی پسند کی پرفیوم لگائی اور پھر گلاب کے پھولوں کی طرف میرا ہاتھ خود بخود بڑھنے لگا آج زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے خاردار ٹہنی سے گلاب اتارا تھا ورنہ میں کبھی کانٹوں بھری چیزوں کے قریب بھی نہ جاتی تھی گلاب مجھے پسند تھے ان کی خوشبو مجھے پسند تھی لیکن ان کو اتارنا مجھے پسند نہ تھا لیکن آج یہ بھی میں نے کر دیا تھا میرے ہاتھ زخمی ہوئے تھے درد بھی اٹھا تھا لیکن میں مسکرا دی یہ درد مجھے میٹھا سا لگا کیونکہ میں نے اس کے پھول توڑا تھا جس کے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتی تھی جس کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی تھی کالج پہنچتے ہی سب سے پہلے میری نظر اسی پر پڑی وہ خاموشی کے ساتھ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا کتابوں میں کھویا ہوا تھا جبکہ باقی سب سٹوڈنٹ گپیوں میں مشغول تھے پھول میرے ہاتھ میں تھا میں اس کو دینا چاہتی تھی لیکن انیلہ بول پڑی۔

لگتا ہے حسن کی دیوی کو کسی امیر زادے سے پیار ہو گیا ہے اس کے لیے گلاب کا پھول توڑ کر لائی ہے امیر زادے کا نام سنتے ہی میں بجھنے سی لگے کیونکہ اس کا اشارہ قاسم کی طرف تھا جو کلاس روم میں داخل ہو رہا تھا میرے ہاتھوں میں گلاب دیکھ کر وہ چہک سا گیا اس نے یہی سوچا تھا کہ کل جو میں نے اس کی بے عزتی کی تھی اس کا کفارہ ادا کرنے آئی ہوں اس نے پھول میرے ہاتھوں سے لے لیا اور میں نے بھی ذرا بھی احتجاج نہ کیا کیونکہ سب کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں انیلہ نے لفظ ہی ایسا کہہ دیا تھا کہ میں اس غریب کو وہ پھول دینے کی ہمت نہ کر سکی۔ تھینک مہک مجھے پتہ تھا کہ کل تم نے جو غصہ کیا تھا اس پر ضرور پچھتاؤ گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس کی بات کا میں کوئی جواب دیتی کہ کنول بول پڑی کیوں نہیں جناب سارا دن تم دونوں ایک ساتھ گزارتے ہو اس کا دلوں میں کچھ تو اثر ہو گا ہی ناں اس نے تم کو کل ناراض کیا اور آج خود ہی گلاب کا پھول لا کر ثابت کر دیا کہ وہ تم سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتی اس کی بات سن کر میں نے کہا۔ ہاں کل واقعی مجھے غصہ آ گیا تھا مجھے خود معلوم نہیں ہے کہ یکدم مجھے کیا ہو جاتا ہے بس غصہ آتا ہے تو پھر ختم ہونے کا نام ہی لیتا میں پھر یہ نہیں دیکھتی کہ میرے سامنے کون ہے حالانکہ جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو بعد میں پچھتاتی بھی ہوں اور آج میں آپ سب کو دعوت دینے آئی ہوں کہ سنڈے کو میری سالگرہ ہے سب نے ہی آنا ہے۔ یہ لفظ کہتے ہوئے میں نے زیب کی طرف دیکھا لیکن وہ نظریں جھکائے شاید کتابوں میں کھویا ہوا تھا ہو سکتا ہے کہ اس نے میری بات پر دھیان نہ ہو اس بات کا مجھے شدید دکھ ہوا میں نے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

میری کلاس کے پیارے ساتھیو میں تم سب سے مخاطب ہوں سب ہی اپنی توجہ میری طرف کریں میرے یہ الفاظ سن کر اس نے بھی ایک نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ دیوار کی طرف دیکھنے لگا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مجھے دیکھنا نہ چاہتا تھا لیکن میری بات سننا چاہتا تھا جو میں نے کہنا اس کو توجہ سے سننا چاہتا تھا میں دل میں اس کی اس ادا پر مسکرا دی اس لمحہ وہ مجھے اور بھی پیارا لگا میں نے کہا سنڈے کو میری سالگرہ ہے اور میں تم سب کو انوائٹ کر رہی ہوں تم سب نے ہی آنا ہے میں تم سب کا شدت سے انتظار کروں گی اگر کوئی نہ آیا تو وہ جان لے کہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں میں نے یہ لفظ جان بوجھ کر کہے تھے کیونکہ میں جانتی تھی کہ اس

نے نہیں آنا تھا اور یہ بھی جانتی تھی کہ وہ میری دھمکی کا گہرا اثر لے گا کیونکہ میں نے یہ سالگرہ صرف اسی کے لیے منائی تھی اس کو پیار سے محبت سے چاہت سے کیک کھلانا تھا۔ میری بات سن کر سب نے کہا کہ مہک صاحبہ ہم لوگ ضرور آئیں گے لیکن اس نے مجھے کچھ بھی نہ کہا وہ چپ کر کے بیٹھا رہا۔

لگتا ہے کہ آج ملکہ حسن بہت موڈ میں ہیں انیلہ کی آواز سنائی دی آج اس نے امیری غریبی کے فرق کو مٹا دیا ہے میں نے محسوس کیا کہ انیلہ نے مجھ پر طنز کیا تھا لیکن میں خاموش رہی یہی بات قاسم نے بھی کہی کہ مہک آپ نے سب کو دعوت دے دی ہے جانتی ہو ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کی توہین بن سکتے ہیں ان کا آپ کے گھر میں آنا آپ کے لیے مر مٹنے کے برابر ہوگا اس کی یہ باتیں سن کر میں جیسے آگ بگولہ ہوگئی جی چاہا کہ اس کے منہ پر ایک دھر دوں لیکن میں نے برداشت کرلیا اور کہا مسٹر قاسم میں جب بھی کوئی بات کرتی ہوں اپنی مرضی سے کرتی ہوں کوئی بھی میری باتوں میں داخل دے مجھ سے گوارہ نہیں ہوتا ہے میں نے سب کو کہہ دیا سو کہہ دیا اس میں میری عزت جاتی ہے یا نہیں یہ تم لوگوں کے سوچنے کی بات نہیں ہے اور نہ ہی میں نے تم لوگوں کو یہ حق دیا ہے کہ میرے معاملے میں بولیں۔ میری باتیں سن کر وہ حیران سا رہ گیا کہ میں نے کیسی بات کردی ہے۔ وہ تو اپنے آپ کو ہیرو سمجھ رہا تھا شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس سے پیار کرتی ہوں میری مسکراہٹ کو وہ غلط دینے لگا تھا لیکن میری باتیں سن کر ہوسکتا تھا کہ اس کے سر سے عشق کا بھوت اتر گیا تھا وہ چپ ہوگیا اور پھر سارا دن چپ ہی رہا ہاف ٹائم بھی اس نے ہمارے ساتھ کھانا وغیرہ نہ کھایا اور میں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی لیکن بعد میں وہ خود ہی ٹھیک ہوگیا اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا شاید۔ کہ اس نے میرے معاملے میں بول کر اچھا نہیں کیا ہے۔ اور ہوسکتا تھا کہ انیلہ نے اس کو سمجھا دیا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرتے تھے چھوٹی چھوٹی بات بھی ایک دوسرے کو بتا دیتے تھے۔

کالج سے چھٹی ہوئی تو کلاس روم خالی ہونے لگا ہم بھی کلاس سے باہر نکل گئے کہ یکدم مجھے ایک آواز سنائی دی۔ میڈم۔ اس آواز میں نجانے کیسی کشش تھی کہ میں رک گئی پلٹ کر پیچھے دیکھا تو وہ کھڑا تھا میری خوشی کی انتہا نہ رہی اس نے مجھے پکارا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا تھا انیلہ اور قاسم بھی میرے ساتھ تھے وہ بھی مجھے رکتے ہوئے دیکھ کر رک گئے اور زیب کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ چلتا ہوا ہمارے قریب آگیا۔ وہ بہت سہما ہوا تھا اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ چند لمحے یونہی خاموشی سے بیت گئے اور یہی چند لمحات میری زندگی کا سرمایہ تھا وہ میرے بہت قریب تھا اتنے قریب کہ اس کی سانسوں کی مہک مجھے معطر کر رہی تھی۔ بول کیا کہنا ہے میڈم کو۔ کیوں بلایا ہے ان کو۔ قاسم نے کہا تو وہ بولا۔ وہ دراصل مجھے کچھ کہنا تھا۔ اس کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ کیا سالگرہ میں میری بھی دعوت ہے۔ اس نے یہ لفظ اس انداز سے کہے کہ میرا دل کٹ کر رہ گیا جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دوں اور کہوں کہ جان سے بھی زیادہ پیاری میری جان یہ دعوت میں نے صرف تمہارے لیے ہی تو رکھی ہے لیکن انیلہ اور قاسم کے قہقہوں نے اسے میرے قریب رکنے نہ دیا شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں نے اس کی غربت کا مذاق اڑایا ہے اور تھا بھی ایسا ہی ان دونوں کا قہقہے لگانے کا مطلب بھی یہی تھا وہ ایک لمحہ بھی نہ رکا اور تیزی سے باہر نکل گیا میں نے قہر آلود نظروں سے ان دونوں کو دیکھا اور کچھ کہنے ہی والی تھی کہ میرے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی فون کزن عامر کا تھا وہ بولا اندر ہی بیٹھ رہو گی یا باہر بھی نکلو گی میں گیٹ پر کھڑا کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ اس کی بات سنتے ہی میں نے کہا میں آرہی ہوں ایک منٹ میں اتنا کہہ کر میں باہر کی طرف چل دی وہ دونوں بھی میرے ساتھ چلنے لگے کالج کے باہر ایک سفید رنگ کی نئے ماڈل کی لمبی سی کار کھڑی تھی اور وہ کار سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑا تھا ساتھ ہی میری کار بھی کھڑی تھی میرے گن مین اور ڈرائیور بھی میرے ہی منتظر تھے وہ عامر کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب میں کرن اور وہ ایک ساتھ ہوتے تھے تو پھر ہم وہ کچھ ہی کرتے تھے جو ہمارے دلوں میں ہوتا تھا کرن اس کی گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔

تم دونوں یہاں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو عامر بولا تو کیا ہم کالج کے اندر آجاتے اس کی بات سن کر میں ہنس دی اور اپنے ڈرائیور سے کہا تم گاڑی لے جاؤ میں عامر کے ساتھ ہی آجاؤں گی وہ گاڑی لے کر چلے گئے۔ ہاں جی کہاں جانے کا ارادہ ہے میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ آئس کریم کھانے کا موڈ تھا یہاں سے گزر رہے تھے کرن نے کہا تم کو بھی ساتھ لئے چلتے ہیں عامر نے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کردی میں نے باہر دیکھا تو قاسم مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا شاید اس کو میرا عامر کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ آیا تھا لیکن مجھے بھلا

اس کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی وہ میرا کلاس فیلو تھا بس اس کے آگے وہ کچھ بھی نہ تھا عامر نے گاڑی چلا دی اور ہم ایک سڑک پر چل دیئے یکدم میری نظر زیب پر پڑی وہ سائیکل پر سوار اپنی ہی سوچوں میں ڈوبا ہوا جا رہا تھا عامر نے گاڑی اس کے قریب سے گزار دی میرا جی چاہا کہ اس کو گاڑی روکنے کو کہہ دوں لیکن میں جانتی تھی کہ وہ یہ بات ذرا بھی پسند نہیں کرے گا کہ میں کسی سائیکل سوار سے باتیں کروں سو میں چپ رہی لیکن گاڑی کے شیشے میں اس کو دیکھتی رہی وہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ عامر عامر گاڑی روکنا یکدم کرن بول پڑی۔ کیوں کیا ہوگیا ہے۔ عامر نے گاڑی روکتے ہوئے تو وہ بولی۔

قدرت کا کرشمہ دکھاتی ہوں تم لوگوں کو کسی نے کیا سچ ہی کہا تھا کہ جھونپڑیوں میں ہیرے ہوتے ہیں میں تم کو ایک ہیرا دکھاتی ہوں اس کی بات سن کر ہم لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے کہ وہ ہم کو کیسا ہیرا دکھانا چاہتی ہے اور پھر یکدم مجھے وہ دکھائی دیا وہ ہماری گاڑی کے پاس سے گزرنے لگا تھا کہ کرن نے اس کو آواز دے کر روک لیا مسٹر میری بات سنو کرن کی یہ بات سن کر میں حیران سی رہ گئی کہ یہ کب سے اسے جانتی ہے۔ وہ ہماری گاڑی کے قریب آکر کھڑا ہوگیا سائیکل سے وہ اتر گیا تھا اور اس نے مجھے گاڑی میں بیٹھا ہوا دیکھ لیا تو یکدم ہی ڈر سا گیا کہ میں اسے کچھ کہہ نہ دوں میری نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں اس کی آواز کانپنے لگی تھی کیونکہ شاید وہ جان گیا تھا کہ میں نے گاڑی رکوائی ہے اور جو بات اس نے سالگرہ کی کی تھی اس کے بارے میں کچھ سخت بات کرنے والی ہوں کہ کرن نے کہہ دیا ہم نے آئس کریم کھانی ہے کہاں سے ملے گی۔ وہ وہ وہ سامنے ہوٹل ہے اس نے کانپتی ہوئی زبان سے کہا اور یکدم سائیکل پر بیٹھا اور تیز تیز سے سائیکل چلاتا ہوا ہماری نظروں سے غائب ہوگیا۔ کرن مجھے دیکھتے ہوئے بولی مہک صاحبہ اب پتہ چلا کہ میں نے وہ جملہ کیوں کہا تھا دیکھا تم نے اسے کتنا حسن خدا نے اسے دیا ہے ایسا حسن میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے لیکن قسمت اس کی دیکھو کہ ایک پرانی سی سائیکل پر سوار ہے یہی محاورا ہے گدڑی میں لعل یعنی جھونپڑی میں ہیرا۔ اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری خوشگوار اور پرسکون سانس لی اور کہا۔

ہاں کرن تم نے ٹھیک ہی کہا ہے یہ واقعی ہی ہیرا تھا اس جیسا حسن میں نے بھی پہلی بار دیکھا ہے تم نے اسے دیکھ کیسے لیا میں نے پوچھا تو وہ بولی بس یکدم میرا دھیان اس کی طرف گیا تو میں حیران سی رہ گئی اور پھر سوچا تم کو بھی دکھا دوں کہ خدا کے کیسے کیسے کھیل ہے وہ کیا کیا کر رہا ہے کہیں گاڑیوں میں بدصورت لوگوں کو بٹھا دیتا ہے اور کہیں سائیکل پر شہزادوں کو سوار کر دیتا ہے۔ یہ یہ تو نے مجھے کہا ہے ناں۔ یکدم عامر بول پڑا تو ہم دونوں ہی ہنس دیں اور کہا نہیں جی آپ کو دنیا جہاں کے شہزادے ہیں بس تمہاری صفائی ہونے والی تم پر سے میل اتارنے والی ہے۔ دیکھا دیکھا۔ وہ دوبارہ ناراض ہوتے ہوئے بولا تو ہم دونوں ایک قہقہہ لگا کر ہنس دیں اور پھر گاڑی چلا دی وہ ایک مرتبہ پھر ہم سے پیچھے رہ گیا نجانے اس کا کتنا لمبا سفر تھا وہ کہاں سے کالج جاتا تھا میں اسے دیکھ کر یہی سوچنے لگی اور گاڑی میں مڑ مڑ کر اسے دیکھنے لگی کرن بھی دیکھ رہی تھی وہ بولی قربان جاؤں اس بنانے والے پر جس نے اس کو بنایا ہے۔ اس کی اس بات پر میں جل بھن سی گئی اور کہا میں ہزار بار قربان جاؤں اس بنانے والے پر جس نے اس کو بنایا ہے اور ایسے بنایا ہے کہ دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک مل جاتی ہے روح کو تسکین مل جاتی ہے۔ وہ ہنس دی اور بولی مہک تیرے پاس اتنی دولت ہے اس بیچارے کو ایک موٹر سائیکل ہی لے دے۔ اچھا اچھا بہت ہوگیا۔ عامر نے جلے بھنے لہجے میں کہا گھر جا تم لوگوں کی شکایت لگاتا ہوں اس کی اس بات پر ہم ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیں اور پھر ہم تینوں آئس کریم کی شاپ پر جا بیٹھے لیکن میری نظریں شیشوں سے باہر سڑک پر لگی رہیں مجھے یقین تھا کہ وہ یہاں سے گزرے گا اور میں اس کا دیدار کروں گی اور پھر ایسا ہی ہوا وہ اس ہوٹل کے سامنے سے گزرتا ہوا دکھائی دیا ساتھ ساتھ وہ ادھر ادھر بھی دیکھتا جا رہا تھا جونہی وہ ہوٹل کے پاس سے گزرا اور اس نے ہوٹل کی طرف دیکھا اور مجھے وہاں بیٹھا دیکھ لیا تھا کر اس نے سائیکل کی رفتار تیز کردی تھی اس کی اس ادا پر میں خودی میں ہنس کر رہ گئی اور سوچا کہ کل اس کی بات کا جواب دوں گی کہ ہاں زیب تم نے بھی میری سالگرہ پر آنا ہے تم آؤ گے تو میں کیک کاٹوں گی۔

ایسی ہی سوچیں میں سوچتی رہی وہ دونوں مجھے سوچوں میں ڈوبا ہوا دیکھتے رہے پھر کرن نے پوچھ ہی لیا مہک کیا بات ہے تم کھوئی کھوئی سی ہو کہیں کوئی۔ لو۔۔۔۔ وہ کہتے کہتے رک گئی میں اس کی بات پر ہنس دی اور کہا کیا جب کچھ سوچتا ہے تو اس کا مطلب لو ہوتا ہے میری اس بات پر وہ بولی نہیں یار تم تو سیریس ہی ہوگئی ہو میں نے تو مذاق کیا ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تیرے خوابوں کو شہزادہ ابھی کسی پرستان میں چھپا بیٹھا

ہے جب وہ آئے گا تب تجھے لو ہو گا اس کی اس بات پر میں ہنس دی اور جی چاہا کہ اسے کہہ دوں۔ میں نے اپنے خوابوں کے شہزادے کو ڈھونڈ لیا ہے وہ سارا دن میرے سامنے رہتا ہے وہ پرستان کے شہزادے سے بھی بڑھ کر حسین ہے اس جیسا نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ہو گا۔ تم نے بھی تو اسے دیکھ لیا ہے۔ میں نے کہا بس یار سوچنا کیا ہے تیری بات سے متعلق ہی سوچ رہی تھی کہ وہ سائیکل سوار۔ میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی پاگل وہ تو ایک سپنا تھا جو ٹوٹ گیا ہے نجانے وہ کس طرف چلا گیا ہے اور زندگی میں دوبارہ وہ دکھائی دے گا بھی نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں یار وہ ایک سپنا ہی ہے لیکن اگر کبھی حقیقت بنا تو میں تیری بات کو ضرور پورا کروں گی اس کو ایک گاڑی لے کر دوں گی ایسی گاڑی جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گی۔ میری بات سن کر وہ بولی۔

واہ کیا کہنے ہماری شہزادی کے یہ غریبوں پر ترس کھانا کب سے سیکھ لیا ہے۔ جی چاہا کہ اسے کہہ دوں کہ جب سے کالج گئی ہوں غریب اچھے لگنے لگے غریب دل کے مالک بننے لگے ہیں ہم لوگ کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے پھر وہ مجھے میرے گھر چھوڑ کر چلے گئے میں نے ان سے کہا بھی کہ چائے پی کر جانا لیکن ان کو جلدی تھی نہ رکے اور چلے گئے آج میں بہت خوش تھی کیونکہ میری پسند کی داد کرن نے بھی دے دی تھی وہ بھی جان گئی تھی کہ میرا محبوب کوئی عام انسان نہیں ہے شہزادہ ہے زمانے بھر کا شہزادہ۔ آج بس یہی جی چاہ رہا تھا کہ مسکراتی ہی رہوں رات ایسے ہی بیت گئی دوسرے دن میں صبح ہی کالج جا پہنچی اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی لیکن پورا دن گزر گیا سب ہی آگئے لیکن وہ نہ آیا مجھے رہ رہ کر اس پر غصہ آنے لگا کہ وہ کیوں نہیں آیا اگر آتا تو میں اس کو گھر کا راستہ بتاتی اب وہ میرے گھر کیسے پہنچے گا یہی سوچیں میرے دماغ کو ہلاتی رہیں کالج سے چھٹی ہو گئی تو میں نے ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی کو ان راستوں پر ڈال دیا جن راستوں پر وہ کل سائیکل پر جاتا ہوا میں دیکھتی رہی تھی لیکن وہ ان راستوں پر بھی مجھے دکھائی نہ دیا ٹھیک ہے اگر وہ کل میری سالگرہ پر نہ آیا تو اس کو ایسی سزا دوں گی کہ وہ یاد رکھے گا یہی میں نے فیصلہ کر لیا اور گھر جا پہنچی۔

گھر میں میری سالگرہ کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں لیکن مجھے کوئی بھی دلچسپی نہ رہی تھی اگر وہ مل جاتا تو شاید ان تیاریوں کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوتی کل اتوار تھا کالج بھی بند تھا ورنہ میں کالج جا کر اس کا انتظار کر لیتی ایسی ہی سوچوں میں گری میں اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی رہی امی نے کہا بیٹی کیا بات ہے بہت پریشان ہو میں نے کہا کچھ نہیں ممی وہ میری ایک دوست بیمار ہے پتہ نہیں کل وہ آتی ہے کہ نہیں اگر وہ نہ آئی میری سالگرہ خاک میں مل جائے گی میری بات سن کر امی بولی بیٹی ایسی باتیں نہیں کرتے ہم تیری سالگرہ کو کبھی بھی خاک میں نہیں ملنے دیں گے چاہے ہمیں اس کو ایمبولینس میں ہی کیوں نہ لٹا کر لائیں ہم اس کے لے کر آئیں گے بس تو بیٹی رہ ہمیں تیری خوشیوں سے بڑھ کر کچھ بھی عزیز نہیں ہے امی کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی کیونکہ ان کو کیا پتہ تھا کہ میری دوست کون سی ہے جس کے لیے میں اتنی بے چین اور پریشان ہوں۔ یہ رات میرے لیے اذیت بن کر بیت رہی تھی میں ایک پل بھی سو نہ سکی کبھی اس کو کوسنا شروع ہو جاتی اور کبھی اس کو یاد کر کے رونا شروع ہو جاتی بس ایسے ہی رات بیتتی جا رہی تھی صبح ہونے والی ہوئی تو میں سو گئی اور آدھا دن تک سوتی رہی ان وقت اٹھی جب میری کزن کرن نے مجھے جھنجھوڑا اور کہا ہم کو اپنے گھر بلا کر خود سوئی پڑی ہوئی ہو اس کی بات سن کر میں ہنستے ہوئے اٹھ گئی اور پھر فریش ہو کر ہلکا پھلکا میک اپ کیا تیار ہو کر اس کے ساتھ باہر نکل آئی باہر ہمارا بنگلہ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے یہاں کسی رئیس زادے کی شادی ہو رہی ہو ہر قسم کی تیاری کی گئی تھی اور ایسی خوبصورتی بھری گئی تھی کہ میں خود بھی حیران رہ گئی تھی یہ کام ملازموں وغیرہ نے رات کو کیا تھا میری طرح وہ بھی رات بھر سوئے نہ تھے وہ کام میں لگے جبکہ میں یاد میں لگی رہی اور یوں دن بیت گیا شام کے سائے ڈھلتے ہی کالج کے ساتھیوں نے آنا شروع کر دیا کیونکہ میں نے ان کو دھمکی دی تھی کہ اگر کوئی نہ آیا تو ایسا حشر کروں گی کہ وہ تا زندگی یاد کرے گا یہی وجہ تھی کہ وہ میرے بتائے ہوئے ٹائم سے پہلے ہی آتے چلے گئے ہر کوئی اپنی اوقات سے بڑھ کر میرے لیے گفٹ لے کر آ رہا تھا ان میں قاسم بھی شامل تھا اور رانیلہ بھی انہوں نے بھی مجھے گفٹ دیے تھے ان کے گفٹ واقعی بہت پیارے تھے لیکن مجھے اس وقت تحفوں کی ضرورت نہ تھی میری نظریں بار بار گیٹ کی طرف اٹھ رہی تھیں مجھے اس کے آنے کا انتظار تھا میں اس کی راہیں دیکھ رہی تھی اندھیرا پھیلنے لگا تھا لیکن وہ ابھی تک نہ آیا تھا ہر کوئی پریشان تھا کہ میں کیک کیوں نہیں کاٹ رہی ہوں لیکن میں نے یہ کہہ کر سب کو مطمئن کر دیا کہ پوری رات پڑی ہوئی کون سی جلدی ہے ہر چیز کھانے کو مل رہی ہے پھر جلدی کیوں میری باتیں سن کر سب ہی مطمئن ہو گئے اور اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب وہ گیٹ پر دکھائی دیا اس نے بلیک کلر کی پتلون اور وائٹ کلر کی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی بالکل شہزادہ لگ رہا تھا اسے دیکھتے ہی جی چاہا کہ ناچوں گاؤں لیکن میں نے خود کو کنٹرول کیے رکھا کیونکہ یہاں بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے تھے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی ممی یا پاپا پر انگلی اٹھائے وہ آ جو گیا تھا پھر محبتوں کا ظاہر کرنے کا کیا فائدہ کرن نے بھی اس کو دیکھ لیا وہ تیزی سے میری طرف آئی اور بولی۔

اے سن۔ وہ دیکھ باہر گیٹ کی طرف۔ کیوں کیا ہے وہاں میں نے جان بوجھ کر تھوڑا سا اونچی آواز میں کہا کیونکہ میں چاہتی تھی کہ سب ہی سن لیں کہ مجھے اس سے کوئی بھی دلچسپی نہیں ہے۔ دیکھ تو سہی اس نے سرگوشی کی اور میں نے اس کی طرف دیکھا تو کہا یہ تو کل والا لڑکا ہے۔ ہاں یہی تو میں کہہ رہی تھی کہ دیکھ اس کی طرف شہزادہ دکھائی دے رہا ہے اس کو بلایا کس نے ہے اس نے پوچھا تو میں نے کہا یار یہ میری کلاس میں پڑھتا ہے تو جانتی تو ہے کہ سائیکل سوار ہے مجھے اس پر ترس آ گیا تھا تو میں نے اس سے بھی کہہ دیا کہ سب نے آنا ہے تم بھی آ جانا میری بات سن کر وہ چونکی اور بولی یہ بات تم نے مجھے کل کیوں نہیں بتائی تھی میں نے کہا کل عامر موجود تھا میں کیسے تم سے کہتی میری اس بات پر وہ بولی ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ چلو اچھا کیا ہے اس کو بلا لیا ہے یوں سمجھو اس کے آنے سے تیری سالگرہ میں چار تو کیا ہزاروں چاند لگ گئے ہیں اس فنکشن میں سب سے زیادہ یہی تو ایک حسین نوجوان ہے اس کی بات سن کر میں مسکرا دی وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ہمارے پاس آن پہنچا اس کے ہاتھ میں ایک گفٹ تھا۔ میڈم سلام اس نے ڈرے لہجے میں کہا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا تو اتنی دیر میں قاسم بھی میرے قریب آنے لگا لیکن میرے رشتہ داروں کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گفٹ میری طرف بڑھا دیا اور میں نے گفٹ پکڑتے ہوئے جان بوجھ کر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنا دھیان۔ دوسری طرف کر لیا کسی اور سے باتیں کرنے لگی جب دل کو سکون مل تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا سوری میں سمجھی تھی کہ میں نے تمہارا گفٹ پکڑا ہوا ہے میری اس چال کو وہ ذرا بھی نہ سمجھ پایا لیکن یہ تو میں نے جانتی تھی کہ ایسا کرنا میرے لیے کتنی خوشی کی بات تھی۔

وہ میڈم پیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اس نے ڈری ہوئی آواز میں کہا اور بولا۔ میڈم میں اب چلوں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ عامر آ گیا بولا یہ تو وہی لڑکا ہے ناں جو کل سائیکل پر جا رہا تھا اف خدایا جب ایک بنگلہ میں سائیکل سوار آنے لگے تو۔۔ وہ ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ امی آ گئی انہوں نے سائیکل سوار کی بات سن لی تھی جلدی سے بولی اے لڑکے جلدی سے پھوٹو یہاں سے تم کو کس نے بلایا ہے یہاں خواہ مخواہ منہ اٹھا کر چلے آتے ہو امی کی یہ بات سنتے ہی اس نے ایک بھیگی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے باہر گیٹ کی طرف چل دیا میرا دل کٹ کر رہ گیا مجھے امی سے ایسی امید نہ تھی میں تو سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ کوئی اس کے بارے میں ایسا بھی کہے گا قاسم زور سے ہنس دیا تھا میرا جی چاہا کہ جا کر اس کا گلا دبا دوں لیکن برداشت کر گئی میں نے جلدی سے کیک کاٹا اور پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی آج زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے ممی پر دکھ ہوا تھا شدید دکھ میں تو ان کو بہت رحم دل سمجھا کرتی تھی کیونکہ وہ اکثر کسی پارٹی میں غریبوں سے متعلق باتیں کیا کرتی تھیں لیکن آج پتہ چلا کہ وہ سب جھوٹ ہوتا تھا۔ کرن بھی میرے کمرے میں آ گئی مجھے روتا ہوا دیکھ کر بولی۔ سب نیچے تمہارا پوچھ رہے ہیں اور تم یہاں۔ اس کی بات سن کر میں نے اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا اور کہا۔

کرن آج شدید صدمہ ہوا ہے بہت شدید کاش میں آج یہ سالگرہ نہ مناتی کاش آج میں اس فنکشن کا اہتمام نہ کرتی وہ آج پانچویں بار ہماری وجہ سے ذلیل ہوا ہے وہ بھی تو انسان ہے غریب ہونا کوئی برائی تو نہیں ہے اور پھر وہ خود تو غریب پیدا نہیں ہوا ناں قسمت نے اس کو غریب رکھا ہوا ہے میری باتیں سن کر کرن نے ایک سرد سی آہ بھری اور بولی مہک دکھ مجھے بھی ہوا تھا لیکن میں نے اس کا زیادہ اثر نہ لیا کیونکہ ہمارے خاندان میں ایسا ہی ہوتا ہے اور یہ بات تم بھی جانتی ہو اور میں بھی جانتی ہوں پھر ایسی باتوں کو دل پر نہیں لیتے وہ کون سا ہمارا رشتہ دار ہے جس کے لیے ہم اپنے آپ کو پریشان کریں تم بھی ایسی سوچیں سوچنا چھوڑ دو میں جانتی ہوں کہ وہ دنیا کا حسین ترین نوجوان ہے خدا نے جسمانی طور پر اس کو بہت پرکشش بنایا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم لوگ اس کی پوجا کرنا شروع کر دیں اگر تمہارے ممی پاپا کو معلوم

پڑ گیا کہ تم اس کے لیے رو رہی ہو تو پھر میں جانتی ہوں کہ اس گھر میں ایک قیامت آ کر گزر جائے گی جو سب کچھ بہا کر لے جائے گی چلو اٹھو اور نیچے سب میں جا کر اپنی سالگرہ کو انجوائے کرو اور اس کے بارے میں ذرا بھی مت سوچنا اس چیز کے بارے میں کبھی بھی مت سوچو جس کو پانا ناممکن ہو۔ اگر سوچو گی تو بہت پچھتاؤ گی۔

نہیں کرن نہیں ایسا نہ کہو تم بھی آج بڑے لوگوں جیسی باتیں کر رہی ہو ہمیں سب سے پہلے انسان سے متعلق سوچنا چاہیے پھر۔۔۔ میں بہت کچھ کہنا چاہتی کہ وہ تیز لہجے میں بولی تو ٹھیک ہے سوچو لیکن کسی ایک کے لیے سب غریبوں کے لیے غریبوں کی بات کرتے ہوئے پھر کسی ایک کی مثال نہ دو سب کو ایک نظر سے دیکھو کیا کر سکتی ہو ایسا بولو جواب دو اس کی بات نے مجھے بے بس کر دیا وہ بولی چلی گئی گھر کے ملازموں کو گاڑیاں لے کر دے سکتی ہو ان کے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلا سکتی ہو وہ بھی تو غریب ہیں بولو کر سکتی ہو ایسا میں اس کا منہ دیکھتی رہ گئی اچھا ہوا کہ یہ بات صرف تم نے مجھ سے کی کسی اور کو پتہ نہیں چلا اور میں اس بات کو اپنے ہی دل میں دفن کر لوں گی صرف یہ سوچ کر تو نے آج جو بھی کیا غلط کیا ہے چلو اٹھو ورنہ میں جا رہی ہوں اتنا کہہ کر وہ نیچے جانے لگی تو میں نے اسے آواز دے کر روک لیا اور کہا ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں وہ میری بات سن کر مسکرا دی اور میں اس کی باتوں کو سوچتی ہوئی اس کے ساتھ چل دی واقعی میں گھر کے نوکروں کو نوکر سے زیادہ اہمیت نہ دیتی تھی اور زیادہ اہمیت دینے کو جی بھی نہ چاہتا تھا یہ بھی سب غریب تھے اس نے کچھ دیر کے لیے میرے ذہن کو واش کر دیا میرے اندر پھر سے امارت ابھرنے لگی انا کروٹیں بدلنے لگی ایک مرتبہ پھر مجھے غریبوں سے نفرت ہونے لگی نیچے سب میرا ہی انتظار کر رہے تھے یہ تو اچھی بات تھی کہ ہم نیچے آ گئی تھیں ورنہ ممی اوپر جانے والی تھی وہ سیڑھیوں پر ہی ہمیں مل گئی تم دونوں کہاں غائب ہو گئی تھیں انہوں نے مجھ سے سوال کر دیا وہ فون آ گیا تھا بس بات کچھ لمبی ہو گئی میں نے جھوٹ بول دیا ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارے پاپا جو تم سے حد سے زیادہ پیار کرتے ہیں وہ۔۔۔ میں سمجھ گئی کہ وہ کیا کہنے والی تھیں۔

میں نے کہا سوری ممی اور پھر سب میں شامل ہو کر پارٹی کو انجوائے کرنے لگی اور یہ سلسلہ رات بھر چلتا رہا ہم سب لوگ ہی انجوائے کرتے رہے پھر اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے لیکن کمرے میں جاتے ہی وہ میرے سامنے آ گیا اس کی معصوم صورت نظروں سامنے گھومنے لگی میں نے اس ہاتھ کو چوم لیا جو میں نے اس کے ہاتھ کے ساتھ جان بوجھ کر مس کیا تھا اور زیر لب مسکرا دی آنکھیں بند کر کے میں اس لمحہ کو سوچتی رہی جب اس نے مجھے گفٹ پکڑایا تھا اور میں نے اس کے ہاتھ کو چند لمحوں کے لیے پکڑا تھا اور میرے پکڑنے کا انداز ایسا تھا کہ میں اس کا ہاتھ پکڑے جان بوجھ کر کسی سے باتیں کرنے لگی تھی؛ کہ وہ سمجھ ہی جائے سکے کہ میں نے اس کو محبت و چاہت سے پکڑ رکھا ہے۔ پھر یکدم اس کے گفٹ کی سوچ آئی تو میں کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آ گئی جہاں میرے گفٹوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا میں نے تمام گفٹ ادھر ادھر پھینکنے شروع کر دیے اور اس کا گفٹ تلاش کر لیا مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے کیسا پیکٹ مجھے پکڑایا تھا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ سب کے گفٹوں پر ہر کسی نے اپنا نام لکھا ہوا تھا اور اس کا واحد گفٹ تھا جس پر کوئی بھی نام نہ تھا شاید وہ بتانا نہ چاہتا تھا کہ وہ کیا لایا ہے۔

اس کا گفٹ ہاتھ میں پکڑے میں اپنے کمرے میں چلی گئی اور کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد پہلے اس کو چوما آنکھوں سے لگایا اور پھر پیار سے اسے کھولنے لگی میں نے اس کے پیک کور کو بھی خراش نہ آنے دی حالانکہ میری عادت تھی کہ میں گفٹ پیک کا وہ حال کر اندر سے وہ چیز نکالا کرتی تھی جو اس میں رکھی گئی ہوتی تھی بہت بے دردی اس پیکٹ کو پھاڑتی تھی لیکن اپنی جان کے گفٹ کے کوغذ کو بھی میں نے پھٹنے نہ دیا اس قدر پیار سے اس کی ٹیپیں اتارتی رہی کہ وہ کاغذ صحیح سلامت رہا میں نے اس میں اس کا دیا ہوا گفٹ نکالا وہ لیڈیز گھڑی تھی جو دیکھنے میں بہت خوبصورت تھی لیکن میں جانتی تھی کہ وہ بہت کم قیمت کی تھی میں نے اس کو چوم لیا کیونکہ اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی گفٹ نہ تھا کئی بار اس کو میں نے چوما اور پھر اپنے بازو سے قیمتی گھڑی کو اتار کر ایک طرف پڑے ہوئے کچرے کے ڈبے میں پھینکا اور اس کو پہن لیا۔ میرے دل کو سکون سا مل گیا یوں لگا جیسے میری روح معطر ہو گئی ہے۔ اس وقت میں کرن کی باتیں میں بھولتی چلی گئی تھی کہ اس نے کیا کچھ کہا تھا بلکہ میرا جی چاہنے لگا کہ ابھی اس کے گھر جا کر اس سے سوری کروں کہ اس کی میرے گھر میں بے عزتی ہوئی ہے لیکن ایسا کیسے کر سکتی تھی میں نے بازو میں اس کی دی ہوئی گھڑی کو گھماتے ہوئے ایک فیصلہ کر لیا کہ میں اس کو اب غریب نہیں رہنے دوں گی اس کو ایک ایسا مقام دے دوں گی کہ گھر والے خود اس کی خواہش کرنے لگیں اور خود ہی مجھے اس سے بیاہ دیں ہاں اس کو پانے کے لیے مجھے اب ایسا ہی کرنا ہوگا میں کرن کو بتا دوں گی کہ جس کو میں نے چاہا ہے جس کی میں پوجا کرتی ہوں دیکھ آج وہ میرے پاس ہے آج وہ ہماری برابری کا بن گیا ہے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں سو گئی اور پھر سوتی ہی رہی صبح کالج بھی نہ جا سکی جس کا مجھے شدید دکھ ہوا میرا یہ دن آج سوتے ہوئے گزر گیا میں کمرے سے باہر ہی نہ نکل سکی دوسرے دن میں صبح سویرے ہی کالج جا پہنچی وہاں ابھی چند ہی سٹوڈنٹ آئے تھے میں نے ایک نظر ان کو دیکھا اور پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی ان میں سے ایک نے ہمت کی اور بولی میڈم واقعی آپ کا گھر بہت بڑا ہے اندر جاتے ہوئے یوں لگا تھا جیسے میں کسی بادشاہ کے محل میں آ گیا ہوں اس کی بات سن کر میں مسکرا دی اور کہا شکریہ پارٹی میں آنے کا اور پھر دھیرے دھیرے سب ہی آنے لگے وہ بھی آ گیا۔ اس کو دیکھتے ہی دل کو سکون سا مل گیا اس نے بھی ایک نظر مجھے دیکھا اور پھر نظریں جھکا کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا قاسم فیصل انیلہ ارم شبانہ وغیرہ جو کھاتے پیتے گھرانوں کی تھیں جن کے پاس اپنی گاڑیاں بھی تھیں یہ سب میرے اردگرد بیٹھ گئے اور میرے بنگلہ کی تعریفیں کرنے لگے قاسم بولا مہک ہمارے گھروں میں بھی فنکشن ہوتے رہتے ہیں لیکن تمہارے گھر کا فنکشن ہم لوگ ہمیشہ یاد رکھیں گے ایسے ایسے انتظام تھے کہ دیکھ کر دل خوش گیا تھا ان کی باتیں سن کر میں ہنس دی اور کہا تم سب کا بہت شکریہ کہ تم سب نے میرے گھر میں آ کر میری حوصلہ افزائی کی یوں سمجھ لیں کہ آپ لوگوں کے آ جانے سے ہی میری سالگرہ میں رونق ابھری تھی یہ لفظ میں نے اس کے لیے کہے تھے جو اپنی نظریں جھکائے کتابوں میں کھویا ہوا تھا مجھے غصہ تو بہت آیا ہے کہ ہر وقت پڑھنے میں لگا رہتا ہے ہم میں شامل کیوں نہیں ہوتا آج میں نہ رہ سکی اور اس کو آواز دے ہی دی۔ زیب میری آواز سنتے ہی وہ چونکا اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا میں یکدم جھینپ سی گئی اس کی آنکھوں کی گہرائی کا سامنا نہ کر سکی اف خدایا اتنی خوبصورت اس کی آنکھیں تھیں ان میں کھو جانے کو جی چاہتا تھا وہ اٹھ کر میرے پاس آ گیا جی میڈم۔ اس نے بہت ہی آہستگی سے کہا۔

سوری یار تمہاری ہمارے گھر میں بے عزتی ہوئی تھی۔ میری اس بات پر اس کے لبوں پر ایک ٹوٹی ہوئی مسکراہٹ بکھر گئی شرمندگی سے اس کا سر جھکنے لگا بولا کوئی بات نہیں میڈم میں نے اس بات کا برا محسوس نہ کیا تھا کیونکہ گھر سے نکلنے سے پہلے ہی ایسی سوچ میرے ذہن میں آ چکی تھی کہ آج میں ایک بہت ہی اونچے گھر میں جا رہا ہوں جہاں میرے ساتھ کوئی واقعہ ہو سکتا ہے اور میں نے خود کو تیار کر لیا تھا اتنا کہہ کر وہ جانے لگا تو میں نے اس کو روک لیا نہیں ایسا نہیں کہتے اگر ایسا ہونا تو میں تم سے کبھی بھی سوری نہ کرتی تم بھی تو ایک انسان ہوں میری اس بات پر اس نے ایک گہری سانس لی اور کچھ کہتے کہتے رک گیا شاید وہ اپنے انسان ہونے کا شکوہ کرنے لگا تھا قاسم بول پڑا اس کو وہاں جانا ہی نہیں چاہیے تھا تم تو ایسے ہی پوری کلاس کو کہہ دیا تھا اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ ہر کوئی چل پڑتا انسان کو اپنی حیثیت کے لوگوں تک رہنا چاہیے قاسم کی بات سن کر وہ بولا سوری سر دراصل غلطی مجھ سے ہوئی تھی پورا دن میں یہی سوچتا رہا تھا کہ مجھے میڈم نے بلایا ہے کہ نہیں میں جاؤں یا نہ جاؤں لیکن پھر ان کی بات یاد آ گئی کہ اگر کوئی نہ گیا تو یہ اس کو وہ حشر کریں گی کہ تا زندگی بھول نہ سکے گا سو چلا گیا۔ اس نے یہ الفاظ ایسے الفاظ میں کہے کہ وہ کوئی بہت ہی لاچار انسان ہو مجھے شدید دکھ ہوا کہ وہ اتنا گر کر بات کیوں کرتا ہے کیوں ان لوگوں کے سامنے نظریں اور سر جھکا کر بات کرتا ہے کیا یہ لوگ اس کو کھانے کو دیتے ہیں۔ اس کے اسی لفظ پر ہم لوگوں میں بحث شروع ہو گئی۔

بحث تو میں نے اس کے لیے شروع کی تھی لیکن ان پاس بیٹھے ساتھیوں کی باتیں سن کر ایک مرتبہ پھر مجھے غریب انسانوں سے نفرت ہونے لگی تھی کیونکہ انیلہ شبانہ ارم نے بالکل ایسی ہی باتیں شروع کر دیں تھیں جو کمرے میں کرن نے کی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ غریبوں کے لیے نفرت دل میں ابھر آئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ میرے ساتھیوں کے ہاتھوں ایک مرتبہ پھر ذلیل ہو گیا۔ اور میں کچھ بھی نہ کر سکی وہ بھی نہ رہ سکا وہ بھی بول پڑا اس کے بولنے کی دیر تھی کہ قاسم کا اس پر ہاتھ اٹھ گیا اور یہ بات طول پکڑ گئی اس نے کچھ غلط نہ کہا تھا صرف اتنا ہی کہا تھا کہ تم لوگ امیر ہو تو اور ہم غریب ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے اور تم لوگ یوں باتیں کرتے ہو جیسے ہم لوگ انسان نہیں ہیں بس اس نے اتنا ہی کہا تھا پھر جو ہنگامہ ہوا سب ہی حیران رہ گئے پروفیسر صاحب کلاس روم میں آ گئے تو ہنگامہ میں کچھ کمی واقعی ہوئی تو انہوں نے وجہ معلوم کی تو سب نے

زیب ہی قصور بتایا اس کا قصور بتاتے بھی کیوں نہ وہ سب ہی قاسم سے ڈرتے تھے۔

پتہ نہیں مجھے اس وقت کیا ہوا تھا شاید ان کی باتوں کا اثر تھا کہ میں نے بھی کہہ دیا کہ قاسم ٹھیک ہے وہ غلط ہے سارا ہنگامہ اس کے بولنے کی وجہ سے ہوا تھا میں جانتی تھی کہ اگر میں اسکی طرفداری کرتی تو سب کی نظروں میں تماشہ بن کر رہ جاتی اور میں تماشہ بننا نہ چاہتی تھی پروفیسر صاحب اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور پھر جب وہ واپس آیا تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا آنکھوں میں آنسو تھے اس نے کسی سے بھی کچھ نہ کہا اپنی کتابیں پکڑیں اور خاموشی سے کلاس روم سے باہر نکل گیا۔ صرف اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے اس نے اپنے ساتھی کو ساتھ لیا اور باہر نکل گیا میں نے یہی سوچا تھا کہ پروفیسر نے اس کو بلایا ہوگا مجھے کہ بات بہت آگے تک جا پہنچے گی اور ایک ایسا نتیجہ نکلے گا جو میری روح کو بھی گھائل کر جائے گا وہ لڑکا واپس آیا تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا وہ پریشان سا تھا خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اس نے بھی کسی سے کوئی بھی بات نہ کی ایک دن گزر گیا دو دن گزر گئے لیکن وہ نہ آیا میری پریشانی بڑھنے لگی میں اس کے متعلق سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگی میں نے اس بات کا ذکر قاسم سے بھی کیا کہ قاسم لگتا ہے کہ ہماری وجہ سے اس بیچارے۔۔۔ میں نے کچھ کہنا چاہا کہ وہ بول پڑا نہیں آتا تو نہ آئے ہمارا کیا قصور اس میں خود ہی گیا ہے اور خود ہی آ جائے گا لیکن مجھے پتہ نہیں کیوں یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ نہیں آئے گا کیونکہ ہم نے اس کی بہت بے عزتی کی تھی بے عزتی تو ان لوگوں نے کی تھی لیکن ان میں شامل میں بھی تھی گو کہ میں ان کے معاملے میں بولی نہ تھی لیکن پروفیسر سامنے گواہی تو میں نے بھی دی تھی کہ وہ قصوروار ہے۔ بس یہی فکر مجھے لگی ہوئی تھی میں نہ رہ سکی اور اس لڑکے کو بلایا جس کو وہ ساتھ لے کر باہر گیا تھا وہ میرے پاس آیا تو میں نے کہا زیب کیوں نہیں آ رہا ہے تو وہ بولا میڈم اب وہ کبھی بھی نہیں آئے اس کو کالج سے نکال دیا گیا ہے کیا گیا۔

میں سر سے پاؤں تک کانپی۔ جی میڈم صاحبہ پروفیسر صاحب نے اسکو نکال دیا ہے اور شاید اب اس کو کسی بھی کالج میں داخلہ نہ مل سکے۔ میڈم قصور آپ لوگوں تھا لیکن سزا اس کو ملی مستقبل اس کا تباہ ہوا میڈم کوئی بھی اس کی زندگی کے بارے میں نہیں جانتا ہے صرف میں ہی جانتا ہوں وہ اپنے دل کی ہر بات مجھ سے کر لیتا تھا ہر کوئی اپنی خوشیوں میں مگن ہے کسی نے بھی اس کے دکھ کو محسوس نہ کیا میڈم اس کے ماں باپ نہیں ہیں باپ تو اس کے بچپن میں فوت ہو گیا تھا جبکہ ماں صدیوں کی بیمار تھی اس کا علاج کروانے کے لیے اس نے اپنا مکان تک بیچ دیا کرایہ کے مکان میں آ گئے ایک ماں ہی تو تھی جو اس کا سہارا تھی یہ دو بہنوں کا بھائی ہے بہنوں کا بوجھ اور ماں کی دوائیوں لانے کے یہاں سے جانے کے بعد اخبار بیچتا جو کماتا وہ دوائیاں لے جاتا اور پکانے کے آٹا لے جاتا ان کے گھر کھانے پینے کی کوئی بھی چیز نہیں ہے ہر روز ہی وہ ایک شاپر میں تھوڑا سا آٹا لے جاتا جو شاید وہ صبح و شام استعمال کرتے تھے جس دن آپ کی سالگرہ تھی اس سے ایک دن پہلے اس کی ماں بھی مر گئی لیکن اس نے کسی کو بھی کچھ نہ بتایا اس دکھ کو وہ تنہا ہی برداشت کرتا رہا لیکن اس کو ڈر تھا کہ کہیں آپ اس کو کالج سے نہ نکلوا دیں اسی لیے وہ آپ کی سالگرہ میں چلا گیا اور دو دن پہلے آپ لوگوں کی وجہ سے وہ کالج سے نکال دیا گیا اگر میڈم آپ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیتی تو شاید اس کو کالج سے نہ نکالا جاتا آپ کی بات کو پروفیسر صاحب نے گہرا اثر لیا تھا اور آپ کی گواہی نے ہی اس کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا وہ باہر جا کر بہت رویا تھا کاش اس کے ساتھ کوئی ساتھ دیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔

وہ بولتا جا رہا تھا اور میں روتی جا رہی تھی اور پھر میں چیخ ہی پڑی ہاں میں اس کی قصوروار ہوں میں اس کو واپس لے کر آؤں گی میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا دکھی ہے اس کی زندگی نے اس کو اتنا بے بس کر رکھا ہے ہر وقت جو وہ ڈرا ڈرا سہما سہما رہتا تھا اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حالات نے اس کو توڑ کر رکھ دیا تھا اب وہ آئے گا تو میں آؤں گی ورنہ میں بھی نہیں آؤں گا مجھے اس کا گھر بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے میں نے اس لڑکے سے پوچھا تو وہ بولا سوری میڈم میں نے اس کا گھر نہیں دیکھا ہے بس اس کی کہانی کو جانتا ہوں ہاں جہاں وہ اکثر اخبار بیچتا نظر آتا ہے وہ جگہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں پلیز میڈم اس کو واپس لے آئیں اس کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری ہے ہو سکتا ہے پڑھ کر اس نے کتنے سپنے دیکھے ہوں میں نے کہا ہاں بھائی میں اس کو ضرور لے کر آؤں گی میری وجہ سے کسی کی زندگی تباہ ہو میں برداشت نہیں کر سکتی اتنا کہہ کر میں کالج سے باہر نکل گئی اور ڈرائیور کو ان راستوں پر ڈال دیا جہاں وہ اخبار بیچا کرتا تھا لیکن پورا دن گھومنے کے باوجود بھی وہ مجھے دکھائی نہ دیا رات کو گھر واپس آئی تو کمرے میں جا کر خوب جی بھر کر روئی وہ کوئی

میرے لیے غیر نہ تھا میرا اپنا تھا میرا محبوب تھا میں اس کے لیے پاگل تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتی ہوں کتنا اس کو چاہتی ہوں وہ میری زندگی تھا اور میرے پیار سے وہ بے خبر تھا میں اس بھلا کیسے تباہ ہوتا ہوا دیکھ سکتی تھی میں ہر روز اس کو ڈھونڈنے نکل جاتی اور ہر روز ہی ناکام واپس لوٹ آتی شاید وہ میرا شہر ہی چھوڑ گیا تھا شاید وہ جان گیا تھا کہ اس شہر میں ظالم لوگ رہتے ہیں اس کو کوئی بھی اپنا نہیں ہے

آج تین سال ہو گئے ہیں مجھے اس کو تلاش کرتے ہوئے لیکن میں اس کو ڈھونڈ نہ سکی ہوں میں اس کی جدائی میں اس قدر بکھر کر رہ گئی ہوں اس قدر ٹوٹ چکی ہوں کہ مجھے دنیا کی رونقیں بے معنی اور بے جان سی لگتی ہیں گھر والے میری وجہ سے بہت پریشان ہیں نہ کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے اور نہ کہیں جانے کو بس کبھی کمرے پڑی اس کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں اور کبھی یا پھر بنگلے کی چھت پر کھڑے ہو کر اس کی راہیں دیکھتی رہتی تھی میری اپنی ہی فیملی سے کئی رشتے آئے لیکن میں نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ جب میں کہوں گی تب میری شادی کا سوچنا ورنہ نہیں میری حالت دیکھ کر می پاپا ہر وقت پریشان رہتے اور ڈاکٹروں نے ان کو مشورہ دیا کہ اس کو کہیں گھومنے کے بھیجا کریں تاکہ اس کا ذہن فریش ہو اگر ایسے ہی رہے گی تو یہ بیمار ہوتی جائے گی ڈاکٹروں کی باتوں سے انہوں نے یہی مشورہ کیا کہ ہم اس کو فیکٹری بھیجتے ہیں وہاں اس کا دل لگا رہے گا اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا تو میں نے پہلے تو انکار کیا لیکن بعد میں ان کی بات مان لی کہ میں کل سے فیکٹری جاؤں گی اور پھر دوسرے دن اپنی لمبی سی گاڑی میں گن مینوں کی موجودگی میں فیکٹری چلی گئی وہاں لوگوں کا کافی رش تھا آج کئی سالوں کے بعد میں فیکٹری آئی تھی پاپا نے کافی ترقی کر لی تھی جس روم میں میں جا کر بیٹھی وہ بہت بڑا اور بہت ہی خوبصورت تھا یہی پاپا کا آفس تھا وہاں بیٹھتے ہی دل کو سکون سا مل گیا یہ آفس کیا تھا شیش محل تھا اندر بیٹھے ہوئے ہر کوئی کام کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور پھر یکدم میں اچھل پڑی۔

مجھے وہ دکھائی دیا اس نے ہاتھ میں چائے کی ٹرے پکڑی ہوئی تھی اور کام کرنے والوں کو چائے پلا رہا تھا اس کو آج عرصہ بعد دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آ رہا تھا کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں میں نے جلدی سے ایک ملازم کو بلایا اور کہا وہ لڑکا جو چائے لے کر آیا ہے یہاں ہی کام کرتا ہے کیا تو وہ بولا جی میڈم صاحبہ وہ یہاں پی این ہے۔ میز کرسیاں صاف کرنا کھانا لانا چائے بنانا اس کا کام ہے یہ تین سال سے یہی کام کر رہا ہے اف خدایا میں اس کی باتیں سن کر تڑپ اٹھی کہ میری وجہ سے اس کی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے اگر وہ پڑھ لکھ جاتا تو شاید آج کوئی افسر ہوتا میں نے اسے باہر بھیج دیا اور سوچنے لگی کہ کیا کروں کیونکہ میں جانتی تھی اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو وہ یہ آفس چھوڑ کر چلا جائے اتنے عرصے بعد تو اس کو دیکھا ہے پھر میں اس کو جانے کیوں دوں لیکن اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی میں نے ایک فیصلہ کر کے اس کو اندر بلا لیا اور کہہ دیا کہ اندر کوئی بھی نہ آئے جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے پہلی ہی نظر میں مجھے پہچان لیا وہ واپس مڑنے لگا تھا کہ میں نے اس کو آواز دے دی وہ جاتے جاتے رک گیا اس کا چہرہ ایک مرتبہ پھر مرجھا گیا میرے قریب آؤ میں نے روتے ہوئے کہا تو وہ میرے قریب آیا تو میں نے کچھ بھی نہ دیکھا اس کے پاؤں میں گر گئی اس کے پاؤں کو چومنے لگی اور چومتی ہی جانے لگی زیب مجھے معاف کر دو میں تیرے پیار میں پاگل ہو گئی ہوں مجھے معاف کر دو خدا کے مجھے معاف کر دو اس نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا تو میں اس کے گلے سے چمٹ گئی اور روتی جانے لگی آج مجھے ایک عرصہ بعد مجھے سکون ملا تھا ایسا سکون جس کے لیے میں تڑپتی آ رہی تھی اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے بہتے ہوئے آنسوؤں سے صاف کیا میں پاگلوں کی طرح اس کے ہاتھوں کو چومنے لگی وہ مجھے دیکھتا جا رہا تھا۔

زیب بہت پیار کرتی ہوں میں تم اپنے پیار کی آگ میں میں تنہا ہی جلتی آ رہی ہوں آج تیری بانہوں میں مجھے سکون مل گیا ہے مجھے ہمیشہ اپنی بانہوں کے حصار میں رکھنا مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہ جانا بہت سہہ لی ہے میں نے تیری جدائی اب ہمت نہیں ہے پلیز پلیز میں نے اس کے سامنے اپنے ہاتھ باندھ دیئے وہ مجھے دیکھتا ہی جا رہا تھا شاید اس کو یقین نہ آ رہا تھا کہ واقعی میں اس سے پیار کرتی ہوں واقعی میں اس کو چاہتی ہوں میرے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر میری باتوں کو سن کر اس کو مجھ پر یقین آنے لگا تو وہ مسکرا دیا۔ کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے میں نے بے چینی سے کہا ہاں میڈم۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا میڈم نہیں مہک صرف تمہاری مہک۔ میری اس بات پر وہ مسکرا دیا اور پھر اس نے اپنے بازوؤں کو کھول مجھے سمالیا۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔

ٹوٹا انسان

۔۔۔ریاض احمد۔ باغبانپورہ لاہور

وہ آج میرے ملک میں آ رہی تھی کئی سال کے بعد مجھے اس کا دیدار نصیب ہونے والا تھا۔ میں رات کا سفر کرتے ہوئے اس کو دیکھنے کے لیے جا رہا تھا اور پھر وہ مجھے دکھائی دی وہ بہت خوبصورت دکھائی دی تھی بالکل ایسی جیسے پرستان کی پری ہو۔ میں اس کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا وہ مسکرائی تھی اور پھر ہم سمندر کنارے ملے وہ میری زندگی تھی وہ میرا سب کچھ تھی اور ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں دعا کریں کہ ہم ایک ہو جائیں۔ ہمیں ہمارا پیار مل ہماری سانسوں کو سکون مل جائے پیاسی روحوں کو قرار مل جائے اے کاش ایسا ہو جائے۔ ایک سچی کہانی۔

زندگی نشیب فراز کا نام ہے دکھ اور سکھ کا نام ہے۔ خوشی اور غم کا نام ہے۔ آنسوؤں اور مسکراہٹوں کا نام ہے خزاؤں اور بہاروں کا نام ہے ہاں بالکل ایسا ہی ہے اور یہی زندگی ہے کہیں دکھوں میں گرا ہوا انسان زندگی کی آخری سانسیں لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کہیں خوشیوں میں مہکتا ہوا نظر آتا ہے یہ زندگی کسی کو آنسوؤں کے سمندر میں ڈبوئے رکھتی ہے تو کسی کو اتنی خوشیاں اور مسکراہٹیں دے رکھتی ہے کہ وہ یہ تک بھول جاتا ہے کہ زندگی میں دکھ نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں ہے میں نے ایسے ہزاروں چہروں کو دیکھا ہے جن کے دلوں میں ہزاروں زخم ہوتے ہیں دل ٹوٹے ہوتے ہیں خزائیں ان کا مقدر بنی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ جی رہے ہوتے ہیں اور ایسے انسانوں کو بھی دیکھا ہے جنہوں نے دکھوں کا نام بس سنا ہوتا ہے لیکن دکھوں سے ان کا واسطہ نہیں پڑا ہوتا ہے اور بقول ان کے کہ وہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے ہیں اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے بیت رہی ہے وہ جو چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں۔ آہ۔۔۔ کیسی زندگی ہے یہ۔۔۔ اور کیسے لوگ ہیں کہیں آنسوؤں کے سمندر تو کہیں کہیں خوشیوں کے گنگناتے نغمے۔ کہیں بے بسیاں لاچارگیاں تو کہیں رونقیں مسکراہٹیں۔ کہیں اندھیرے تو کہیں روشنیاں۔ زندگی کا نظام ایسے ہی چل رہا ہے اور شاید ایسے ہی چلتا رہے گا زیر نظر کہانی بھی ایسے ہی موضوع پر ہے یہ دو چاہنے والوں کی کہانی ہے جن کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے شدت سے پیار موجود ہے لیکن

شاید ان دونوں کا ملاپ بہت ہی مشکل ہو دونوں ہی ٹوٹے ہوئے انسان ہیں ایک دوسرے کو چاہنے کے باوجود بھی دونوں جانتے ہیں کہ ان کا ملاپ صرف اور صرف ان کی موت ہوگا لیکن اس کے باوجود بھی وہ ہاتھوں میں امید کی کرن لیے ہوئے ایک دوسرے کو اپنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اسی بارے میں وہ ہر لمحہ سوچتے رہتے ہیں کوئی بھی ایسا انسان ان کے درمیان نہیں ہے جو ان کی مدد کر سکے جو ان کو تسلی دے سکے ان کو حوصلہ دے سکے۔

جب وہ اپنے اردگرد تمام راستوں کو بند دیکھتے ہیں تو بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن جب ان کا پیار شدت اختیار کر جاتا ہے تو پھر ملاپ کی کوششیں شروع کر دیتے ہیں اور موت سے لڑنے کا پروگرام بنانے لگ جاتے ہیں ان کی زندگی ایسے ہی بیت رہی ہے کبھی مسکرا دیتے ہیں تو کبھی بے بسی ان پر سوار ہو جاتی ہے اور وہ صرف رو دیتے ہیں انہیں اپنے سامنے سماج کی اونچی اونچی فصیلیں دکھائی دینے لگتی ہیں تو وہ کانپ کر رہ جاتے ہیں ان کے چہروں پر زردی امڈنے لگتی ہے آنکھوں میں پانی کے قطرے چمکنے لگتے ہیں لیکن پھر وہ جوشیلے ہو جاتے ہیں کہ ہم نے ملنا ہے ایک دوسرے کو اپنانا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے کئی سالوں سے ان کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا ہے جو بھی وہ پروگرام بناتے ہیں موت ان کے سامنے آن کھڑی ہوتی ہے اور وہ بے بس سے ہو جاتے ہیں۔ان کی محبت کی شروعات کیسے ہوئی یہ سب ہم جانتے ہیں اور ان کے زبانی ہی سب کچھ سنتے ہیں۔کہ دونوں نے ایک دوسرے سے پیار کیسے کیا ایک دوسرے کے قریب کیسے ہوئے اور پھر کیا کیا وہ خواب دیکھتے رہے کیا کیا پلان ترتیب دیتے رہے ہیں یہ سب جانتے ہیں۔

لیکن نہیں ابھی نہیں ابھی مجھے ایک بہت اہم کام کرنا ہے مجھے اس زندگی کے بارے میں جاننا ہے لوگوں کے دلوں میں جھانکنا ہے لوگوں کے چہروں کو پڑھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ جب زندگی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں ان کے نزدیک زندگی کیا ہے میں اپنی کہانی کو طویل نہیں کرنا چاہوں گا کیونکہ اگر میں ہر کسی کے دلوں میں جھانکنا شروع کر دوں گا تب یہ کہانی حد سے بڑھ کر طویل ہو جائے گی میں صرف پیار کرنے والوں کے دلوں میں جھانک لیتا ہوں صرف ان سے ہی پوچھتا ہوں کہ انہوں نے زندگی کو کس نظر سے دیکھا ہے اور وہ اس کے بارے میں کیا کچھ کہتے ہیں میرے پاس ابھی بہت وقت پڑا تھا اور وقت کو گزارنے کے لیے مجھے لوگوں کے ہجوم میں ان نوجوانوں سے ملنا تھا جو محبت کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں یا پھر کھٹکھٹا چکے ہیں میں لوگوں کے ہجوم میں جا گھسا اور زندگی کے بارے میں ان کے نظریات کو جاننے کی کوشش کرنے لگا کہ انہوں نے زندگی کو کس نظر سے دیکھا ہے کیا کچھ کھویا ہے اور کیا کچھ پایا ہے میں نے ان لوگوں کے ہجوم میں ایک محبت کرنے والے کے دل کو جھانک لیا اور ایسے ہی کئی محبت کرنے والوں پر میری نظر پڑتی چلی گئی میں چلتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا اور اس سے زندگی سے متعلق پوچھا اس نے بتایا۔

زندگی تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر گزارنے کا نام ہے اتنا کہہ کر وہ چلا لڑکھڑایا اور نیچے زمین پر ڈھے سا گیا۔دوسرے عاشق سے پوچھا تو اس نے بتایا زندگی محبوب کے انتظار کا نام ہے کئی سالوں۔ سے میں محبوب کا انتظار کر رہا ہوں کہ شاید آج آئے شاید آج آئے اور شاید اس کے انتظار میں میری زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔تیسرے عاشق سے پوچھا تو اس نے بتایا زندگی محبوب کی مسکراہٹ کا نام ہے اسی کی مسکراہٹ میں ہی زندگی کے تمام خوشیاں مسرتیں پنہاں ہیں۔چوتھے نے بتایا زندگی محبوب کو حاصل کرنے کا نام ہے اور محبوب کو حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے بس اسے چاہا اور اپنا لیا پانچویں نے بتایا زندگی اندھیروں کا نام ہے اور یہ اندھیرے اس کے محبوب نے اسے دیے ہیں اسے ان اندھیروں میں چھوڑ کر وہ کسی اور کے ساتھ خوشیوں اور روشنیوں کی طرف چلی گئی ہے۔چھٹے نے بتایا کہ زندگی ایک ناگن ہے جس کا زہر بہت ہی میٹھا ہوتا ہے جو انسان کو دھیرے دھیرے موت کے منہ میں لے جاتا ہے ساتویں نے بتایا زندگی گنگنانے کا نام ہے محبوب کا پیار مل جائے تو ہر چیز گنگناتی ہوئی دکھائی دیتی ہے آٹھویں نے کہا زندگی آنسوؤں کا نام ہے وہ آنسو جو آنکھوں سے نہیں دل سے بہتے ہیں اور بہتے ہی رہتے ہیں ان آنسوؤں کو کوئی بھی نہیں دیکھ پاتا نویں نے بتایا زندگی دکھ کا نام ہے بس اس کے آگے کچھ بھی نہیں ہے اور پھر یکدم میری نظر دو ایسے انسانوں پر پڑی جو آپس میں لڑ رہے تھے ایک زندگی کو بے وفا دھوکے باز فریبی کا نام دے رہا تھا جبکہ دوسرا زندگی وفا حسین اور چاہت کا نام دے رہا تھا ان دونوں کی تکرار نے ہی ثابت کر دیا کہ اسی کو زندگی نے دکھوں غموں اور اذیتوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیا ہے جبکہ دوسرے نے خوشیوں مسکراہٹوں کے علاوہ کچھ دیکھا نہیں

ہے اس نے جو چاہا اسے مل گیا ہے جس کے خواب دیکھے تھے اس کو اپنا لیا تھا۔

یہ سب جان کر میں نے ایک سرد آہ بھری کیونکہ ان عاشقوں کی فہرست میں میرا اپنا نام بھی تھا اور میرے اپنے نزدیک زندگی جدوجہد کا نام ہے کیونکہ اپنے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے مجھے جدوجہد کرنا تھی اور اس کا پالینا ہی میری زندگی کا اہم مقصد تھا اور میں نے اپنا یہ مقصد حاصل کرنا ہے اور کر کے ہی رہوں گا۔اور قارئین آپ نے زندگی کو کس نظر سے دیکھا ہے اور کس نظر سے دیکھ رہے ہیں یہ سب اب آپ سب کو بتانا ہوگا میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گا کیونکہ آپ سب بھی اس زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں۔میں انہیں سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا انہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ کسی نے پیچھے سے زور سے میرے کندھے سے پکڑا اور جھنجھوڑ ڈالا بابو۔۔آپ کی ٹرین چل دی ہے اگر ٹرین نکل گئی تو تم یہیں کھڑے کے کھڑے رہ جاؤ گے اس کی بات سن کر میں بری طرح اچھلا میں نے اس شخص کی طرف نہ دیکھا میری نظر چلتی ہوئی ٹرین پر جا لگی جو پلیٹ فارم پر رینگ رہی تھی میں تیزی سے اس کی طرف بھاگا اور چلتی ہوئی ٹرین پر چھلانگ لگا کر چڑھ گیا ٹرین میں سوار ہوتے ہی میری نظریں اپنے محسن کو تلاش کرنے لگیں جس نے مجھے میری کھوئی ہوئی منزل دلا دی تھی اگر وہ مجھے نہ جھنجھوڑتا اور میں یونہی اپنے خیالوں میں ڈوبا ہوا رہتا تو اپنے محبوب کو کبھی بھی نہ دیکھ پاتا میرا یہ سفر اپنے محبوب کے دیدار کے لیے تھا وہ جہاز کا سفر کر کے آ رہا تھا اور صبح اس نے گیارہ بجے کراچی ائیر پورٹ پر اترنا تھا اس نے اپنے آنے کی نوید مجھے سنا دی تھی کہ میں آ رہی ہوں مجھے ملنے کے لیے آ جانا اگر مجھے ملنے نہ آئے تو میں پھر دوبارہ تم سے مل نہ سکوں گی اور میں پاگل تھوڑی تھا کہ وہ آئے اور میں نہ جاؤں ایسا بھلا کیسے ہو سکتا تھا میں نے ایک ایک ہاتھوں کی انگلیوں پر گن گن کر گزارا تھا اور آج جب اس کے ملنے کا دن آن پہنچا تھا تو میں کیسے رک سکتا تھا مجھے جانا تھا اور بس جانا تھا۔

میں نے ٹرین کی ٹکٹ ایک ہفتہ قبل ہی بک کروائی تھی یہ میری خوشی کی انتہا تھی کہ میں نے ہر روز ٹکٹ کو دیکھا کرتا تھا اور ہر روز کیلنڈر کی گزرنے والی تاریخ پر نشان لگا دیتا تھا میرا اس کی طرف سفر رات کا تھا مجھے صبح گیارہ بجے سے پہلے ائیر پورٹ پہنچنا تھا اور اس ٹرین نے مجھے صبح دس بجے کراچی اتارنا تھا اور اس کو ویلکم کہنا تھا اس کا دیدار کر کے اپنی پیاسی آنکھوں کو سکون دینا تھا اور یہ سب اس وقت میرے اس محسن نے کیا تھا جس کو میری نظریں تلاش کر رہی تھیں وہ مجھے پلیٹ فارم کی ایک نکر پر کھڑا دکھائی دیا یہ وہی قلی تھا جس نے میرا بیگ ٹرین میں رکھا تھا اور جانتا تھا کہ مجھے اس ٹرین پر سفر کرنا تھا اسی لیے تو اس نے کہا تھا کہ بابو آپ کی ٹرین نکل پڑی ہے اسے دیکھتے ہی میرا ہاتھ اپنی جیب میں چلا گیا اور پانچ سو کا نوٹ میرے ہاتھ میں آ گیا میں نے اس کی طرف لہرا دیا تھا میرے ہاتھ میں پانچ سو کا نوٹ دیکھ کر وہ تیزی سے میری طرف بھاگا اس کی بوڑھی ٹانگوں میں پیسہ دیکھ کر کسی جوان کی طرح طاقت آ چکی تھی ٹرین کی رفتار سے زیادہ اس کی رفتار تھی وہ ٹرین کے ساتھ بھاگتا ہوا میرے قریب آن پہنچا اور میرے ہاتھ سے پانچ سو کا نوٹ پکڑ لیا۔

انکل تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے مجھے میری کھوئی ہوئی منزل یاد دلا دی میں نے بلند آواز میں اس کا شکریہ ادا کیا لیکن ٹرن کے تیز وسل اور انجن کے شور میں میری آواز دب کر رہ گئی وہ میری بات کو سن نہ پایا جس ہاتھ میں اس نے پانچ سو کا نوٹ پکڑا ہوا تھا وہ ہاتھ فضا میں بلند کر کے لہراتا جا رہا تھا اور میں بھی جواباً ہاتھ لہراتا جا رہا تھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ موجود تھی۔میں نے محسوس کیا تھا کہ پانچ سو روپے ملنے پر وہ حد سے زیادہ خوش تھا جبکہ میرے نزدیک اس وقت پیسوں کی کوئی اہمیت نہ تھی میری ساری اہمیت میرا محبوب تھا جس کے لیے میں یہ سفر کر رہا تھا اور شاید یہ سفر میں اس قلی کی وجہ سے کر رہا تھا اگر وہ مجھے پہچان نہ لیتا اور مجھے میری منزل یاد نہ دلاتا تو میرے سب خواب دھرے کے دھرے رہ جاتے میرا محبوب مجھ سے ناراض ہو جاتا میں سب کچھ تو کر سکتا تھا لیکن اپنے محبوب کو ناراض نہیں دیکھ سکتا تھا اس کو ناراض کرتا بھی کیسے وہ ہی تو میرا سب کچھ تھا میری خوشی میری چاہت میری تمنا اور میری جان وہی تو تھی یہ میری اس سے ساتویں ملاقات تھی اور مزے کی بات یہ تھی کہ ہماری محبت کو بھی سات سال ہو چکے تھے وہ پاکستان صرف میرے لیے آتی تھی اور میں اس کا دیدار کرنے کے لیے لاہور سے کراچی جاتا تھا اس سے ملنے کے لیے مجھے یہ سفر بہت ہی اچھا لگتا تھا اور لوگوں کے نزدیک وہ اپنوں سے ملنے آتی تھی لیکن یہ بات وہ جانتی تھی یا میں جانتا تھا کہ اپنے خاندان والوں کے لیے نہ آتی تھی میرے لیے آتی تھی مجھے دیکھنے آتی تھی میں اسے دیکھ لیا کرتا تھا اور وہ مجھے دیکھ لیا کرتی

ی اور یوں دو سال سے ہماری ترسنے والی آنکھوں کو ایک دوسرے کا دیدار کر کے سکون مل جاتا تھا اور مجھے اس کا دیدار کرنے کے لیے بھی بہت احتیاط سے کام لینا پڑتا تھا کہ کوئی مجھ پر شک نہ کر سکے۔

ہمارا یہ دیدار کوئی گھنٹوں نہ ہوتا تھا صرف چند لمحوں کے لیے ہوتا تھا کیونکہ وہ اکیلی نہ آتی پوری فیملی اس کے ساتھ ہوتی تھی اور کوئی بھی یہ بات نہ جانتا تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے ایئر پورٹ کے ہجوم میں اس کی نظریں کس کو ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں۔ کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا اور میں بھی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے راتوں کو سفر کرتا ہوا اس کے پاس جا پہنچ جایا کرتا تھا ہماری محبت کو صرف ہم دونوں ہی جانتے تھے کوئی ہماری محبت سے واقف نہ تھا ہم نے کسی کو بتایا بھی نہ تھا ہم ڈرتے تھے کہ اگر کسی کو بتا دیتے تو ہو سکتا تھا کہ ہماری محبت جہاں تھی وہاں ہی رک جاتی کیونکہ وہ کوئی عام فیملی سے نہ تھی بہت اونچی اس کی فیملی تھی جب کہ میں ایک معمولی سا انسان تھا اسقدر معمولی کہ کئی بار مجھے شرمندگی کا سامنا بھی ہوتا تھا وہ اپنی خوبصورت گاڑیوں میں سفر کیا کرتی تھی جبکہ میرے پاس ایک پرانی سی سائیکل ہوا کرتی تھی اس کا اور میرا کوئی بھی جوڑ نہ تھا لیکن اس کو میری ان باتوں سے کوئی غرض نہ تھی اس کو صرف اور صرف مجھ سے محبت تھی اور ایسی محبت کہ جس کے بارے میں میں جتنا چاہے دعوے کر سکتا تھا اس کے دل میں کسی قسم کی کھوٹ نہ تھی جو بھی اس کے دل میں بات ہوتی تھی فوراً کہہ دیتی تھی اور یہی بات اس کی مجھے سب سے اچھی لگتی تھی وہ دل کی کھری اور سچی تھی۔

ہماری محبت کا آغاز ایک رنگ نمبر سے ہوا تھا مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب اس کا پہلا فون آیا تھا وہ جون کا مہینہ تھا اور بیس تاریخ تھی۔ اور ہم ہر بیس جون کو کیک کاٹا کرتے ہیں۔ اوہ مجھے یاد آیا۔ جون تو پھر آنے والا ہے بلکہ جب یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا یقیناً بیس جون ہی ہوگا مجھے اپنی جان کو وش کرنا ہے اگر میں نے اسے وش نہ کیا تو میری خیر نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ اس کی مجھے بہت کڑی سزا بھگتنا پڑے گی ایسی سزا جو میرے لیے بہت ہی اذیت ناک ہوگی اس سے قبل بھی مجھے اس سزا کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ کوئی جسمانی سزا نہیں دیتی ہے بلکہ اپنی آواز کو مجھ سے چھین لیتی ہے بات نہیں کرتی ہے اور جب اس کی آواز مجھے سنائی نہیں دیتی تو پھر میں ٹوٹ سا جاتا ہوں بالکل بجھ سا جاتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے وہی سزا دوبارہ دے مجھے اس کو وش کر لینے دو ہاں۔ ہاں۔ میں پہلے اپنی جان کو وش کر لوں میری پیاری سی سویٹی سی۔ میٹھی سی جان آج بیس جون ہے تیرے میرے پیار کے آغاز کا آج دن ہے۔ پچھلے سالوں کی طرح میں آج بھی وعدہ کرتا ہوں کہ میں صرف تیرا ہوں میرا پیار صرف اور صرف تیرے لیے ہے میری چاہت صرف اور صرف تیرے لیے ہے جب تک میرے جسم میں سانسیں چلتی رہیں گی میرا پیار میری چاہت اور میری محبت صرف اور صرف تمہارے لیے رہے گی تم کو بہت بہت بیس جون مبارک ہو۔ دیکھو ناراض مت ہونا یہ نہ کہنا کہ میں نے تمہیں وش نہیں کیا ہے اور میں یہ دن بھولا بھی نہیں ہوں۔ اور نہ ہی بھولوں گا۔ مجھے تمہاری وش کا انتظار رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ مجھے پاگل کہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے کہانی سناتے سناتے کس طرف چل دیا ہے مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے مجھے صرف تمہاری پرواہ ہے مجھے تمہاری ناراضگی سے خوف آتا ہے تمہاری سزا سے ڈر لگتا ہے کیونکہ تم میرا پیار ہو میری چاہت ہو میری محبت ہو۔ مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ تمہارا پیار چاہیے۔ آئی لو یو جان۔ آئی لو یو سو مچ۔ ایک مرتبہ پھر آپ کو بہت بہت بیس جون کا یہ دن بہت بہت اور بہت ہی زیادہ مبارک ہو والسلام تمہارا اپنا تمہارا شہزادہ۔

اس کو وش کرنے کے بعد مجھے روحانی سکون مل گیا تھا یوں لگا تھا کہ جیسے وہ میرے سامنے موجود ہے اور میں اس کو وش کر رہا ہوں اور ایسا ہی تو ہے وہ ہر لمحہ میرے سامنے ہی تو ہوتی ہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے وہ ہی تو میری سوچوں میرے تصورات میں چھائی رہتی ہے میں موبائل فون والوں کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے موبائل نکال کر ہمیں ایک دوسرے سے ملوایا اگر اس وقت میرے پاس موبائل فون نہ ہوتا اور نہ اس کا رونگ نمبر ملتا اور نہ ہم ایک دوسرے کے قریب ہوتے اور پھر یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس کی رونگ کال میرے ہی موبائل فون پر آئی تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شدید گرمی کا موسم تھا میں آفس میں گرمی کی شدت سے بے حال ہو رہا تھا کہ میرے موبائل پر کسی کا فون آ گیا تھا یہ بیس جون ۲۰۰۴ کا دن تھا تقریباً دو بجے کا وقت تھا جب میرے موبائل پر یہ فون آیا تھا میں نے کال دیکھی تو سوچنے لگا کہ یہ نمبر پاکستان نہیں ہے کسی دوسرے ملک کا نمبر ہے میں نے اس کو اوکے کر لیا تو دوسری طرف سے ایک ایسی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی کہ جس نے چند

لمحوں میں ہی مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ایسی حسین اور پیاری آواز میں نے اپنی پوری زندگی میں سنی نہ تھی وہ ہیلو ہیلو کر رہی تھی اور میں اس کی آواز کے جادو میں ڈوبا ہوا تھا پھر ہمت کی اور کہا۔

جی ہیلو۔ میری آواز سن کر وہ جھینپ سی گئی۔ میں نے شاہینہ سے بات کرنی ہے اس کی آواز مجھے سنائی دی میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی رونگ کال ہے میں نے کہا دیکھیں یہ نمبر شاہینہ کا نہیں ہے آپ کی کال غلط نمبر پر لگ گئی ہے لیکن آپ نے اپنی دور سے کال کی ہے جو مجھے بہت اچھا لگا ہے میری خوش قسمتی ہے کہ میرے موبائل پر کسی دوسرے ملک کی کال آئی ہے اگر مجھ سے چند باتیں کر لیں تو مجھے خوشی ہوگی میں نے محسوس کیا کہ وہ فون بند کرنا چاہ رہی تھی لیکن میں اس کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے باتیں کرتی جائے۔ مجھے اس کی آواز بہت ہی سکون دے رہی تھی اور میں چاہتا تھا کہ میں اس کی آواز کے جادو میں ڈوبا رہوں۔ میں جان بوجھ کر باتوں کا سلسلہ طویل کرتا رہا تھا اور وہ بھی میری ہر بات کا جواب دیتی جا رہی تھی میں ہر بات پر مسکرا بھی رہا تھا کیونکہ مجھے یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہ اس کی پہلی اور آخری کال ہوگی کیونکہ یہ محض ایک رونگ کال تھی۔ میں نے اس سے کتنی ہی باتیں کر ڈالیں۔ اس کے دل میں جو جھجک تھی وہ ختم ہو گئی تھی وہ بھی اب جواب دیتے ہوئے مسکرا دیتی تھی اس کی مسکراہٹ اس کی آواز کی طرح بہت ہی حسین تھی اور اس کے بولنے کا انداز بہت ہی میٹھا اور سندر تھا اس کے باوجود بھی وہ بار بار فون بند کرنے کی کوشش کرتی تھی وہ جب بھی فون بند کرنے کی کوشش کرتی تو میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگتا میں یہی چاہتا کہ وہ باتیں کرتی رہے اور میں اس کی باتوں کے سحر میں ڈوبا جاتا رہوں لیکن کب تک میں اس کو روکتا اس نے فون بند کر دیا لیکن میں نے اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ مجھے پھر کال ضرور کرے۔ وہ بولی تھی کہ کوشش کروں گی بس اس کے بعد کال کٹ گئی۔

میں ہاتھوں میں موبائل پکڑے اسے دیکھتا رہا۔ بھی آفس والے مجھے دیکھ رہے تھے کیونکہ میرے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ کیوں بھئی خیر تو ہے۔ فون سننے کے بعد مسلسل مسکرا رہے ہو لگتا ہے کہ کوئی خاص فون تھا ان کی بات سن کر میں ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گیا اور کہا ہاں یار واقعی یہ خاص فون تھا اگر دوبارہ پھر آ گیا تو۔ کیا مطلب میری بات سن کر وہ حیران سے ہوئے تو میں کہا رونگ کال تھی بس۔ اوہ۔ انہوں نے ایک سرد آہ بھری تھی اور اپنے کاموں میں لگ گئے تھے لیکن میں اس فون کال سے متعلق ہی سوچتا رہا تھا اس کی آواز میرے کانوں میں رس گھولتی جا رہی تھی اس کی مسکراہٹ اور اس کے بولنے کا انداز سب کچھ یاد آ رہا تھا اور بار بار یہی دعائیں کر رہا تھا کہ اس کی کال دوبارہ آ جائے پتہ نہیں کیوں دل اس کے لیے بے چین ہونے لگا تھا ایسا کیا تھا کہ دل اس کی خواہش کرنے لگا تھا میں محسوس کرنے لگا تھا مجھے اس سے پیار ہونے لگا ہے شدید پیار۔ وہ میری بہت اذیت میں گزری رات کا ایک پل بھی میں نے سو کر نہ دیکھا تھا رات بھر جاگتا ہی رہا تھا آج مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ پیار بھی کچھ ہوتا ہے میں تو آج تک پیار کو محض مذاق سمجھتا آ رہا تھا کہ آج کے دور میں بھی بھلا پیار ہوتا ہے لیکن آج احساس ہوا کہ میں غلط سوچا کرتا تھا پیار کسی بھی وقت ہو جاتا ہے پیار چہرے نہیں دیکھتا ہے اور نہ ہی حسن دیکھتا ہے بس ہوتا ہے تو ہو جاتا ہے رات ایسے ہی بیت گئی دوسرے دن میں آفس جا پہنچا سب آفس والوں سے پہلے میں پہنچا تھا رات بھر جاگنے سے مجھے نیند آنے لگی تو میں آفس میں ہی سو گیا کون کس وقت آیا میں جان نہ سکا آدھا دن میں سوتا ہی رہا یہ تو میرے لیے اچھی بات تھی کہ آج مالک نہ آیا تھا وہ اپنے آفس کے کام کے سلسلہ میں دوسرے شہر گیا ہوا تھا اگر وہ اس وقت آفس میں موجود ہوتا تو سونا تو دور کی بات اونگنا بھی مشکل ہو جاتا

جونہی دن دو بجے کا ٹائم ہوا تو اسی نمبر سے کال آ گئی کل والا نمبر دیکھ کر میری خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ رہا جی چاہا کہ ناچوں گاؤں۔ میں نے جلدی سے کال اوکے کی تو دوسری طرف سے اس کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی ہیلو جناب کیسے ہیں۔ اے ون۔ بس تمہارے فون کا انتظار ہو رہا تھا میری اس بات پر وہ مسکرا دی اور بولی تم سے فون کرنے کا وعدہ کیا تھا سوچا اپنا وعدہ نبھا دوں میں نے بہت ہی شکریہ کہ تم نے مجھ سے کیے گئے وعدے کو پورا کیا ورنہ مجھے یقین نہیں تھا کہ تمہاری کال آئے گی۔ دیکھ لو میں نے کال کر دی ہے ناں۔ پھر وہ مجھ سے میرے کام کے متعلق میری زندگی کے متعلق پوچھتی جانے لگی اور میں مسکرا مسکرا کر اس کی باتوں کا جو جو میرے منہ میں آتا گیا جواب دیتا گیا۔ آج کی کال کافی طویل ہو گئی تھی اس نے اجازت چاہی تو میں نے کہا پھر کال کرنے کا وعدہ کرو تو اجازت دے دوں گا میری اس بات پر وہ کھل کھلا کر ہس

دی اور بولی ٹھیک ہے جی وعدہ رہا اور پھر اس نے کال بند کر دی کتنی دیر تک میں موبائل فون کو ہی چومتا رہا کہ اس میں مجھے بہت سہانی آواز سنائی دی تھی ایسی آواز جسے میں سننا چاہتا تھا جو میرے دل پر اپنا جادو چلا چکی تھی جو مجھے پوری طرح جکڑ چکی تھی آج میں بہت خوش تھا یوں لگتا تھا جیسے خدا نے میری دعا قبول کر لی تھی آج کی رات، مجھ پر بہت پرسکون گزری تھی میں کبھی مسکرا دیتا تھا اور کبھی اس کی سوچوں میں کھو جاتا تھا اور پھر سو گیا۔ آج مجھے بہت میٹھی نیند آئی تھی۔ ایسی نیند جو میں اس سے قبل سویا نہ تھا۔

اور پھر ہر روز اس کے فون آنے لگے میرے دل میں چھپی ہوئی محبت انگڑائیاں لینے لگی جی چاہنے لگا کہ اس سے اظہار محبت کر دوں لیکن اس کے کھو جانے کا ڈر تھا کہ کہیں وہ میرے ان الفاظوں سے مجھے چھوڑ ہی نہ دے کیونکہ بقول اس کے کہ وہ صرف میری خوشی کے لیے مجھے فون کرتی ہے میں اپنے دل پر جبر کرتا رہا۔ اسے ان باتوں سے روکتا رہا ہماری لمبی لمبی باتیں ہوتیں۔ ہم دونوں ہر موضوع پر بات کرتے خاص کر موسم کے بارے میں ہماری باتیں ہوتیں اس کا وہاں موسم بہت سہانا ہوتا تھا جبکہ یہاں خوب گرمی ہوتی تھی وہ میرے والا موسم چاہتی تھی جبکہ میں اس کا موسم چاہتا تھا وہ چاہتی تھی کہ آسمان پر چمکتا ہوا سورج دیکھے بادلوں کا طویل سلسلہ ختم ہو جائے جبکہ میں اسے کہتا تھا کہ مجھے آسمان پر بادل اچھے لگتے ہیں میں ٹھنڈا موسم چاہتا ہوں وقت ایسی ہی باتوں سے بیتتا جا رہا تھا لیکن میں اکیلے میں تڑپتا رہا اس سے اظہار محبت کرنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا دل پر کنٹرول کرنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

ایک دن میں نے دل کی بات اس تک پہنچانے کا ارادہ کر لیا کہ میں اکیلے اب اذیت میں نہیں رہ سکتا تھا مجھے لگنے لگا تھا کہ اگر میں نے اب بھی اسے دل کی بات نہ بتائی تو میرا دل پھٹ جائے گا۔ سو میں نے دوسرے دن اس کا فون آیا تو دل کی بات کہہ ہی دی میں نے کہا میں تم سے کوئی اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میری اس بات پر مسکرا دی اور بولی ہاں جناب کہو کون سی اہم بات ہے جو مجھ سے کہنا چاہتے ہو میں بھی تو جانوں اس کی بات سن کر میں بجھ سا گیا یوں لگا کہ جیسے اس کے دل میں میرے لیے ذرا بھی محبت نہ ہو اور اگر میں نے دل کی بات کہہ دی تو کہیں وہ برا مان نہ جائے۔ جناب چپ کیوں ہو گئے ہو کہو کیا کہنا چاہتے ہو میں نے خود میں ہمت پیدا کی اور کہا ہمیں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور ان چھ ماہ میں میں نے اپنے دل میں جبر کیے رکھا ہوا ہے۔ میری بات سن رہی ہو ناں میں نے فون کے دوران پوچھا جی جی سن رہی ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ اس کی بات سن کر میں نے ایک آہ بھری اور کہہ دیا جان میں تم سے محبت کرتا ہوں شدید محبت ایسی محبت جو آج تک کسی نے کسی سے کی نہ۔ میں نے یکدم دل کی بات کہہ دی میری باتیں سن کر اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولی آپ کی بات کا جواب میں آج نہیں کل دوں گی اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

ٹکٹ چیک کرواؤ۔ یکدم مجھے ٹرین میں ٹکٹ چیکر کی آواز سنائی دی میں نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں ایک نظر ٹرین میں سفر کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے گپ شپ لگانے میں مصروف تھے اور شاید ان کا خیال تھا کہ میں سو رہا تھا لیکن یہ میں جانتا تھا کہ میں سویا ہوا تھا اپنے محبوب کے خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا وہی محبوب جس سے ملنے جا رہا تھا جس کے لیے میں سفر کر رہا تھا۔ میں نے جیب سے ٹکٹ نکالا اور چیکر کو دے دیا اس نے میرا ٹکٹ چیک کیا اور اگلی جانب چل دیا لیکن پھر مجھے کسی نے بھی خیالوں میں ڈوبنے نہ دیا ایک اڈھیر عمر شخص میرے قریب آن بیٹھا وہ دیکھنے میں یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے کبھی بہت خوبصورت ہو لمبے لمبے اس کے بال تھے اور چہرہ بہت ہی پرکشش تھا کہ اگر اس عمر میں بھی وہ کوئی شہزادہ دکھائی دے رہا تھا وہ بغور میرے چہرے کو دیکھنے لگا اس کے لبوں پر مسکراہٹ نہ تھی بلکہ اجڑا ہوا دکھائی دیا تھا وہ بولا لگتا ہے کسی سے پیار کرتے ہو اس کی بات سن کر میں چونکا وہ بولا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے دراصل میں نے تمہاری وہ باتیں سن لی تھیں جو تم نے اس قلی کو پانچ سو کا نوٹ دینے کے بعد کہی تھیں کہ تمہاری وجہ سے مجھے کوئی ہوئی منزل مل گئی ہے اگر تم مجھے سوچوں سے باہر نہ نکالتے تو شاید میں کسی بھی طرح اپنی منزل پر پہنچ نہ پاتا۔ اس کی باتیں سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور جھوٹ کا سہارا لیا کیونکہ میں اپنی محبت کو نشر نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے کہا جو آپ سمجھ رہے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے میری منزل میری نوکری تھی جو مجھے ملنی تھی میرا یہ جھوٹ کام کر گیا وہ مسکرا دیا اور بولا سوری میں نے تمہیں کچھ اور ہی سمجھا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ میری طرح تم بھی کسی لڑکی کو ملنے جا رہے ہو۔ لیکن خیر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

دراصل میں بھی اس منزل سے گزر چکا ہوں یوں سمجھ لو کہ میں ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں ایک ایسا انسان جس کو منزل تو مل گئی لیکن بعد میں میں نے خود ہی اس کو چھوڑ دیا مجھے ایسا کرنا پڑا تھا بہت عجیب سی کہانی ہے میری۔

ابھی صبح ہونے میں تقریباً چار گھنٹے پڑے ہیں اور یہ سفر بھی تقریباً ابھی کافی لمبا ہے سوچا کہ کچھ تمہاری سنوں گا کچھ اپنی سناؤں گا لیکن تمہاری بات سن کر مجھے احساس ہوا کہ ہر کسی کی منزل صرف پیار نہیں ہوتی ہے کوئی اور بھی ہو سکتی ہے اس کی باتیں سن کر میرا جی چاہا کہ میں اس کو اصل بات بتا دوں کہ میری منزل بھی پیار ہی ہے کوئی اور نہیں لیکن میں نے جو اس سے جھوٹ بولا تھا اس کو برقرار رکھنا چاہتا تھا بلکہ دل میں آیا کہ میں اس سے اس کی کہانی سنوں تا کہ دیکھوں کہ اس نے اپنی منزل کو کیوں اپنے ہاتھ سے نکال دیا میں نے کہا کہ آپ کی باتوں نے مجھے سوچوں میں ڈال دیا ہے ایسی کون سی بات تھی کہ آپ نے اپنی منزل کو خود ہی کھو دیا اور خود کو ٹوٹا ہوا انسان کیوں کہا ہے میری باتیں سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا ہاں مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا وہ میرے قابل نہ رہی تھی بلکہ کسی بھی کے قابل نہ رہی تھی وہ دھوکہ باز تھی نوجوان لڑکوں سے دل لگی کرنا اس کا مشغلہ تھا اور آج وہ اپنے اس مشغلے کا خود ہی شکار بنی ہوئی ہے وہ بالکل اکیلی رہ گئی ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس کو اپنا لوں لیکن نہیں میں اب ایسا کبھی بھی نہیں کروں گا میرا آدھا سر سفید ہو چکا ہے اپنی زندگی اس کے لیے گزار دی ہے اور دس سال بعد میں نے اس کو دیکھا ہے کئی دن سے تمہارے اس شہر میں تھا آج واپس جا رہا ہوں۔ اس کی باتوں نے مجھے تجسس میں ڈال دیا میں نے کہا اگر برا نہ محسوس کریں تو اپنی کہانی مجھے سنا سکتے ہیں وہ بولا اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے میں تو خود اسی لیے یہاں تمہارے پاس آیا ہوں کہ کچھ تمہاری سنوں گا کچھ اپنی سناؤں گا اتنا کہہ کر اس نے اپنی کہانی کا آغاز کر دیا قارئین کرام اس نے جو مجھے سنایا میں آپ کو سنا رہا ہوں بلکہ آئیں ہم سب ہی اس کی زبانی سنتے ہیں۔ کہ اس کے اندر ایسی کون سی کہانی ہے جس نے اس کو توڑ کر رکھ دیا ہوا تھا اور بقول اس کے کہ وہ ٹوٹا ہوا انسان ہے۔ میں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

میں ایک گلوکار انسان ہوں گانا میرا شوق ہے میں کوئی بہت بڑا گلوکار نہیں ہوں کہ لوگ میرے آگے پیچھے بھاگیں بس ایک شوق ہے جو میں پورا کرتا ہوں لوگ کہتے ہیں کہ میری آواز میں بہت دکھ ہے اور میں بولتا ہوں تو لوگوں کے دلوں میں میرے بول اترتے جاتے ہیں اب بھی میں دوست کی شادی پر گیا تھا اس نے مجھے اسپیشلی بلایا تھا کہ میں اس کی شادی میں چار اختر لگا دوں اور شاید میں ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا مجھ سے بھی بڑھ کر کسی اور نے ایسا گایا تھا کہ میں بھی دیکھتا رہ گیا تھا اور وہ گانے والی کوئی اور نہیں صنم تھی وہی صنم جو دھوکے باز تھی جو میری محبت کی دشمن تھی جس کی وجہ سے میں نے اپنی زندگی کو تباہ کر دیا تھا پہلے میں نے گانا گایا تھا اور میں درد غم میں رو دیا تھا اور پھر ہر گانے کے ساتھ میں روتا ہی رہا تھا اور پھر بعد میں اس نے گانا گایا تھا وہ بھی روتی رہی تھی اسے دس سال بعد دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا میں سمجھا تھا کہ وہ بہت اونچے گھرانے میں بیاہی گئی ہو گی اور شاید ایسا ہی تھا کیونکہ میری محبت کو ٹھکرایا بھی اس نے ایک دولت مند انسان کے لیے تھا۔ میرے پیار کی ضرورت نہ تھی بلکہ پیسے کی ضرورت تھی اس نے مجھے خود کہا تھا اختر میں جانتی ہوں کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو میرے لیے اپنی جان بھی دے سکتے ہو لیکن میں تمہاری بننا نہیں چاہتی ہوں میری منزل پیار محبت نہیں ہے دولت ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں تڑپ کر رہ گیا تھا میرا جسم کسی کرنٹ لگنے کی مانند کانپا اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔
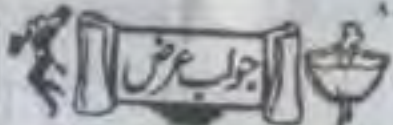
ایک دولت مند انسان مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور۔۔۔ اور میرے لیے اپنا سب کچھ لٹا سکتا ہے میں نے اس سے جھوٹ بولا ہوا ہے کہ میں نے صرف اس سے ہی محبت کی ہے وہ ہی میری پہلی اور آخری محبت ہے دیکھو اختر میری زندگی کو اذیت نہ بنانا کسی کو بھی خبر نہ ہونے پائے کہ ہم دونوں میں کوئی تعلق تھا یا ہے میرے پیار کو اپنے لیے ایک دل لگی ہی سمجھنا یا پھر اسے میری جوانی کی بھول سمجھنا کہ میں نے جذبات میں آ کر تم سے پیار کیا تھا جو میں پچھتا رہی ہوں لیکن پچھتاوا کیسا میں نے اپنی زندگی کو سنوارنا ہے زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس گاڑیاں ہوں دولت کی ریل پیل ہو نوکر چاکر ہوں میں اس زندگی کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں اور ایسا کرنے کے لیے میں نے ایک رئیس زادے کو پھانس لیا ہے پلیز چپکے سے میری زندگی سے کہیں دور چلے جاؤ دوبارہ اپنی شکل مجھے نہ دکھانا میں اسے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ گاڑی میں سوار بہت دور نکل گئی تھی میں اسے جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا تھا نئی اور بہت خوبصورت کار تھی اس کی
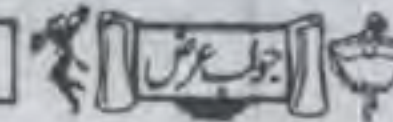
جسے کوئی نوکر چلا رہا تھا میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا کتنا آسانی سے اس نے اپنا دامن مجھ سے چھڑا لیا تھا اسے واقعی میرے پیار کی ضرورت نہ تھی میرا پیار اس کے لیے محض دل لگی تھا میری آنکھیں بہنے لگیں تین سال کا پیار اس نے ایک پل میں ختم کر دیا تھا میں جان ہی نہ سکا تھا کہ میری موجودگی میں وہ کسی اور سے ملتی تھی کسی ایسے انسان سے جو بہت دولت مند تھا میں تو اس پر بہت اعتماد کیے ہوئے تھا کیونکہ اس نے مجھے خود ہی کہا ہوا تھا۔

اختر دنیا بدل سکتی ہے لیکن تمہاری صنم کا پیار نہیں بدل سکتا ہے صنم نے تمہیں چاہا ہے اور تمہارے لیے ہی زندہ رہے گی اور تمہارے لیے ہی مرے گی لیکن اب دنیا تو نہ بدلی تھی وہ بدل گئی اس کا پیار بدل گیا تھا اس کی سوچیں بدل گئی تھیں اس کے بولنے کا انداز بدل گیا تھا۔ میں نے اس کے لیے کیا کچھ نہ کیا تھا سب کچھ چھوڑ دیا تھا لیکن وہ میری نہ بنی تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے پیار کی ابتدا خود ہی کی تھی ایک خط لکھ کر اس نے کہا تھا کہ جب سے تمہیں دیکھا ہے میں کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا یہاں تک اپنی نیند بھی بھول گئی ہوں ہر وقت تمہارا خوبصورت چہرہ میری نظروں سامنے رہتا ہے میں تمہارے پیار میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں یوں سمجھ لو کہ اگر تمہارا پیار مجھے نہ ملا تو میں اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں گی اور یہ بات کوئی مذاق نہیں ہے میں ایسا کر گزروں گی اس کی باتیں سن کر میرا دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا کیونکہ وہ مجھے بھی پہلی ہی نظر میں اچھی اور پیاری لگی تھی اس کو دیکھنے کے بعد دل میں اس کی اپناہت کی خواہش دل میں ابھرنے لگی تھی اور جو کام میں کرنا چاہتا تھا وہ خود اس نے کر دیا تھا اس نے خود اپنے دل کا حال لکھ کر میری مشکل حل کر دی تھی میں نے اس کے خط کا جواب دے دیا کہ تم نے مجھے اس قابل سمجھا ہے تو پھر پیچھے مت ہٹنا اور میں ہمیشہ قدم قدم پر تمہارا رہوں گا اور کبھی بھی تم سے بے وفائی نہیں کروں گا۔

میری باتیں سن کر اس نے کہا اختر ہاں میں جانتی ہوں کہ تمہارا پیار میرے لیے سچا ہوگا کیونکہ میں نے تمہاری آنکھوں میں بھی اپنے لیے محبت کو دیکھ لیا تھا اور پھر ہمارا پیار بڑھنے لگا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ میں اس کے پیار میں پاگل ہونے لگا تھا سرد راتوں کو میں اس سے ملنے چلا جاتا کبھی وہ مجھے ملتی اور کبھی گھر میں ہی سوئی رہتی۔ لیکن میں اس کی مسکراہٹ دیکھ کر شکوہ کرنا بھول جاتا تھا یہ بھی بھول جاتا تھا کہ میں پوری رات کھلے میدان میں سردی میں ٹھٹھرتا رہا ہوں میں جب اس کو ملتا تھا کوئی نہ کوئی گفٹ اسے ضرور دیتا تھا اسے چوڑیوں سے بہت پیار تھا اور میں چوڑیوں کا گفٹ اسے دیتا رہتا تھا اور جب ہم دن کے وقت ملتے تو میں اسے اس کی پسند کی چیزیں کھلایا کرتا تھا گو کہ میری مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود بھی میں اس کی ہر خواہش کو پورا کیا کرتا تھا ایک سال بعد وہ کچھ بدل سی گئی تھی اس کے بولنے کے انداز میں مجھے وہ اپنائیت دکھائی نہ دی تھی میں نے اس سے پوچھنا چاہا لیکن اس نے میری بات کو بہت خوبصورتی سے ٹال دیا تھا اور کہا تھا ایسا کچھ بھی نہیں ہے مجھ پر ہمیشہ اعتماد رکھنا۔ اس کی باتیں سن کر میں مطمئن ہو جاتا تھا لیکن میرے دل پر ایک بوجھ سا رہتا کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے میں اسے ملنے کا کہتا ہوں تو وہ ٹال مٹول سے کام لے لیتی ہے اور پھر مجھے لوگوں کی زبانی معلوم ہونے لگا کہ صنم آج کل کسی اور کے ساتھ دکھائی دیتی ہے یہ سن کر میں بجھ سا گیا مجھے لوگوں کی باتوں پر یقین آنے لگا کیونکہ میں خود اپنی آنکھوں سے اس کے بدلتے ہوئے رویئے کو دیکھ چکا تھا۔ لیکن پھر بھی سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ لوگ جھوٹ بولتے ہوں اس کے رویئے کی تبدیلی کی وجہ کوئی اور ہو میں نے اس بارے میں صنم سے بات کی تو وہ مسکرا دی اور بولی اختر لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دو ان کی عادتیں ہوتی ہیں ایک دوسرے کو جدا کرنا بھلا تمہارے ہوتے ہوئے میں کسی اور کا سوچ سکتی ہوں۔

اس نے یہ باتیں کچھ اس انداز سے کہیں کہ مجھے اس کی باتیں سچ اور لوگوں کی باتیں جھوٹ لگنے لگیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کر لیا اور ایک مرتبہ پھر وہ مجھے ملنے لگی لیکن جلد ہی اپنی روٹین پر آ گئی اور پھر سے بہانے بنانے لگی میں نے اس کی مجبوری سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ گھر والوں کے سامنے بے بس ہو لیکن میں کیا جانتا تھا کہ وہ کوئی اور کھیل کھیل رہی ہے ایک روز میں نے اپنی آنکھوں سے اسے کسی کے ساتھ دیکھ لیا اس نے بھی مجھے دیکھ لیا وہ کچھ شرمندہ سی ہوئی اس نے اپنی نظریں جھکا لیں اور اس کے ساتھ آگے کی طرف چل دی میں نے دیکھا کہ وہ لڑکا مجھ سے زیادہ حسین نہ تھا لیکن اس کے کپڑے بتا رہے تھے کہ وہ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کا ہے کیونکہ صنم نے ایک بھاری سا شاپر اٹھایا ہوا تھا جس میں یقیناً اس کے کپڑے اور دوسری چیزیں ہوں گی میں ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گیا جی چاہ کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن میں ایسا نہ

کر سکا مجھے اب دیکھنا تھا کہ وہ کیا کچھ کرتی ہے کئی دنوں تک میں اپنے گھر سے باہر نکلا باہر جانے کو جی ہی نہ چاہتا تھا اس کی بے وفائی نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا بس اپنے کمرے میں پڑا رہتا کہیں بھی آنا جانا نہ تھا۔

کئی دن گزر جانے کے بعد وہ ایک روز خود ہی میرے گھر میں چلی آئی مجھے دیکھ کر بولی اختر میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھ پر شک کرنے لگے ہو جو کچھ تم نے دیکھا تھا اس کے پیچھے حقیقت کچھ اور تھی وہ میرے لیے کوئی غیر نہ تھا میرا اپنا کزن تھا اور امی نے ہی مجھے اس کے ساتھ بھیجا تھا کہ میں کچھ شاپنگ کر کے لاؤں تم کو بتانا یاد نہ رہا تھا کہ وہ تین چار ماہ سے ہمارے گھر میں رہ رہا ہے اور ابھی کچھ ماہ تک اور رہے گا میں مانتی ہوں کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے لیکن میں تو اس سے پیار نہیں کرتی ہوں میرا پیار تو صرف تم ہو اگر تم نے مجھ پر شک کیا تو میں خودکشی کر کے تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی پتہ نہیں اس کی باتوں میں کیسا جادو تھا کہ مجھے اس کی بے وفائی کا جو صدمہ ملا تھا سب ختم ہو گیا میری چاہت ایک مرتبہ پھر اس کے لیے ابھرنے لگی وہ بولی اختر اپنی سوچوں کو اونچا رکھو تنگ ذہن نہ بنو کسی کے ساتھ چلنے پھرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان اس کا بن جائے مجھے تو تمہارے علاوہ کوئی اور سوجھتا ہی نہیں ہے اب تم نے ہمیشہ مجھ پر اعتماد رکھنا ہے یوں شک کرنے اپنی زندگی کو عذاب بنا لو گے اور میری زندگی بھی عذاب بن جائے گی میں نے اس سے سوری کر لی کہ میں نے تمہیں غلط جانا اس لیے میں معافی چاہتا ہوں میری اس بات پر وہ مسکرا دی اور کہا کہ اب کبھی بھی مجھے غلط مت سمجھنا اتنا کہہ کر وہ چلی گئی اور میں ایک مرتبہ پھر اس کے پیار میں پاگل سا پھرنے لگا وہ مجھے اس کے ساتھ اکثر دکھائی دیتی کبھی کہیں اور کبھی کہیں وہ مجھے دیکھ لیتی تھی لیکن اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتی تھی بلکہ اس کے ساتھ مسکراتے ہوئے مجھے بے اہمیت کرتے ہوئے آگے چل پڑتی میں بجھ سا جاتا لیکن چپ رہتا کیونکہ مجھے اس کی باتیں یاد تھیں کہ وہ اس کا کزن ہے اور جو کچھ کر رہی ہے امی کے کہنے پر کر رہی ہے اس میں اس کی اپنی مرضی شامل نہیں ہے اگر میں اس پر شک کرتا تھا وہ مجھ سے ناراض ہو جاتی اور میں اس کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا سو سب کچھ میں خاموش نظروں سے دیکھتا رہتا لیکن کبھی کبھار دل میں یہ بات آتی تھی کہ کہیں وہ مجھ سے جھوٹ تو نہیں بول رہی ہے کہیں وہ مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہی ہے کیونکہ اس کے ساتھ جس طرح وہ مسکراتی تھی اور باتیں کرتی تھی یوں لگتا تھا کہ وہ کسی مجبوری کے تحت اس کے ساتھ نہیں جاتی ہے بلکہ اس کی اپنی مرضی ہوتی ہے اور ایسے جیسے وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار بھی کرتے ہیں لیکن پھر میں خود ہی کہتا کہ نہیں اختر ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ اس کا پیار نہیں ہے اس کا پیار میں ہوں کیونکہ عورت کے بارے میں میں نے سن رکھا تھا کہ عورت زندگی میں صرف ایک بار پیار کرتی ہے اور یہی پیار اس کے لیے سب کچھ ہوتا ہے اور صنم نے تو مجھ سے پیار کیا تھا پھر وہ بھلا کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہے یہ باتیں سوچ کر میں اپنے دل کو تسلی دے دیتا تھا مجھے ایسا کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اگر میں اس کی ذات پر شک کرتا تو یہ میرے پیار کی توہین ہوتی اور میں اپنے پیار کی توہین کبھی بھی نہیں چاہتا تھا۔

اور پھر ایک دن وہ مجھے ملی اور کہنے لگی کہ وہ چلا گیا ہے میری اس سے جان چھوٹ گئی ہے اب میں آزاد ہوں تمہارے ساتھ کہیں بھی آنے جانے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اس کی باتیں سن کر میرے مردہ وجود میں پھر سے روح پھونک دی گئی تھی میں ایک مرتبہ پھر اس کے ساتھ چلنے پھرنے لگا لیکن ایک دن مجھے بہت حیرت ہوئی جب اس لڑکے کو میں نے اسی شہر میں دیکھا تھا وہ ایک دکان پر کھڑا تھا اور دکھ بھرے انداز میں ہمیں دیکھ رہا تھا اس کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں جیسے وہ مجھے کچھ کہنا چاہ رہا ہو لیکن میں نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا لیکن یہ بات ضرور ذہن میں آئی کہ صنم نے تو کہا تھا کہ وہ چلا گیا ہے لیکن وہ تو یہیں تھا یہ بات مجھے شک میں ڈالنے لگی لیکن صنم کی باتوں نے میرا دھیان ہٹا دیا وہ بولی اختر کیا بات ہے کچھ پریشان سے دکھائی دے رہے ہو میں نے کہا کہ نہیں پریشان ہونے والی بات تو نہیں ہے لیکن ایک بات الجھن میں ڈال رہی ہے آج میں اس لڑکے کو دیکھا تھا جو تمہارا کزن تھا تم نے کہا تھا کہ وہ چلا گیا ہے لیکن وہ تو اسی علاقے میں اسی شہر میں موجود ہے میری اس بات پر وہ ذرا بھی شرمندہ نہ ہوئی بلکہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اختر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کسی دوسرے شہر چلا گیا ہے میں نے کہا تھا کہ وہ ہمارے گھر سے چلا گیا ہے بس کچھ ہمارا آپس میں جھگڑا ہو گیا تھا اور میں نے اسے گھر سے نکال دیا تھا اس نے تمہارے بارے میں ایسی بات کر دی تھی جو مجھے پسند نہ آئی تھی اس نے کہا تھا کہ تم میرا پیچھا کرتے رہتے ہو کہیں مجھ سے محبت تو نہیں کرتے ہو میں نے اسے کہا تھا ہاں میں اس

سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی اور میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گی کہ تم میری زندگی میں جھانکو تم میرے کزن ہو بس کزن بن کر رہو بس اسی دن سے ہمارے درمیان چپقلس شروع ہوگئی تو میں نے اس کو گھر سے نکال دیا صنم کی باتیں سن کر میرا سر فخر سے بلند ہونے لگا کہ میرے لیے وہ کیا کچھ کر رہی ہے اور میں اس کے بارے میں کیا کچھ الٹ سوچ رہا ہوں میرے دل میں اس کی عزت اور زیادہ بڑھ گئی وہ بولی اختر اس کو منہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ ہوسکتا ہے کہ تم سے الٹی سیدھی باتیں کرے تمہیں میرے خلاف بھڑکائے لیکن اس کی باتوں میں مت آنا میں نے کہا صنم ایسا سوچنا بھی مت کہ میں کسی کی باتوں میں آجاؤں گا مجھے تو صرف تمہارا پیار چاہیے بس اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے میری اس بات پر وہ مسکرادی اور بولی ہاں اختر مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ جس طرح میں تم سے سچا پیار کرتی ہوں تم بھی مجھ سے اسی طرح سچا پیار کرتے ہو لوگوں کا تو کام ہی ایک دوسرے کے خلاف کرنا ہوتا ہے یہ کسی کو بھی خوش نہیں دیکھ سکتے ہیں ہمیشہ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا چاہیے اس نے بہت اچھی بات کی تھی واقعی لوگ چاہنے والوں کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں اور میں ایسے کیسے ہونے دے سکتا تھا۔

وہ چلی گئی اور میرے اندر پیار کی نئی روح پھونک گئی مجھے ایک مرتبہ پھر سب کچھ اچھا لگنے لگا میں ایک مرتبہ پھر دنیا میں آنے لگا اور پھر ایک دن میں اسی بازار میں چلا گیا کیونکہ ہمارے نزدیک وہی ایک بازار تھا جہاں سے میں صنم کے لیے چوڑیاں خریدا کرتا تھا میں ایک دکان سے اپنی صنم کے لیے چوڑیاں خرید رہا تھا کہ وہ میرے پاس آ گیا اور بولا مسٹر اختر مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی اس کی بات سن کر میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے صنم کی بات یاد آگئی کہ اختر اس کو منہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے وہ پیار کے خلاف ہے کوئی ایسی بات بھی کرسکتا ہے جو ہمارے درمیان جدائی ڈال دے اور میں نہیں چاہتی کہ ہم دونوں جدا ہوں۔

میں نے کہا میں جلدی میں ہوں پھر کبھی بات کرلیں گے وہ بولا اختر صاحب میں کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے لیے بہت ضروری ہیں کیونکہ میں تم کو اسی لڑکی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں جو مجھ سے پیار کرتی تھی اور مجھے کہتی تھی میں اس کا پہلا اور آخری پیار ہوں۔ اس کی زبان سے یہ بات سن کر میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا وہ بکھرا بکھرا سا دکھائی دیا تھا میں نے اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک دیکھی تھی پتہ نہیں کیوں مجھے اس کی اس حالت پر ترس آ گیا یوں لگا جیسے اس کے دل کو بہت بڑی چوٹ لگائی گئی ہو میں نے کہا ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو وہ بولا یوں بازار میں باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا ہے آؤ ہوٹل میں جا کر بیٹھتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوٹل میں چلا گیا تو ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا کہ صنم میرا پیار تھی میری رشتہ دار نہ تھی کیا میں اس کی یہ بات سن کر چونکا تو وہ ہاں اختر میری اس کے ساتھ کوئی بھی رشتہ داری نہ تھی بلکہ وہ میری دکان پر کپڑے وغیرہ خریدنے آتی تھی اس کی آنکھیں بتایا کرتی تھیں کہ وہ مجھ سے پیار کرتی ہے میرا دل بھی اسکی طرف کھینچا جانے لگا اور پھر ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے دیوانے ہوگئے میں اس کی پچھلی زندگی سے واقف نہ تھا اگر مجھے اس کی پچھلی زندگی کا کچھ بھی علم ہوتا تو شاید میں اس کے جھوٹے پیار میں اتنا آگے نہ بڑھ جاتا اور اپنی زندگی کو یوں روگ نہ لگالیتا اور نہ ہی اپنا کاروبار تباہ کرتا وہ ہر روز میری دکان پر آنے لگی اور جو جو اس کو کپڑے پسند آتے لے جاتی بلکہ میں خود ہی اس کو دے دیتا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ میں دوسری دکانوں سے بھی اس کو شاپنگ کرواتا۔

اختر وہ مجھے بس یہی کہتی تھی کہ میں ہی اس کا پہلا اور آخری پیار ہوں کسی اور کا سوچنا بھی میں گناہ سمجھتی ہوں میں اس کی چال کو دیکھ نہ سکا تھا میں اس کے پیار میں اجڑتا رہا تھا اور یہ سب کچھ میں شوق سے کر رہا تھا وہ اس انداز سے بات کرتی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ اپنا سب کچھ اس پر قربان کردوں اور ایسا ہی میں کرتا جا رہا تھا میں نے اکثر تمہیں اس کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا تھا میں ایک دو بار صنم سے کہا بھی تھا کہ یہ لڑکا ہر روز تمہارا پیچھا کرتا ہے تو اس نے کہا تھا کہ نعمان ایسے لوگوں کی طرف توجہ نہیں دیتے ان کی عادتیں ہی ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی بھی خوبصورت لڑکی دیکھ لیں تو اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں میں ایسے لوگوں کو منہ نہیں لگاتی ہوں۔ وہ لڑکا بولتا جا رہا تھا اور میں زمین میں دھنستا چلا رہا تھا جی چاہ رہا تھا کہ جا کر صنم کو مار ڈالوں اور اپنا بھی خاتمہ کردوں شرمندگی سے میری گردن جھکتی چلی جا رہی تھی اور وہ بولتا ہی چلا جا رہا تھا اس نے بتایا اب جبکہ میں خالی ہوگیا ہوں تو اس نے میرا پیار ٹھکرا دیا ہے مجھے یکھنا بھی گوارا نہیں کرتی ہے اور میں تم کو بھی

آگاہ کر رہا ہوں کہ سنبھل جاؤ کہیں میری طرح تم کو بھی رونا نہ پڑ جائے اس کی باتیں سن کر میں اپنے ہوش گنوا بیٹھا تھا۔ میں جہاں بیٹھا تھا وہیں ہی بیٹھا رہ گیا وہ چلا گیا اور میرا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا ہاتھ میں پکڑی ہوئی میں نے چوڑیاں اسی جگہ ٹیبل پر رکھ دیں کیونکہ اب مجھے اس سے نفرت کا احساس ہونے لگا تھا اس نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی مجھے نعمان کی وہ بات بار بار میرے دماغ میں گونج رہی تھی کہ نعمان ایسے لڑکوں پر توجہ نہ دو ان کا کام ہی خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں میں ایسے لڑکوں کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتی ہوں۔

میں کیسے گھر پہنچا یہ صرف میں ہی جانتا ہوں میں سیدھا جا کر اپنے بیڈ پر گر گیا ایک مرتبہ پھر میری زندگی اندھیروں میں ڈوبنے لگی ایک مرتبہ پھر اندھیرے مجھے اچھے لگنے لگے یہی سوچ بار بار مجھے ستائے جا رہی تھی کہ صنم کو مجھ سے پیار نہیں ہے اگر مجھ سے پیار ہوتا تو وہ میرے ساتھ ایسا نہ کرتی میرے دل کو یوں کھلونا نہ بناتی۔ میں اپنے کمرے میں ہی پڑا رہنے لگا کئی دن تک ایسا ہی رہا کہ وہ پھر میرے گھر آ گئی اور مجھے اندھیروں میں ڈوبا ہوا دیکھ کر اس نے بند لائٹ کو روشن کر دیا اور ایک گہری نظر مجھ پر ڈالتے ہوئے بولی یہ کیا پاگل پن ہے میں ہر روز تمہارا انتظار کرتی ہوں اور ایک تم ہو کہ لفٹ ہی نہیں کرواتے ہو اس نے اپنے مخصوص انداز میں بولنا چاہا لیکن میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا صنم میں نے کہا۔ میں اس سے ملا تھا۔ کس سے وہ تیزی سی بولی نعمان سے۔ نعمان کا نام سنتے ہی اس کو ایک جھٹکا سا لگا لیکن وہ جلد ہی سنبھل گئی اور بولی تو اسی لیے مجھے ملنے نہیں آئے تمہارا کوئی قصور نہیں ہے میں ہی پاگل ہوں جو تمہارا ہر روز انتظار کرتی ہوں ٹھیک ہے تم نے اپنا رخ موڑ لیا ہے تو تمہاری اپنی مرضی لیکن ایک بات کہہ دوں کہ اس نے جو کچھ بھی تم سے کہا ہے وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگیا ہے اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر تم میری نہیں بن سکتی تو میں تمہیں کسی اور کا بھی نہیں بننے دوں گا میں اس کو تمہارے اتنا خلاف کردونگا کہ وہ تمہارا نام بھی نہیں لے سکے گا اختر وہ کامیاب ہوگیا ہے اس نے مجھ سے تمہیں چھین لیا ہے اتنا کہہ کر اس نے ایک سرد سی آہ بھری تو اٹھ کر جانے لگی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا۔

نہیں اختر میں تمہاری کچھ بھی نہیں لگتی ہوں تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح نکلے ہو تمہارے پیار میں سچائی نہیں ہے تم نے مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا ہے جی چاہتا ہے کہ کوئی پھندا لے کر مر جاؤں بہت دکھ ہوا ہے مجھے تمہاری باتوں سے۔ اس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ میں تڑپ سا گیا میں نے کہا۔ نہیں صنم ایسی بات نہیں ہے میں کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہوں میری محبت پر شک مت کرو میں نے غلطی کی ہے جو اس کی باتوں میں آ گیا تھا اور خواہ مخواہ تم پر شک کرنے لگا تھا میں تم سے اس بات کی معافی چاہتا ہوں میری باتیں سن کر وہ بولی نہیں اختر ساری بات اعتماد کی ہوتی ہے اگر تم کو اعتماد ہی نہیں رہا تو پھر ایسی باتوں کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے وہ روہانسی سی ہوگئی۔ اس کی باتوں نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا میں نے کہا دیکھو میری جان میں تم سے معافی مانگتا ہوں آخری دفعہ معاف کردو یہ تو تم جانتی ہو کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے تم میرے پیار کو سمجھ نہیں سکی ہو جانتی ہو تمہاری ایک جھلک دیکھنے کے لیے میں پوری پوری رات سرد ہواؤں میں کھلے میدانوں میں کھڑا رہتا تھا جب تمہارا دیدار ہو جاتا تھا تب میں بہت سکون محسوس کرتا تھا میرے پیار میں کمی نہیں آئی ہے اس میں اضافہ ہوا ہے تم چیز ہی ایسی ہو کہ ہر کوئی تم سے پیار کرنے کے لیے بے چین ہو جاتا ہے بس ایک بار مجھے معاف کردو دوبارہ ایسی غلطی کی تو جو چاہے سزا دے دینا۔ مجھے تمہاری ہر سزا قبول ہوگی۔

میری باتیں سن کر اس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ اختر تمہاری بات مان کر میں اپنی ناراضگی کو ختم کرتی ہوں لیکن دوبارہ میرا دل دکھایا تو میں تمہیں تو کچھ بھی نہیں کہوں گی اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں گی اتنا کہہ کر وہ چلی گئی۔ اور میں اس سے متعلق سوچتا رہ گیا مجھے خود پر غصہ آنے لگا کہ میں نے کتنا بڑا الزام اس پر لگا دیا تھا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس نے مجھے منع بھی کیا تھا کہ میں اس سے نہ ملوں وہ اچھا انسان نہیں ہے خواہ مخواہ الٹی سیدھی باتیں کرکے ہم دونوں کو جدا کردے گا اور ایسا ہی ہونے لگا تھا اف میں نے دکھ بھری سانس لی اور پھر مطمئن ہوگیا۔ اس کے بعد پھر سے ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جتنا میں مرجھایا ہوا تھا اتنا ہی میں ہشاش بشاش ہوگیا۔ میرے چہرے پر پھر سے رونق ابھرنے لگی۔ میں نے اس پر شک کرنا چھوڑ دیا حالانکہ میں نے اس کو اس لڑکے کے ساتھ پھر سے ایک دوبار دیکھا تھا لیکن میں نے پھر بھی کوئی شک نہ کیا تھا کیونکہ وہ ان دونوں کا مسئلہ تھا اور پھر یہ بھی

ہوسکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کررہی تھی کہ میں اس کے بارے میں کیا کہتا ہوں اور میں پاگل تھوڑا تھا جو اس کو ناراض کردیتا۔ میں نے ایسا سوچنا بھی چھوڑ دیا تھا تقریباً ایک ماہ بعد وہ پھر سے مجھ سے دور دور رہنے لگی میں بات کرتا تو ہاں ہوں میں جواب دے دیتی ملاقات کرنے کو کہتا تو کبھی طبیعت کی خرابی کا اور کبھی کسی کام کا بہانہ لگا کر مجھے ٹال دیتی میں پھر بھی چپ رہتا کیونکہ میں اپنا عہد نبھاہ رہا تھا میں نے اس سے کہا تھا کہ میں زندگی میں کبھی بھی اس پر شک نہیں کروں گا اور اپنی باتوں پر قائم تھا۔

ایک روز میں نے اس کو ایک کار میں کسی کے ساتھ دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا اس لڑکے کو میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کررہی تھی غصہ تو مجھے بہت آیا لیکن میں برداشت کرگیا اور یہی سوچا کہ جب اس سے ملوں گا تب باتوں باتوں میں اس لڑکے کے بارے میں پوچھ لوں گا لیکن اس نے کوئی بھی موقع مجھے ایسا نہ دیا کہ میں اس سے بات کرسکتا۔ پھر وہ اکثر مجھے اس کے ساتھ دکھائی دینے لگی میں اس سے ملنے کی کوشش کرتا تو وہ یوں میرے قریب سے گزر جاتی جیسے مجھ کو جانتی تک نہ ہو ہماری محبت کو تین سال ہوچکے تھے اور ان تین سالوں میں اس نے ایسے ایسے مجھے زخم دیے کہ سوچ کر جی چاہتا کہ میں زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن نہیں میں ایسا نہ کرسکا تھا مجھے اپنے پیار کو نبھانا تھا اور پھر اس نے خود ہی مجھ سے کہہ دیا اختر میں نے تم سے کچھ چھپایا ہوا ہے لیکن میں اب مجھ سے ایسا کرنے کی ہمت نہیں ہے میں تمہیں کسی بھی دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتی ہوں میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے سچا پیار کرتے ہو اور بہت زیادہ کرتے ہو میرے ایک اشارے پر تم اپنی جان بھی دینے سے دریغ نہیں کرتے ہو۔

لیکن اختر میں تم کو اپنا نہیں سکتی مجھے دنیا کے ساتھ چلنا ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ دنیا پیسے کی دنیا ہے اگر پاس پیسہ ہے تو سب کچھ ہے اگر پیسہ نہیں ہے تو انسان بیکار ہے مجھے اس وقت تمہارے پیار کی ضرورت نہیں ہے مجھے پیسے کی ضرورت ہے اور میں نے ایسا کرنے کے لیے اس لڑکے کے ساتھ محبت کا کھیل شروع کررکھا ہے جس کو تم نے میرے ساتھ کئی مرتبہ دیکھا ہوا ہے میں اس سے شادی کرنے والی ہوں پلیز اب تم نے میرے راستے میں نہیں آنا ہے اور نہ ہی اس پر ظاہر ہونے دینا ہے کہ تم مجھے جانتے ہو اس کو میری ریکوئسٹ سمجھ لو یا پھر کچھ اور مجھے بے وفا بھی کہہ سکتے ہو کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل پر بہت اذیت ناک گھڑیاں گزر رہی ہیں لیکن میں مجبور ہوں مجھے معاف کردینا اتنا کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی اور میری نظروں سے دور ہوتی چلی گئی اور پھر کہیں دور جا کر غائب ہوگئی۔ وہ میری صنم نہ رہی تھی بہت بدل چکی تھی ایسی بدلی تھی کہ میں اس کو پہنچان ہی نہ سکا وہ یوں دکھائی دینے لگی تھی جیسے وہ کوئی عام فیملی سے نہ ہو بلکہ کسی اونچی فیملی سے ہو اور وہ چہرے سے لگتی بھی کوئی شہزادی تھی میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی میرا جسم لڑکھڑانے لگا یوں لگنے لگا کہ میرے جسم میں جان نہ رہی ہو میرا سر چکرانے لگا میں نیچے زمین پر گر گیا اور پھر مجھے اپنا ہوش نہ رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ مجھے اس وقت ہوش آیا جب خود کو ایک سفید چادر کے بیڈ پر موجود پایا وہاں کئی مریض موجود تھے میں سمجھ گیا کہ میں اس وقت کسی ہسپتال میں ہوں لیکن مجھے یہاں کون لایا تھا یہ میں جان نہ سکا ہوسکتا ہے کہ کوئی بہت ہی نیک انسان ہو۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ نعمان آگیا مجھے ہوش میں دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی بولا اختر شکر ہے کہ تم ہوش میں آگئے میں نے جو تمہاری حالت دیکھی تھی یوں لگ رہا تھا کہ تم ہسپتال میں پہنچنے سے پہلے پہلے موت کے منہ میں چلے جاؤ گے۔

میں نے صنم کو تمہارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ ایک بی ایم گاڑی سے نیچے اتر کر تمہارے پاس آئی تھی میں یہ سب دور کھڑا دیکھتا رہا اس کے جانے کی دیر تھی کہ تم چکرا کر گر گئے تمہارا پورا جسم پسینے میں نہا گیا تھا تمہاری سانسیں یوں چل رہی تھیں جیسے آخری ہوں میں نے اسی وقت ایک رکشہ کو روکا اور تمہیں ہسپتال لے آیا رات بھر تمہارے پاس ہی رہا لیکن تم پوری رات ہوش میں نہ آئے لیکن اتنا ضرور ہوا تھا کہ ڈاکٹروں نے تمہیں مرنے سے بچالیا تھا لیکن ہوا کیا تھا اس نے ایسی کون سی بات کردی تھی کہ تم بیہوش ہوگئے تھے نعمان کی باتیں سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا میرے دوست میں نے ہمیشہ اس کو اچھا جانا لیکن اب لگ رہا ہے کہ میں نے اس پر اعتماد کرکے بہت بڑی غلطی کی تھی میں نے تمہارے بارے میں اس سے بات کی تو وہ مجھے باتوں میں اس طرح لے آئی کہ تم مجھے جھوٹے لگے اور وہ سچی لیکن اس کے بعد تم بھی دیکھتے رہے تھے اور میں بھی کہ وہ گاڑیوں میں گھومنے لگی اور پھر نتیجہ ہمارے سامنے ہے وہ اس سے شادی کرنے والی ہے میری

بات سن کر وہ پریشان نہ ہوا تھا بلکہ خوش ہوا اور بولا چلو ایک بات تو اس نے اچھی کردی کہ شادی کا فیصلہ کرلیا ہوسکتا تھا کہ نجانے کتنے تمہارے میرے جیسے لڑکے اس کی جھوٹی محبت کا شکار بن جاتے میں نے جو تم کو کہا تھا کاش تم میری بات مان جاتے تو ایسی نوبت نہ آتی لیکن قصور اس کا بھی نہیں ہے ہمارا اپنا قصور ہے شاید ہم نوجوانوں کو عورت کے پیار کی ضرورت تھی کہ اپنا سب کچھ ایک عورت پر لٹا دیا میں پہلے پچھتا تا رہا تھا اور جی چاہتا تھا کہ اس کو ایسا مزہ چکھاؤں کہ وہ ہمیشہ یاد رکھے پھر سوچا کہ نہیں اس کا کوئی قصور نہیں ہے قصور میرا اپنا تھا حالانکہ میں دیکھتا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ آتی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں اس کی باتوں میں آکر اپنا سب کچھ اس پر لٹا تا رہا لیکن جو ہوا سو ہوا اب نہ اس کو ہماری ضرورت ہے اور نہ ہی ہمیں اور اختر ایسے ہمت نہیں ہارتے جیسے تم ہارنے لگے تھے عورت کی محبت اور اس کی بے وفائی کو کبھی بھی دل پر نہ لو بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دو وہ کسی اور کو پسند کرسکتی ہے تو ہم بھی کسی اور کو پسند کرسکتے ہیں تاکہ اس کو پتہ چل سکے کہ اس دنیا میں وہ اکیلی ہی نہیں ہے اور بھی اس سے بہت زیادہ حسین لوگ موجود ہیں۔

نعمان مجھے سمجھاتا رہا لیکن میں تو اس کی بے وفائی کے درد میں مبتلا تھا اس کی باتوں کو صرف سن رہا تھا اس پر توجہ نہ دے رہا تھا کہ وہ کیا کچھ کہہ رہا ہے میں ہوش میں آنے کے بعد اٹھ گیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا کئی دن تک میں ان راہوں کو دیکھتا رہا جن راہوں پر ہم دونوں چلا کرتے تھے پھر میں نے وہ شہر وہ ملک ہی چھوڑ دیا اور بیرون ملک چلا گیا مجھے اس کی بات یاد تھی کہ پیسے سے ہی انسان کی عزت بنتی ہے مجھے اب پیسوں کی ضرورت تھی میں اس سے بھی بڑا انسان بننا چاہتا تھا تا کہ اس کو معلوم ہوسکے کہ میں وہ اختر نہیں رہا ہوں جو ادھار پیسے پکڑ کر اس کے چوڑیاں خریدا کرتا تھا بلکہ وہ اختر ہوں جس کی لوگ خواہش کرتے ہوں۔

پھر میں نے پیسہ کمانا شروع کردیا اور کماتا ہی چلا گیا۔ اپنے ملک میں آنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا لیکن میں ایک بار ضرور جانا چاہتا تھا مجھے اس کے سامنے کھڑا ہونا تھا میرے دکھ اور صنم کی بے وفائی میں میں اکثر کام سے فارغ ہوکر کچھ نہ کچھ گنگناتا رہتا تھا اور میرے ساتھ رہنے والے دوست میری دکھ بھری آواز سن کر سکتے میں آجاتے تھے وہ مجھے کہتے کہ اختر تمہاری آواز میں بہت درد ہے گاتے ہو تو جی چاہتا ہے کہ بس تم کو ہی سنتے رہیں کیا پیاری آواز دے رکھی ہے خدا نے تم کو اور ہر بول ایسے بولتے ہو جیسے گانے والا جس کا تم گانا گاتے ہو وہ کوئی اور نہیں تم خود ہو تم اپنے فن کو آگے لے کر جاؤ لوگوں کو اپنی آواز سے مست کرو اور پھر انہوں نے ہی کچھ دوستوں سے مل کر ایک محفل سجالی جس میں کئی لوگ موجود تھے میں ان کی چال کو ذرا بھی نہ سمجھ سکا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے جب کافی سارے لوگ جمع ہوگئے تو میرا ایک دوست اسٹیج میں جا کر بولا آج کی یہ محفل ہم نے اختر کے نام کررکھی ہے وہ تم سب کو اپنی درد بھری آواز میں ایسا مست کریں گے کہ اپنا آپ تک بھول جاؤ گے بس پھر کیا تھا میں نے ڈرتے ڈرتے جو جو میں دوستوں میں گنگنایا کرتا تھا وہ لوگوں کے سامنے گاتا چلا گیا اور میں نے اتنی زیادہ داد وصول کی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا بس اس کے بعد اپنے دوستوں کے حلقے میں میرا ایک نام بن گیا اور میں ایک خاص مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا یہ سب میرے دوستوں کی مہربانی تھی کہ انہوں نے میرے درد کو دوسروں تک پہنچایا اور پھر میری جھجک خود بخود ختم ہوتی چلی گئی اور عزت کے ساتھ پیسہ بھی میرا مقدر بنتا رہا میں نے اتنے سارے نوٹ کما لیے کہ جس سے میں اپنے ملک میں اپنا بہترین گھر اور گاڑیاں وغیرہ خرید سکتا تھا میں دوستوں کو خدا حافظ کہہ کر اپنے ملک میں دس سال کے بعد واپس لوٹ آیا یہاں سب کچھ بدلہ بدلہ سا لگا جو میرے جاننے والے چہرے تھے ان کے چہرے بدل سے گئے اور ان کے سیاہ بالوں میں اختری دکھائی دی میرا استقبال نعمان نے ہی کیا۔ مجھے دیکھ کر وہ حیران سا رہ گیا۔

بولا یار اختر تم تو واقعی اختر بن کر لوٹے ہو ہم دیکھو کتنے بوڑھے ہوگئے ہیں اور تم ویسے کے ویسے جوان ہو میں اس کی باتیں سن کر مسکرادیا اور کہا نہیں یار میں بھی تمہاری طرح اپنی جوانی کھو چکا ہوں میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس نے شادی کرلی تھی مجھے اس کی شادی کا سن کر بہت خوشی ہوئی اور اس نے بتایا کہ نہ صرف شادی ہوئی ہے بلکہ تین بچوں کا باپ بھی ہے یہ سن کر مجھے اور زیادہ حیرانی ہوئی میں نے صنم کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ یہ شہر چھوڑ کر چلی گئی تھی اور اس کے بعد دوبارہ اس کو نہیں دیکھا کہ وہ زندہ بھی ہے کہ نہیں اس کی بات سن کر مجھے دکھ سا ہوا میں نے دل میں اس کی لمبی زندگی کی دعا کی کیونکہ جو کچھ ہوا تھا اس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا قصور ہمارا اپنا تھا ہم ہی اس کے پیچھے دیوانے ہوئے پھرتے

تھے اس کی بے وفائی ایک سبق ہمیں ضرور دے دیا تھا کہ کسی سے پیار نہیں کرنا چاہیے اگر پیار کرو تو کسی ایسی لڑکی سے جس کو پیار کی ضرورت ہو تا کہ وہ تمہارے لیے خوشیاں بنی رہے اگر صنم جیسی لڑکی سے پیار کرو گے تو اپنی زندگی کو عذاب بنا لو گے نہ جی سکو گے اور نہ ہی مر سکو گے۔

ارے بھئی کہاں کھو گئے ہو چلو گھر چلتے ہیں۔ نعمان نے لبوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا تو میں بھی مسکرا دیا اور اس کے ساتھ اس کے گھر چلا گیا وہاں اس کے بیوی بچوں سے مل کر ایسا احساس ہوا جیسے میں اپنوں میں آ گیا ہوں بہت پیارے اس کے بچے تھے اور پیار کرنے والی بیوی تھی اس کی بیوی کو دیکھ کر یہ کہنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا میں حسن کی کمی نہیں ہے خدا نے ایسا ایسا حسن دے رکھا ہے کہ آنکھیں جم کر رہ جاتی ہیں نعمان نے جو کہا تھا کر دکھایا تھا اس نے آج سے دس سال پہلے کہا تھا کہ دنیا میں صرف صنم ہی خوبصورت نہیں ہے یہاں اتنا حسن ہے کہ خود صنم بھی دیکھ کر حیران رہ جائے گی واقعہ ایسا ہی تھا اگر اس کی بیوی کو صنم دیکھ لیتی تو اس کو اپنا حسن پھیکا پھیکا اور ماند پڑتا ہوا دکھائی دیتا۔ میں دو دن اس کے پاس رہا ان دو دنوں میں بہت شغل ہوتا رہا بھابھی بھی زندہ دل خاتون تھی نعمان نے اس کو میری زندگی کے بارے میں بتا رکھا ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ چاہتی تھی میں کسی بھی طرح پریشان نہ ہوں اور اس نے مجھ سے گانے کی فرمائش کی تھی اس نے کہا تھا کہ نعمان نے بتایا ہے کہ آپ کی آواز میں بہت جادو جو بھی آپ کی آواز سنتا ہے مستی میں جھومنے لگتا ہے میں نے کہا نہیں بھابھی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے بس درد سا ہے آواز میں جب بولتا ہو تو یوں لگتا ہے کہ میری زندگی اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہ ایک روگ ہے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے میری آواز میں اتنا کہہ کر میں نے ان کو ایک گانا سنا دیا تو وہ میرے دیوانے سے ہو گئے بس بھابھی نے کہہ دیا اختر بھائی میری بہن کی شادی ہے اس میں آپ کو دعوت دوں گی آنا ضرور وہاں آپ کے فن کا مظاہرہ ہوگا اس کی بات سن کر ہم سب ہی ہنس دیئے۔

یوں دو دن ان کے گھر رہنے کے بعد اپنے ماں باپ کے پاس کراچی چلا گیا میں ان دس سالوں میں صنم کو بھول نہ سکا تھا اور اس کی یادوں کے سہارے زندگی گزار دی تھی میں شادی کرنا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ عورت ذات پر مجھے اعتماد رہا ہی نہ تھا صنم نے میرا اعتماد اس قدر چھین لیا تھا کہ ہر عورت مجھے بے وفا اور دھوکے باز دکھائی دینے لگی تھی پھر بھلا میں شادی کیونکر کرتا گھر والے میری آمد پر بہت خوش ہوئے اور اتنی خوشیاں انہوں نے منائی کہ مجھے یوں لگا کہ میں ان کے لیے خاص بیٹا ہوں۔ ہو سکتا تھا کہ یہ سب بھی پیسے کو ہی سلام ہو کیونکہ میرے پاس حد سے زیادہ پیسے تھے۔ چند ہی دنوں میں میں نے ایک بہت خوبصورت کوٹھی خرید لی اور اس میں شفٹ ہو گیا میں اکیلا رہنے کا عادی تھا سو یہاں بھی اکیلا ہی رہنے لگا تنہائی مجھے بہت اچھی لگتی تھی میں یہی چاہتا تھا کہ میں ہوں اور تنہائی ہو اور پھر پرانی یادیں ہوں بس یہی میں چاہتا تھا۔ ایک دن نعمان کا فون آ گیا وہ بولا اختر جلدی جلدی سے میرے پاس آؤ میری سالی کی شادی ہے صرف دو دن بعد وہاں بہت شغل ہوگا سنگر آ رہے ہیں اور ہم نے تمہاری آواز بھی سنی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اپنی آواز کا جادو چلاؤ اور سب کو مست کر دو تمہاری بھابھی بار بار کہہ رہی ہے کہ اختر کو ابھی سے دعوت دے دو خاص دعوت میں نے انکار کرنا چاہا لیکن اس نے مجھے صنم کی قسم دے دی میں مجبور ہو گیا اور شادی میں نہ صرف شرکت کی حامی بھر لی بلکہ اپنی آواز کا جادو بھی جگانے کی حامی بھر لی۔

دوسرے دن میں اپنے پرانے شہر کی طرف چل دیا دیا وہی شہر جہاں مجھے حد سے زیادہ پیار بھی ملا تھا اور حد سے زیادہ زخم بھی وہی سے ملے تھے میری اپنی گاڑی تھی میرا سفر بہت پرسکون بیت رہا تھا میں نے فل آواز میں میوزک لگا رکھا تھا تصور میں صنم کا چہرہ تھا وہ چاہے بے وفا تھی چاہے ہرجائی مجھے اس سے غرض نہ تھی بس اتنا جانتا تھا کہ وہ میرا پیار تھی اس نے مجھ سے پیار نہ کیا تھا میں نے کیا تھا اور میں بھلا اس کو بھول کیسے سکتا تھا میرا مقصد اس کو اپنانا نہ تھا اور نہ ہی کچھ اور سوچ تھی بس اس کے بارے میں سوچنا اچھا لگتا تھا ایسی ہی سوچوں میں میں اپنے پرانے شہر تک جا پہنچا نعمان نے میرا پرجوش استقبال کیا اور بولا اختر مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے تمہارے لیے ہی ہم رکے ہوئے تھے کہ تم آؤ تو ہم سب ایک ساتھ جائیں آج رات کو مہندی ہے اور پتہ چلا ہے کہ تیری بھابھی کے بھائیوں نے سنگر بلائے ہوئے ہیں آج رات وہاں بہت بڑا جشن ہونے والا ہے میں نے کہا یار میں نے بھی بس سننا ہے سنانا کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ سنگر لوگوں کے سامنے میں کچھ بھی گا نہیں سکوں گا وہ بولا یہ تو وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ کیا کچھ ہوتا ہے بس اب نکلنے کی کرو اتنا کہہ کر وہ سب میری گاڑی میں

سوار ہو گئے اور یوں اسی شہر کے دوسرے علاقے میں ہم جا پہنچے ایک مکان دلہن کی طرح سجا ہوا دکھائی دیا میں سمجھ گیا کہ یہی نعمان کے سسرال کا گھر ہے وہاں ہر طرف رونقیں تھیں قہقہے گونج رہے تھے ایک طرف اسٹیج تیار کیا گیا تھا جہاں نہ صرف مہندی کی رسم ادا ہونا تھی بلکہ وہاں رات بھر گانے کا شغل بھی ہونا تھا نعمان نے میرا ہر اس شخص سے تعارف کرایا جو ہمیں وہاں ملتا تھا رات کو مہندی کی رسم شروع ہو گئی جو تقریباً دو گھنٹوں تک جاری رہی مووی بنائی گئی رنگ برنگے کپڑے والی شہری لڑکیوں نے اس رسم کو بہت حسین بنا دیا تھا یوں لگتا تھا کہ میں پریوں کے دیس میں آ گیا ہوں ڈھولک کی تھاپ پر وہ رقص کرتی دکھائی دے رہی تھیں ان کے جھومنے کے انداز میں بہت ہی زیادہ پرکشی موجود تھی میں ان کو ہی دیکھتا رہ گیا اور پھر میری نظریں ایک چہرے پر جا کر رک گئی میں ٹھٹھک کر رہ گیا میں اس کو پہچان لیا۔

یہ صنم تھی ہاں صنم ہی تھی بالکل وہی چہرہ وہی حسن وہی نکھار وہی انداز وہ ذرا بھی نہ بدلی تھی اس کا دھیان میری طرف نہ تھا بلکہ ان رقص کرتی لڑکیوں کی طرف تھا وہ بہت محظوظ ہو رہی تھی اور پھر اس نے بھی ان لڑکیوں کے ساتھ رقص شروع کر دیا اس کا رقص دیکھ کر سب نے اپنا رقص چھوڑ دیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ واؤ وہ بالکل ایسے رقص میں جھوم رہی تھی جیسے بہت بڑی رقاصہ ہو اس کا ایک ایک انگ جھوم رہا تھا اس نے اس محفل کو لوٹ لیا تھا میں ایک کونے میں کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا نعمان بھی میرے پاس آ گیا اور بولا اختر اس لڑکی کو پہچانا کہ کون ہے میں نے کہا ہاں پہچان لیا ہے لیکن یہ یہاں کیسے۔ میں نے خودی میں کہا تو وہ بولا ہو سکتا ہے کہ میری سالی کی سہیلی ہو، ہاں ایسا ہی تھا میں نے اس کی بات کی تائید کی اور پھر وہ ان لڑکیوں کے ہجوم میں نکل کر کہیں غائب ہو گئی میری نظریں اس کو ڈھونڈتی رہ گئیں لیکن وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دی شاید اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اس لیے کہیں غائب ہو گئی تھی میں بس اس کے متعلق ہی سوچتا رہ گیا کہ وہ کہاں جا سکتی ہے۔

وہاں سنگر لوگوں نے اپنا میوزک سیٹ کرنا شروع کر دیا لوگ وہاں جمع ہونے لگے وہاں جشن ہونے لگا سنگر آتے رہے اور اپنا اپنا گانا گاتے رہے یکدم نعمان اسٹیج پر گیا اور بولا کہ آپ سب رنگ برنگے سنگر کو سن رہے ہیں جو اپنا کمال دکھا رہے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان سنگر میں میرا دوست بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرے لہذا میں اپنے دوست کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسٹیج پر آئیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کریں جناب اختر صاحب۔ اس نے بلند آواز میں میرا نام پکارا تو تالیاں گونجنے لگیں یکدم مجھے وہ دکھائی دی نجانے وہ کہاں چھپی بیٹھی تھی میرا نام سنتے ہی کسی تیز ہوا کی طرح وہاں آن پہنچی اور بالکل اسٹیج کے قریب ہی بیٹھ گئی اس کی نظریں مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں وہ پوری محفل میں بس مجھے ہی دیکھے جا رہی تھی میں نے درد بھرے گانے کا آغاز کر دیا جو اس پر پوری طرح فٹ بیٹھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی تھی اس کی آنکھوں رم جھم برسات جاری تھی باقی سب لوگ مستی میں جھوم رہے تھے۔ اور میں آنکھوں میں آنسو لیے درد بھری آواز میں بس بولتا ہی جا رہا تھا

دنیا میں کتنا غم ہے۔۔ میرا غم کتنا کم ہے
لوگوں کا غم دیکھا تو۔۔ میں اپنا غم بھول گیا
کوئی ایک ہزاروں میں۔ شاید ہی خوش ہوتا ہے
کوئی کسی کو روتا ہے۔ کوئی کسی کو روتا ہے
گھر گھر میں یہ ماتم ہے۔ میرا غم کتنا کم ہے
دنیا میں کتنا غم ہے۔۔ میرا غم کتنا کم ہے
اس کا ہے رنگ و روپ یہی۔ اس کو جیون کہتے ہیں
کبھی ہنسی آ جاتی ہے۔ کبھی نہ آنسو بہتے ہیں
دکھ سکھ کا یہ سنگم ہے۔ میرا غم کتنا کم ہے
دنیا میں کتنا غم ہے۔۔ میرا غم کتنا کم ہے
سب کے دل میں شعلے ہیں۔ سب کی آنکھ میں پانی ہے
جس کو دیکھو۔ اس کے پاس ایک دکھ بھری کہانی ہے
دکھیا سارا عالم ہے۔ میرا غم کتنا کم ہے
دنیا میں کتنا غم ہے۔۔ میرا غم کتنا کم ہے
لوگوں کا غم دیکھا تو۔۔ میں اپنا غم بھول گیا

میں اس گانے میں اس قدر مگن تھا کہ میری اپنی آنکھیں بھی بہہ نکلی تھیں اور میں نے دیکھا کہ ہر کوئی رو رہا تھا وہ بھی رو رہی تھی میں نے گانا ختم کیا اور سٹیج سے نیچے اترنے لگا تو سب نے مجھے دوبارہ کچھ گانے کو کہہ دیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ ابھی تک رو رہی تھی اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں میں نے لوگوں کی فرمائش کو پورا کرنے کے لیے ایک اور گانا شروع کر دیا۔

تیرے درد سے دل آباد رہا۔
کچھ بھول گئے۔ کچھ یاد رہا
تیرے درد سے دل آباد رہا۔

کچھ بھول گئے۔ کچھ یاد رہا
نصیبا بھی کیا رنگ لایا۔ کہاں لا کے ہم کر ملایا
اپنی وفا کے گونج نہ پائیں۔
مل کے بھی تجھ سے ہم مل نہ پائے
دردِ دل ہم کیسے کہیں۔ دور بھی ہم کیسے رہیں
تیرا غم تیرے جانے کے بعد رہا
کچھ بھول گئے۔ کچھ یاد رہا
تیرے درد سے دل آباد رہا۔
کچھ بھول گئے۔ کچھ یاد رہا
جان وفا تجھ کو کیا دیں۔ دل کہہ رہا ہے دعا دیں
ارمان بجھے ہیں سپنے تمہارے۔
مر مر کے تو ہم زندہ ہیں
بے خودی میں ہم کھو۔ پھر جدا تجھ سے ہو گئے
چاہت کا جہاں برباد رہا۔ کچھ بھول گئے کچھ یاد رہا
تیرے درد سے دل آباد رہا۔
کچھ بھول گئے۔ کچھ یاد رہا

وہ میرا گانا سن کر زور زور سے رودی باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا وہ بھی رو رہے تھے خاص کر عورتیں اور لڑکیاں اور شاید ان میں ان لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی جس محبت میں ہار گئی تھیں میں اسٹیج سے نیچے اترنے لگا کہ نعمان اٹھ کھڑا ہوا اختر وہ بہتی ہوئی آنکھوں سے بولا صرف ایک گانا اور سنا دو دیکھو ساری محفل ہی تمہارے دکھی آواز پر آبدیدہ ہے پلیز یار انکار نہ کرنا۔ میں اس کی بات کو موڑ نہ سکا سو چند لمحات تک سوچا اور پھر گانا شروع کر دیا۔

عشق ہساتا ہے۔ عشق رولاتا ہے
عشق دیوانہ یہاں سب کو بناتا ہے.
عشق بن کہیں چین نہ آتا ہے
دل رو کیا بڑا وے۔ تو کیا بڑا وے
عشق نے دل کی نہ مانی۔ نہ مانی
عشق ہساتا ہے۔ عشق رولاتا ہے
عشق دیوانہ یہاں سب کو بناتا ہے.
کوئی ہم کو صرف یہ بتا دے۔ تنہائی کیوں ملے عشق میں
اک چوٹ سی لگی دل میں۔ پوچھ نہ کیا ہوا
آنکھوں میں ہیں چھپے آنسو۔ ہونٹوں پہ بس ہے دعا
دل رو کیا بڑا وے۔ تو کیا بڑا وے
عشق نے دل کی نہ مانی۔ نہ مانی
ہر پل رہتی بڑی بے قراری۔ کوئی کیسے جیئے یار بن
انجانے میں دیوانوں سے۔ ہوتی ہے یہ خطا
منزل ملے گی کب کسی کو۔ کس کو یہاں ہے پتہ
دل رو کیا بڑا وے۔ تو کیا بڑا وے
عشق نے دل کی نہ مانی۔ نہ مانی
عشق ہساتا ہے۔ عشق رولاتا ہے

تین گانے گانے کے بعد میں اسٹیج سے نیچے اتر آیا ایک نظر میں نے سب کو دیکھا وہاں مکمل خاموشی تھی گہرا سکوت تھا ہر کسی کی آنکھ میں نمی اتری ہوئی تھی میں نے اس کی طرف دیکھا اس نے اپنے دوپٹہ کے پلو اپنے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کیا تھا اور پھر یکدم اسٹیج پر جا پہنچی اور درد بھرے انداز میں گانے لگی اس کی آواز سن کر میں چونک سا گیا یوں لگا کہ وہ عام لڑکی نہ ہو بلکہ بہت بڑی سنگر ہو۔ اس کی آواز گونجی تو ہر طرف سکوت چھا گیا میں خود بھی حیران تھا کہ واقعی یہ وہ ہے یا پھر کوئی سنگر ہے جس کی آواز گونجی اور گونجتی ہی چلی گئی

قسمت والوں کو ملتا ہے پیار کے بدلے پیار
ہم کو پھولوں کے بدلے کانٹوں کے ہار
قسمت والوں کو ملتا ہے پیار کے بدلے پیار
میں نے اک دیوتا کو من میں بسا کے
سپنوں کا محل سجایا تھا
ٹھکرا کے زندگی کے میں نے سکھ سارے
اپنا جس کو بنایا تھا۔
اس نے ہی میرے دل کے توڑے ہیں تار
قسمت والوں کو ملتا ہے پیار کے بدلے پیار
ہر اک انسان کی تقدیر کا جیون سے ناطہ تو ہے بڑا ہی
قریب کا۔ مل جائے جو کسی کو اچھا جیون ساتھی۔
کھیل ہے جہاں میں یہ نصیب کا
کس کو سناؤں اپنے دل کی پکار
قسمت والوں کو ملتا ہے پیار کے بدلے پیار

اس کے ان درد میں ڈوبے ہوئے بولوں پر اس پر نوٹوں کی بارش ہونے لگی گانے کے دوران وہ جھوم نہ رہی تھی بلکہ رو رہی تھی اس کی آنکھیں بہتی جا رہی تھیں اس کی آواز ایک درد تھا اور سوز تھا ایسا درد جو میری آواز میں بھی نہ تھا اس نے محفل لوٹ لی تھی میں بھی اس کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا میں نے دیکھا کہ کوئی سایہ میری طرف تیزی آ رہا تھا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ وہی تھی۔

اختر۔ اس کی درد میں ڈوبی ہوئی آنسوؤں میں بھیگی ہوئی آواز مجھے سنائی دی۔ میں تڑپ کر رک گیا۔ کہاں چلے گئے تھے آپ۔ اس نے مجھے جھنجھوڑ ہی دیا اپنی صنم کا پتہ ہی نہیں لیا کہ وہ کس حال میں ہے میں نے کہاں کہاں تمہیں نہیں ڈھونڈا تم تو ایسے غائب ہو گئے تھے جیسے اس شہر میں کوئی تمہارا اپنا ہے ہی نہیں بتاؤ۔ کہاں چلے گئے مجھے چھوڑ کر میں اس کی باتیں سن کر چونک اٹھا اور کہا پلیز صنم یہ فضول باتیں چھوڑو۔ نہیں اختر نہیں۔ یہ فضول باتیں نہیں ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے تمہیں سنانے کے عرصہ دراز سے اپنے دل میں چھپا رکھی تھیں مجھے تمہاری تلاش تھی دیکھ میرے پاؤں کو چھالوں کو جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ میں نے تمہیں کہاں کہاں تمہیں ڈھونڈھا ہر اس جگہ جاتی رہی ہوں جہاں ہم کبھی بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے جہاں ہمارے پیار کا آغاز ہوا تھا جہاں تم نے ساتھ دینے کے وعدے کئے تھے اختر میں نے تمہیں چھوڑ کر بہت دکھ اٹھائے ہیں اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں رہی ہے کہ میں دکھوں کا مقابلہ کر سکوں اختر میں بہت اکیلی رہ گئی ہوں بہت تنہا رہ گئی ہوں میں تمہارا ساتھ چاہیے مجھے تمہارا پیار چاہیے وہی پیار جو تم مجھ سے کیا کرتے تھے اختر میں جان گئی ہوں کہ دنیا میں ہر چیز دولت ہی نہیں ہوتی ہے سب سے بڑی پیار ہوتا ہے اگر انسان کی زندگی میں پیار نہ ہو تو انسان کی ہر چیز بیکار اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے مجھے معاف کر دو دیکھو میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں اتنا کہہ کر اس نے میرے سامنے اپنے ہاتھ باندھ دیئے اس کی آنکھیں اس وقت ساون بھادوں برسا رہی تھیں میں اس کے بندھے ہاتھوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نعمان کو آتے ہوئے دیکھ لیا اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی جو اس وقت صنم سے زیادہ پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ لو جی ہم نے پورا گھر چھان مارا ہے تمہاری تلاش میں اور تم ہو کہ یہاں۔ اتنا کہہ کر نعمان نے صنم کی طرف دیکھا تو بولا اوہ تو تم۔۔ پلیز نعمان۔ وہ روتی میں اختر کی قصوروار ہوں اس کو کہو کہ مجھے معاف کر دے وہ سسک پڑی پلیز آپ میری مدد کریں اس نے نعمان کی بیوی کا بازو تھام کر کہا اس نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی اور بولی میں تمہاری کہانی سے انجان ہوں میں نہیں جانتی ہوں کہ تم دونوں میں کیا تعلق ہے اور کیسی ناراضگی ہے۔

وہ بولی میں تم کو سب کچھ بتاتی ہوں لیکن خدا کے لیے میری تنہائی کو ختم کر دیں میں گھٹ گھٹ کر مر رہی ہوں مجھے میرے کیئے کی سزا مل گئی ہے میں نے جو کچھ کھویا وہ سب کچھ پانا چاہتی ہو میں نے اپنا پیار کھو دیا تھا دولت کے حوس میں میں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا میں سمجھتی تھی کہ دولت ہی ہر مشکل کا حل ہے دولت سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے لیکن میری سوچ غلط تھی مجھے سب کچھ مل گیا لیکن پیار نہ مل سکا وہ پیار جو میں چاہتی تھی جو میرے اختر نے مجھ سے کیا تھا میں بھٹک گئی تھی اور ایسی بھٹکی تھی کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پاس کچھ بھی نہ رہا تھا سب کچھ مجھ سے چھین چکا تھا۔ میں نے پیار کو ایک کھیل سمجھ لیا تھا مجھے پیسے کی تلاش تھی پیار کی نہیں لیکن کہتے ہیں کہ عورت اپنا پہلا پیار کبھی بھی نہیں بھول سکتی ہے سو میں بھی اپنا پہلا پیار نہ بھول سکی میرا پہلا میرا اختر تھا اسی نے مجھے پیار کرنا سکھایا تھا اسی نے مجھے وفا کرنا سکھایا تھا جب دولت مل گئی تو میں سمجھی کہ میری زندگی کا مطلب پورا ہو گیا لیکن میں کیا جانتی تھی کہ یہ سب کچھ میری زندگی نہیں ہے میں اس کی بیوی بن گئی لیکن اس کا پیار نہ بن سکی مجھے ہر چیز ملنے لگی لیکن پیار نہیں۔ وہ اپنا پیار دوسری عورتوں پر لٹاتا چلا رہا تھا مجھے اس نے تنہا کر دیا تھا اسے میری ضرورت نہ تھی ایک باندھی کی ضرورت تھی جو اس کے سب کام کرے جو مجھے کرنے پڑتے تھے نہ کرتی عبرتناک اذیت کا نشانہ بنتی۔ میں روتی تڑپتی لیکن کوئی بھی میری سننے والا نہ ہوتا میں ہوتی اور میں خون میں بھیگی ہوئی سسکاریاں۔

بہت گھٹن ہونے لگی تھی مجھے اس بڑے مکان سے وہ خوبصورت میرے لیے قید خانہ تھا جہاں میں قید کی جا چکی تھی تب مجھے احساس ہوا کہ میں بہت بڑی غلطی کر چکی ہوں مجھے اپنے محبوب کے دل سے نہیں کھیلنا چاہیے تھا تب سے اس کو ڈھونڈھ رہی تھی اب یہ دس سال بعد مجھے ملا ہے تو مجھ سے اپنا دامن چھڑا رہا ہے۔ یہ کہہ کر وہ رودی نعمان نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کے چنگل میں نہ پھنسوں کوئی بہت بڑی چال لیکر یہ دوبارہ میری زندگی میں آنا چاہتی ہے ایک مرتبہ پھر میری زندگی کو عذاب بنانا چاہتی ہے اس کی چال سے بچ کر رہوں میں اس کا اشارہ سمجھ گیا اور کہا اب ہمیں گھر چلنا چاہیے ہو سکتا ہے لوگوں کو ہماری ضرورت ہو اتنا کہہ کر ہم واپس گھر چلے آئے میں محسوس کرنے لگا کہ جس طرف بھی میں جاتا صنم کے آنکھیں میرا ہی تعاقب کر رہی ہوتیں۔ شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی صنم کی کوشش تھی وہ ہر اس جگہ میرے ساتھ ہو جہاں میں ہوں میں جدھر میں جاتا وہ ایک سایہ کی طرح میرا تعاقب

کرتی دکھائی دیتی شاید اس کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ پھر سے مجھے کھو نہ دے لیکن مجھے نعمان کی باتیں بھی یاد تھیں کہ یہ کوئی نئی چال چلنا چاہتی ہے اس سے ہوشیار رہنا کیونکہ دودھ کا جلا ہوا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے یہی حال اس لمحے نعمان کا تھا وہ جانتا تھا کہ یہ عورت حسین ناگن ہے اس کا کام ہی ڈسنا ہے چاہے وہ اس کا کتنا ہی ہمدرد کیوں نہ ہو یہ ڈس کر ہی سکون لیتی ہے وہ بھی اس کی جھوٹی محبت کا شکار ہوا تھا اس کی زندگی بھی تو اس نے برباد کی تھی اور میری تو تھی ہی برباد۔ میں ایک الجھن کا شکار ہو کر رہ گیا ایک طرف اس کے بہنے والے آنسو تھے اور دوسری طرف اس کا ماضی جو بہت ہی تلخ تھا جس میں بے وفائیوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا اور یہ سب جانتے ہوئے بھی بھلا کیوں اس کے حسین جال میں پھنس جاتا میں تو ہو سکتا تھا کہ دوبارہ اس کی طرف مائل ہو جاتا کیونکہ مجھ سے اس کی آنکھوں کے آنسو نہیں دیکھے جاتے تھے میں اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا لیکن نعمان نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے قابو آؤں وہ جانتا تھا کہ رسی جل جاتی ہے لیکن بل نہیں جاتے حالات نے اس کے دل میں پیار تو شاید ڈال دیا تھا لیکن وہ پھر کسی بھی وقت بھٹک سکتی تھی۔

کہانی سنا کر اختر نے ایک سرد آہ بھری اور بولا نوجوان تم نے دیکھا تھا کہ مجھے ریلوے اسٹیشن پر کوئی چھوڑنے آیا تھا وہ وہی تھی صنم جس کو معلوم پڑ گیا تھا کہ میں جا رہا ہوں حالانکہ میں نے اپنی گاڑی بھی نعمان کو دے دی تھی کہ وہ رکھ لے کیونکہ صنم کی نظریں میری گاڑی پر تھیں کہ جب تک گاڑی وہاں رکی رہے گی میں اس کے شہر میں موجود رہوں گا لیکن پتہ نہیں کیسے اس کو خبر ہو گئی کہ میں ٹرین کا سفر کرنے والا ہوں وہ بھاگتی ہوئی آ گئی دیکھو ریلوے اسٹیشن پر لوگوں کے ہجوم میں مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی لیکن میں گاڑی میں سوار اس سے چھپا ہوا اس کو دیکھنے میں مگن تھا میں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اپنا آپ اس کو دیکھا دیا تو مجھے پورا یقین ہے کہ وہ بھاگتی ہوئی آ جائے گی اور میرا بازو پکڑ کر کھینچ کر لے جائے گی۔ تم نے دیکھا نہ تھا کہ ایک حسینہ یہاں کھڑی تمام ٹرینوں کی ایک ایک بوگی میں جا کر کسی کو تلاش کر رہی تھی وہ کسی اور کو نہیں مجھے تلاش کر رہی تھی جب وہ میری بوگی میں آئی تھی تو میں نے کسی کا پرانا پھٹا ہوا کمبل اوپر اوڑھ لیا تھا وہ سب کچھ دیکھ کر مایوس ہو کر چلی گئی تھی۔

یہ کہہ کر اختر نے گھڑی کی طرف دیکھا تو بولا لو بھئی لگتا ہے کہ کراچی آنے والا ہے ہماری منزل آنے والی ہے میں نے اس کو گہری نظروں سے دیکھا اور کہا اختر بھائی ایک بات کہوں۔ ہاں کہو۔ میں نے کہا اپنی صنم کو جا کر اپنا لو وہ اب بے وفائی نہیں کرے گی اب اس کو دولت کی تمہاری ضرورت ہے اسے پیار چاہیے تمہارا پیار۔ وہ پاگلوں کی طرح تمہارے پیچھے بھاگتی آئی ہے اس کا مطلب جانتے ہو کہ اس کو تمہاری ضرورت ہے جو کچھ اس نے کیا اس کو معاف کر دو۔ اس کو جا کر اپنا لو جس کرب سے وہ گزر رہی ہے دوبارہ اس کو اس اذیت میں نہ ڈالو جاؤ آ ۔ تر جاؤ اس کو اب مزید سزا نہ دو ہو سکتا ہے کہ اب کی بار وہ تمہاری جدائی کو برداشت نہ کر سکے۔ میری باتیں سن کر اس نے ایک آہ سی بھری اور بولا ہاں لگتا تو مجھے بھی ایسا ہی کہ جیسے اب اس کو میری ضرورت ہے لیکن اس نے مجھے بہت توڑ کر رکھ دیا تھا میں ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔ ہاں اختر جانتا ہوں کہ تم واقعی ایک ٹوٹے ہوئے انسان ہو لیکن تمہاری طرح اب وہ بھی ٹوٹی ہوئی عورت ہے اس کی زندگی بنا پیار کے بیت رہی ہے اس کو سہارا چاہیے جاؤ اس کا سہارا بن جاؤ یہ پیار بہت ظالم ہوتا ہے انسان کو سکون نہیں لینے دیتا میں جانتا ہوں کہ تم اس کے بغیر بھی جی نہ پاؤ گے۔ اس کی یاد میں گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتے جاؤ گے کیونکہ تمہارے دل پر اسی کا قبضہ ہے وہ ہی تمہارا پیار ہے وہ ہی تمہاری زندگی ہے اب یہ نہ دیکھو کہ اس نے تمہیں کتنے زخم دیے ہیں بلکہ یہ دیکھو کہ وہ سچے دل سے تمہیں پکار رہی ہے جاؤ اس کی طرف لوٹ جاؤ ہمیشہ کے لیے۔

اتنا کہہ کر میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا اختر تم محبت کرنے والے انسان ہو میرے بارے میں بھی تم نے غلط نہ تھا میں کسی نوکری کی تلاش میں نہیں جا رہا ہوں اپنے محبوب کا دیدار کرنے جا رہا ہوں وہ میرے لیے صرف میرے لیے میرے ملک نن آ رہا ہے دیکھو کتنا حسین سفر لگ رہا ہے مجھے کہ میں لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب ہو رہا ہوں اور تمہارا سفر کتنا کٹھن ہے کہ تمہارا دھیان پیچھے کی طرف ہے کیونکہ تمہارا محبوب پیچھے ہے میری باتیں سن کر وہ ہنس دیا اور بولا لگتا ہے کہ میری طرح تم بھی مجنوں ہو واقعی میرا سفر کٹھن کا شکار ہے بار بار یہی سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ کسی بھی سٹاپ پر اتر کر واپس اپنی صنم کے پاس لوٹ جاؤں اب تم نے بھی میرے دل کی عکاسی کر دی ہے کہ اس کو میرا انتظار ہے اسکو میری ضرورت ہے سو میں آج ہی واپس چلا جاؤں گا میں اس کی بات سن کر ہنس دیا اور کہا یہ

ہوئی ناں بات لیکن اکیلے نہ جانا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا مجھے یہاں کوئی بھی کام نہیں ہے صرف اپنے محبوب کا دیدار کرنے جا رہا ہوں اس کا دیدار کر کے بے چین دل کو سکون دے کر واپس لوٹ جاؤں گا بس اس کے علاوہ مجھے کوئی بھی کام نہیں ہے میری باتیں سن کر وہ ہنس دیا اور بولا ٹھیک ہے نوجوان میں تمہارا اسی جگہ ریلوے اسٹیشن پر انتظار کروں گا مجھے گھر نہیں جانا ہے یہاں سے ہی واپس اپنی صنم کے پاس جانا ہے تم بھی جا کر اپنے محبوب کا دیدار کرو کیونکہ محبوب کے دیدار میں ہی دل کا سکون ہے دل کو چین ہے اور دل کا قرار بھی محبوب کے دیدار میں ہے۔ ہاں ٹھیک کہا تم نے بالکل ہی ایسا ہے پیار کرنے والوں کو صرف اور صرف ایک ہی چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ چیز محبوب کا دیدار ہوتی ہے پیار کرنے والا کچھ بھی نہیں دیکھتا ہے نہ دن دیکھتا ہے نہ رات دیکھتا ہے نہ طوفان اس کو روک سکتے ہیں اور نہ ہی سورج کی جلتی گرمی اس کی راہ کی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور پھر ساتھ ہی کہا اختر تمہاری آواز میں بہت ہے بہت سوز ہے مجھے بھی کچھ سنا دو میں بھی تمہاری آواز کے سوز میں ڈوبنا چاہتا ہوں۔ میری بات سن کر اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولا کیوں نہیں یار تم میرے شریک سفر رہے ہو میرے دکھ کو تم نے ہی سمجھا ہے یہاں دیکھو کوئی سو رہا ہے کوئی اپنوں سے گپیں لگا رہا ہے ایک تم ہو جو میرے درد کو جاننے کے لیے بے چین تھے اتنا کہہ کر وہ کچھ سوچنے لگا اور پھر ٹرین میں اس کی درد بھری آواز گونجنے لگی۔

کسی اور کے نام کی مہندی۔ ہاتھوں میں نہ اپنے بھرنا
ٹھکرا کے محبت میری۔ کبھی کسی اور سے پیار نہ کرنا
تم تو شاید جی لو میرے بن۔ جی نہ پاؤں گا میں تیرے
بن۔ لے جائے جو تم کو چھین کر۔ ہو۔ کاش کبھی نہ آئے ایسا دن
تم سے بچھڑ کر اور کسی کا۔ ہو نہ سکوں گا۔
جس میں تیرا پیار ہے۔ وہ دل کسی کو میں دوں گا
ہونا نہ جدا مجھ سے۔ جینا دشوار نہ کرنا
ٹھکرا کے محبت میری۔ کبھی کسی اور سے پیار نہ کرنا
ہاتھوں کو نہ میرے چھوڑنا۔ ہو۔ دیکھو میرا دل نہ توڑنا
مر جاؤں گا میں ہو کر جدا۔ ہو۔ تم کو قسم ہے منہ نہ موڑنا
تم ہو میری کہہ بھی دو ناں۔ اور کسی کی تم نہ بنو گی کہہ بھی
دو ناں۔ کوئی جھوٹی قسم نہ کھانا۔ جھوٹا اقرار نہ کرنا
ٹھکرا کے محبت میری۔ کبھی کسی اور سے پیار نہ کرنا

میں اس کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں کھویا ہوا تھا میری آنکھیں رم جھم بنی ہوئی تھیں گاڑی وصل پے وصل دے رہی تھی وہ ہمیں آگاہ کر رہی تھی کہ تمہاری منزل آنے والی ہے رات کی تاریکی اپنا وجود کھو چکی تھی صبح کا سہانا اور دلفریب اجالا اپنے پر پھیلا چکا تھا پانچ بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے جب ٹرین ایک سٹاپ پر رکی تھی جن لوگوں کی منزل آن پہنچی تھی وہ لوگ ٹرین سے نیچے اترتے چلے گئے اور پلیٹ فارم سے باہر نکلتے چلے گئے یہ غالباً روہڑی تھا جہاں ہم کھڑے تھے وہاں ہی ہم نے ناشتہ کیا اس کے بعد گاڑی نے اپنی پھر رفتار پکڑ لی رات مرجھا چکی تھی دن کا اجالا ہر طرف پھیل چکا تھا ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی گاڑی وصل پر وصل دیتے ہوئے ہواؤں کے دوش پر اڑتی چلی جا رہی تھی دس بجے کے قریب اس نے ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دیا بہت اچھا لگا تھا جب میں اپنے محبوب کے شہر میں جا کر اترا تھا یہ میرے محبوب کا شہر تھا ہر طرف مجھے خوشبو ہی خوشبو ہی محسوس ہو رہی تھی دل مسرور ہو رہا تھا۔

میں نے جلدی سے ایک حمام میں جا کر غسل کیا اپنے بالوں کو سنوارا اور ائیر پورٹ کی طرف چل دیا میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کروں کیونکہ میں اپنی محبوبہ کی عادتوں سے اچھی طرح واقف تھا اس کی بات نہ مانی جائے تو ایک طوفان میری زندگی میں آ جاتا ہے وہ کہتی کچھ بھی نہیں ہے بس اپنی آواز کو روک لیتی ہے اس کی آواز رکتے ہی میری زندگی اجیرن بن جاتی ہے یوں لگنے لگتا ہے کہ میرا سب کچھ کھو گیا ہے یہ میری سزا ہوتی ہے جو بہت ہی عبرتناک مجھے لگتی ہے اور میں ہر سزا تو برداشت کر سکتا ہوں وہ خاموش رہے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا ہے۔ میں ٹیکسی کے ذریعے یہی سوچیں سوچتا ہوا ائیر پورٹ پر جا پہنچا جاتے ہی میری نظر اس ٹائم بورڈ پر پڑی جہاں جہازوں کی آمد کا وقت لکھا ہوتا تھا اس کے جہاز کا نمبر لگ چکا تھا کسی بھی وقت وہ لینڈ کر سکتا تھا میری نظریں اندر اس جگہ جمی ہوئی تھیں جہاں اس نے باہر نکلنا تھا اور پھر لوگ باہر نکلنے لگے اس کا مطلب تھا کہ جہاز لینڈ کر چکا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں یہ لمحہ بھی بہت عجیب سا ہوتا ہے دل کنٹرول سے باہر ہو جاتا ہے وہ مجھے دور سے ہی دکھائی دی میں نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کر دیا میں اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہتا تھا اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اس کے لبوں پر سمائل بکھرنے لگی تھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی جیسے پرستان

سے اتری ہوئی پری ۔وہ پری ہی تو تھی اس جیسا حسین چہرہ مجھے ائیر پورٹ میں تو کیا پوری دنیا میں نظر نہیں آتا تھا خدا نے اس کو فرصت کے لمحات میں بنایا تھا سمارٹ جسم پر کشش چہرے کے نقش و نگار بس جی چاہتا تھا کہ اسے دیکھتا ہی جاؤں وہ بھی بار بار مجھے دیکھ رہی تھی وہ صرف آنکھوں سے اشارے کر رہی تھی ہمارے اشارے صرف آنکھوں سے ہوتے تھے لبوں سے ہم کچھ بھی نہیں بول سکتے تھے مجھے اس کی عزت کا پاس تھا اس کی عزت میری عزت تھی۔

وہ میرے لیے غیر تو نہ تھی میری عزت ہی تھی میری ہونے والی بیوی تھی میری جان اور میری روح تھی وہ میری سانسوں میں خون کی گردش کی طرح دوڑتی تھی اور پھر اس نے اشارہ کر دیا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا جاؤں میں نے ایسا ہی کیا اس وقت اس کے ارد گرد رہا جب وہ ائیر پورٹ پر رہی جب وہ اپنی گاڑی میں چلی گئی تو میں ایک بار ان تمام جگہوں میں جا کر رک رک کر دیکھا جہاں وہ کھڑی رہی تھی اور پھر اسی راستے سے واپس چلنے لگا جہاں وہ اپنے حسین قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکلی تھی ۔میں وہاں سے واپس لوٹ آیا میرے یہاں آنے کا مقصد پورا ہو گیا تھا میں نے اس کا دیدار کر لیا تھا اس کو دیکھ کر اپنے بے چین دل کو سکون دے دیا تھا اب میرے اندر اس کا نقش اتر گیا تھا میں تصورات میں اس سے باتیں کرتا ہوا دوبارہ ریلوے اسٹیشن جا پہنچا میں نے اختر کو ڈھونڈھا لیکن وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دیا میں جان گیا کہ کوئی ٹرین اس کو واپس صنم کے پاس لیے روانہ ہو چکی ہے سو میں نے بھی ایک ٹرین کا ٹکٹ بک کروا لیا اور ایک ہوٹل میں چلا گیا اور جا کر ایک بستر پر لیٹ گیا میں آنکھیں بند کیے اپنے محبوب کے تصور میں کھویا رہا اس کے لبوں کی مسکراہٹ میرے تصور میں موجود تھی میں اس تصور سے خود بھی مسکرا رہا تھا خدا نے کتنا پیارا تحفہ مجھے دیا تھا میرے محبوب کے روپ میں ایسا تحفہ جسے میں کبھی بھی کھونا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کھوؤں گا کیونکہ وہ ہے تو میں ہوں اگر وہ۔۔۔نہیں نہیں وہ میری ہے اور میری ہی رہے گی وہ جانتی ہے کہ میں اس کے لیے کتنا پاگل ہوں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں پھر بھلا میں ایسا کیوں سوچوں گا ایسا سوچنا بھی میری حماقت ہوگا۔وہ تو میرے لیے سب کچھ ہے میری جان اور میری روح ہے۔

پتہ نہیں کیوں میرا واپس آنے کو دل ہی نہ چاہا تھا دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ ایک مرتبہ پھر میں اپنے محبوب کا دیدار کروں اس کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاؤں یہی خواہش دل میں انگڑائیاں لے رہی تھی اور پھر دوسرے دن ہی اس کا فون آ گیا پوچھا۔چاند تم کہاں ہو میں نے کہا تیرے شہر میں ۔اوہ وہ مسکرا دی واقعی چاند اس کو جیسے یقین نہ آیا تھا ۔ہاں جان میرا دل واپس جانے کو چاہا ہی نہیں ہے تمہیں دیکھا ہے تو دل میں ارمان مچلنے لگے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر تیرا دیدار کر لوں بہت پیاری لگ رہی تھی ایسے آسمان سے اتری ہوئی حور اور پرستان سے آئی ہوئی پری ۔میری اس بات پر وہ کھل کھلا کر ہنس دی اور بولے تم بھی بہت سویٹ لگے تھے تمہیں دیکھنے کے بعد دل کو سکون مل گیا تھا آج دو سال کے بعد تمہیں دیکھا ہے اور یوں لگا کہ جیسے یہ دو سال دو پل کی طرح گزر گئے ہوں کیوں کہ دو سال پہلے والا منظر یاد آ گیا تھا دو سال پہلے بھی اسی جگہ تم کھڑے تھے اور باہر نکلتے ہی میری سب سے پہلے نظر تم ہی پڑی تھی اب بھی ایسا ہی ہوا ہے تم نے ابھی جانا نہیں ہے میں نے بھی تم کو ایک بار پھر دیکھنا ہے کوئی آ رہا ہے میں فون بند کرتی ہوں میرے فون کا انتظار کروانا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا اور پھر اس کے فون آنے لگے جب بھی اس کو وقت ملتا وہ فون کر دیتی اور یہی کہتی کہ میری جان تم نے جانا نہیں ہے میں نے ایک بار پھر سے تمہیں دیکھنا ہے تمہیں دیکھ کر دل کو سکون پہنچانا ہے دو سال سے جو آنکھیں ترس رہی تھیں میری ان کو چین پہنچانا ہے بس جانا نہیں میں کوشش کر رہی ہوں کہ کسی طریقے سے گھر سے باہر نکلا جائے میں نے کہا جان یہی تڑپ لیے تو میں بھی یہیں رکا ہوا ہوں بس جلدی سے اپنا مجھے دیدار کروا دو میری اس بات پر وہ ہنس دی اور فون بند کر دیا۔میں بھی ہنس کر رہ گیا۔

تین دن تک اس کو باہر جانے کا ٹائم نہ ملا تھا اور آج میرا اس کے شہر میں آخری دن تھا میری شام کی ٹکٹ بک تھی مجھے اس کے فون کا انتظار تھا میں اس کو بتانا چاہتا تھا کہ جان میرے جانے کا وقت آ گیا ہے لیکن تمہارا دیدار دوبارہ نصیب نہیں ہوا ہے دن کے گیارہ بج گئے تھے لیکن اس کا فون نہ آیا تھا میں نے اپنے موبائل کی طرف دیکھا تو تڑپ اٹھا وہ بند تھا اس کی بیٹری ختم ہوئی پڑی تھی جی چاہا کہ اس کو زور سے دیوار کے ساتھ دے ماروں میں نے بیٹری کی طرف دھیان ہی نہ دیا تھا میں نے جلدی جلدی اسے چارجر پر لگایا اور چند منٹ بعد ہی وہ آن ہو گیا اس کے آن ہوتے ہی اس کی کال آ گئی ۔چاند تم نے فون کیوں بند کر رکھا تھا میں صبح سے فون کر رہی ہوں تم ہو کہاں

میں نے کہا ہوٹل میں ہی ہوں اور مجھے پتہ ہی نہ چلا تھا کہ اس کی بیٹری ختم ہو گئی ہے ۔وہ بولی جلدی پہنچو میرے پاس میں ساحل سمندر پر کھڑی تمہارا انتظار کر رہی ہوں دیکھو یہاں کتنا سہانا موسم ہے سمندر کی تیز اور تباہ کن لہروں میں کبھی ڈوب رہی ہوں اور کبھی تیر رہی ہوں ۔چاند بہت ہی حسین منظر ہے یہاں کا جب سمندر کی ہم سے ٹکراتی ہیں تو پیچھے کی طرف دیکھتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے ہمارے آگے پیچھے ادھر ادھر پانی ہی پانی ہو اور ہم سمندر کے درمیان کھڑے ہوں لیکن جب لہریں واپس لوٹ جاتی ہیں تو بھیگی ہوئی ریت دکھائی دینے لگ جاتی ہے تم بس آنے کی کرو میں یہ انجوائے تمہارے ساتھ کرنا چاہتی ہوں لیکن مجھ سے دور رہنا کیونکہ میں اکیلی نہیں ہوں پوری فیملی میرے ساتھ ہے اور تم بھی کھڑے ہو بس میرے سامنے کھڑے رہنا تا کہ میں جی بھر کر تمہیں دیکھ سکوں ۔چاند مجھے اتنا انتظار نہ کرواؤ بس آنے کی کرو یہاں لوگوں کی بھیڑ میں میری آنکھیں تم تلاش کر رہی ہیں لیکن تم ہو کہ کہیں بھی مجھے دکھائی نہیں دے رہے ہو۔

میں نے کہا میں ابھی آتا ہوں اتنا کہہ کر میں نے موبائل اور چارجر جیب میں ڈالے اور ہوٹل سے باہر نکل آیا اور ایک رکشہ پکڑا اور ساحل سمندر کی طرف چل دیا اور جلد ہی ساحل سمندر تک جا پہنچا وہ مجھے دکھائی دی تھی اس کے سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے وہ بالکل شہزادی دکھائی دے رہی تھی میں اسے ہی دیکھتا رہا وہاں لوگوں کا بہت رش تھا میں لوگوں کے درمیان سے ہوتا ہوا اس کے قریب جا پہنچا اس نے مجھے دیکھ لیا اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی اور پھر کچھ فاصلہ رکھے ہم دونوں سمندر کی لہروں سے کھیلتے رہے کسی کو کچھ بھی علم نہ ہو سکا کہ یہاں کیا کچھ ہو رہا ہے ہر کوئی اپنے انجوائے میں لگا ہوا تھا میں نے ساحل سمندر کے کنارے ایک ہوٹل میں موبائل چارجر لگا دیا تھا اس کو میں نے بیٹری چارج کرنے کے پیسے بھی دیئے تھے کیونکہ مجھے آج واپس جانا تھا اور آج کا پورا دن میں اپنی جان کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ہم نے جی بھر کر ایک دوسرے کے ساتھ انجوائے کیا وہ اپنے ساتھ موومی کیمرہ لائی تھی سمندر کی لہروں کو اس میں محفوظ کر رہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے مووی میں لانے کی کوشش کر رہی تھی کیونکہ اس کے کیمرے کا رخ بار بار میری طرف آ کر رک رہا تھا کوئی بھی جان نہ سکا کہ وہ کیا کر رہی ہے وہ جانتی تھی یا پھر میں جانتا تھا میں اس کی اس ادا پر مسکرا کر رہ گیا تھا

اور وہ بھی میری مسکراہٹ دیکھ کر مسکرا دی تھی یوں شام تک ہم لوگ ساحل سمندر میں رہے اور خوب انجوائے کرتے رہے اس کے بعد وہ بھی واپس چلے گئے اور میں بھی واپس لوٹ آیا وہ اپنی گاڑی پر گئے تھے جبکہ میں رکشہ میں ۔میں نے پہلے اپنا موبائل لیا اس کے بعد ہوٹل جا پہنچا ۔وہاں سے میں ریلوے اسٹیشن پہنچا اور پھر وہاں سے واپسی کے لیے چل پڑا تمام راستے میں اس کے حسین تصورات کے بارے میں سوچتا آیا تھا رات بھر میرا سفر جاری رہا اس نے فون کر دیا اور پوچھا چاند کدھر ہو میں نے کہا جان واپس جا رہا ہوں اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولی کاش میرے شہر میں ہی رک جاتے لیکن خیر اپنا دھیان رکھنا اور کیا پھر مجھے ملنے کے لیے آ سکتے ہو میں نے کہا جان کہو تو ابھی واپس آ جاؤں ۔وہ ہنس دی اور بولی نہیں چاند تمہارے آفس کا مسئلہ ہے تم اپنا کام کرو جا کر اور جب میں واپس جاؤں گی تب تم کو بلا لوں گی اور اس نے مجھے اپنے جانے کا دن اور تاریخ بتا دی۔

میں نے کہا میں ضرور آؤں گا ۔یوں میں اپنے شہر آن پہنچا لیکن میرا دل نہ لگا جی چاہتا رہا کہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں لیکن ایسا نہ کر سکا۔اس کے ہر روز فون آتے رہے اور یہی باتیں ہوتی رہیں چاند بہت مشکل نظر آ رہا ہے ہمارا ملنا تم نے دیکھا تو ہے کہ میرے ارد گرد اپنوں کی کتنی فوج موجود ہوتی ہے میں نے کہا تم فکر نہ کرو میں اس کا کوئی حل تلاش کر لوں گا ہم نے ایک ہونا ہے اور ایک ہو کر رہیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے ۔اے کاش ایسا ہو جائے اس نے دکھ سے کہا اور میں نے اس کو حوصلہ دیا کہ یہ میرا کام ہے میں اس کا کوئی حل نکال لوں گا ۔اور پھر وہ واپس چلی گئی میں اس کو الوداع کہنے کے لیے ایک مرتبہ پھر لمبا سفر کر کے اس تک پہنچا تھا آج جاتے ہوئے اس کی آنکھیں بھی بہہ رہی تھیں اور میرا چہرہ بھی افسردہ تھا وہ میرے ملک میں ایک مہمان بن کر آئی تھی سو واپس لوٹ گئی اس کا اڑتا ہوا جہاز دیکھ کر میرے لبوں سے صرف یہ کچھ ہی نکل سکا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مجھے اس کا شہر سنسان سا لگنے لگا میں اسی دن واپس لوٹ آیا یوں لگنے لگا جیسے میں پھر سے اکیلا ہو کر رہ گیا ہوں وہ جیسے ہوا کے جھونکے کی طرح آئی اور چلی گئی قارئین دعا کریں کہ وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں۔۔۔

ت بھی زباں پہ لاؤں میں
نی قسمیں کبھی نہ کھاؤں میں
نا اپنے بڑوں کا مانوں میں
اسی میں بھلائی جانوں میں
پنے اعمال پہ ہوں شرمندہ
ں کرم کی امید پہ زندہ
☆ ------ واصف علی آرائیں - بھریار روڈ

غزل

ے ربط سچ تحریر عبارت نہیں ہوتی
وں کی لکیروں میں تو قسمت نہیں ہوتی
ے میں دکھاوا ہو تو سجدہ نہیں ہوتا
دن کے جھکنے سے عبادت نہیں ہوتی
شخص محبت سے ہمیشہ رہا محروم
وں کے لئے جس کے دل میں محبت نہیں ہوتی
ے کا سنگھار کبھی نہیں گیا نہ کم ہوا ہے
رت کے بنا کبھی صورت نہیں ہوتی
کار کی تخیل میں شامل نہ ہوا ہے گو ظفر ہادی
ور تو بن جاتی ہے یہ مورت نہیں ہوتی
☆ ---- حماد ظفر ہادی - منڈی بہاؤ الدین

غزل

ری ہر اک ادا میں چھپی تھی اس کی محبت
ں نے محسوس نہ کیا یہ اور بات ہے
ں نے ہر دم اس کے خواب دیکھے
ے تدبیر نہ ملی یہ اور بات ہے
ں نے جب بھی اس سے بات کرنا چاہی
ے الفاظ نہ ملے یہ اور بات ہے
ں اس کی محبت میں بہت دور تک گیا
ے ساحل نہ ملا یہ اور بات ہے
رت نے تو لکھا تھا اسے میری قسمت میں ہادی
ن ہم نہ تھے اس کی قسمت میں یہ اور بات ہے
☆ ------- حماد ظفر ہادی - گوجرہ

غزل

رے بعد کیسی ہے حالت نہ پوچھو
ھانے پڑے کتنے ذلت نہ پوچھو

ہے ویران دنیا جہاں لٹ گیا ہے
کیسے ٹوٹی ہو پہ قیامت نہ پوچھو
وہ رنگین راتیں وہ خوشیوں کے لمحے
ہوئے چور کیسے وہ چاہت نہ پوچھو
تمہیں زندگی سے بڑھ کر زیب چاہا
تمہاری تھی کتنی ضرورت نہ پوچھو
☆ -- زیب ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ مراد جمالی

غزل

تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے یہ کام کس کا تھا
وفا کریں گے نبھائیں گے بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
نہ پوچھ پوچھ کچھ تھی کس کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا
تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا
ہمارے خط کے تو پرزے کئے پڑھا بھی نہیں
سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا
☆ -- زیب ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ مراد جمالی

عدل

کسی سے بات کرنا بولنا اچھا نہیں لگتا
تجھے دیکھا ہے جب سے دوسرا اچھا نہیں لگتا
تیری آنکھوں میں جب سے میں نے اپنا عکس دیکھا
میرے کوئی آئینہ اچھا نہیں لگتا
تیرے بارے میں دن بھر سوچتا رہتا ہوں میں لیکن
تیرے بارے میں سب سے پوچھنا اچھا نہیں لگتا
میں یہاں اس عمر بھر برباد رہتے ہیں
یہ درد ہے ایسے کہا گھڑا اچھا نہیں لگتا
میں اب چاہت کی اس منزل پہ آ پہنچا ہوں
تیری جانب کسی کا دیکھنا اچھا نہیں لگتا
میں تیرے ساتھ رہوں زندگی کی طرح
یہ اور بات ہے کہ زندگی وفا نہ کرے
☆ -- اعجاز اشرف ساگر جٹ - بورے والہ

غزل

یہ پیار بھی راحت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
دل والوں کی دولت ہے دنیا نہیں سمجھے
احساس کی خوشبو میں چاہت کی ہوا چھائی
اللہ کی عنایت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
کیا چین ملے دل کو اب ہوش ہوش نہیں آتا
اک ایسی قیامت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
بدنام زمانے میں ہر دل کو یہ کرتی ہے
چاہت وہ شہرت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
اے دوستو وفاؤں کی عظمت کو سمجھنے میں
اک دل کی ضرورت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
☆ ------ مدد حسین بلوچ - چک داں دلاور

پرانی یادیں

میری محبت کو وہ خواب سمجھ کے بھول گئے
پرانی کتاب کا پرانا باب سمجھ کے بھول گئے
کل تک تو وہ مجھ میں تھا بڑا محو
آج مجھ کو قطرہ شراب سمجھ کے بھول گئے
ذرا سوچو تو ماضی کی یادوں میں ہم اور تم
خیالوں کی پرانی کتاب سمجھ کے بھول گئے
سرگوشیاں آج بھی بتائیں گی میری بیقراری کا عالم
وہ صفحۂ زیست کو عذاب سمجھ کے بھول گئے
مجھ میں کون میرے دن رات شمار کرتا ہے
وہ قصۂ سوال و جواب سمجھ کے بھول گئے
نئے پھولوں کے خریدار تھے وہ رضا
شاید ہماری دوستی نایاب سمجھ کے بھول گئے
☆ ------------- منیر رضا - ساہیوال

غزل

وہ گیا کہ ابھی تک لوٹ نہ سکا
لوٹ آنے کی بہت دعا کی ہم نے
دل آئینہ میں آج بھی ہے تیری تصویر
تیری یادوں سے بھی وفا کی ہم نے
کوئی اس طرح تنہا چھوڑ نہیں جاتا
کون سی ایسی خطا کی ہم نے
تمہیں ٹوٹ کے چاہا زمانے سے

تجھ پہ ہر پل جان فدا کی ہم نے
ہماری جان جانے سے تیری محفل کا تھا بھرم
تیرے لئے یہ قیمت بھی ادا کی ہم نے
کون اتنا اسے پیار دے گا رضا
اس کی محبت میں ٹوٹ جانے کی انتہا کی ہم نے
☆ ------------ منیر رضا - ساہیوال

غزل

درد بڑھتا ہی رہے ایسی دوا دے جاؤ
کچھ نہ کچھ میری وفاؤں کا صلہ دے جاؤ
یوں نہ جاؤ کہ میں رو بھی نہ سکوں فرقت میں
میری راتوں کو ستاروں کی ضیاء دے جاؤ
اک بار آؤ کبھی اتنے اچانک پن سے
ناامیدی کو تحیر کی سزا دے جاؤ
دشمنی کا کوئی پیرایہ نادر ڈھونڈو
جب بھی آؤ ہمیں جینے کی دعا دے جاؤ
وہی اخلاص و مروت کی پرانی تہمت
دوستو کوئی تو الزام نیا دے جاؤ
کوئی صحرا اگر راہ میں آئے جانی
دل یہ کہتا ہے اک بار صدا دے جاؤ
☆ ---------- ایم جنید جانی - اکبر پورہ

غزل

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اٹھتا ہے
بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستاں سے اٹھتا ہے
تو اٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے
عشق اک جانی بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے
☆ ---------- محمد جنید جانی - اکبر پورہ

غزل

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ تیری پری چہرہ لوگ کیسے ہیں حسن
غمزہ و عشوہ ادا کیا ہے
☆ ------------ حسن رضا - رکن شی

غزل

ہم تم ہوں گے بادل ہو گا
رقص میں سارا جنگل ہو گا
وصل کی شب اور اتنی کالی
ان آنکھوں میں کاجل ہو گا
کس نے کیا مہمیز ہوا کو
شاید ان کا آنچل ہو گا
پیار کی راہ پہ چلنے والے فراز
رستہ سارا دلدل ہو گا
☆ ---------- حسن رضا - رکن شی

غزل

ملیں ہم کبھی تو ایسے کہ حجاب بھول جائے
میں سوال بھول جاؤں تو جواب بھول جائے
تو کسی خیال میں ہو اور اسی خیال ہی میں
کبھی میرے راستے میں تو گلاب بھول جائے
کبھی تو جو پڑھنے بیٹھے مجھے ہر حروف میں دیکھے
تیری آنکھیں بھیگ جائیں تو کتاب بھول جائیں
ترے ذہن پر ہو حاوی میری سوچ اس طرح سے
کہ تو اپنی زندگی کا یہ نصاب بھول جائے
تو جو دیکھے میری جانب تو بچوں کی طرح
تجھے دیکھ لوں تیری مست نگاہوں کی طرف
تیری نگاہوں کا اتنا اثر کہ میں شراب بھول گیا
☆ ---------- آصف کنول - گونیاں

چاند ستارے

کٹ گئے مجھ سے مرے چاند ستارے لوگو!
کوئی تو شخص مجھے چھت سے پکارے لوگو!
اس نے سندور کسی اور کی چاہت کا بھرا
وہ مجھے چھوڑ گیا کس کے سہارے لوگو!
اس کی خوشبو میرے آنگن میں اتر آئی ہے
اب کوئی آ کے میری زلف سنوارے لوگو!
کتنا دشوار تھا وہ چند مہینوں کا سفر
کس طرح میں نے وہ دن رات گزارے لوگو!
مجھ کو یہ زخم اسے بھول کے جی لینا ہے
مجھ سے پورے نہ ہوئے اس کے خسارے لوگو
☆ -------- ڈاکٹر رئیس اقبال شاد - جہلم

روکتا کیوں؟

اسے کیوں روکتا جانے سے پہلے
وہ خود ہی سوچتا جانے سے پہلے
کبھی توڑا نہ اس نے خامشی کو
وہ کچھ تو بولتا جانے سے پہلے
مجھے پہلے ہی اس نے کھو دیا تھا
وہ کس سے پوچھتا جانے سے پہلے
جو دل میں لوٹنے کی بات ہوتی
نہ آنچل بھیگتا جانے سے پہلے
اگر ملنا وفا کی شرط ہوتی
گھڑا کیوں ڈوبتا جانے سے پہلے
برا دل کا اگر ہوتا وہ رئیس
نہ مڑ کر دیکھتا جانے سے پہلے
☆ -------- ڈاکٹر رئیس اقبال شاد - جہلم

غزل

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں
میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس
ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو
کہ چمک سکیں میرے خال و خد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو
میرے سارے زنگ اتار دو
کسی اور کو میرے حال سے

نہ غرض ہے نہ کوئی واسطہ
میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو
میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو
میری وحشتوں کو بڑھا دیا
تیری جدائیوں کے عذاب نے
میرے دل پے ہاتھ رکھو
ذرا میری دھڑکنوں کو قرار دو
کوئی بات کرنی ہے چاند سے
کسی شاخسار کی اوٹ میں
مجھے راستے میں یہیں کہیں
کسی کنج گل میں اتار دو
☆ .... ایم مجاہد چاند-فیصل آباد

غزل

شمع مزار تھی نہ کوئی سوگوار تھا
تم جس پہ رو رہے تھے یہ کس کا مزار تھا
تڑپوں گا عمر بھر دل مرحوم کے لئے
کم بخت نامراد لڑکپن کا یار تھا
سودائے عشق اور ہے وحشت کچھ اور شے
مجنوں آ کا کوئی دوست فسانہ نگار تھا
جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار تھا
کیا کیا ہمارے سجدے کی رسوائیاں ہوئیں
نقش قدم کسی کا سرراہ گزر تھا
اس وقت تو وضع میں آیا نہیں فرق
تیرا کرم شریک جو پروردگار تھا
☆ .... آصف کنول-گونیاں

کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے چاؤ سے بڑے مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی میں چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہک سا جاتا
جب کبھی موڈ میں آ کر مجھے چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی میں حدت سے دہک سا جاتا
کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا
کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
☆ .... محمد عمران بٹ-ڈھوک ڈل

غزل

دل میں یکطرفہ محبت کو چھپا رکھا ہے
تو نے جو مجھ سے نہ ملنے کی قسم کھائی ہے
ہم تمہیں پیار سے دیکھیں تو بگڑ جاتے ہو
تیری صورت پہ مجھے پیار بہت آتا ہے
تم کو آئے نہ کبھی شب کی تیرگی کا خیال
تیری رحمت سے میں مایوس نہیں ہوتا ہوں
دیکھنا ہے کہ وہ کس روز یہاں آتے ہیں
عین ممکن ہے کہ تیرے نام روانہ کر دوں
اس بہانے ہی تمہیں یاد میں کر لیتا ہوں
جی میں آتا ہے کہ کوئی ہم سے محبت کرتا
کون کرتا ہے یہاں ہم سے محبت جانی
☆ .... محمد جنید جانی-پشاور

انگارے

کاش وہ میرے قریب ہوتے
اسے گلے سے لگا کے روتے
تنہائی میں ہر وقت اسے دیکھتے
چپکے چپکے ہر دم وہ روتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے
اس کی پلکوں سے ہم مچلتے
اس کو اپنا بنانے کا خواب دیکھتے
اور جب وہ مسکراتے ہر پل
وہ میرے ہوش اڑا کے لے جاتے
کیا تھی آنکھیں اس کی میری محبت میں
جیسے آتش سے نکلتے ہیں انگارے
اور اس کو صنم کے نام سے پکارتے
اس کو دل کی دھڑکن سے پکارتے
اور اس کو اپنے دل میں بساتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے
☆ .... محمد جنید جانی-پشاور

تم بن

تم بن وہ چشم پرنم ہے
اس دل میں بہت غم ہے
ہر سو اندھیرا ہے، ہر شخص لٹیرا ہے
ہر شب اداس ہے، تجھ سے ملن کی آس ہے
کتنا دکھ ہے زندگانی میں، درد سمٹا ہے کہانی میں
رات بھی طوفانی ہے، موجوں میں روانی ہے
ساری زیست میں ویرانی ہے، بس یہی اپنی کہانی ہے
☆ .... عمران انجم راہی-سمہ یانی

بہت اداس ہوں میں

دل میں کچھ درد ہے بہت اداس ہوں میں
رات بھی کچھ سرد ہے بہت اداس ہوں میں
اپنے خوابوں کے یوں بے وقت ٹوٹ جانے پر
پرنم آنکھوں میں بھی کچھ گرد ہے بہت اداس ہوں میں
اسے کھو کر نہ ہم رو سکے نہ شب بھر سو سکے
بس آنکھوں میں کچھ کرب ہے بہت اداس ہوں میں
وہ جس کا راج ہے دل و جان پہ میرے
اوروں کی نظر میں اک فرد ہے بہت اداس ہوں میں
کھو کر مجھے وہ بھی پشیمان رہتا ہے اکثر
عمران سنا ہے چہرہ اس کا زرد ہے بہت اداس ہوں میں
☆ .... عمران انجم راہی-سمہ یانی

غزل

اور تو کوئی بس نہ چلے گا ہجر کے درد کے ماروں کا
صبح کا ہونا دوبھر کر دیں رستہ روک ستاروں کا
جھوٹے سکوں میں بھی اٹھا دیتے ہیں اکثر سچا مال
شکلیں دیکھ کے سودا کرنا کام ہے ان بنجاروں کا
اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے چپ ہی رہیں گے عاشق لوگ
تم سے تو اتنا ہو سکتا ہے پوچھو حال بچاروں کا
جس جپسی کا ذکر ہے تم سے دل کو اسی کی کھوج رہی
یوں تو ہمارے شہر میں اکثر میلا لگا ہے نگاروں کا
ایک ذرا سی بات تھی جس کا چرچا پہنچا گلی گلی
ہم گمناموں نے پھر بھی احسان نہ مانا یاروں کا
درد کا کہنا چیخ اٹھو دل کا تقاضا وضع نبھاؤ
سب کچھ سہنا چپ چپ رہنا کام ہے عزت داروں کا
انشاء اب انہیں اجنبیوں میں چین سے باقی عمر کٹے
جن کی خاطر بستی چھوڑی نام نہ لے ان پیاروں کا
☆ .... آصف کنول-گونیاں

◆※◆

خوشبو کیوں نہ آئے گی
تیری زندگی سے اے دوست.
تو اتنی اس ہستی کا ہے جس سے
پھول بھی خوشبو کی بھیک مانگتے ہیں
☆ ———— جنید اقبال-اٹک
اس سے بڑھ کر میں بدنصیب نہیں ہو سکتا غمشاد
تیرے شہر میں رہنے کے باوجود تیرا دیدار نہ کر سکا
☆ ———— الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران
جھوٹی محبت کانہ میں نے کھیل کھیلا نہ میرا کام ہے
مجھے بے وفائی نہ ڈھونڈو وفا میں میرا نام ہے
☆ ———— دین محمد بگٹی-کراچی
زندگی تو بڑے امتحان لیتی ہے فراز
موت اچھی ہے جو پوچھتی بھی نہیں اور گلے لگا لیتی ہے
☆ ———— عبدالصمد SK گبول-جلاب گوٹھ
وہ ہم سے جدا ہوا ہمیں یہ منظور نہ تھا
اپنا چمن اجڑ گیا مستوئی ہمیں یہ منظور نہ تھا
☆ سردار محمد اقبال خان مستوئی-رحیم یار خان
ہمیں جس سے محبت ہے وہ بھی جانتا رضا
پھر کیوں انجان بنے دل سے کھیلتا ہے
☆ ———— منیر رضا-ساہیوال
اپنے غم کو کہو ہر وقت میرے پاس رہے
ایک احسان کرو اس کو مسلسل کر دو
☆ ———— محمد جنید جانی-پشاور
اپنی تعلیم پر توجہ دو، مت پڑو عشق کے عذابوں میں
زندگی کانٹوں پر اُن کی کٹتی ہے،
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں میں
☆ ———— راجہ نعمان کیانی-جہلم
جب سے کھویا ہے اُسے احسان نے زندگی میں
کیوں کہ کھونے کے لئے اب کچھ بھی باقی نہیں میرے پاس
☆ ———— ساجد احسن-مظفر گڑھ
ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو فراز
کچھ لوگ مسکراتے ہیں غم چھپانے کے لئے
☆ ———— سرفراز-لاہور
اب تو زمانے کے رسم و رواج بدل گئے
ہم جنہیں چاہتے تھے ان کے مزاج بدل گئے
جاتے جاتے وہ ہم سے کہنے لگے فراز
بدل جاؤ تم بھی دیکھو ہم بھی بدل گئے
☆ ———— ایم شفیع تنہا-امرہ خورد
عمر صحراؤں میں بسر ہو یہ ضروری تو نہیں
ہر شب غم سحر ہو یہ ضروری تو نہیں
نیند تو درد کے بستر پہ بھی آ سکتی ہے
تیری آغوش میں سر ہو یہ ضروری تو نہیں
☆ ———— واصف علی آرائیں-نوشہرو فیروز
میرا ہر لفظ تیری ہر بات سے اچھا ہو گا
میرا ہر دن تیری ہر رات سے اچھا ہو گا
اگر یقین نہ آئے تو آ کر دیکھ تنہا
میرا جنازہ تیری بارات سے اچھا ہو گا
☆ ———— محمد ارسلان علی-گوجر خان
بہت اچھا لگتا ہے ساتھ تمہارا
بنا تمہارے اور کون ہے ہمارا
☆ ———— شہناز مجید-میرپور ماتھیلو
بنا سوچے مجھے خفا ہونا اچھا نہیں لگتا
اچانک بے وفا ہونا مجھے اچھا نہیں لگتا
کسی سے بھی نہیں ملتا اب میں یہ سوچ کر اظہر
کسی سے بھی جدا ہونا مجھے اچھا نہیں لگتا
☆ سید اظہر حسین شاہ کاظمی-بھمبر آزاد کشمیر
ہر رات تمہیں بھول جانے کا ارادہ کر کے سو جاتا ہوں
مگر میری صبح کا آغاز ممکن ہی نہیں تیری یاد کے بغیر
☆ ———— اللہ دتہ بے درد-بھلوال
شاخ سے گر کر ٹوٹنے والے پتے یہ سمجھاتے ہیں
بچھڑ جائے جو اک بار وہ کب لوٹ کر آتے ہیں
☆ ———— ساجد علی زاہد سیال-جھنگ صدر
انہی راستوں نے جن پر کبھی کا ہمسفر تھے ہم دونوں
مجھے روک روک کر پوچھا تیرا ہمسفر کہاں ہے فراق
☆ ———— سید نادر علی شاہ فراق-سانگھڑ
انہی پتھروں پہ چل کے آ سکو تو آؤ
ہمارے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں
☆ ———— مہر محمد احسان نذیر-پسرور
منہ میں الائچی ہاتھ میں بادام
کارڈ کھولنے سے پہلے میرا سلام
☆ ———— آصف وصال-بنوں
خوشی روٹھ چکی ہے غم سے منسلک ہو چکی ہے
میری ساری زندگی ایک داستان غم بن چکی ہے
ایک بار تو لوٹ آ دیکھ کیفیت اپنے ابرار کی
ہنسی میں گزرا تھا وہ بچپن اب جوانی غم میں بدل چکی ہے
☆ ———— عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران
کسی کی کیا مجال کہ کوئی ہمیں خرید سکے بادی
ہم تو وہ سوداگر ہیں جو خریداروں کو خرید لیتے ہیں
☆ ———— حماد ظفر بادی-گوجرہ
نجانے زمانے والوں کو کیا عداوت ہے ہم سے
کہ جس چیز کو ہم چاہتے ہیں
سب اس کے طلبگار بن جاتے ہیں
☆ ———— محمد عمیر مظہر سی-گوجر خان
کیسے بھلاؤ گے میری برسوں کی چاہت کو
دریا سوکھ بھی جائے تو ریت میں نمی رہتی ہے
☆ ———— ثناء ماہ نور عرف شنوں-بہاولنگر
دل بھی آباد ہے اک شہر خاموشاں کی طرح فراز
ہر طرف لوگ مگر عالم تنہائی ہے
☆ ———— جڑیا گبول-کراچی
وہ شخص اچھا لگا تو صاف کہہ دیا اے آمنہ
دل کی بات تھی منافقت نہ ہو سکی ہم سے
☆ ———— آمنہ-راولپنڈی
اس سے بڑی اور کیا بے وفائی ہو گی فراز

وہ مجھ سے سیکھتا رہا پیار کسی اور کے لئے
☆ —— اے ڈی ناز-ساہیوال
جدا ہونے کا اندیشہ جدا ہونے سے پہلے تھا
وہ مجھ سے انتہائی خوش خفا ہونے سے پہلے تھا
☆ —— غلام مصطفیٰ عرف موجو-سرگودھا
بھولیں ہیں رفتہ رفتہ ان کو مدتوں میں ہم
قسطوں میں خودکشی کا مزہ ہم سے پوچھئے
☆ —— جواد احمد آکاش-اٹک
میں کس طرح مٹا سکوں گا اس کا نام دل سے فراز
میرے لبوں پہ سجا ہے ایک دعا کی طرح
☆ —— صباء-گوجرانوالہ
جب بھی لکھتا ہوں تیرے کی کہانی محسن
میرے آنسو میری تحریر مٹا دیتے ہیں
☆ —— وجاہت-فیصل آباد
اتنے پیار سے نہ بلا ہم خانہ بدوشوں کو
اتنے سادہ ہیں کہ گھر بار اٹھا لائیں گے
☆ —— محمد عارف-مانسہرہ
اے زلف صنم آ تجھے سینے سے لگا لیں ذرا
کہ تیری ہی طرح ہم بھی پریشان بہت ہیں
☆ —— مدثر عمران ساحل-وزیرآباد
عارف ذرا سی دیر میں آئے تھے خواب آنکھوں میں
پھر اس کے بعد مسلسل آئے عذاب آنکھوں میں
☆ —— سید عارف شاہ-جہلم
آتی ہوئی میت دیکھ کے بھی تم اٹھ کر آ نہ سکے
دو چار قدم تو دشمن بھی تکلیف گوارا کرتے ہیں
☆ —— محمد محسن ساغر-عارف والہ
زندگی بدل تو جاتی ہے خوش رہنے سے
اداس بہت ہوتا ہے دل غم سہنے سے
☆ —— محمد لقمان اعوان-گاؤں سریانوالہ
قبرستان میں اتنی خاموشی کیوں ہوتی ہے شہباز
لوگ تو اسے آباد کرتے ہیں اپنی جان دے کر
☆ —— شہباز-پوچھ فلور ملز
اگر غم نہ ہوتا تو غزل کون لکھتا
کسی کی خوبصورتی کو کنول کون کہتا
یہ تو کرشمہ ہے محبت کا ورنہ
پتھر کی دیواروں کو تاج محل کون کہتا

☆ —— حافظ فیاض احمد کنول-دیپالپور
حسن کی بندوق میں شرارے بھر دیجئے
آنکھوں کا گھوڑا اٹھا کر دل کے ٹکڑے کر دیجئے
☆ —— ملک محمد طاہر-لاہور
موسموں کی بارشیں ہیں اب نہ ہے موسم کے پھول
خشک پتوں کی طرح کیوں حسرتیں جلتی رہیں
☆ —— عابد محمود-ملکہ ہانس
وہ آئے بھی کھڑے کھڑے نہ وہ بیٹھنے میں بٹھا سکا
نہ ہوئی پیار کی گفتگو نہ میں سینے سے لگا سکا
☆ —— تصور علی حسرت کھوکھر-اگوچک
ہم تو محبت میں بس توحید کے قائل ہیں
بس ایک ہی شخص کو سدا محبوب بنا رکھا ہے
☆ —— ایم زیڈ اے گبول-جلاب گوٹھ سید حاوے
مت بہاؤ آنسو بے قدروں کے لئے فراز
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ کبھی رونے نہیں دیتے
☆ —— وسیم سلطان صابر خٹک-کرک
اچھا ہوا جو راہ میں ہمیں ٹھوکر لگی فراز
ہم گر پڑے تو سارا زمانہ سنبھل گیا
☆ —— محمد عمران بٹ-سوہاوہ
جس کی پینگ پہ آنے سے رہتا تھا میدانوں میں ہجوم
کل رات غم تنہائی میں وہ کرکٹ چھوڑ گیا
☆ —— بشیر سانول-واہ کینٹ
وہ کچھ اس ادا سے وفا نبھاہ رہا تھا یوسف
کہ میری قبر سے گزرا تو دعا تک نہ کی
☆ —— چوکی
ہماری قسمت تو آسمان پہ چمکتے ہوئے
ستاروں کی طرح ہے فراز
لوگ اپنی تمنا کے لئے
ہمارے ٹوٹنے کا انتظار کرتے ہیں
☆ —— نوید اختر سحر-کبیر والہ
دنیا کا ستم تقدیر کا غم ہر حال میں سہنا پڑتا ہے
شکوے بھی زباں پہ آتے ہیں خاموش بھی رہنا پڑتا ہے
☆ — ستار صحرا آزحق-نیو سبزی منڈی، لیہ
میرے دل میں اتر سکو تو شاید اتنا جان لو
کہ کتنی خاموش محبت تم سے کرتا ہے کوئی
☆ —— پرویز احمد ساگر-سیانی

ہزاروں غم میرے سینے میں چھپے ہیں لیکن نجم
میں نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے
☆ —— طلعت نجم-بنوں
مجھ کو معلوم نہ تھی شب ہجر کی یہ سحر
جب تو میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سو ہو گا
☆ —— رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس
دوستی پہ مرنا دوستی پہ جینا
اگر منظور نہ ہو تو دوستی نہ کرنا
☆ —— محمد افضل جواد-کالا باغ
ہر رات تجھے دیکھ سونا ہر صبح تجھے دیکھ جگنا
ہیں اپنے بھی مشاغل عجیب سے عجیب تر
☆ —— ایم جنید پیرزادہ-وکیل پیران
مدینے کی گلیوں میں ہو شام میری
تڑپ جا ہوا دل دعا مانگتا ہے
☆ —— عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھ
اب نیند سے کہہ دو ہم سے صلح کر لے صنم
وہ دور چلا گیا جس کے لئے ہم جاگا کرتے تھے
☆ —— محمد اشرف زخمی دل-ٹھیگی
ملے تو ہزاروں لوگ زندگی میں اے ناز بلوچ
وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
☆ —— اے ناز بلوچ-گڈانی
نگاہوں کے تصادم سے یہ کیسا انقلاب آیا
ادھر آنکھوں نے جرأت کی ادھر رخ پہ نقاب آیا
☆ —— محمد خورشید انجمی-گاؤں مالکین
ویرانوں میں کھلتے ہیں جن کو کھلنا ہوتا ہے
دیواریں توڑ کر بھی ملتے ہیں جن کو ملنا ہوتا ہے
☆ —— نبیل احمد گبول-جلاب گوٹھ
کیا غم ہے کیا خوشی ہے معلوم نہیں
اپنے ہیں کہ اجنبی معلوم نہیں
جس کے بغیر ایک پل نہیں گزرتا
کیسے گزرے گی عمر معلوم نہیں
☆ —— عمران رمضان کمبوہ-ٹھینگ موڑ
دھڑکی تھی جو تجھے دیکھ کے
یاد ہے مجھے آج تک وہ پہلی دھڑکن
☆ —— افتخار حسین مجنوں-ترکیو بلتستان
آتا تو ہے کسی باد سحر کا کوئی جھونکا

ہم خاص کسی پھول پہ مائل تو نہیں تھے
☆ —— شعیب شیرازی-اسلام آباد
تیری یاد آتی ہی نکل آتے ہیں آنسو
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں
☆ —— جوڑیا گبول-کراچی
ہزاروں ایسی خواہشیں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے ارمان میرے لیکن بہت ہی کم نکلے
☆ —— فیض اللہ مجاور-سخی سروری شریف
وقت کے پاس نہ آنکھیں ہیں نہ احساس
اپنے چہرے پہ کوئی درد نہ تحریر کرو
☆ —— ڈاکٹر زاہد جاوید-وہاڑی
جب ہمارے جنازے کا اعلان
ہمارے اپنے ہی بھائی نے کیا
تو دنیا والے بولے یہ دستور نرالا ہے شاد
☆ —— محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوہ
تم نے زمانے کے ڈر سے اے دوست ہمیں بھی چھوڑ دیا
ہم بھی تو دنیا والوں کی ہر بات گوارا کرتے ہیں
☆ —— محمد اسحاق انجم-کنگن پور
محبت کی نہ ہو جس نے محبت کو وہ کیا جانے
میرے دل میں محبت ہے تیرے دل کی خدا جانے
☆ —— مہر ریاض احمد زیڈے-جڑانوالہ
تبسم کے قبیلے والے مجھے اک آنکھیں بہاتے
تبسم کا لبوں پہ آ کر رونا مجھے خوب لگتا ہے
☆ —— اشتیاق ساغر-میرپور
نہ مانگ ہر بات پہ وضاحت اے دل ناداں
محبت میں کچھ سوالوں کے جواب نہیں ہوتے
وہ شخص تو اک چھوٹی سی بات پہ یوں روٹھ کے چل دیا
جیسے اسے صدیوں سے کسی بہانے کی تلاش تھی
☆ —— ایم خالد محمود سانول-سروٹ
کر دے ترک یا پینہ دشمنی نہ کر اتنا مغموم مجھے
نہیں بچا کچھ ٹوٹا دل اجڑا آنگن گھر ویران باقی ہے
جلایا آتش حسد میں دیئے لاکھ گھاؤ مجھے ساحل
بلا نہیں پھر بھی تو دل کا سلطان باقی ہے
☆ —— خلیل احمد ملک-شیدانی شریف
کاش تو دیکھ سکتی مجھے رات کے اس پہر میں اے دل کی
کتنی بے دردی سے تیری یاد میری نیند چرا لیتی ہے۔

☆ —— شواز اللہ ارمانی خٹک-کرک
لذت گناہ میں جنت بھی ہار دی میں نے
میرے وجود میں بھی آدم کا خون ہے
☆ —— محمد افضل اعوان-گوجرہ
بے چینیاں سمیٹ کر سارے زمانے کی
کچھ نہ بنا تو میرا دل بنا دیا
☆ —— عالمگیر تبسم-گوجرانوالہ
تو بھی آئینے کی طرح بے وفا نکلا محسن
جو سامنے آیا اسی کا ہو گیا
☆ —— رانا عمران عرف مانی-میاں چنوں
کبھی تم بھی روؤ گی کسی کی بانہوں میں
کبھی تو تیری ہنسی کو زوال آئے گا
☆ —— محمد فاروق-ننکانہ صاحب
وہ عجب شخص تھا اسے زندگی جسے سمجھ کر بھی نہ سمجھ سکے
مجھے چاہتا بھی غضب کا تھا مجھے چھوڑ کر بھی چلا گیا
☆ —— ایم بخاری-گاؤں نوشہرہ
یہ اور بات ہے کہ اظہار ہو نہ سکا ہم سے
نہیں ہے تم سے محبت یہ کون کہتا ہے
☆ —— راجہ عدنان حیدر
ہے جسم مگر اس میں جان نہیں
تجھ سے بچھڑ کے جینا آسان نہیں
رب تجھ کو ہمیشہ کے لئے میری قسمت میں لکھ دے
اس کے سوا زندگی میں کوئی ارمان نہیں
☆ —— بشیر سانول-راولپنڈی
گلے لگاتے ہیں دشمن کو بھی سرور میں ہم
بہت برے ہیں مگر نیک کام کرتے ہیں
☆ —— سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف
گرم موسم میں چائے ہم پیتے نہیں
مہمان ہم ان کے لاج وہ ہماری رکھتے نہیں
☆ —— امین مراد انصاری-نیو کراچی
کبھی پوچھ کر دیکھو مجھ سے اپنی یادوں کا عالم فراز
ساری ساری رات ستاروں سے تیرا ذکر کیا کرتے ہیں
☆ —— حزل عارف-گوجر خان
عجیب شئے ہے محبت بھی، دور ہیں لیکن
تیرے قریب ہوں میں، میرے پاس ہے تو
☆ —— عمران خان بلوچ-تاندلیانوالہ

دامن چھڑا کے آپ نے جانا تھا اگر
نظریں اٹھا کے پیار سے دیکھا تھا کس لئے
☆ —— میاں محمد عرف دگی-پنڈی گھیب
پانی میں پتھر مت پھینکو اسے کوئی اور بھی پیتا ہے
جتنی بھی زندگی ہے ہنس کر گزارو
کیونکہ تمہیں دیکھ کر کوئی اور بھی جیتا ہے
☆ —— مبارک حسین آرائیں-محراب پور
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک ملے کسی سے، کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا، اس کی ہمیں جستجو رہی
جو ملنا چاہتا تھا اسی سے نہیں ملے
☆ —— خالد فاروق آسی-فیصل آباد
عاشق، چور، فقیر خدا توں منگدے گھپ اندھیرا
اک لٹاوے، اک لٹے، اک کہہ دے سب کجھ تیرا
☆ —— محمد ہارون قمر-بیچ پور ہزارہ
نہ کر یقیں اس کے وعدوں پہ اے دل
چھوڑ جائے گا تجھے اک دن بیگانوں کی طرح
☆ —— عائشہ کرن-لاہور
زمانہ جو کہتا ہے کہنے دو
بس اپنی یادوں کو میرے پاس رہنے دو
اب بڑے ہمدرد بنتے ہو سانول
ہمارے درد نہ بانٹو ہمیں سہنے دو
☆ —— آصف سانول-چشتیاں
ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے کو
داد تو دیتے ہیں امداد نہیں دیتے
☆ —— رجب فیصل مجید-کراچی
میں نے یہ سوچ کے بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون صحرا میں لگے پیڑ کو پانی دے گا
☆ —— محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا
نہ کر شکایت زمانے سے اگر جان جاتا جانے سے کوئی
کون یاد کرے کسی کو اگر بھول جاتا بھلانے سے کوئی
☆ —— سمیع اللہ سمی-ڈی آئی خان
دل بھی کسی کے ساتھ لگایا تو ایک بار فراز
ہم نے کوئی بھی جرم بار بار نہیں کیا
☆ —— ایم غیاث خان-مظفرآباد
نہ جانے آنکھوں آنکھوں میں کیا اشارے ہو گئے

تم نے مسکرا کر دیکھا تو ہم تمہارے ہو گئے

☆ ——— چوہدری نثار احمد-مظفر آباد

بارش بن کر برستی ہے اس کی یادیں، مجھ پر فراز
ذرا سوچو کتنا دلکش ہوتا ہوگا میری تنہائی کا منظر

☆ ——— رفاقت علی-بھاگ گر

ہم نے بھی اک شخص کو ٹوٹ کر چاہا ہے اجنبی
جس کو بھلانا ہمارے بس میں نہیں
اور پانا ہماری قسمت میں نہیں

☆ ——— محمد عمیر مظہر سنی-تنکیاں

ماں ساتھ ہے تو سایہ قدرت بھی ساتھ ہے
ماں کے بغیر ایسا لگے دن بھی رات ہے

☆ ——— محمد صفدر دکھی-کراچی

تو ہوش میں تھا پھر بھی ہمیں پہچان نہ پایا جگر
اک ہم ہیں کہ جو پی کر بھی تیرا ہی نام لیتے ہیں

☆ ——— عامر سہیل راجپوت بھٹی-سمندری

غم اس بات کا نہیں کہ تم نے چھوڑ دیا مجھے
دکھ اس بات کا ہے کیسے گزرے گی تیرے بن میری زندگی

☆ ——— عثمان غنی-قبولہ شریف

تجھ سے بچھڑا تو مر جاؤں گا الطاف
کتنا خوبصورت وہ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا

☆ ——— چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

قسم تیری کسی دن عشق کرنا بھی سکھا دیں گے
وفا کی آگ اے ظالم تیرے سینے میں لگا دیں گے

☆ ——— ذوالفقار جسم-میاں چنوں

یہ امتحان میری جان لے لے گی شمشاد
کیا تم پہلی اور آخری ہو یہ کافی نہیں

☆ ——— الٰہی بخش شمشاد-کیچ مکران

زندگی میں ایک خواب آیا وہ بھی آشنا نہ تھا
مقدر میں جدائی تھی پردیس کا بہانہ تھا

☆ ——— سردار زاہد محمود خان-باغ

یہ چاہت بھی آپ سے ملی ہے
یہ راحت بھی آپ سے ملی ہے
ہم سے مت روٹھنا کیونکہ
یہ مسکراہٹ بھی آپ سے ملی ہے

☆ ——— محمد سرفراز بھٹی-مٹھن کوٹ

وعدہ وفا وہ بھی کرتا ہے ہم سے
زندگی میں رکھ درد ہم سے بھی آگے ہیں

☆ ——— کامران علی ملک-نوشہرہ فیروز

میں نے خدا سے پانی مانگا تو ساگر دیا
پھول مانگا تو گلشن دیا، گھر مانگا تو محل دیا،
جب سارا پیار مانگا تو آپ جیسا دوست دیا

☆ ——— علی نواز مزاری-گھوٹکی

جب لگا تھا تیر تب اتنا درد نہ ہوا غالب
زخم کا احساس تب ہوا جب کمان دیکھی اپنوں کے ہاتھ میں

☆ ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ-گوٹھ ذوالفقار آباد

تیری اس بے وفائی پر فدا ہوتی ہے جاں اپنی
خدا جانے اگر تجھ میں وفا ہوتی تو کیا ہوتا

☆ ——— عابد قریشی-ساہیوال

نہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق نذیر
کہ خوشی نہ رہے باقی اُس کے روٹھ جانے سے

☆ ——— نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد

میری تاریک راتوں کو چراغوں کی ضرورت نہیں
مجھے صحرا میں رہنے دو باغوں کی ضرورت نہیں
میری زندگی کے دشمن خوش رہیں خدا کرے
مجھے برباد کیا کس نے سراغوں کی ضرورت نہیں

☆ ——— جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

ہماری تڑپ تو کچھ بھی نہیں فراز
سنا ہے اس کے دیدار کو آئینہ بھی ترستا ہے

☆ -امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میر پور خاص

ورق ورق پر تیری عبارت تیرا افسانہ تیری حکایات
کتاب ہستی جہاں سے کھولی تیری محبت کا باب نکلا

☆ ——— جنید سیف-میر پور خاص

جس کو چاہا وہی کہتا ہے وفا کچھ بھی نہیں
ایسا لگتا ہے میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
یوں بھی اس نے مجھے فراموش کیا
سن کے ہر بات میری جیسے سنا کچھ بھی نہیں

☆ ——— نرگس ناز-سکھر

کہیں وہ ملے تو اسے کہنا کہ لوٹ آؤ
لوٹ آؤ کہ کوئی شدت سے بڑی مدت سے
بڑی محبت سے تمہارا انتظار کر رہا ہے
لوٹ آؤ کہ کسی کی باتیں، کسی کی یادیں، کسی
کی راتیں تم بن بہت ادھوری ہیں

☆ ——— خضر اخلاق-بٹلی

کسی دن ہماری بھی لینا خبر
کیا کیا بیت رہی ہے تیرے بغیر
چلتے ہوئے راہوں میں رکھنا نظر
کہیں تیرے قدموں کے نیچے نہ ہو میری قبر

☆ ——— محمد دلدار-چوکی

درد میں ہر کوئی مسکرا نہیں سکتا
اپنے دل کی بات سب کو بتا نہیں سکتا
روشنی لینے والے کیا جانیں
چراغ جل تو سکتے ہیں اپنی تکلیف بتا نہیں سکتے

☆ ——— اعجاز احمد-کرک

بس اتنا ہی چاہتا میرے بعد میری ذات کو تم
کہ اگر کبھی میں یاد آؤں تو اپنا بہت سارا خیال رکھنا

☆ ——— اسد الرحمن-شورکوٹ سٹی

تنہا ہوں کبھی تو مجھ کو ڈھونڈنا
دنیا سے نہیں اپنے دل سے پوچھنا

☆ ——— ارسلان پردیسی

شہر خموشاں میں یہ کیسی خوشبو ہے
جو ہے پس پردہ وہی روبرو ہے
جو ہے دسترس میں اسے گنوا رہے ہیں
جو ہے لاحاصل اس کی جستجو ہے

☆ ——— نامعلوم

وفا کی داستان چلو تم کو سناتے ہیں
جو دل پہ داغ ہیں اپنے وہ سب تم دکھاتے ہیں
وفا کے نام پر موتی میری آنکھوں میں آ ٹھہرے
جفا تیری ادا جاناں ستم پر ہی بھاتے ہیں

☆ ——— ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

تیرے رونے سے ان کے دل پر کوئی اثر نہ ہوگا ہادی
حسین لوگ اکثر بے درد ہوا کرتے ہیں

☆ ——— حماد ظفر ہادی-گوجرہ

آئینے میں دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا جو میرا خیال تو شرما کے رہ گئے

☆ ——— قمر عباس ساغر-نور جمال

جسے کہتے تھے یہ لوگ شہنشاہ دنیا میں
آج اس کی تربت پر کوئی شمع نہیں جلاتا

☆ -زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

آصف پردیسی، قصور کے نام
کتنا مشکل ہے یہ سلسلہ عشق بھی اے رانا
محبت تو قائم رہتی ہے مگر انسان ٹوٹ جاتے ہیں
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

پاک فوج کے تو جوانوں کے نام
اس پاک وطن کی مٹی پر ہم جان لٹانے
چل نکلے، تیری امانت خون اپنا ہم خون
بہانے چل نکلے، کھائی ہے تیری عزت
کی قسم، ہم اپنا عہد نبھانے چل نکلے
(منظور اکبر تبسم جھنگوی، جھنگ)

R، خوشاب کے نام
دل میں درد ہے آنکھوں میں نمی ہے
آجاؤ جان من زندگی میں بس تیری کمی ہے
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

محمد عباس جانی چک نمبر 75/2L کے نام
جب بھی لب کھولیں تو دعا مانگتے ہیں
ہم تیرے دل تھوڑی سی پناہ مانگتے ہیں
بھلا نہ دینا کبھی دل سے ہمیں جانی
ہم آپ کی عمر بھر کی وفا مانگتے ہیں
(شاہزیب پرنس، چک نمبر 75L2L)

اسد مشکے والے کے نام
ہر قدم پہ تم میرے ساتھ آیا
ایسے دوستوں کو میں نے کبھی نہیں آزمایا
(مصطفیٰ گل، لیاری کراچی)

ارمان سنگم، اعجاز، اٹلی، فیصل آباد کے نام
وقت کے اک اک پل میں یاد آتے ہو تم
سانس کی اک اک لہر کو چھو جاتے ہو تم
جب ہوتی ہے رات نکلتے ہیں تارے
چاند میں مسکراتے نظر آتے ہو تم
(ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

مس فوزیہ کنگن پور کے نام
یاد آتے ہو کچھ اور بھی شدت سے
بھول جانے کا جب بھی ارادہ چاہا
(اسحاق انجم، کنگن پور)

مدھو جی، جدہ کے نام
ہم تو آپ کے شہر میں وفا پانے آئے ہیں مدھو
یہ کون ہیں جو بے وفا لڑکی سے باتیں کرتے ہیں
(ایم وائی سچا، جدہ)

ایم وائی سچا، جدہ کے نام
تم کو شہرت ہو مبارک ہمیں رسوا نہ کرو
خود بھی بک جاؤ گے اک روز یہ سودا نہ کرو
(ایم وائی سچا، جدہ)

مس صبا، کلر سیداں کے نام
اک بے وفا کی خاطر یہ جنوں فراز کب تک
جو تجھ کو بھول گیا تو اس کو بھول جا
(ایس انمول، بھابڑہ)

مہر اعظم رضا، شہر خموشاں کے نام
ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کیلئے
(ایس انمول، بھابڑہ تریف)

کسی اپنے کے نام
کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
(ایس انمول، بھابڑہ)

قدیر بلوچ، بونا کوٹلہ جام کے نام
دوستی کے وعدے نبھاتے رہیں گے
ہر وقت آپ کو ستاتے مناتے رہینگے
مر بھی گئے تو کیا غم ہے اے دوست
ہم آنسو بنکر آپکی آنکھوں میں آتے رہینگے
(سید عبادت علی، ڈیرہ اسماعیل خان)

مائی ویلش کے نام
کبھی نہ چین سے سوئے ہم
تیرے پیار میں جب سے کھوئے ہم
یہ خواب و خیال یہ خواہشیں
کیا کیا حسین محل بنائیں ہم
(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

مائی ویلش اپنا دیس کے نام
میرے دل کی ہے یہ آرزو مجھے تو ہی ملا کرے
مجھے چاہے یونہی عمر بھر نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری چاہتیں، خواہشیں میری زندگی تیرے لیے
میری رب سے دعا ہے مجھ سے کبھی جدا نہ کرے
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر)

Z ناز، کیچ مکران کے نام
اے اللہ میری آرزو پوری کر دیں
میں Z کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کر دیں
(الہی بخش غمشاد، کیچ مکران تربت)

NN زریں بگ دشت کے نام
تمہاری نظروں میں ہم نے دیکھا

عجیب سی چاہت جھلک رہی تھی
ہم تیرے شہر میں آئے ہیں مسافر کی طرح
صرف ایک بار ملاقات کا موقع دے دے
(دشت زریں بگ، مکران بلوچستان)

مصروفیت کے نام

نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے نہ قفس نہ آشیانہ
تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ
(جمیل فدا خیر پوری، خیر پور میرس)

رمضان تبسم، مبسی کے نام

دوستی کسی کی ریاست، نہیں ہوتی
زندگی کسی کی امانت، نہیں ہوتی
ہماری سلطنت میں دیکھ کر قدم رکھنا کیونکہ
ہماری قید میں ضمانت نہیں ہوتی
(محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوٹہ)

الیس کے نام

میری محبت کی کیا آزمائش کرو گے
کیا ماں سے بھی زیادہ فرمائش کرو گے
میری محبت ہے اک سمندر کے پانی کی طرح الیس
کیا سمندر کے پانی کی بھی پیمائش کرو گی
(رئیس ساجد کاوش، خان بیلہ)

A نور، فیصل آباد کے نام

لبوں پہ اس کے ڈھلتا ہے ترنم آبشاروں کا
نگاہوں میں الجھتا ہے فسانہ لالہ زاروں کا
(مدثر عمران ساحل، سوہدرہ تلواڑہ)

فاطمہ طفیل طوفی، لاہور کے نام

اس پھول کا ہوں قائل جو شبنم سے بھی پاک ہو
کچلے مسلے ہوئے پھولوں کو ہم اپنایا نہیں کرتے
(حکیم محمد طفیل طوفی، کویت سٹی)

مرید عباس، کوٹلہ سیدان کے نام

بدلہ وفا کا دیں گے بڑی سادگی سے ہم
تم ہم سے روٹھ جانا اور زندگی سے ہم
(عبادت علی، ڈی آئی خان)

کسی بھول جانیوالے کے نام

تجھ سے ملنے کی تمنا تو ہم نے مٹا ڈالی مگر
دل سے تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
(حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

اقصیٰ تبسم، مریدکے کے نام

دنیا بھر کی بھولی یادیں ہم سے ملنے آتی ہیں
شام سے اس سونے گھر میں میلا سا لگ جاتا ہے
(اقصیٰ تبسم، مریدکے)

ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال کے نام

مجبور ہو یا مغرور ہو
کیوں آنکھوں سے دور ہو
ہماری باتوں سے لگتا ہے ندیم
اندر سے چور چور ہو
(آصف سانول، بہاولنگر)

ممریز اعوان، ماڑی ہزارہ کے نام

مطلب کی دنیا تھی اسلئے چھوڑ دیا سب سے ملنا
ورنہ یہ چھوٹی سی عمر تنہائی کے قابل تو نہ تھی جانی
(مہر ہزاروی، مومن آباد کراچی)

اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ کے نام

ماہ نور سے اداسی کی وجہ پوچھنا اشفاق
مرضی سے چھوڑ کر اداس کیوں ہے
(آصف سانول، بہاولنگر)

آرزو، کوٹلی آزاد کشمیر کے نام

چلتی ہیں یوں ہی دل پہ تیری حکومتیں جاناں
بس جو تم نے کہہ دیا وہی اپنا دستور ہو گیا
(عزیز انجم چوہدری، کوٹلی آزاد کشمیر)

محمد عباس جانی، چک نمبر 75/12L

اتر کے دیکھ میری دوستی کی گہرائیوں میں
سوچ میرے بارے میں رات کی تنہائیوں میں
اگر ہو جائے میری دوستی کا یقین تو
پاؤ گے مجھے اپنی ہی پرچھائیوں میں
(شاہزیب پرنس، چک نمبر 75/12L)

A، اٹک کے نام

تم کو خبر نہیں مگر ایک صدا سن لے
برباد کر دیا تیرے دو دن کے پیار نے
(جنید اقبال، غور غشتی)

آمنہ، راولپنڈی کے نام

ستارو تم تو سو جاؤ ہم مجبور بیٹھے ہیں
جس کی یاد میں ہے دل بے قرار وہ ہم
سے دور بیٹھے ہیں
(سید عارف شاہ، جہلم شہر)

An Sahil، فیصل آباد کے نام

بھلا غیروں سے کیا مطلب جو کرتا ان سے شکوہ
شکایت تم سے کی ہے تم کو اپنا جان کر میں نے
(مدثر عمران ساحل، تلواڑہ)

گلناشہ جی، گوجرانوالہ کے نام

سنو تم یہ میرا جو رشتہ ہے ایک رستہ ہے
تم تک گزر کر ہی تم تک پہنچنے کی رفتار
ہوں میرا آغاز تم میرا انجام تم میری
زندگی تم تم تمہیں دیکھ کر، تمہیں کھوجتا
ہوں تم اپنے بدن کے سمندر میں
برسوں سے پوشیدہ اک خواب ہو
(محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

آمنہ راولپنڈی کے نام

دل بہل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
کوئی اور مل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
قسم تو کھاتے ہیں سدا ساتھ جینے کی
ذہن بدل جاتے ہیں تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
(سید عارف شاہ، راولپنڈی)

زیب ظہور بلوچ، ڈیرہ کے نام

مجھے اس جگہ سے بھی محبت ہوتی ہے
جہاں بیٹھ کر ایک بار تجھے سوچ لیتا ہوں
(کلس مری بلوچ، کراچی)

ماں سے پیار کا اظہار

❁ ......ماہ سے پیار کا اظہار ہر ماہ لکھا جاتا ہے اور پڑھا بھی جاتا ہے لیکن لکھا زیادہ جاتا جبکہ عمل کم کیا جاتا ہے پلیز جو لکھا کرو اس پر عمل بھی کیا کرو۔ (یونس عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

❁ ...... ماں کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ہر کام میں ماں کی دعا شامل ہو جاتی ہے۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

❁ ...... ماں کا ادب احترام کرنا چاہیے ماں کے قدموں تلے جنت ہے سچا پیار صرف ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (محمد سلیم عاصی، حاصل پور)

❁ ......لوگ مسجدوں مندروں میں جنت تلاش کرتے ہیں فرصت اتنی نہیں قدم ماں کے چوم لیں۔ (سراج خان، کرک)

❁ ......اظہار ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جن سے پیار ہوا ہو جبکہ ماں تو خود پیار کا پہلا نام ہے تو پھر اظہار کیا سارے قارئین اپنی ماؤں کو میری طرف سے سلام کیجئے۔ (سراج خان، کرک)

❁ ...... ماں دنیا کی خوبصورت نام ہے جس کو یاد کرنے سے ہر کام ہو جاتا ہے اس کی قدر کرو اور خدمت کرو اگر جنت حاصل کرنی ہے تو۔ (غفور شہزادہ، سیالکوٹ)

❁ ......قسم خدا کی اگر قیامت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنی ماں کو سجدہ کرتا شرم سے مر جائے وہ لوگ جو اپنی ماں کی قدر نہیں کرتے قیامت کے دن۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

❁ ...... ماں کی قدر کرو اگر خوشی چاہتے ہو تو کیوں کہ ہر خوشیاں ماں کے دم سے ہے ماں دولت کا خزانہ ہے جو چاہے حاصل کر لے۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

❁ ......دنیا میں اور آخرت میں اگر خوشی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کو خوش رکھو دوستو ماں ہی دنیا اور آخرت کا عظیم تحفہ ہے۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

❁ ......اے رب العزت میری ماں کو سدا خوش اور سلامت رکھنا ماں جی آپ کی دعاؤں کی بدولت ہر جگہ عزت مل رہی ہے۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

❁ ......ماں جیسی بھی ہو اس کو کبھی بھی تکلیف نہ دینا ماں کے روٹھنے سے خدا بھی روٹھ جاتا ہے ماں ایک دنیا کی وہ دیوی ہے جو انسان کو سچا پیار دیتی ہے ورنہ شاید ماں کے بغیر پیار ہی ختم ہو جاتا۔ (رانا وارث اشرف عطاری، گوجرانوالہ)

❁ ...... اس دنیا میں سب اک دوسرے سے صرف اور صرف مطلب نکالنے کیلئے پیار کرتے ہیں سوائے ماں کے۔ (محمد گل اعوان، بنوں)

❁ ......میری ماں میری زندگی ہے آج میں جو کچھ بھی ہوں وہ میری ماں کی دعائیں ہیں۔ سدا خوش رہو ماں۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

❁ ...... پیاری سی سویٹ ماں تیری عظمت کو سلام میری ماں میری جنت ماں جی دعا کرو تاں اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو قرضے سے نجات عطا فرمائے اور سکون دے۔ (حافظ محمد شفیق، کوٹلی)

❁ ......میری پیاری ماں میں تم سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں پردیس میں تمہاری بہت یادی آتی ہے میں جلد واپس آ جاؤں گا۔ (رئیس ارشد، سعودی عرب)

❁ ......ماں میں ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری سب بہن بھائیوں سے التجا ہے کہ میری ماں کیلئے دعا

کریں اللہ انہیں جنت میں جگہ دے۔ (مصطفیٰ عرف موجو، کراچی)

❁ ...... ماں سے محبت کے اظہار کیلئے میری پاس الفاظ نہیں چند ٹوٹے ہوئے لفظوں کی یہی تحریر ہے۔ (حبیب الرحمن طارق، جعفر آباد)

❁ ...... میری زندگی کا سب سے انمول سرمایہ میری ماں ہے ماں کی دعا سے انسان دنیا کی ہر خوشی کو پالیتا ہے اور روز آخرت میں بھی ماں کی ممتا ہی کام آئے گی اور ماں کے نام سے پکارا جائیگا۔ (حافظ فیاض احمد کنول، دیپالپور)

❁ ...... ماں ایک عظیم رشتہ ہے لہٰذا ماں کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے لہٰذا خدمت کریں جنت ملے گی۔ (حبیب الرحمن، لاہور)

❁ ...... ماں کے قدموں تلے جنت ہے، ماں کی محبت پھول سے زیادہ تر و تازہ ہے۔ ماں زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی کا مینار ہے۔ (ناصر اقبال، کھنڈیاں شہر)

❁ ...... ماں کی عظمت کو دنیا کے کسی بھی لفظ سے بیان کرنا ناممکن ہے ماں کی ممتا خدا تعالیٰ کی محبت کا دوسرا نام ہے اے میرے خدا رہتی دنیا تک میری ماں کو سلامت رکھنا۔ (حافظ فیاض احمد کنول، سنٹرل جیل ساہیوال)

❁ ...... یہ کامیابیاں عزت یہ نام تم سے ہے خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے تمہارے دم سے ہے میرے لہو میں کھلتے گلاب میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے۔ (امداد علی عرف، ندیم عباس تنہا)

❁ ...... ماں کی نافرمانی کرنیوالے جنت میں داخل نہیں ہوگا ماں کی دعا کامیابی کا راز ہے۔ (ناصر اقبال، کھنڈیاں خاص)

❁ ...... میری ماں سب سے مجھے عزیز ہے وہ ہی میری دنیا ہے میں اپنی ماں سے جان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں، میری دعا ہے کہ میری ماں کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر رہے۔ (ایم ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا کاش ماں زندہ ہوتی میں جب بھی ماں کی قبر پر جاؤں ماں کے قدم چوم لیتا ہوں ماں تیری عظمت کو سلام۔ (آصف سانول، (بہاولنگر)

❁ ...... دنیا کی کوئی چیز ماں سے بڑھ کر نہیں میں اپنے ماں سے بہت پیار کرتا ہوں ماں کے پیروں تلے جنت ہے۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

❁ ...... ماں خدا کا دیا ہوا انمول تحفہ ہے اس تحفے کی کوئی قیمت نہیں ہے اور نہ یہ آپ کر کہیں ملے گا ماں کی خدا کرو اور اس کی خدمت کرو۔ (نبیل احمد گبول، کراچی)

❁ ...... میری ماں سب سے عظیم ماں ہے میری دعا ہے کہ میری ماں سدا خوش رہے اور اس کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ رہے۔ (ندیم عباس، ڈھکو، ساہیوال)

❁ ...... ماں سے جتنا بھی پیار کیا جائے کم ہے۔ ماں تجھے سلام (اشرف)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا میں نے کبھی اپنی ماں کا دل نہیں دکھایا تھا مجھے ماں کی دعا آسمان کی بلندی پر پہنچا دیا ہے۔ (آصف سانول، چشتیاں)

❁ ...... میری ماں بہت اچھی ہے میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے اے اللہ میری ماں کو سدا خوش رکھنا آمین۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

❁ ...... میری ہر خوشی کی ابتداء اور ہر خوشی کی انتہا میری ماں کا پیار ہے ایک ذرہ انسان اپنی ماں کے قدموں کی خاک۔ (صدا حسین صدا، کیلا سکے)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں اے خدا میری ماں کا سایہ سدا مجھ پر سلامت رکھنا، ماں تجھے سلام۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال ثمانی)

❁ ...... ماں ایک ایسی امانت ہے جس کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس کی خدمت کرنا ہی امانت نبھانا ہے ہمیں امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ (عابد رشید، روات)

❁ ...... میں ماں سے بے حد محبت کرتا ہوں جو اپنی ماں کی عزت نہیں کرتا خدا اس کی کبھی دعا قبول نہیں کرتا ماں راضی تو رب راضی (نامعلوم)

❁ ...... ماں کے پیار کا کوئی نعم البدل نہیں اس لیے اظہار کرنا مشکل ہے۔ (عمران، چشتیاں)

❁ ...... میری نظر میں ماں عظیم ہستی

ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ (رانا محمد احمد، لنڈے والا)

❁ ...... اگر میں ماں کی تعریف لکھوں تو زندگی ختم ہو جائے گی مگر ماں کے احسان نہیں ختم ہوں گے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

❁ ...... ماں کی دعا جنت کی ہوا ماں کی دعا لو بددعا نہ لینا کیونکہ ماں کی بددعا عرش ہلا دیتی ہے۔ (چوہدری الطاف، بھمبر آزاد کشمیر)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں میرا سب کچھ ہے خدا میرے ماں باپ کو زندگی دے، آمین (عابد شاہ، 626 رسالہ)

❁ ...... ماں قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے اس تحفے پر اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اللہ تعالیٰ تمام ماؤں کا سایہ قائم رکھے ان کو خوشیاں نصیب کرے۔ (عابد رشید، روات)

❁ ...... ماں ایک عظیم ہستی ہے اس لفظ ماں کی تعریف ختم نہیں ہو سکتی کاغذ ختم ہو جائیں میری دعا اللہ سب پر ماؤں کا سایہ قائم رکھے آمین۔ (عابد رشید، روات)

❁ ...... ماں، ماں ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا ماں کی محبت دولت سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

❁ ...... ماں وہ عظیم تحفہ ہے جس کے پاس یہ تحفہ ہے وہ دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہے یہ انمول رشتہ ہے۔ (ماجد علی اعوان، کراچی)

❁ ...... ماں کی دعاؤں سے جنت ملے گی پھر کیوں نہ اس کی خدمت کریں ماں جی آپ کی دعاؤں کا طالب آپ کا پردیسی بیٹا۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میری ماں میرے لیے جنت ہے ماں آپ کو بہت سلام۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

❁ ...... ماں وہ عظیم ہستی ہے فجر کی نماز کے بعد ماں کے قدموں میں دیکھنا ایک حج کے برابر ثواب ہوتا ہے۔ (راحیلہ منظر)

❁ ...... میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہیں۔ میری ماں ہی میرا سب کچھ ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

❁ ...... میری ماں ہی میرا سب کچھ ہے میری ماں میرے لیے دولت، شہرت اور ہر خوشی ہے میری ماں بیمار ہے پلیز سب اس کی صحت یابی کیلئے دعا کریں (منظور اکبر تبسم، جھنگ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہے اس لیے میں اپنے آپکو دنیا کا خوش نصیب سمجھتا ہوں (شاہزیب پرنس چک نمبر 75/2L)

❁ ...... ماں کی قدر کرنے والا دونوں جہانوں میں کامیاب ہوگا ماں کو دکھ دینے والا ہر قدم پر برباد ہوگا ماں کی محبت سچی ہوتی ہے۔ (مصطفیٰ گل)

❁ ...... میری ماں بہت ہی اچھی ہے میری ماں مجھے ہر وقت دعائیں دیتی رہتی ہے اور آج بھی میں جس مقام پر ہوں میرے والدین کی بدولت ہے۔ (رئیس ارشد، خان بیلہ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں آج میں جو کچھ ہوں اپنی ماں کی دعاؤں کی وجہ سے ہوں (عمر فاروق گجر، چک نمبر 75/12L)

❁ ...... اے میری ماں تو ہی تو میری جنت ہے میری عظیم ماں کو اللہ تعالیٰ صحت دے اور کوئی غم نہ ملے آپ کو۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

❁ ...... میں امی سے بہت پیار کرتا ہوں اور گھر کے کام بھی کر لیتا ہوں۔ (راجہ کامران، کسووال)

❁ ...... ماں کے بارے لکھنا ہاتھوں میں طاقت نہیں کیونکہ بڑی ہستی ماں ہے ہم دونوں بھائی PN شفاء میں ماں کی بہت یاد آتی ہے۔ ماں کی قدر کرو جنت حاصل کرو (غلام فرید، عبدالمجید، گولارچی)

❁ ...... ماں جی خداوند کریم آپ کو صحت دے آمین، میں جو کچھ بھی ہوں آپ کی دعاؤں کی بدولت ہوں (ایم وائی سچا، جدہ)

❁ ...... ماں کا پیار وہ چیز ہے جس کا آپ احسان کبھی نہیں اتار سکتے ماں کی دعا جنت کے دروازے کھول سکتی ہے، ماں کی عظمت کو میرا سلام، (ایم وائی سچا، جدہ)

❁ ...... اک مدت سے سوئی نہیں میری ماں انمول، میں نے اک بار کہا تھا ڈر لگتا ہے۔ ماں تیری عظمت کو سلام۔ (ایس انمول، بھابڑہ)

❁ ...... ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے

ماں کو خوش رکھو اس کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ ماں تو اپنا کھانا بھی اولاد کو کھلا دیتی ہے۔ (عباس علی، ڈی آئی خان)

❁ ...... ماں جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے ماں کا نعم البدل اس دنیا میں کوئی نہیں ہے لہٰذا ماں کی خدمت کرو جنت یقینی بناؤ۔ (سردار زاہد، کمیاڑی کراچی)

❁ ...... ماں کے بغیر کائنات نامکمل ہے ماں کے دم سے ہی یہ دنیا آباد ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام ماؤں کو خوش رکھے۔ (محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

❁ ...... آئی لو یو ماں، آپ کی بہت یاد آتی ہے ماں ہمارے لیے دعا کرنا میری دعا ہے اللہ پاک آپ کی زندگی لمبی کرے۔ آمین۔ (تمریز اعوان ارمانی، ہزارہ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتی ہوں میری ماں دنیا کی عظیم ترین ہستی ہے ماں کا رشتہ سب سے اہم ہے۔ (اقصیٰ تبسم آصف، مریدکے)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا مگر میری ماں اس دنیا فانی کو چھوڑ گئی خدا میری ماں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین (آصف سانول، بہاولنگر)

❁ ...... ماں کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتی ہوں، ماں تجھے سلام۔ (اقراء ناز، ڈونگہ بونگہ)

❁ ...... ماں قدرت کا دیا ہوا ایک تحفہ ہے انسان کے زندگی میں تو تحفے آتے جاتے ہیں لیکن یہ ایک ایسا تحفہ ہے اگر ایک بار چلی گئی تو پھر ہاتھ نہیں آتا۔ (سید شہزاد ارمانی، ویڑوسم)

❁ ...... ماں میں آپ کو بہت مس کرتا ہوں آئی لو یو ماں ماں آپ خوشیوں کا خزانہ ہیں ماں آپ جنت کی ٹھنڈی ہوا ہیں۔ (ملک قیصر عباس، جہانیاں)

❁ ...... ماں دنیا کی عظیم ہستی اور سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہے ماں کے بغیر بندہ ادھورا ہوتا ہے جنت چاہتے ہو تو ماں کی خدمت کرو۔ (انجم دانش سہو، تاندلیانوالہ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، خدا ہمیشہ ماں کا سایہ سر پر قائم رکھے آمین۔ (ساجد ہزاروی، شیخوپورہ)

❁ ...... ماں سے ایسا کون انسان ہے جو پیار نہیں کرتا میں بھی بہت پیار کرتا ہوں اپنی ماں سے۔ (ساجد ہزاروی، شیخوپورہ)

❁ ...... (کائنات کی رعنائی، زیست کا سکون، آنگن کی رونق، دل کی دھڑکن، جنت ہی جنت خزاں رت میں بہار فقط ماں ہے۔ آئی مس یو ماں۔ (عمران انجم راہی، ہتہ پانی)

❁ ...... اے میری پیاری امی جی سدا خوش رہو آپ کی بہت یاد آتی ہے آپ کی دعاؤں سے میں آج اس مقام پر ہوں۔ (سمیع اللہ سمعی، کوہاٹ کینٹ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار تھا میری ماں نے مجھے بہت لاڈ دیا کاش میری زندہ ہوتی۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

❁ ...... مجھے اپنی ماں ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہمیشہ میرے سر پر ان کا سایہ قائم رکھے، آئی لو یو امی جان۔ (عابد علی آرزو، سانگلہ ہل)

❁ ...... ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ اور یہ جنت بچے خدمت کر کے ہی لے سکتے ہیں۔ مولانا عبدالغفور نقشبندی، حافظ آباد)

❁ ...... میری پیاری امی جان کی ہر بات مجھے بڑی شدت سے یاد آتی ہے وہ بہت اچھی تھی اللہ اس کو جنت میں جگہ دے۔ (نرگس ناز، سکھر)

❁ ...... ماں کے نام سے قرار آ جاتا ہے دل کو سکو ملتا ہے ماں ایک ایسا پھول ہے جس کی خوشبو کبھی ختم نہیں۔ (رائے جاوید، فورٹ عباس)

❁ ...... جب تک ہے سر پہ سایہ تیرا ماں۔ میری دنیا میری جنت ہے۔ (عبدالمالک کیف، صادق آباد)

❁ ...... میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہیں وہ ہر وقت مجھے اپنی دعاؤں سے نوازتی رہتی ہیں ماں دنیا کا ایک انمول تحفہ ہے۔ ماں تجھے سلام۔ (محمد ساجد کوڑا، جڑانوالہ)

❁ ...... ہمارے لیے ایک عظیم نعمت ہے ماں کی خدمت کر کے جنت حاصل کرو۔ (ساجد اعوان، شیخوپورہ)

❁ ...... ماں ایک معصوم اور سچا پیار کرنے والی اور اپنی اولاد کے غم کو

اپنے دل میں جگہ دینے والی ہستی ہے ماں تیری شان کو سلام، (ام حبیبہ جی، سیالکوٹ)

❁ ...... میری ماں نے میری بے شمار خطاؤں کے باوجود بھی مجھے پیار دیا اور میری ہر خواہش پوری کی اے اللہ میری ماں کو قیامت تک زندہ و سلامت رکھنا آمین (سید مبارک علی شمسی، قائم پور)

❁ ...... میری ماں خدا کی عظیم نعمت ہے اللہ میری ماں کو ہمیشہ تا دیر ہمارے لیے۔ (نامعلوم)

❁ ...... ماں ایک عظیم رشتہ ہے ماں جنت کی علمبردار ہے ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے ماں دنیا کا سب سے عظیم اور معتبر رشتہ ہے (اسد الرحمٰن، شورکوٹ)

❁ ...... میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے اتنا پیار کہ جس کی مثال ہی نہیں ملتی ہے میں آج جتنا کچھ بھی ہوں یہ میری ماں کی دعائیں ہی رنگ لا رہی ہیں۔ (محمد یاسین، جھنگ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اے خدا میری ماں کو شاد رکھنا، (ارشد ساقی، ڈاہرانوالہ)

❁ ...... ماں ایک انمول رشتہ ہے ماں کی خدمت کرو تا کہ اس دنیا میں بھی کامیاب رہو اور اگلے جہاں جنت کی حسین وادیوں کے حقدار بنو۔ (محمد یاسین مجز، جھنگ)

❁ ...... میں بھی اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میری ماں بہت اچھی ہیں خدا ان کو لمبی زندگی عطا کرے۔ آمین۔ (ملک افضل ساگر، صفدر آباد)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہو، میری ماں میری جنت ہے میں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ (تبسم حسین، پتوکی)

❁❁❁

میں تجھ میں ڈوب کر ابھروں

تجھے ڈھونڈوں میں کہاں
تیرا پیار ڈھونڈوں کہاں
تجھ سا چاہنے والا
مجھے نہ ملے گا کوئی دوسرا
میری زلف کو رات
اور چہرے کو چاند کہنے والا
کوئی دوسرا نہ ہوگا
تیرے الفاظ چمکتے ہوئے
موتی کی طرح
تیرا پیار میرے لیے
سمندر کی طرح
میں تجھ میں ڈوب کر ابھروں
ایک نئی روشن
صبح کی طرح

(حمیرا اسید کی شاعری)

غزل

ہر شخص کی قسمت میں نہیں پیار کا موسم
ہر شخص کو دنیا میں محبت نہیں ملتی
ہر شخص مقدر کا سکندر نہیں ہوتا
ہر شخص کے لفظوں کو عقیدت نہیں ملتی
وہ خواب کبھی خواب کا درجہ نہیں پاتا
جس خواب کو تعبیر کی نعمت نہیں ملتی
تو میرے مقدر کا تماشا نہ بنا
ہر شخص کو مانگنے سے تو غربت نہیں ملتی
اس شخص کی الفت میں گرفتار ہے یہ دل
جس شخص کو میرے لیے فرصت نہیں ملتی

(عبدالرشید صارم، سعودی عرب)

پتھر کے خدا

کس نے لوٹا قافلہ، کچھ تو بتا؟
ہر طرف ہے کربلا، کچھ تو بتا؟
کب تلک یہ سر رہے دہلیز پر
میرے پتھر کے خدا، کچھ تو بتا؟
شاخ پر تنہا پرندہ دیکھ کر
اے میرے دل کیا ہوا، کچھ تو بتا؟
اک دیا روشن ہوا تھا شام کو
اے ہوا کچھ تو سنا، کچھ تو بتا؟
یہ تیرا پہلا قدم ہے عشق میں
کس قدر اچھا لگا کچھ تو بتا؟
دیکھ چہرہ ٹکڑیوں میں بٹ گیا
اے میرے معجز نما، کچھ تو بتا؟
اے پرندے ہجرتوں کے ذکر پہ
رنگ تیرا کیوں اڑا، کچھ تو بتا؟

(قراۃ العین، تاندلیانوالہ، فیصل آباد)

محبت

محبت دل کی بستی میں ملے گی
کسی اچھی سی ہستی میں ملے گی
کبھی تو ڈوب کر آنکھوں میں دیکھو
تمہیں ہر چیز مستی میں ملے گی

(قراۃ العین عینی تاندلیانوالہ)

مجھے شکوہ ہے خالد پپو ڈجکوٹ والے سے جو میرے ساتھ سیدھی بات نہیں کرتا پلیز خالد ایسا کرنا چھوڑ دو مہربانی ہوگی۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے محبت تو کرتے ہیں مگر نبھانے سے کتراتے ہیں۔ پلیز ایسا نہ کیا کریں آپ کا شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، کبیر والہ)

مجھے شکوہ ہے کسی سے بھی نہیں اگر کروں تو کیا ہوجائے گا جس سے شکوہ ہے وہ خود سمجھتے نہیں خاص کر مجید احمد جائی ملتان سے کہ اتنی فضول کہانیاں ارسال نہ کریں۔ (سراج خان، کرک)

مجھے شکوہ ہے نورین سے کہ اس نے میرے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا نورین جی کیا اپ کی اتنی سی دوستی ہے۔ سدا خوش رہو۔ (محمد سلیم عاصی، جافضل پور)

مجھے شکوہ ہے پہلے تو کہا تھا ایڈیٹر نے نہیں کرسکتا لیکن اب ضرور کروں گا ہم پرانے قارئین پر نئے کو ترجیح دی جارہی ہے ایسا کیوں۔ (سراج خان کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوستی مطلب کیلئے کرتے ہیں جب مطلب پورا ہوجائے تو کہتے ہیں آپ کون میں آپ کو جانتا نہیں۔ (عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ماں باپ کی قدر نہیں کرتے اور اپنے استاد کی عزت نہیں کرتے خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ (غفور شہزادپوی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے نصیب سے میرے نصیب میں شاید کسی کا بھی پیار نہیں جو بھی ملا مطلبی ہی ملا اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہ کریں۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جن کو کوئی کام نہیں صرف مس کالیں کرکے تنگ کرتے ہیں اور خواہ مخواہ پیار جتاتے ہیں۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

مجھے شکوہ ہے کمپوزنگ کرنیوالوں سے کہ وہ کسی کی تصویر لگانے سے پہلے وہ تصویر بھیجنے والے کا نام پڑھ کر تصویر لگایا کریں اک دفعہ کمپوزنگ والوں نے اک تصویر کے نیچے میرا نام غلطی سے لکھ دیا تھا جو کہ وہ تصویر میری نہیں تھی احتیاط کریں۔ (رانا وارث اشرف عطاری، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے کہ نہ وہ میرے کوپن شائع کرتے ہیں اور نہ ہی کہانیاں خدا را ایسا مت کرو کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا راہ میری کہانی ضرور شائع کرنا۔ (حافظ شفیق عاجز، کوٹلی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو سچی محبت کرنیوالوں کا تماشا بنا دیتے ہیں اور ان کی محبت کو ایک جھوٹی محبت سمجھتے ہیں۔ (رئیس ساجد کاوش خان، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دل تو رکھتے ہیں مگر پھر بھی دکھی دلوں کے ساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں۔ (محمد گل اعوان، بنوں)

مجھے شکوہ ہے ان تمام لوگوں سے جو دوستی جیسے پاک رشتے کو بدنام کرتے ہیں اور صرف اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ (حبیب الرحمٰن طارق، جعفر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنی وائف مس شازو سے کہ وہ مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہوتی ہے اس کو تو میری ہر مجبوری کا پتہ ہے لیکن سنو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری یہ ناراضگی ہم دونوں کو دریا کے دو کنارے کردے۔ (حافظ فیاض احمد کنول، دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے قانون والوں سے جنہوں نے قانون تو بنا دیا لیکن انصاف کی نصیب والے ہی کی قسمت میں آتا ہے۔ (حبیب الرحمٰن، لاہور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ (ولید، کھنڈیاں خاص)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے وفاداروں سے نہیں۔ (محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اچھے وقت ان دوستوں سے جو ہمیں بھول گئے ہیں۔ (محمد حسین ظفر، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اپنے سبھی رشتہ داروں سے اور اپنے دادا ابو سے اور دادی اماں سے کہ کیا اس جہان میں میری یہ خطا خدا کے نام پر معاف نہیں ہوسکتی اگر میں بھی آپ کا خون ہوں تو مہربانی کریں۔ (حافظ فیاض احمد کنول، سنٹرل جیل ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ڈیرہ غازیخان کے قارئین سے جو کہ رابطہ نہیں رکھتے اور بڑے سنگدل لوگ ہیں۔ (فیض اللہ مجاور، تخی سرور)

مجھے شکوہ ہے دوستو آپ لوگوں پر مجھے کوئی شکوہ نہیں شاید میں ہی آپ لوگوں کی دوستی کے قابل نہ تھا کیا ہوا جو آج تنہائی میری ساتھی ہے کوئی تو آئیگا۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے خرم میثم سے جو میری بات پر یقین نہیں کرتا حالانکہ میں اسے بھائی تسلیم کرتا ہوں، خرم بھائی خدا را میری بات مان لیا کریں۔ (سید مبارک علی شمسی، قائم پور)
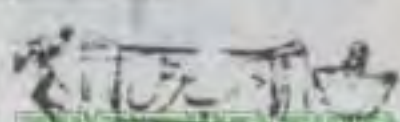
مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس بات پر عمل نہیں کرتے۔ (نیلم شہزادی، فتہ بھنڈ)

مجھے شکوہ ہے کہ شہزاد صاحب سے کہ وہ میری غزل اور تحریروں کو شائع نہیں کرتے پلیز ان سے گزارش ہے کہ میری غزل اور تحریروں کو شائع کریں۔ (محمد محسن ساغر، عارفوالا)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ مجھے دوسروں کی طرح بدلنا نہیں آتا نہ ہی کسی کو بھلا سکتی ہوں۔ (صائمہ، مرید)

مجھے شکوہ ہے اپنے دل سے اور اپنے نصیب سے کہ یہ دنیا میں وفا کی امید کیوں نہیں چھوڑ دیتا جبکہ کئی بار دل ٹوٹا ہے۔ (یاسر ساقی، لسان نواب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کی وفائی امید رکھتے ہیں اور خود بیوفائی کرتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ بھی دل رکھتے ہیں۔ (امیر احمد میر، سوئی)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے وہ ہر وقت مس کالیں دیتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں پلیز ایسا مت کریں۔ (بابو جان بروہی، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے S سے جس نے مجھ کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی کرلی اگر نہ کرتی تو آج میں برباد نہ ہوتا بلکہ آباد ہوتا آباد۔ (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو دوستی کر کے بھول جاتے ہیں پلیز ایسا نہ کیا کریں۔ (نوید اختر سحر، کبیروالا)

مجھے شکوہ ہے میں ان لوگوں سے شکوہ کرتا ہوں جو لوگ دوسروں کو تنگ کرتے ہیں خدا کیلئے اس طرح نہ کرو۔ (سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ اب تک میری کوئی چیز جواب عرض میں شائع کیوں نہیں ہوئی کاش میری بھی شائع ہو جائے۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری تحریریں کسی اور کے نام سے شائع کررہے ہیں میں بڑی محنت سے تحریر لکھتا ہوں۔ (ایم اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی تو بہت آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن ایسے نبھانا نہیں جانتے ہیں۔ (واصف علی، نوشہرہ فیروز)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (مجاہد ناز عباسی، ہنجر پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو مذاق ہی سمجھتے ہیں کیا اس کو محبت یا پیار کہتے ہیں۔ (سردار اقبال، سردار لڑھ)

مجھے شکوہ ہے نہیں یہ التجا ہے میری محبت کرنا مگر دھوکہ نہیں ہسانا ہے تو رلانا نہیں رلانا ہے تو وعدے وفا کرنا ہیں۔ (دین محمد، کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جو مجھے

مجھے شکوہ ہے جینے نہیں دیتے اور مجھ سے پیار کرنے کی سزا دے رہے ہیں خدا را ایسا نہ کریں۔ (وسیم سلطان، کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو بہت کی دھوم دھام سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں لیکن پھر خود ہی چھوڑ جاتے ہیں آخر کیوں ایسا کرتے ہیں۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے سید خرم وقار کراچی سے جو نہ تو فون اٹینڈ کرتا ہے اور نہ ہی کوئی میسج لیٹر وغیرہ کرتا ہے براہ مہربانی بھائی ایسا نہ کریں شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، خانیوال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے میرے کوپن 2011ء ماہ اکتوبر میں میرے ایک بھی کوپن شائع نہیں کیے۔ (نبیل احمد گبول، کراچی)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے میرے نمبر شائع نہیں کرتے بھائی ایسا نہ کرو، پلیز۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے کہ میں بہت ہی زیادہ برا ہوں کوئی بھی میرا اچھا دوست نہیں بنتا کاش کہ کوئی تو ہوتا دکھ درد بانٹنے والا، (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے تو کسی سے نہیں اگر ہو بھی تو میں اس سے کروں گا نہیں کیا اچھا برا وقت آتا رہتا ہے۔ (لقمان اعوان، شیخوپورہ)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے خاص کر S اور Dk سے جنہوں نے میرے خلوص کو ٹھکرا دیا اور مجھ سے وفا نہ کی۔ (شاہد رفیق، گلیانہ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے میرا دوست سلیم جنہوں نے میرا خط کا جواب ابھی تک نہیں دیا۔ (غلام مونس عرف موجو، سرگودھا)

مجھے شکوہ ہے جناب شہزادہ انکل سے جو پرانے چہروں کو بھول گئے ہیں انکل میری چار عدد کاوشیں آپ کی بزم میں بھیجی تھیں کافی عرصہ بیت چکا ہے پلیز انکل انہیں ضرور شائع کرنا۔ شکریہ (ندیم اقبال قریشی، بھریا روڈ)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جنہوں نے ہمیں برباد کیا خدا ان کو پوچھے گا۔ (شاعر اشفاق ڈوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے انکل سے وہ میری تحریروں کو کانٹ چھانٹ کر ان کا ستیاناس کر دیتے ہیں پلیز انکل جی یہ بے رحمانہ سلوک قابل قبول نہیں ہے۔ (عمران انجم راہی، ہتہ پانی)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکوں سے جو خواہ مخواہ لڑکیوں کے نام اشتہار دیتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شالی)

مجھے شکوہ ہے آر راحیلہ سے کہ مجھے زیادہ ٹائم نہیں دیتی پلیز راحیلہ میڈیم مجھ سے لمبی بات کیا کرو اور ہاں خدا تعالی آپ کو خوشیاں دے۔ (کشور کرن، پتوکی)

مجھے شکوہ ہے ایسی لڑکیوں سے جو لڑکوں کے جذبات سے کھیل کر پھر ان کو چھوڑ دیتی ہیں شروع میں پیار کرتی ہیں پھر چھوڑ جاتی ہیں۔ (کھوکھر ندیم، کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے شازیہ خان سے جس نے میری تمام کہانیوں والے ڈائجسٹ جلا دیئے مجھے بہت دکھ ہوا یہ سن کر۔ (ذوالفقار علی سانول، ملکوال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے کہ وہ میری غزلیں شائع نہیں کرتے پلیز ہم بھی آپ کے فین ہیں پھر بھی جینا تو ہے اپنی جان کیلئے۔ (ثمر اعجاز گوندل، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دکھوں کو دل پہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں یار خوش رہا کرو مذاق کیا کرو۔ (تنویر خالد، دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ کسی سے نہیں ہے میں تو سب سے پیار میں پیش آتا ہوں۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو قلمی دوستی کرتے ہیں پھر لڑکے ہونے کے باوجود لڑکیاں بن کر لوگوں سے بیلنس لیتے ہیں۔ (ارمان سنگم، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں ہر ایک پر بہت جلد یقین کر لیتا ہوں پھر بعد میں بہت پچھتاتا ہوں اس اندھے یقین کی وجہ سے۔ (سید اظہر حسین شاہ، چیز)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست محسن سے جن نے کبھی بھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا محسن اتنے سنگدل مت بنو۔ (محمد رازق انجم، گنڈا سنگھ والا)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو دوسروں کا دل دکھاتے ہیں اور دوسروں کے

جذبات کی قدر نہیں کرتے۔ (نیلم شہزادی، فتح جھنڈ)

مجھے شکوہ ہے ان بھائیوں سے جو جواب عرض میں لڑکیوں کے نام ایڈریس کے ساتھ انہیں رسوا کرتے ہیں اگر کسی کو آپ سے پیار کرنا ہے تو وہ خود اشارہ کرتی ہے آپ زحمت نہ کریں۔ بلکہ دلجوئی کریں۔ (شاہد سلیم، کچہ موڑ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لوگوں کو دکھ دیتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں۔ (تبسم حسین، پتوکی)

مجھے شکوہ ہے ایسی لڑکیوں سے جو وفا محبت کے نام پر لڑکوں کو برباد کرتی ہیں۔ (کھوکھر ندیم، شاہ کوٹ)

مجھے شکوہ ہے S سے جو میرے ساتھ ناراض ہو جاتی ہے S میں تو پہلے زخمی ہوں مجھے اور زخم نہ لگاؤ آپ کا پیار میری زندگی ہے۔ (سیف الرحمن زخمی، مقابر شریف)

مجھے شکوہ ہے رشید خان سلوئی سے جو ہر وقت ہی شراب کے نشے میں ٹن رہتا ہے۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں بہت برا ہوں کوئی بھی مجھے اپنا کیوں نہیں سمجھتا کیوں کیوں؟ (ایم ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے اشرف سے جو بھول کر بھی مجھے فون نہیں کرتا کیا کوٹلی سیالکوٹ، کنگرہ سے دور تو نہیں مانا کہ آپ فوج میں ہو (بڑھو) (غفور شہزاد یومی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے زیبا سرگودھا سے کہ کوئی اسطرح ہی بے وفا ہر جائی اور ناگن ہو سکتا ہے جس طرح تو نے محبت کے نام پر ایک دور کا دھبہ لگا دیا۔ (سراج خان، کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دکھی لوگوں سے جو اپنے دکھوں کو اپنے اندر رکھ کر کڑتے ہیں آپ جواب عرض کی وساطت اپنے دکھوں کا ازالہ کرا سکتے ہیں ہر مسئلے کا حل محبت میں ناکامی ہو یا محبوب کو راہ راست پر لانا چاہتے ہوں ریاض احمد سے میرا نمبر حاصل کر سکتے ہیں۔ (بابا انور، لاہور)

مجھے شکوہ ہے دنیا والوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو ملنے نہیں دیتے۔ (مس صبا، کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے کہ انہوں نے میری زندگی کی ڈائری شائع نہیں کی پلیز ایڈیٹر صاحب ضرور شائع کیا کریں۔ (میاں شکیل، خانپور)

مجھے شکوہ ہے آمنہ راولپنڈی سے کہ وہ بہت جذباتی لڑکی ہے بات بات پر جو کسی سے لڑنا اس کی فطرت ہے۔ آمنہ پلیز گھر کے کام بھی کر لیا کرو۔ (عمران انجم راہی، ہتہ پانی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لوگوں کے دلوں سے کھیلتے ہیں ان کا دل توڑتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں آپ کے پاس ہی دل ہے کسی کا دل نہ توڑیں۔ (ضیافت علی، کوٹلی آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جنہوں نے کبھی ہمارے لیے اچھا نہیں سوچا نہ جانے کیوں یہ اپنے خون کے رشتوں کے دشمن ہیں۔ کیوں (ضیافت علی، کوٹلی آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست سلمٰی سے جو مجھے بھول گئی ہے اور پتہ نہیں کہاں اور کیسی ہے سلمٰی کسی طرح سے مجھ سے رابطہ کرو۔ (مس صبا، کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی کو کاروبار سمجھتے ہیں کیا ان کیلئے دوستی اور محبت کی قدر نہیں ہے خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ (غفور شہزاد یومی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں بہت چھوٹا ہوں اور غریب ہوں ان امیروں سے میں دوستی نہیں کر سکتا دوستو تم پر کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کی دوستی کے قابل نہیں ہوں۔ (ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ساری دنیا سے کہ اتنی عقل مند ہے یہ دنیا مگر ہمیں سمجھ نہ سکی کاش یہ دنیا والے ہمیں سمجھ جاتے ہماری کچھ قدر کرتے مگر ہم محروم رہے۔ (محمد افضل اعوان، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے میں آپ سب کے لیٹر پڑھتی ہوں پر جواب نہیں دے پاتی اگر دیتی ہوں تو لیٹر شائع نہیں ہوتے سوری مجید خاں بھیا۔ (راحیلہ منظر، جھمرہ ستی)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے جو مطلب کی خاطر دوسروں کی زندگی تباہ کرتے ہیں۔ (سفیر اویس موہڑ، مظفر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو دلوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیتے ہیں بھائیو محبت کرنا کوئی جرم نہیں محبت ایک پاک نام ہے عاشق لوگوں کو کبھی جدا مت کرو۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست FK سے جو مجھے روتا ہوا چھوڑ گیا ہے اسے اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ کوئی میری خاطر خون کے آنسو رو رہا ہے مگر وہ سنگدل اپنی سنگدلی پر قائم رہا کاش اسے میری محبت کا یقین ہو جاتا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے جو میں جواب عرض سے 2 سال تک غیر حاضر رہا اب دوبارہ شرکت کر رہا ہوں۔ (محمد امین، واپڈا ٹاؤن لاہور)

مجھے شکوہ ہے ایسے رائٹرز سے جو غیر معیاری تحریریں بھیجتے ہیں۔ پلیز معیار کا دھیان رکھا کریں۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے سٹاف سے جو میرے لیٹر جلد شائع نہیں کرتے اور میری کہانی کو ایک سال ہو گیا ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ (راحیلہ منظر، جھمرہ سٹی)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے جو جواب عرض کے معیار کو بہتر نہیں کر رہے۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے خالد فاروق آسی مجاہد چاند سے جو بغیر کسی وجہ سے رابطہ توڑ چکے ہیں یار کسی کی مجبوری بھی ہوتی ہے آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے حسینہ بتول سے جو میرے خطوں کے جواب نہیں دیتی برائے مہربانی ایسا نہ کریں خط کا جواب لازمی دیں شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، کبیر والہ)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے انہوں نے میری بربادی کا تماشا دیکھا ہے میری بربادی میں کوئی بیرونی طاقت ملوث نہیں بلکہ میرے اپنے ہیں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

مجھے شکوہ ہے جناب اسلم جاوید فیصل آباد سے جنہوں نے آج تک میرے ساتھ رابطہ نہیں کیا بھائی آپ میرے ساتھ رابطہ کیوں نہیں کرتے۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے جنہوں نے میرے کتنے کوپن ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے اور آمنہ راولپنڈی بھی اپنی تحریروں سے پریشان ہیں جو شائع نہیں ہو رہیں۔ (شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کا دل توڑتے ہیں کسی کو رولاتے ہیں کسی کو دکھ دیتے ہیں کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ (اے آر راحیلہ منظر، جھمرہ سٹی)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے جو کہ جواب عرض کو ایک مذاق سمجھتے ہیں اور گندی گندی تحریریں لکھتے ہیں۔ (عمر دراز ساحر، ذاکر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کو دکھ دے کر خوش ہوتے ہیں ایسا کرنے والے لوگوں کا انجام آخر کار بہت برا اور تکلیف دہ ہوتا ہے، (چوہدری محمد شمریز، میر پور آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے سدرۃ رانی سے کہ ایسے بچھڑے کہ تم خیال ہوئے درد کے سلسلے وبال ہوئے تم نے جس دن سے رستہ بدلا صنم سب کی نظروں میں ہم سوال ہوئے۔ (محمد خان انجم، دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوسروں کی تحریروں پر بے جا تنقید کرتے ہیں، پلیز ایسا نہ کریں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شالی)

مجھے شکوہ ہے S فیصل آباد سے کہ وہ ایس ایم ایس کا جواب نہیں دیتی نہ بات کرتی ہے کیا وجہ ہے ناراض ہو پلیز ایس ایم ایس کا جواب دیا کرو۔ (عبدالرحمن گجر، نین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے ان جواب عرض کے قارئین سے جو مجھ سے لڑکیوں کے نمبرز مانگتے ہیں جب انکار کر دیتا ہوں تو وہ مجھے غلط کہتے ہیں خدارا کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا اچھی بات نہیں ہے۔ ذرہ سوچیں۔ (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے دل سے جو محبتوں کا انجام جانتے ہوئے بھی کسی کی زلفوں کا اسیر ہو گیا کاش دل کا کوئی ریموٹ ہوتا تو میں اسے کنٹرول کر لیتا اے کاش۔ (محمد خان انجم، لدھے والا دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے اپنی بیسٹ فرینڈ شازیہ مغل سیالکوٹ سے تنی مصروفیات بھی اچھی نہیں ہوتی میں آپ کو بہت مس کرتا ہوں آئی مس یو۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے مجھے کسی سے شکوہ نہیں کوئی گلہ نہیں جو میرے نصیب میں نہیں تھا مجھے ملا نہیں۔ (عبدالرشید بزنجو، گنڈانی لس بیلہ)

مجھے شکوہ ہے R سے جس کو میں اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا تھا وہ مجھ سے فون پر بات تک نہیں کرتی اچھا میری مان تم سدا خوش رہو۔ (اکبر مغل، بزمان)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں تھا جو مجھ کو ملا نہیں۔ (طارق نور، گوادر)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ہر جگہ دوسروں کی مذاق اڑاتے ہیں شکوہ ان لوگوں سے جو پیار کرنے والوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ (عبدالستار نیازی، دشت مکران)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو کھیل سمجھ کر دوسروں کی زندگی سے کھیلتے ہیں بلکہ زندگی چھین ہی لیتے ہیں جینے کی تنہائی ختم کر دیتے ہیں خدارا ایسا نہ کریں وقت ایک سا نہیں رہتا ہے مگر۔ (عامر سہیل بھٹی، سمندری)

مجھے شکوہ ہے آفتاب احمد شاد سے جو اپنا نمبر ٹھیک طرح نہیں لکھ رہے پلیز بھائی مہربانی کرو۔ (زبیر، میلسی)

مجھے شکوہ ہے مس صبا گکر سیداں سے۔ وہ کوئی بھی جواب نہیں دیتی پلیز کچھ تو جواب دیا کرو آپ کے لکھنے کا انداز مجھے بہت پسند ہے۔ (محمد خادم خٹک، ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کیونکہ میں ہر کسی پہ بہت جلد بھروسہ کرتا ہوں اور ہر کسی نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اب بھول کر بھی کسی پہ بھروسہ نہیں کروں گا۔ (بے وفا ایم زیڈ اے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے چار چار جواب عرض کے کوپن بھیج رہا ہوں پھر بھی چھپتے نہیں ایسا نہیں کرو بھائی۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان پر اپنے رائٹر سے کہ انہوں نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا خاص کر رفعت محمد، یونس ناز، طارق، انیلہ نذیر نورین خان سے (عبدالرحمن گجر، نین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے مریم سے جو پیار بے حد کرتی ہے لیکن ناراض جلد ہو جاتی ہے پلیز ناراض نہیں ہونا زندگی بہت چھوٹی ہے ناراضگی کی کوئی گنجائش نہیں۔ (رئیس صدام حسین ساحل، خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے بھائی خالد سے جس نے خود ہی دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور پھر راہ ختم کر لیا کیا آپ لوگوں کی دوستی یہی ہے۔ (علی ناز، ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں اور بھائیوں سے جو دوستی کرتے ہیں چند دن گزرنے کے بعد کہتے ہیں یار فلاں لڑکی کا نمبر دے دو افسوس سے مجھے کہنا پڑتا ہے عورت ہماری ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہوتی ہیں مگر یہ لوگ الٹا استعمال کرتے ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو گنڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو انسان کی دولت کو دیکھتے ہیں انسان کے جذبات کو نہیں دیکھتے کیا ان کے لیے دولت ہی سب کچھ ہے۔ (ایس علی ناز، ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے اپنی اس دوست سے جس کے بغیر میرا ایک دن بھی مشکل سے گزرتا تھا مگر اس نے مجھے بھلا دیا ہے جہاں رہو خوش رہو ڈیئر۔ (صائمہ مرید)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو ماں باپ کی قدر نہیں کرتے پلیز ایسا نہ کریں ورنہ ایک دن آپ کے ساتھ بھی ہو گا۔ (ظہیر عباس انجم، حاصلپور)

مجھے شکوہ ہے رئیس ارشد سے جو سعودی عرب جا کر بھول ہی گیا ارشد صاحب کیا کوئی ایسا اپنوں سے کرتا ہے اللہ آپ کو اور کامیابی عطا کرے آمین۔ (رئیس صدام ساحل، خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے ماں باپ کا دل دکھاتے ہیں جنہوں نے انہیں پال کر اتنا بڑا کیا پلیز وہ ایسا نہ کریں۔ (ارمان [illegible]، [illegible] آباد)

مجھے شکوہ ہے ان والدین سے جو بیٹیوں کو زحمت سمجھتے ہیں خدارا کافرانہ سوچ کو نکال دو اور اپنی بیٹیوں کو رحمت سمجھو بیٹی عظیم ہے اسے محرومی میں نہ

ڈالو۔ (مجید احمد جائی، ملتان)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان سے جو مجھے اپنا پیارا سا مکھڑا نہیں دکھاتی پلیز ایسا مت کرو جی ہم آپ کے دیوانے ہیں جی SG (محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے پنجاب والوں سے جو صرف مفت کا SMS سے گزارا کرتے ہیں کبھی بھی فون نہیں کرتے ہیں بڑے کنجوس لوگ ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو، گڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے پیارے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری کوئی بھی تحریر شائع نہیں کرتے ہیں ہر ماہ مجھے نظر انداز کرتے ہیں پلیز بھیا میری محنت کا پھل مجھے دلا دیں۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ، آواران بلوچستان)

مجھے شکوہ ہے اس بے وفا سے جس کیلئے میں سب کچھ داؤ پر لگا چکا ہوں لیکن اس کو خبر تک نہیں افسوس وہ بے وفا نہ ہوتا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست سواد خان خیر بخش، ممتاز ثناء اللہ سے کہ وہ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آتے۔ (محمد خادم خٹک، ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے والدین سے محبت نہیں کرتے اپنی ماں باپ سے محبت کرو دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرو۔ (محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے ان قارئین سے جو اپنی نمبر جواب عرض میں شائع کرتے ہیں مگر جب ان کو کال کرو یا میسج کرو پھر وہ گالی دیتے ہیں کتنے کم ظرف ہیں ایسے لوگ (الٰہی بخش شمشاد، کیچ مکران)

مجھے شکوہ ہے شہزاد بھائی سے جنہوں نے میری چھ کہانیوں کو ابھی تک شائع نہیں کیا کیوں قارئین میری تحریروں کو پسند کرتے یا ہم لکھنا چھوڑ دیں۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے فرحت سے کہ اتنے عرصے سے اس نے مجھ سے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا فرحت مجھے تم سے یہ امید نہ تھی تم نے بچپن کی سب باتیں بھلا دی ہیں وہ شرارتیں وہ ملاقاتیں وہ لڑائی کی فریادیں سب مجھے رلاتی ہیں پلیز جہاں بھی ہو واپس آ جاؤ۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے ان قارئین سے جو دوستی کے لیے ایس ایم ایس کرنے بات کرنے اور پھر چھوڑ دیتے اگر دوستی نبھا نہیں سکتے تو نہ کیا کرو کسی کے جذبات سے مت کھیلو۔ (محمد اقبال رحمن، ٹیلی باوا)

مجھے شکوہ ہے تیری بے وفائی کا شکوہ کروں تو یہ میری محبت کی توہین ہوگی مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں (رخسانہ آفتاب، موضع چٹھہ)

مجھے شکوہ ہے دوستوں سے جو مجھے فون نہیں کرتے ندیم عباس ڈھکو افضل ساغر، یاسر رحیم یار خان، رمضان ساہیوال سے (اے ڈی ناز، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں جو ہم کو ملا نہیں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شالی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کو دکھ دیتے ہیں اور دو پیار کرنے والوں کو جدا کرتے ہیں پلیز لوگو کسی کو دکھ نہ دو۔ (ڈاکٹر محمد ایوب، دوست محمد)

مجھے شکوہ ہے ایم سے جو تڑپاتا ہے M پلیز مجھے مت تڑپاؤ آئی لو یو آئی مس یو۔ (ریاض احمد، صادق آباد)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو نئے دوست ملتے ہی پرانے دوستوں کو بھول جاتے ہیں۔ (صائمہ، مرید)

مجھے شکوہ ہے مظہر اقبال سے جو میرے ساتھ ناراض ہو جاتا ہے میں تو آج تک سب سے دل سے پیار کرتا ہوں۔ (سیف الرحمن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے پاکستان کے پوری عوام سے خدارا اپنے خدا کو پہچان لو سچے دل سے توبہ کرو ہر ایک کے ساتھ خلوص کے ساتھ پیش آؤ۔ (ایم زیڈ اے گبول، کراچی)

مجھے شکوہ ہے بیوفا S سے جو مجھے تنہا چھوڑ گئی میں آج بھی اس بے وفا کی یاد میں تڑپتا ہوں میں سوچتا ہوں کیوں کی بیوفائی کی۔ (نوید انجم ساغر، میاں چنوں)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کہ لڑکیوں کے نمبر مانگتے ہیں اور جو خود نماز پڑھتے نہیں ہیں اور دوسروں کو کہتے ہیں اور ایم شفیع سے جو کہ میری

کال پہ اپنا نمبر ہی بند کر دیتا ہے کیا کیا ہے میں نے۔ (قمر عباس نور جمال شالی، ڈنگہ)

مجھے شکوہ ہے کسی سے مجھے شکوہ نہیں ہے۔ (کلثومہ، کراچی)

مجھے شکوہ ہے حمیرا سے جو بار بار ناراض ہوتی ہے پلیز یہ اچھی بات نہیں آپ کے بغیر میرا دل نہیں لگتا آئی لو یو (شیفر آفریدی، ناصر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو خدا کو بھول گئے ہیں اور دنیا کے بن کر رہ گئے ہیں پر انہیں یہ نہیں پتہ جانا تو خدا کے پاس ہے۔ (سدرہ، جہمرہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے میں اتنی اچھی نہیں ہوں ہر کسی سے محبت سے پیش آتی ہوں پھر بھی سب مجھے ٹھکرا دیتے ہیں۔ (رخسانہ آفتاب، موضع چٹھہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں نے ہر کسی پہ بھروسہ کیا اور اسی بھروسے سے میں نے بہت دھوکے کھائے ہیں اب ہر کسی پر بھی بھروسہ نہیں رہا۔ (ایم زیڈ اے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے FK کے نام کہ آپ تم مجھ سے ہر بات چھپانے لگی ہو بلکہ یوں لگتا ہے کہ تم مجھ سے دکھاوے کی محبت کرتے ہو اصل محبت تم کسی اور سے کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہو میں تو تم سے سچے دل سے محبت کرتا ہوں پلیز میرا دل مت توڑنا۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے نعیم اختر جان سے نعیم آپ کو آمنہ راولپنڈی کا میرے ساتھ چلنے کا برا لگا حالانکہ میرے خیال سے یہ محبتوں کی تقسیم ہے نہ کہ آپ کی خود غرضی والی سوچ۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے ان بھائیوں اور بہن سے جو مجھے بار بار مس کالیں دیتے ہیں اور مجھے تنگ کرتے ہیں پلیز ایسا مت کیجئے۔ (عبدالرشید بزنجو، گڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو جدا کرنا چاہتے ہیں ان کی راہوں میں کانٹے بچھانا چاہتے ہیں ان کے رستے میں دیوار بننا چاہتے ہیں جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (عامر سہیل بھٹی، سمندری)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکیوں سے جو اپنے آپ کو خدا جانے کیا سمجھتی ہیں اگر وہ خود کو اچھا سمجھتی ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہے اور ان کو اچھے لوگوں سے ہی رابطہ رکھنا چاہیے (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنی بیسٹ فرینڈ شازیہ مغل کو سیالکوٹ سے جو ایک چھوٹی سی بات پر مجھ سے خفا ہے میں شازیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے رابطہ کرے۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے ایسی بہنوں سے جو آجکل کے جھوٹے پیار کی خاطر اپنے ماں باپ کی عزت کو رسوا کر رہی ہیں پلیز بہنوں سمجھو۔ (رخسانہ آفتاب، موضع چٹھہ)

مجھے شکوہ ہے مس رخسانہ آفتاب اس کو محبت نہیں کہتے جس طرح تم کرتی ہو پلیز اتنا نہ تڑپاؤ تمہیں محبت کرنی آئی ہی نہیں نہ ہی تم محبت کے نام سے واقف ہو صرف محبت کے سپنے دیکھے ہیں محبت کر کے دیکھو کبھی زندگی میں پریشانی نہیں ملے گی (ایم اے ساجد، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جمیلہ یونس سے جو میرے ایس ایم ایس کا جواب بہت دیر کے بعد دیتی ہیں۔ جمیلہ جی مجھے اتنا نہ تڑپایا کرو پلیز مجھ سے رابطہ کرو۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹا پیار کسی سے کرتے ہیں دوسروں کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ (اعجاز احمد چدھڑ، ننکانہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹی قسموں اور وعدوں سے لوگوں کو اعتبار دلاتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں پلیز ایسا مت کریں وہ لوگ خدا کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔ (ثوبیہ حسین، کھوڑہ)

مجھے شکوہ ہے فیصل مجید کراچی سے فیصل میری کیا غلطی تھی کیوں تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا میرے پیار میں کیا کمی تھی۔ (آمنہ، راولپنڈی)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست R اور M سے جو کہ بغیر کسی وجہ سے کہ مجھ سے روٹھ جاتی ہیں۔ (ڈاکٹر مزمل حسین، چشتیاں)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو بڑوں کا احترام نہیں کرتے اور اپنے والدین کی

خدمت کی بجائے انہیں دکھ درد دیتے ہیں۔ (عاشق حسین طاہر، منڈی نوتانوالی)

مجھے شکوہ ہے اپنے کزن جبار سے کہ وہ مجھے ایک غلط عورت کی وجہ سے چھوڑ گیا اور مجھ سے نفرت کرتا ہے اور مجھے چچا کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کر دیا۔ (محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے کسی دوست کی قدر نہیں کرتے۔ دوستی ایک قیمتی تحفہ ہے دوستی کر کے دغا نہیں دینا چاہیے دل توڑنا گناہ ہے۔ محمد آف فہیم، راجن پور)

مجھے شکوہ ہے ارم سے کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہیں جو وہ سمجھتی ہے ایسا کچھ بھی نہیں محض ایک مذاق تھا جو اسے برا لگا پلیز ارم بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ (غلام رسول آرمی، چشتیاں)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کی سچی محبت کی قدر نہیں کرتے بلکہ دھوکہ دیتے ہیں پلیز کسی کو دھوکہ مت دیں۔ (محمد زبیر شاہد، ملتان)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے ندیم عباس ڈھکو سے۔ (سدرہ ندیم سرگودھا)

مجھے شکوہ ہے B سے کہ اس نے پل بھر میں مجھے چھوٹ دیا B خدا تم کو سلامت رکھے خوش رہو۔ (محمد ندیم اختر، جمال پور)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں نفرت ہے سعدیہ گھوگی والی سے کہ اس کی طرح گندگی اور فضول لڑکیاں بھی اس دنیا میں رہتی ہیں۔ (سراج خٹک، کرک)

مجھے شکوہ ہے T ے جس نے میرے پیار کی قدر نہیں جانی اور مجھ سے رابطہ ختم کر دیا۔ صرف دنیا والوں کی باتوں میں آ کر۔ (نعیم شہزاد، کوہاٹ کینٹ)

مجھے شکوہ ہے شہزاد بھائی سے کہ وہ میری بھیجی ہوئی تحریریں شائع نہیں کرتے میں نے کتنی غزلیں کوپن اور سٹوری بھی ارسال کی تھی شاید ردی کی ٹوکری کی نظر کی گئی ہے۔ (عکاس احمد، کوئکے)

مجھے شکوہ ہے شازیہ وقاص سے پہلے دوستی کی جب ممانے بیلنس نہ بھیجا تو اس نے رابطہ ہی ختم کر دیا۔ اف (آر آئی ایس، جہلم)

مجھے شکوہ ہے ان رائٹرز حضرات سے جو نمبر تو شوق سے شائع کرواتے ہیں مگر بات نہیں کرتے۔ (رشید صارم اوڈ، سعودیہ)

مجھے شکوہ ہے ان تمام دوستوں سے جو وقتی دوستی کرتے ہیں اور اگر دوستی کرنی ہو تو بات بات پر ناراض ہو جاتے ہیں دوستی تو ایک پاکیزہ رشتہ ہے اور زبان کے رشتے کا بھرم رکھو، دوستی کو بدنام نہ کرو۔ (منظور اکبر تبسم، جھنگ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے والدین سے ناراض ہوتے ہیں ان کی نافرمانی کرتے اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ (نوید اشرف نظامی، کوٹ مومن)

مجھے شکوہ ہے محبت کرنے والوں سے جو لوگوں سے محبت کا ناٹک کرتے ہیں اور لوگوں کی قدر نہیں کرتے ایسا مت کرو ظالموں۔ (محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے عمران فنا سے جو میری دوستی کا یقین نہیں کرتا میرا دل تو ہر وقت اپنے عمران کو یاد کرتا ہے۔ (سیف الرحمن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے جو ہمیں وہ باتیں نہیں بتاتے جو ہمیں معلوم نہیں جیسے مجھے کہانیوں کے لکھنے کے بارے میں۔ (ذیشان عالی، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے سٹاف والوں سے جو میری ہر تحریر کو کاٹ کر شائع کرتے ہیں جس کی وجہ سے قارئین کو سمجھ نہیں آتی۔ (اللہ دتہ، پھلروان)

مجھے شکوہ ہے اللہ دتہ صاحب تم نے آج تک جو تحریر بھی لکھی ہے مجھے یقین ہے کہ تم خود بھی اس کو پڑھ نہیں سکو گے اللہ کا شکر ادا کرو کہ جواب عرض کا سٹاف آپ کی تحریروں کو جگہ دے دیتا ہے تمہاری تحریر اس قابل ہی نہیں ہوتی کہ شائع کی جا سکے کیونکہ لکھائی اتنی گندی ہے لکھے موسیٰ پڑھے خود آ۔ (ایم اے ساجد، لاہور)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو اپنی خوشیوں کے لیے دوسروں کے ارمانوں کا خون کرتے ہیں۔ (ذیشان دیوانہ، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کا دل توڑتے ہیں پیار کے جھوٹے خواب دکھا کر رشتہ توڑ دیتے ہیں۔

→ ...... السلام علیکم جناب ماہ اپریل 2012ء کا شمارہ 26 اپریل کو موصول ہوا ابھرتے ہوئے شاعروں میں گلشن ناز، نرگس ناز، انتظار ساقی کی شاعری پسند آئی غزلیں نظمیں مس صوبیہ کنول، علی تنہا بھکر، کرن خان ٹھٹھہ، مس آر ناز طاہر صاحبہ کی شاعری پسند آئی کہانیوں میں انوکھا سفر کشور کرن چتوکی تمہیں کیسے بھول پاؤں شمع شام کراچی زخمی دل کی آواز سیف الرحمن زخمی انداز مسیحائی دوست محمد وٹو انمول شازیہ چوہدری یہ کیسی محبت گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی آوارگی کہاں جا کے ٹھہری انتظار ساقی قسمت کے کھیل نرالے راشدہ چتوکی کہانی بہت پسند آئی یہ میرا آخری خط اور کوپن ہے میں اپنی زندگی جواب عرض میں لکھنا اور پڑھنا چھوڑ رہا ہوں کیوں کہ مجھے ایک مرض ہے اور صرف اپنی موت کا انتظار ہوگا اگر میری طرف سے آپ یا کسی دوست کا دل دکھا ہو تو سوری جی۔

(بے وفا اے ڈی ناز، ساہیوال)

→ ...... ماہ اپریل کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ بیان ہی نہیں کر سکتا کہانیوں میں انوکھا سفر، کشور کرن چتوکی، آخری قسط، حسین بہاریں لوٹ گئیں مجید احمد جائی ملتان بھائی جان السلام علیکم اللہ آپ کو خوش رکھے اور جواب عرض میں لکھنے کا اور زیادہ حوصلہ دے ملک عاشق حسین ساجد تنہائیوں کا زہر بہت ہی اچھی لکھی ہے یہ تحریر ملک عاشق حسین آپ سے گزارش ہے کہ عارف حسین جاپور کو میری طرف سے دعوت کا وعدہ یاد کروا دو۔ آپ کو اور مجید احمد جائی کو بھی میں اپنے پاس کوٹ ادو میں دعوت نامہ پیش کرتا ہوں قبول کیجئے گا دعوت کا پروگرام کہاں بنانا ہے ڈیف فکس کر آپ تینوں مجھے فون پر بتا دو گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی کی یہ کیسی محبت شازیہ چوہدری شیخوپورہ کی انمول دوست محمد خان وٹو لیہ انداز مسیحائی لاجواب تحریریں ہیں اللہ آپ سب کو لمبی زندگی دے۔ دوست محمد خان لیہ سے گزارش ہے کہ مجھ سے موبائل پر رابطہ کریں میرے پاس آپ کا نمبر نہیں ہے جواب عرض کے تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو میں سلام پیش کرتا ہوں۔

(اسرار عارف حسین جھوٹجھن والی، کوٹ ادو)

...... ماہ اگست کا شمارہ میرے چچازاد بھائی ندیم نے تحفے میں دیا ہے پہلی بار مطالعہ کیا بہت پسند آیا ندیم کے ہے اس کی جتنی تعریفیں سنی تھیں سب سچ ثابت ہوئیں مجھے رسالہ بے حد پسند آیا اس میں لکھے سنہری موتی، اچھی [illegible] خوبصورت معلومات مجھے بے حد پسند آئیں اس کے علاوہ دوست محمد خان وٹو کی کہانی ندیم عباس ڈھکو کی [illegible] بہار [illegible] کی شاعری بے حد پسند آئی باقی سب قارئین کی محبت کو سلام پیش کرتا ہوں تمام قارئین ہی کی [illegible] جواب عرض آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتا ہوا آگے نکل رہا ہے یہ صرف ایک انسان کی کوشش سے نہیں بلکہ تمام قارئین کی کاوشوں کا ثمر ہے یہ میری کسی بھی رسالے میں پہلی شرکت ہے۔

(ملک علی عباس ڈھکو، ساہیوال)

→ ...... ماہ اگست کا شمارہ لیا تو اپنی سٹوری میرا نصیب دیکھ کر یقین بھی نہیں ہو رہا تھا کہ بندہ ناچیز کو بھی جگہ مل جائے

گی مجھے اپنی سٹوری دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ جیسے مجھے ایک نئی زندگی دی گئی ہے مجھے اپنی سٹوری دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے قارئین جن کے والدین نہیں ہوتے وہ در بدر کی ٹھوکریں ہی کھاتے ہیں اس لیے میری ریکویسٹ ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے والدین کی عزت کریں یہ زندگی تو عارضی زندگی ہے اس دنیا میں وہ کام کرو جو آپ کے آخرت میں بھی کام آئیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے جس میں موت نہیں آخر ایک دن ہم اس دنیا کو چھوڑ جائیں گے کوئی آج چلا جاتا ہے تو کوئی کل لیکن ایک دن جانا سب کو ہے۔ سوری بات کہاں کی کہاں چلی گئی خیر سٹوری شائع ہونے پر مبارک باد تو شروع ہو گئی ہیں مجھے بہت زیادہ اچھا لگ رہا ہے کہ دوست میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں سر مجھے جواب عرض کی ٹیم سے کوئی بھی شکوہ نہیں ہے اور رہی بات جواب عرض میں نمبر شائع ہونے کی بات تو اگر کر دیں تو بہتر ہو گا اور اگر نہ بھی لگائیں تو کوئی بھی مارکیٹ میں فرق نہیں پڑے گا ہم کو تو جواب عرض سے محبت ہے اگر ہماری تحریریں لگا دیں تو مہربانی ہو گی ہم تو جواب عرض کو کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے ہر حال میں پڑھیں گے اور آخر پر اپنے دوستوں کا شکر گزار ہوں کہ وہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور انشاء اللہ زندگی رہی تو دوسرے لیٹر میں دوستوں کی تحریریں کے بارے میں اپنی رائے دیں گے آپ سب دوستوں کی دعاؤں کا طلبگار

--------------------- (ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

...... السلام علیکم ماہ جون 2012ء کا شمارہ 15 جون کو ملا بہچان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے اس بھائی پر شفقت کی نظر ڈالی۔ میری کہانی محبت برباد ہوتی ہے شائع کر کے شکریہ کا موقع دیا باقی رائٹرز کو تہہ دل سے سلام کہتا وں جناب ریاض احمد لاہور اور سیف الرحمٰن زخمی کو تہ دل سے دعا و سلام کشور کرن صاحبہ کو اچھی قسط لکھنے پر بار کباد دیتا ہوں اور دوسری بات کچھ لوگ آپ کے نام سے مجھے فون کرتے ہیں پلیز اس ٹینشن سے بچاؤ مجھے شازیہ چوہدری آپ بھی اچھی رائٹر ہیں ساقی صاحب آپ تو ہمارے دل میں ہیں بہت سے دوستوں نے فون کر کے حوصلہ افزائی کی جن میں جبرائیل آفریدی، سانول بھائی منڈی چشتیاں سے ندیم عباس ڈھکو، اے ڈی ناز، رمضان پر بھی میرے اچھے دوست امانت علی انجینئر لاہور، جمیل فدا نادیہ ہڑپہ سے طاہرہ تہمینہ گوجرانوالہ سے، فرحت آزاد کشمیر سے سب کا شکریہ آخر پر دعا گو ہوں خدا شہزادہ التمش عالمگیر اور جواب عرض کے سٹاف کو خیر و عافیت دے اور جواب عرض خدا کی رحمت سے دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین

--------------------- (منیر رضا، ساہیوال)

...... آداب جون 2012ء کا ماہنامہ جواب عرض اس بار پشاور کے ایک مشہور بازار سے خریدا اور پڑھا اس بار جواب عرض بہت دیر سے ملا سرورق بہت ہی شاندار ہے اور یہی تو رسالے کی جان ہوتی ہے نائلہ طارق، منیر رضا، کشور کرن، امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، ملک عاشق حسین ساجد، آسیہ چغتائی، شازیہ چوہدری، خورشید زوہیب، ایم خالد محمود سانول، راحت وفا، محمد افضل اعوان، محمد خالد عمران، مدثر عمران ساحل، ملک عرفان کی کہانیاں لاجواب اور زبردست ہیں دیگر دوستوں کی تحریریں بھی قابل تعریف ہیں کالم ملاقات کا سلسلہ خوبصورت ترین سلسلہ ہے ڈائجسٹ پر جتنا بھی تعریفی تبصرہ کیا جائے کم ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب محترم شہزادہ عالمگیر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور عالمگیر صاحب کی پوری فیملی اور رشتہ داروں کو دوستوں کو قارئین کو صبر کرنے کی توفیق دے آخر میں بانی عالمگیر صاحب، شہلا عالمگیر، شہزادہ التمش صاحب، شہزادہ فیصل، سونیا، ماہ، نور، زارا، حنا، فاطمہ، رابعہ، سارا کو زبردست سلام پیش ہے۔ آپ کا خیر اندیش

--------------------- (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور شہر)

...... ماہ جون کا شمارہ اس مرتبہ کافی لیٹ ملا آپ کی نگری لاہور بھی آیا مگر وہاں سے بھی نہ ملا روزانہ مارکیٹ کے چکر لگائے فون کیے مگر جواب عرض کا کچھ پتہ نہ چلا آپ کے دفتر میں کافی فون کیے مگر نمبر بزی تھا جب جواب عرض ہاتھ میں آیا تو دیوانوں کی طرح ورق گردانی کرنے لگا مگر بہت ہی زیادہ بلکہ حد سے زیادہ افسوس ہوا کہ میری ایک غزل کو چند کو پن شائع ہوئے بھائی آپ کے پاس میری سٹوریاں غزلیں گلدستہ آئینہ روبرو جو کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے لکھ کر بھیجتا رہا ہوں ان کا کوئی پتہ بھی نہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ کہانیوں میں سب سے پہلے پہلا پیار، نائلہ طارق، خوبصورتی عذاب بن گئی کشور جی، آداب محبت، ہوئے ہم جن کے لیے برباد بہت اچھی تھی کشور کرن کو میری طرف سے مبارک باد میڈم اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا پلیز میرے ساتھ رابطہ کریں۔ ساقی صاحب حکیم نسیم، رانا وارث، صدا بھائی، شہباز گل، سونیا چندر، عمیر ناز، بشارت اقبال صاحب آپ اس نگری میں سے کہاں چلے گئے ہیں نظر تو آئے شکریہ آخر میں ان تمام عزت کے قابل میری ہستی اور پیارے قارئین کا شکریہ جو میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں بھائی پلیز اپنی دعاؤں میں اس بھائی کو لازمی یاد کرنا اللہ حافظ۔

--------------------- (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

...... جناب شہزادہ التمش صاحب السلام علیکم امید قوی ہے آپ بخیریت ہوں گے اس وقت جواب عرض کا شمارہ سونا آنگن میرے ہاتھ میں ہے گو بہت دیر سے اور بہت دور سے ملا ہے مگر وہی بات صادق آئی کہ دیر سے آید پر درست آید خوبصورت سرورق کے ساتھ اپنی مثال آپ ہے مگر وہی کمی اسلامی صفحہ والی آج بھی محسوس ہوتی ہے میں نے پورے جواب عرض کا مطالعہ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ ریاض احمد نے بہت اچھی کاوش کی ہے اور جواب عرض کو وہ مقام دیا ہے جو کسی اور میگزین کو نہیں ملا۔ اس شمارے کے مطالعہ کے بعد پتہ چلا کہ کہانیوں میں سے منیر رضا کی کہانی محبت برباد کرتی ہے ملک عاشق حسین کی کہانی زخم لیے۔ شازیہ چوہدری کی کہانی دو کنارے بہت ہی اچھی ہیں نئے ابھرتے شعراء کے کلام میں کشور کرن، نیلم شہزادی، گل ناز علی عاجز، شبانہ پروین، عمران انجم راہی، آمنہ اور گلشن ناز کی شاعری بہت ہی اچھی تھی، گلدستہ میں ثناء نور، گلشن شہزادی، جنید اقبال اٹک کی تحریریں بہت اچھی ہیں میری دعا ہے کہ یہ سب میرے دوست اسی طرح لکھتے رہیں اور جواب عرض ترقی کی منازل طے کرتا رہے کیونکہ یہ ٹوٹے دلوں کا سہارا ہے آخر میں اپنے دوست فرمان الٰہی صاحب اور ثناء کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ میری وقت حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں مجھے وہ پیار دیا جو آج تک کسی نے نہیں دیا پیارے بھائی فرمان الٰہی صاحب میں کس منہ سے شکریہ ادا کروں آپ کا

--------------------- (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

...... محترم چیف ایڈیٹر جواب عرض اور پڑھنے لکھنے والے سب رائٹرز و قارئین خواتین و حضرات سلام الفت، جواب عرض جون 2012ء اپنی تمام تر رعنائیوں لیے دل کے آنگن میں اترا اپنے محبوب رسالے کی ادائیں خوبصورتیاں سر آنکھوں پر تبدیلیاں اچھی ہیں میں اپنے خطوط میں لکھتا رہا ہوں کہ خطوط آئینہ روبرو اک بہت ہی ماعیاری سلسلہ ہے اس کو معیاری بنانے کیلئے ہم اور بھی کوشاں ہیں اس کے لیے پلیز ایک تو دو دو بار ایک ہی رائٹرز کے خط شائع کرنا بند کر دیں اور میگزین پر تبصرہ بھی ہوتا ہے تو صرف پچھلے مہینے پر تبصرے کے لیے لکھا گیا خط اگر ٹائم پر مل جائے تو شائع کر دیں باقی اگلے شمارے کے لیے ٹائم ہے لکھیں گے لیکن افسوس میرے وہ خطوط جانے کس کھاتے میں جا رہے ہیں جناب ہم بھی جواب عرض کے پرانے پڑھنے لکھنے والے ہیں پلیز کبھی کبھی رجیکٹ کریں ہر بار تو ہمیں اگنور نہ کریں ہمارا ابھی دل چاہتا ہے کہ ہماری بھی غزلیں نظمیں شائع ہوں خواتین کی طرح تا کہ میگزین پڑھنے کا مزہ دوبالا ہو جائے ایک غزل بھیج رہا ہوں امید ہے شائع ہو گی۔

(عبدالمالک کیف، صادق آباد)

......جولائی 2012 کا شمارہ جلد ہی مل گیا سب سے پہلے خطوط کی محفل میں لینڈ کی تو اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن بڑی مدت پہلے لکھا گیا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن بڑی مدت پہلے لکھا گیا خط دیکھ کر غم بھی ہوا کیونکہ ہم اس قابل ہی نہیں کہ آپ کے رسالے میں جلد خط شائع ہوتے دیکھیں خیر فاریہ شبنم اور انم فاروق صاحبہ آپ کی تعریف آوری کا شکریہ اس کے بعد عثمان غنی پشاور کے خط پڑھے خوبصورت تھے فاریہ صاحبہ میں کہانی ضرور لکھوں گا پر ڈر ہے ڈ ئجسٹ میں کیونکہ یہاں ہماری کوئی بھی قدر نہیں خیر یہ بعد کی باتیں ہیں کہانیوں میں پراسرار آدمی کی آخری قسط شاندار تھی ویری گڈ بھیا آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایک کہانی بنام آب حیات لکھیں اس کے بعد کانٹے رابی خان پشاور ہر بار کی طرح اس بار بھی آپ چھا گئیں اس کے علاوہ مایہ گل خوفناک قبرستان وتڑپتی روحیں انتہائی زبردست تھیں مردہ جادوگر ویرانہ اور سناٹا گزارے لائق تھیں بھیانک رات کچھ پڑھی نہیں اس لیے کچھ نہیں کہہ سکے آخر میں پھول کلیاں پڑھیں زبردست تھیں کشور کرن صاحبہ آپ کی عظمت کو سلام خدا حافظ۔

(غلام نبی نوری، کھڈیاں خاص)

......السلام علیکم آپ خیریت سے ہوں گے اور میں خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں چند دن پہلے شہر جانے کا اتفاق ہوا وہاں بک سٹال پر ماہ جولائی کا تازہ پرچہ دیکھ کے بڑی خوشی ہوئی ایسا خوبصورت پرچہ نکالنے پر دلی مبارک قبول کریں سرورق بہت ہی خوبصورت تھا یہ ایک معیاری رسالہ ہے ہر طبقے کے لوگوں میں بہت مقبول ہے ہمیں ہر ماہ کے آخر پر پرچے کا بڑی شدت سے انتظار ہوتا ہے ماہ جون کے شمارے میں غزل لگانے پر آپ کا بہت شکریہ آپ جس خلوص اور محبت سے ہمیں یاد کرتے ہیں یہ جذبہ آپ کو خط تحریر کرنے پر مجبور ہوتا ہے ویسے پرچے کے تمام عنوان اپنی اپنی جگہ بہتر ہیں یہ جان کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ عنقریب شہزادہ عالمگیر نمبر نکال رہے ہر بار تمام کہانیاں خوب سے خوب تر ہوتی ہیں کہ قاری پرچہ خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے چند غزلیں بھیج رہا ہوں کسی قریبی شمارے میں جگہ دے دیں بشرط آپ کا تعاون ساتھ رہے امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح مجھے یاد فرمائیں گے خدا آپ کی عمر دراز کرے اور صحت دے تحریر میں کوئی خامی ہو تو معذرت خواہ ہوں آپ کی زندگی میں سدا رنگ برنگے پھول مہکتے رہیں خط سے آدمی ملاقات ہو جاتی ہے زندگی نے وفا کی تو پھر ملاقات ہوگی اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتا ہوں خدا حافظ نیک تمناؤں کے ساتھ والسلام

(محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)

......السلام کے بعد عرض ہے کہ ماہ جون 2012ء کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے عالمگیر صاحب کا ذاتی صفحہ نہ ہونے کی وجہ سے سکون تو نہیں ملتا لیکن کہانیوں میں ویلنٹائن ڈے کافی سبق آموز کہانی تھی بہت ہی اچھی بے وفا کون آداب محبت گہرے رنگ وفا کے محبت کے نشان باقی بھی تمام کہانیاں اچھی تھیں حمیرا شاہ آپ کی کہانی جلدی بھیج دوں گا میری طرف سے تمام قارئین کو سلام

......السلام علیکم اڈیٹر صاحب صدا خوش رہو اور ہمیشہ کامیابی آپ کے قدم چومتے رہیں۔ عرض یہ ہے کہ کافی عرصے سے جواب عرض پڑھتا رہتا ہوں اور تحریریں بھیجتا رہا ہوں اس ماہ جون کے رسالے میں اپنی تحریریں اور تصویر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مگر بھائی چھ سات ماہ ہو گئے ہیں میں نے ایک کہانی لکھ کے بھجوائی تھی مگر ابھی تک شائع نہیں ہوئی مجھے بہت دکھ ہوا پتہ نہیں آپ نے وہ کہانی مناسب نہیں سمجھی یا کیا وجہ ہے یا ہم غریب کا کوئی جگہ نہیں پلیز ہماری کہانیوں کو جگہ دیں میں جواب عرض کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں یہ ہی میرا بہترین فرینڈ ہے میرے پاس تو کوئی اور

ذریعہ نہیں کہ آپ کو بتاؤں بس قلم اٹھا کر اپنی دل کی آواز الفاظ کی روپ میں بھجوا رہا ہوں خدا کیلئے ہمیں مایوس نہ کرو دل تو کرتا ہے کہ آج بس لکھتا رہوں تا کہ دل کی بھڑاس نکل جائے مگر ٹائم بہت کم ملتا ہے اس لیے اس امید سے اجازت چاہتا ہوں کہ میری تحریریں ضرور شائع کریں گے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

(وسیم سلطان صابر مردان کینٹ)

......ماہ جون 2012 کا بہترین دوست جواب عرض کافی لیٹ ملا مگر بہت خوشی ہوئی سب سے پہلے اپنی کہانی ڈھونڈتا رہا مگر ہماری قسمت اتنی اچھی ہوتی تو خیر پھر بھی امید سے ہے کہانی ساریلی بہت اچھی لگی خوبصورتی عذاب بن گئی کشور کرن، محبت کا نشان، ندیم عباس تنہا، مقروض وفا، نو وہیب، مرجھایا ہوا پھول، ایم خالد سانول، آداب محبت راحت وفا، میں بھی اکیلی، محمد خان انجم کی کہانیاں بہت پسند آئیں میں کشور کرن کو بہت مبارکباد دینا چاہتا ہوں بہت اچھی کہانیاں اور شاعری تحریریں لکھتی ہیں اے آر راحیلہ آمنہ پنڈی، شہزاد سلطان کیف کی شاعری اور تحریریں بہت پسند کرتا ہوں باقی تمام قارئین کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں آخر میں تمام قارئین سے التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔

(سپاہی وسیم سلطان صابر، مردان کینٹ)

......جواب عرض جون 2012ء سونا آنگن نمبر 14 جون کو اپنے اک دوست قمر الہی سے راولپنڈی سے منگوایا کیونکہ شکر گڑھ سے ملتا ہی نہیں بڑی شدت سے انتظار تھا سب سے پہلے عالمگیر بھیا کیلئے۔ دعا گو ہوں کہ خدا پاک ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے سب سے پہلے کہانیوں کی دنیا میں قدم رکھا خوبصورتی عذاب بن گئی محبت کا نشان، ہوئے ہم جن کیلئے برباد، دو کنارے آداب محبت، تنہائیاں اور یادیں میں پھر بھی اکیلی، زخم لمحے، مجھے بہت اچھی لگی تمام رائٹرز کو مبارکباد، ابھرتے ہوئے شاعروں میں اس بار ثناء کنول کی شاعری نہ پا کر دکھ ہوا کیونکہ وہ میری پسندیدہ شاعر ہیں۔ پلیز ہر ماہ حاضری کو یقینی بنائیں ثناء جی۔ اس کے بعد کشور کرن، تیلم شہزادی، ارمان سنگم، شبانہ پروین، محمد قاسم، آمنہ اور گلشن کی شاعری بہت پسند آئی کالم دکھ درد ہمارے میں محمد خان، انجم کی تحریر بہت اچھی لگی کالم گلدستہ میں گلشن شہزادی، ثناء ماہ نور، محمد عارف، مجاہد حسین، مدثر سعید عصمت اور جنید اقبال کی تحریر بہت اچھی لگیں۔ جواب عرض ماشاء اللہ بہت ٹاپ پہ جا رہا ہے اور کچھ قارئین ایسے ہیں جو دوسروں پر تنقید کرتے ہیں کہ فلاں کی سٹوری افسانہ تھی اچھی نہیں تھی بور تھی ایسے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ ایسے مت کریں جواب عرض ایک گھر ہے اور ہم تمام قارئین اس گھر کے فرد ہیں اگر اس گھر میں ایک ساتھ رہتے ہوئے ہم ایک دوسرے کے ساتھ تنقید کریں گے تو ہماری فیملی کا چلنا بہت مشکل ہے اگر ہم کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم دینے کا حق بھی نہیں ہمیں کیونکہ ہر انسان شوق سے لکھتا ہے ہمیں سوچنا چاہیے کہ جیسے میرے سینے میں دل ہے اس میں ہزاروں خواہشیں ہیں ایسے ہی دوسروں کا بھی دل ہے اور اس میں بھی خواہشیں ہیں یہاں کون کسی کی خواہشوں کا احترام کرتا ہے ہر کوئی اپنی دنیا میں مگن ہے سچی محبتیں دنیا سے ختم ہو گئی ہیں آج کل صرف دولت سے محبت کی جاتی ہے میں نے پرکھ کے دیکھا ہے محبت کو جب لوگوں کا دل بھر جائے تو کہتے ہیں ہم نے تو پیار نہیں کیا تم نے خود کیا تھا خیر تمام دوستوں سے میری گزارش ہے کہ اگر دنیا میں پیار ملے تو اس کی قدر کرنا کبھی کسی کا دل مت توڑنا میری جواب عرض کے پرانے رائٹرز سے گزارش ہے کہ جواب عرض میں اپنی حاضری کو یقینی بنائیں انتظار بھیا آپ کی سٹوریز بہت شوق سے پڑھتا ہوں مجھ سے آپ کا نمبر گم ہو گیا تھا میں جب 7th کلاس میں تھا اس ٹائم سے آپ کا فین ہوں آپ پرانے رائٹرز اور جواب عرض کی جان ہو رابطہ ضرور کرنا منظور اکبر آپ کا بہت شکریہ جو رابطے میں رہتے ہو آخر میں جواب عرض کے تمام سٹاف اور قارئین کو پیار بھرا اسلام زندگی نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گا۔

(سرفراز انجم تنہا، آزاد کشمیر)

......انتظار، انتظار، انتظار ارے یہ کیا اتنا انتظار جون 2012ء کو ملا پھر انتظار کا صلہ کیا ملا نئی زندگی مل گئی جواب عرض ہی تو واحد سہارا ہے ہم جیسے دل جلوں کا ہمیشہ کی طرح یہ شمارہ بھی بے مثال تھا بہت سے نئے ستارے ابھرے، لیکن یہ کیا؟ جہاں نئے ستارے ابھرے وہاں پرانے کہاں گم ہو گئے ملک پر تو جتنے ستارے ہوں کم دکھتے ہیں ہر ستارے کی اپنی جگہ ہوتی ہے آپ بھی ایڈیٹر جی نئے پرانے ستاروں کو اپنی اپنی جگہ دیں کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کریں جہاں جواب عرض کے پرانے اور ٹاپ رائٹرز کی تحریریں نہ ہونے کا دکھ ملا وہاں نئے ستاروں نیا پنا کمال فن دکھایا سب نے بہت اچھا لکھا کس سے گلہ کس سے شکوہ کسی کی تعریف کس کی تنقید کی جائے تمام لکھنے والے بہن بھائیوں اور دوستوں نے بہت اچھا لکھا سب کو مبارکباد اور سلام کہانیوں میں باجی نائلہ طارق میرا پہلا پیار اچھی جا رہی ہے اور گریٹ کشور کرن جی تھینکس اور مبارکباد ایک نئی سٹوری شروع کرنے پہ اور امداد علی عرف ندیم عباس تنہا جی سٹوری لکھنے پر مبارکباد لکھتے رہو باقی سب کہانیاں اچھی تھیں جن میں ملک عرفان، عبدالحکیم، آسیہ چغتائی، شازیہ چوہدری کو مبارکباد اچھا لکھا ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، نیلم شہزادی، شاہد حسین، سرفراز انجم اور گریٹ ارمان سنگم خورشید زوہیب، گل راز علی عاجز، عمر دراز ساحر، شکیل شبانہ پروین، قاسم بلوچ عمران انجم راہی جی اور سسٹر آمنہ جی اور گلشن نازسب کو اچھی شاعری پہ مبارکباد باقی تمام کالم اور اشعار میں سے بہن بھائیوں اور دوستوں نے اچھا لکھا ہمارے کچھ کوپن شائع کرنے پر تھینکس شاید اتنا ہی لکھنا تھا میں نے جو بہت کم شائع ہوں خیر اب تو ہر خواہش، حسرت کو دل میں دفن کرنے کی عادت سی ہو گئی ہے کوئی خواہش پوری نہ بھی ہو تو دکھ نہیں ہوتا کچھ عرصہ اس محفل میں حاضری لگائی میرے کسی الفاظ سے کسی قاری یا رائٹر کو کوئی تکلیف ہوئی ہو تو سچے دل سے سوری اللہ جواب عرض کو مزید ترقی دے تمام رائٹرز کو پڑھنے والوں کو خدا خوش و سلامت رکھے اور مزید بہت اچھا لکھتے رہیں ہمیشہ آمین اللہ حافظ۔

(ثوبیہ کنول، ضلع بھکر)

......السلام وعلیکم شہزادہ التمش صاحب امید کرتا ہوں جواب عرض کا پورا اسٹاف اور تمام قارئین خیریت سے ہوں گے اور میری بھی دعا ہے کہ اللہ تمام دوستوں احباب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے شہزادہ عالمگیر صاحب بہت ہی عظیم انسان تھے اللہ ان کی مغفرت فرما کر ان کو جوار رحمت میں جگہ دے شہزادہ صاحب میں نے آج سے 4 ماہ پہلے کچھ غزلیں تحریریں وغیرہ بھیجیں تھیں لیکن ان میں سے ایک کوپن بھی شائع نہ ہوا پہلے شہزادہ عالمگیر صاحب میری حوصلہ افزائی کرتے تھے کیونکہ مجھے پڑھنے اور لکھنے کا بہت شوق ہے کہ انہوں نے احسان کیا کہ اپنے اس ماہنامے میں مجھے جگہ دی وہ میری غزلیں اور تحریریں شائع کرتے تھے جن کو دوست پسند بھی کرتے تھے جواب عرض میں ہر ماہ باقاعدگی سے لکھتا اور پڑھتا بھی ہوں بھائی مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے آپ پلیز میری حوصلہ افزائی کریں مجھے جگہ دیں چاہے تھوڑی سی بھی آپ کا احسان ہوگا جواب عرض کے بہت سے رائٹرز میرے دوست ہیں جنکی تحریریں پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے ان میں منظور اکبر جھنگوی، بھائی مجاہد چاند فیصل آباد، ارمان سنگم، خالد فاروق آسی، فیصل آباد اللہ دتہ بے درد، عاشق حسین ساجد مظفر گڑھ، محمد یاسر بھائی رحیم یار خان، جام شاہد اشرف ساقی، جاوید انجم خانپور، قمر عباس اعوان فورٹ عباس، محمد وارث حافظ آباد، وقار حسین راولپنڈی، محمد رضا بلال احمد رحیم یار خان ان تمام دوستوں کا بہت شکریہ کہ رابطہ کرتے ہیں اور ان کی تمام تحریریں بہت اچھی ہیں اللہ ان سب کی عمریں دراز کرے جواب عرض ترقی کرتا رہے آمین۔

(اسد الرحمٰن، شورکوٹ شہر)

......جون 2012 کا شمارہ اس بار بہت لیٹ ملا خیر دیر سے آیا درست آیا بھائی شہزادہ التمش اس بار بھی آپ نے میری غزل شائع نہیں کی نہ ہی شعر شائع کیا باقی تمام کوپن آپ نے شائع کیے ہیں یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے اس ناچیز کو یاد کیا اور جواب عرض میں جگہ دی بھائی آپ نے ابھی تک نمبر شائع کرنے کا سلسلہ شروع نہیں کیا اس سلسلے کو جلد از جلد شروع کرنا آپکی مہربانی ہوگی کہانیوں میں مجھے ملک عاشق حسین ساجد کی کہانی زخم لیے، شازیہ چوہدری کی روکنا اے، محمد خالد عمران کی بے وفا کون، منیر رضا کی محبت برباد کرتی ہے اور آسیہ چغتائی کی ہوئے ہم جن کیلئے برباد، بہت اچھے لگے اور جواب عرض کے تین رائٹر عائشہ مصطفیٰ، مس اقراء اور ریاض کوثر کئی ماہ سے غائب ہیں میں ان تینوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ جلد از جلد جواب عرض کیلئے کہانی ارسال کریں آخر میں جواب عرض کیلئے دعا گو جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین

(ایم زیڈ اے گبول، ضلع ملیر)

......جواب کی پوری ٹیم اور تمام قارئین کو محبت بھرا اسلام قبول ہو سب سے پہلے میں جواب عرض کی پوری ٹیم خاص طور پر شہزادہ التمش کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جون کے ماہنامے میں میری تحریر ویلنٹائن ڈے شائع کر کے مجھے شکریہ کا موقع دیا اس کے بعد ان تمام قارئین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور جن لوگوں نے میری خوب حوصلہ افزائی کی ان سے معذرت خواہ ہوں کہ میں ان کے نام نہیں لکھ سکتا اور میرے لیے تمام قارئین خاص ہیں نام نہ لکھنے کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ نام اتنے زیادہ ہیں کہ جواب عرض کے کم از کم 3 صفحات بھر جائیں گے اور 2 وجہ یہ ہے کہ اگر غلطی سے کسی کا نام رہ گیا تو ناراضگی کا سبب بن جائے گا مگر میرے خیال میں اتنا کافی ہے کہ میں ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو جواب عرض کے قاری ہیں۔ اور ایک درخواست ہے کہ شہزادہ التمش صاحب آپ کے پاس میری ایک سٹوری باقی رہ گئی ہے جس کا نام ہے اپریل فول اگر آپ قریبی اشاعت میں اس کو جگہ دیں تو بہت خاص مہربانی ہوگی اور آخر میں جواب عرض اور اس کی ٹیم اور تمام قارئین کے لیے دعا گو ہوں۔

(محمد افضل اعوان، گوجرہ)

......جواب عرض کی پوری ٹیم اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو اور دعا ہے کہ خدا جواب عرض کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بڑی خوشی کی بات ہے جون 2012ء کے سونا آنگن نمبر میں میری کہانی کو قارئین نے اول نمبر قرار دیا اور میرے دوستوں نے مجھے بہت سے گفٹ بھیجے مگر میں سب سے زیادہ شکریہ عبدالرشید صارم اوڈ سعودی عرب کا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے مجھے بہت پیارا گفٹ سعودی عرب سے بھیجا اور میں جواب عرض کی ٹیم اور تمام قارئین کو بتانا چاہتا ہوں کہ ایسے فرشتہ صفت انسان بھی ہیں جو لوگوں کی حوصلہ افزائی کر کے جواب عرض کی ترقی کیلئے کوشاں ہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ عبدالرشید صارم اوڈ کو صحت وتندرستی اور لمبی زندگی عطا فرمائے تا کہ وہ ایسے ہی جواب عرض کی خدمت کرتے رہیں۔

(محمد افضل اعوان، گوجرہ)

......وہ میرے لیے بے حد یادگار دن تھا جب خوفناک میں میری تحریر کو جگہ ملی جو کہ پہلی بار قسط وار کہانی کے نام سے لکھ رہی تھی میری ایڈیٹر شہزادہ عالمگیر نے کہانی شائع کر کے حوصلہ افزائی کی تھی مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی تھی جب میں نے پہلی بار شاید یا دوسری بار شہزادہ عالمگیر صاحب (مرحوم) کو خط تو میں نے کہیں پہ انکل کہیں پہ عالمگیر صاحب لکھا تھا مجھے اتنی بھی عقل نہ تھی کہ جب کسی ایڈیٹر کو مخاطب کیا جاتا ہے تو انہیں ایڈیٹر صاحب کہہ کر مخاطب کیا جانا چاہیے شہزادہ عالمگیر صاحب نے میری جواب عرض کیلئے لکھی ہوئی تحریروں کو بھی جواب عرض میں
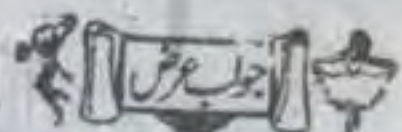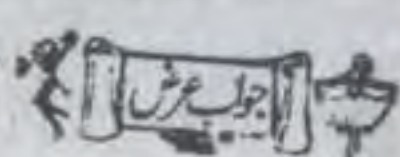
جگہ بخشی مجھے یاد ہے جب جواب عرض کو میں نے ایک اسٹال پر دیکھا ہاتھ میں لیا اور ورق گردانی سرسری سی کی محبت کرنے والوں کے قصے دیکھ کر بہت خوشگوار سا احساس ہوا ایسا میں نے کسی اور ڈائجسٹ میں نہیں دیکھا تھا کہ یوں محبت کرنے والوں کے قصے صفحے پہ یوں اتار کر کے چھپ جایا کرتے ہیں لیکن جواب عرض اس وقت بھی بہت منفرد تھا اور اب بھی ہے اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ خاص محبت ہمدردی، دکھ و نفرتیں بھری سٹوریز کے لیے انوکھا ولا جواب ڈائجسٹ ہے جسے مرد ذات صنف کرخت، و عورت ذات صنف نازک بڑے ہی چاہ و محبت سے اس کی ورق گردانی کیا کرتے ہیں میں نے پہلے تو خوفناک خوب پڑھے پھر اس کے لیے لکھا اور 2007ء مئی کو میری تحریر شامل ہوگئی بہت مسرت کا احساس تھا اپنی ہی تحریر کو دیکھ کر میں خوفناک و جواب عرض و دیگر شوق سے پڑھا کرتی تھی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے۔

(آستر، کراچی)

➤ ...... ماہ اگست 2012ء کا جواب عرض اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے کہانیوں کی فہرست دیکھی تو ملک ندیم عباس ڈھکو ساہیوال کی سٹوری اور چند ایک سٹوریاں نئی تھیں باقی بھی پرانی تھیں منظور اکبر تبسم جھنگ کی سٹوری کا عنوان اندر سے سٹوری غائب تھی کیا وجہ ہے پلیز ایڈیٹر صاحب اس طرح کسی کا دل مت توڑا کرو چلو منظور اکبر کی یہ سٹوری نا قابل اشاعت تھی تو اس کی کوئی اور سٹوری شائع کی جائے باقی اس بار جواب عرض کچھ خاص نہ تھا لیکن ہم نے پڑھنا ہے چاہے خاص ہو یا نہ ہو جواب عرض کی مہک ہمارے نس نس میں اتر چکی ہے باقی میں ان تمام دوستوں کو سلام کرتا ہوں جو مجھے ایس ایم ایس اور کال کر کے یاد کرتے ہیں بھائی انتظار حسین ساقی فیصل آباد اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، عاشق حسین ساجد ہیڈ بکائی، مجید احمد جائی ملتان، جبرائیل آفریدی لاہور، ارمان سنگم فیصل آباد، ندیم عباس ڈھکو ساہیوال، منظور اکبر جھنگ، عمر دراز اور جن دوستوں کے نام یاد نہیں اب ان کو بھی سلام قبول ہو۔

(آپ کا اپنا آصف سانول، بہاولنگر)

➤ ...... السلام علیکم امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے ستمبر کا شمارہ شہزادہ عالمگیر نمبر ایک طویل انتظار کے بعد 29 ستمبر کو ملا ٹائٹل اچھا تو تھا مگر آپ کو چاہیے تھا کہ ٹائٹل پر ایکٹریس کی جگہ شہزادہ صاحب کی بڑی سی تصویر لگاتے۔ سب سے پہلے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ پڑھی آپ نے اور فیصل بھیا نے شہزادہ صاحبؒ کے بارے میں بہت اچھے لفظوں میں لکھا۔ البتہ تصویریں مدہم مدہم سی تھیں۔ ریاض حسین شاہد کی تحریر ''اندر کا انسان'' بہت ہی پسند آئی ریاض انکل اگر یہ سچی کہانی ہے تو آپ واقعی بہت باہمت انسان ہیں۔ باقی تمام تحریریں بھی بہت ہی بہترین تھیں تمام رائٹرز نے بے حد اچھا لکھا۔ سب کو مبارکباد شہزادہ عالمگیر نمبر میں اپنی تحریر جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں نہ پا کر بے حد دکھ ہوا مگر میں مایوس نہیں ہوں مجھے اب بھی امید ہے کہ آپ میری کہانی کو ضرور شائع کریں گے غزلیں میں تمام شاعری بہترین تھی سب شاعروں نے شہزادہ صاحب کے بارے اپنے جذبات کا بہت اچھے طریقے سے اظہار کیا ہے۔ کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں اور غم کے بعد خوشی ملے تو کیسا لگتا ہے یہ دونوں کوپن بند کر کے ان کی جگہ آپ کی نظر میں دوستی کیا ہے اور آپ کی نظر میں خوشی کیا ہے کے نام سے کوپن شروع کریں امید ہے قارئین بھی میری رائے سے متفق ہوں گے دکھ درد ہمارے میں فریحہ اوکاڑہ آپ کا دکھ پڑھ کر بے حد افسوس ہوا میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں انشاء اللہ مخلص پائیں گی جواب عرض میں اپنا مکمل ایڈریس لکھیں یا پھر نمبر دیں میں آپ سے رابطہ کروں گی۔ التمش بھیا میں کچھ کوپن بھیج رہی ہوں امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

(دعاؤں کی طالب: ایس انمول، بھابڑہ شریف)

➤ ...... ستمبر 2012ء کا جواب عرض اس بار اتنی لیٹ ملا کہ کیا بتایا جائے 26 ستمبر کو ملا بھلا یہ کیا ہے چلو خیر مل تو گیا سٹوریوں میں نظر دوڑائی سب دوستوں کی تحریریں تھیں جن کے نام لکھنا پسند کروں گا انتظار حسین ساقی ملک عاشق حسین ساجد دوست محمد خاں وٹو احمد نجمی دکھی، ندیم عباس ڈھکو، صدا حسین صدا اشفاق بٹ ان سب کی تحریر اچھی تھیں جب غزلوں میں گئے تو میری اتنی شاعری کے پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا تھینکس ایڈیٹر صاحب جو میں چاہتا تھا وہ ہو گیا اب میرا مقصد پورا ہو گیا آئندہ بھی میری نوک شاعری کو اپنی قیمتی اوراق پر جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے باقی میں ان چند دوستوں کا اشارہ کر رہا ہوں کہ دوستی کس کو کہتے ہیں کیا یہی دوستی ہے چند دن ایس ایم ایس کال کرنا پھر بات تک بھی نہ کرنا امید ہے جن دوستوں کی طرف اشارہ ہے وہ سمجھ گئے ہوں گے دعاؤں میں یاد رکھنا خدا حافظ۔

(آصف سانول، بہاولنگر)

➤ جناب شہزادہ عالمگیر التمش صاحب السلام علیکم جناب ستمبر کا جواب عرض پڑھا بہت اچھا لگا تمام کہانیاں بہت اچھی ہیں جناب میں نے پہلی بار یہ سب کچھ اپنی طرف سے بھیجا ہے جو میرے ایک بہت ہی خاص دوست کی فرمائش پر کیا ہے پلیز آپ یہ میرا تعارف تصویر کے ساتھ میرا پسندیدہ شعر، میرا پیغام ہر حال میں اکتوبر کے شمارے میں شائع کر کے میرے دوست کی خواہش کو پورا کر کے مجھے مہربانی کا موقع دینا جناب مجھے اپنی خواہش کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہر میرے دوست کی خواہش آپ پلیز ضرور پوری کرنا یہ سب شائع کر کے مجھے امید ہے کہ آپ ضرور شفقت فرمائیں گے۔ جواب عرض کی تمام ٹیم اور تمام قارئین کو میرا سلام۔

(عزیز انجم چوہدری، کوٹلی آزاد کشمیر)

➤ ...... اگست 2012 کا جواب عرض کافی انتظار کے بعد 17 اگست کو عابد چوہدری نیوز ایجنسی منڈی شاہ جیونہ سے خریدا اپنی تحریر بدل گئی تقدیر کا نام کہانی کی جھلکیوں میں دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا مگر لاکھ کوشش کے باوجود تحریر نظر نہ آئی میرا دل زار و قطار رونے لگا میں تو پہلے دل کا مریض ہوں بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول کیا کافی دوستوں کے فون آئے کہ مبارک ہو آپ کی سٹوری شائع ہو گئی ہے مگر میں کیا جواب دیتا کہ میرا دل تو چکنا چور اور میرے عظیم ارادوں کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے میری ادارہ جواب عرض سے ریکویسٹ ہے کہ اگر کسی کی تحریر نا قابل اشاعت ہو تو کم از کم اس کا ٹائٹل نہ دیا کریں اور امید ہے کہ آئندہ میری دوسری سٹوریوں کو جواب عرض کے اندرونی صفحات کی زینت بنائیں گے اس طرح کافی دیر رونے کے بعد مجھے میرے پیارے بھائی ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال کی سبق اموز سٹوری میرا نصیب تسکین نگاہ بنی کیا بتاؤں کہ اپنا تمام غم بھول کر خوشی سے دل پاگل ہو گیا میں نے ندیم عباس ڈھکو کی سٹوری کو اپنی ذاتی سٹوری سمجھ کے کئی مرتبہ پڑھا تب جا کے میرے دل کے ارمان پورے ہوئے اور میرے قلب کو تسکین پہنچی، جبرائیل آفریدی کی غزل اور دوستی کے متعلق گلدستہ مزید میرے دل کو ٹھنڈک پہنچا گیا دوست محمد خاں وٹو کی سبق اموز تحریر بہت چاہا اسے دل نے بہت پیاری تھی استاد محترم جب ملک پاکستان کے بے مثال تعریفیں کرتے ہیں تو میرے اندر جوش و جذبہ پیدا ہو جاتا ہے میرے محترم استاد جی استاد کے سامنے بولنا تو نہیں چاہیے مگر پلیز آپ بھی کبھی ہندی زبان کے الفاظ سٹوریوں میں استعمال کر لیتے ہیں ان کو اگنور کریں اور ناراض بھی نہیں ہونا آپ کی سٹوری میں جو سبق تھا اس سے کئی مائیں امید ہے راہ راست پر آ کر کسی کے ارمانوں کا خون نہیں کریں گی منیر رضا آپ کی سٹوری لاجواب تھی یہ سٹوری پڑھ کے مجھے اپنا پیار یاد آ جاتا ہے کاش کہ وہ بھی مجھے اسی طرح ڈھونڈ لیں ورنہ ہم بھی جدا ہو کے مر جائیں گے کشور کرن صاحبہ آپ کا شکریہ

کہ خوبصورتی کو عذاب بنانے سے رک گئیں اور رضا کو راحیلہ سے ملا دیا اللہ کرے کہ آگے کے حالات اچھے ہوں زبیدہ خان اور دوسرے تمام رائٹرز نے بہترین لکھا اس مرتبہ پھر گلدستہ، غزلیں، ڈائری، کالم ملاقات، پرانا تھا اور ہمارے نمبر بھی لگا دیں اور میری سٹوری تصویر کو پن غزلیں اور ذاتی شاعری اور گلدستہ لگا دیں آئینہ روبرو میں اس مرتبہ انوکھے انداز میں لیٹر شائع کیا گئے تھے پلیز سابقہ روایات کو اپنائیں شہزادہ التمش سے ریکویسٹ ہے کہ اپنے والد محترم کا نام روشن کریں اور نیو رائٹرز کو نمایاں جگہ دیں ارمان سنگم کے کوپن اچھے تھے جبکہ عمر دراز آکاش تو شاید فی الحال آکاش پر ہی ہیں کشور کرن صاحبہ تو ریگولر شاعرہ ہیں اور ان کی شاعری کا سورج تو ابھی تک طلوع ہو رہا ہے اور چمکنا تو بعد میں ہے میری دعا ہے چمکتا رہے آمین ریاض بھائی آپ بھی کوئی سٹوری لے کر آ جاؤ مہربانی ہوگی آخر میں تمام دوستوں خاص کر راجہ کامران حیدر، فیاض احمد چانڈیہ، علی حیدر، عبدالرشید کو سلام۔

(منظور اکبر تبسم بلوچ، جھنگ)

✈ ......محترم شہزادہ التمش عالمگیر صاحب السلام علیکم، ماہ ستمبر 2012ء کے شمارے کا شدت سے انتظار رہا 25 ستمبر کو ملا شہزادہ بھیا کی خوبصورت تصویر کے ساتھ اور ساتھ ہے بے ساختہ دل سے یہ شب نکلے آپ کے جانے کے بعد جواب عرض کی نگری میں جان پہچان کی باتیں آ گئیں خدا سب کا بھلا کرے کہانیوں میں ریاض احمد لاہور کو بہت مس کیا باقی ملک عاشق حسین، جناب آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ رائٹر دوست محمد خان وٹو، اشفاق بٹ، ایم خالد محمود سانول، شعیب شیرازی، سلطان شہزاد، نجمی دکھی، مظہر نذیر ایاز وڑائچ نثار حسرت حکیم ایم ارشد وفا، بے درد بھیا دی گریٹ اور ہاں ریاض حسین شاہد اندر کا انسان واہ بھائی واہ کیا لکھا ہے میڈم کشور کرن آپ کی زندگی پڑھنے کی حد تک تو بہت دکھی آگے خدا جانے مگر بہت اچھا لکھتی ہیں افسوس ہوا میرے دوست ہمدرد سیف الرحمٰن زخمی، انجم خاں منظور اکبر کہیں پڑھنے کو نہ ملے آخر یہ سب تعریفیں اس خدا کے نام جس نے سب کو پیدا کیا جو زندگی اور موت کا علم رکھتا ہے میرا نمبر پلیز ضرور شائع کر دیں آخر پہ اسلام علیکم۔

(منیر رضا، ساہیوال)

✈ ......محترم شہزادہ التمش صاحب السلام علیکم خدا آپ کی عمر دراز کرے آپ کو زندگی میں کبھی کوئی غم نہ ہو خدا آپ کو اور آپ کے بھائی امی کو صبر کی توفیق دے آمین! ستمبر کا شمارہ میرے پاس ہے اس دفعہ شہزادہ عالمگیر کے بارے میں سب قارئین کا اظہار خیال بہت اچھا اور پریشان حال تھا آپ دونوں بھائیوں کا اپنے والد کے بارے میں اظہار خیال اور آپ کی باتیں دل کو رلانے والی تھیں میں بہت روئی اور شہزادہ فیصل کے بارے یہ جان کر دکھ بھی ہوا کہ آپ شہزادہ صاحب کا آخری دیدار بھی نہ کر سکے بہت افسوس ہوا مجھے بہت رلایا مجھے اس بات خیر جو قسمت میں لکھا ہو وہی ہو کر رہتا ہے ہونی کو کون ٹال سکتا ہے یہ خدا کی مرضی ہے وہ جسے چاہے زندگی بخشے جسے چاہے موت دے سب خدا کے اختیار میں ہے اگر ہمارے بس میں ہو تو شاید ہم خود غرض ہو جائیں اپنے پیاروں کو کبھی خود سے نہ بچھڑنے دیں وہ جو کرتا بہتر کرتا ہے۔

(نامعلوم)

✈ ......محترمی جناب السلام علیکم، ستمبر 2012 کا شمارہ 28 ستمبر کو ملا اس شمارے میں شہزادہ عالمگیر مرحوم کی وفات کے حوالے سے بہت سے قارئین نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے زبردست انداز میں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی خدمات کو سراہا لیکن افسوس اس بات کا ہو رہا ہے کہ کسی ممتاز ادیب یا دانشوروں نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا اردو ادب میں بے شمار قلمکار ہیں لیکن کسی کو بھی اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنے صحافی بھائی کی خدمت میں دو چار الفاظ تحریر کر سکیں یہ بے حسی نہیں تو اور کیا ہے علاوہ ازیں اس مرتبہ کالم شعری پیغام نہیں تھا جبکہ

کہ خوبصورتی کو عذاب بنانے سے رک گئیں اور رضا کو راحیلہ سے ملا دیا اللہ کرے کہ آگے کے حالات اچھے ہوں زبیدہ خان اور دوسرے تمام رائٹرز نے بہترین لکھا اس مرتبہ پھر گلدستہ، غزلیں، ڈائری، کالم ملاقات، پرانا تھا اور ہمارے نمبر بھی لگا دیں اور میری سٹوری تصویر کو پن غزلیں اور ذاتی شاعری اور گلدستہ لگا دیں آئینہ روبرو میں اس مرتبہ انوکھے انداز میں لیٹر شائع کیا گئے تھے پلیز سابقہ روایات کو اپنائیں شہزادہ التمش سے ریکویسٹ ہے کہ اپنے والد محترم کا نام روشن کریں اور نیو رائٹرز کو نمایاں جگہ دیں ارمان سنگم کے کوپن اچھے تھے جبکہ عمر دراز آکاش تو شاید فی الحال آکاش پر ہی ہیں کشور کرن صاحبہ تو ریگولر شاعرہ ہیں اور ان کی شاعری کا سورج تو ابھی تک طلوع ہو رہا ہے اور چمکنا تو بعد میں ہے میری دعا ہے چمکتا رہے آمین ریاض بھائی آپ بھی کوئی سٹوری لے کر آ جاؤ مہربانی ہوگی آخر میں تمام دوستوں خاص کر راجہ کامران حیدر، فیاض احمد چانڈیہ، علی حیدر، عبدالرشید کو سلام۔

(منظور اکبر تبسم بلوچ، جھنگ)

✈ ......محترم شہزادہ التمش عالمگیر صاحب السلام علیکم، ماہ ستمبر 2012ء کے شمارے کا شدت سے انتظار رہا 25 ستمبر کو ملا شہزادہ بھیا کی خوبصورت تصویر کے ساتھ اور ساتھ ہے بے ساختہ دل سے یہ شب نکلے آپ کے جانے کے بعد جواب عرض کی نگری میں جان پہچان کی باتیں آ گئیں خدا سب کا بھلا کرے کہانیوں میں ریاض احمد لاہور کو بہت مس کیا باقی ملک عاشق حسین، جناب آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ رائٹر دوست محمد خان وٹو، اشفاق بٹ، ایم خالد محمود سانول، شعیب شیرازی، سلطان شہزاد، نجمی دکھی، مظہر نذیر ایاز وڑائچ نثار حسرت حکیم ایم ارشد وفا، بے درد بھیا دی گریٹ اور ہاں ریاض حسین شاہد اندر کا انسان واہ بھائی واہ کیا لکھا ہے میڈم کشور کرن آپ کی زندگی پڑھنے کی حد تک تو بہت دکھی آگے خدا جانے مگر بہت اچھا لکھتی ہیں افسوس ہوا میرے دوست ہمدرد سیف الرحمٰن زخمی، انجم خاں منظور اکبر کہیں پڑھنے کو نہ ملے آخر یہ سب تعریفیں اس خدا کے نام جس نے سب کو پیدا کیا جو زندگی اور موت کا علم رکھتا ہے میرا نمبر پلیز ضرور شائع کر دیں آخر پہ اسلام علیکم۔

(منیر رضا، ساہیوال)

✈ ......محترم شہزادہ التمش صاحب السلام علیکم خدا آپ کی عمر دراز کرے آپ کو زندگی میں کبھی کوئی غم نہ ہو خدا آپ کو اور آپ کے بھائی امی کو صبر کی توفیق دے آمین! ستمبر کا شمارہ میرے پاس ہے اس دفعہ شہزادہ عالمگیر کے بارے میں سب قارئین کا اظہار خیال بہت اچھا اور پریشان حال تھا آپ دونوں بھائیوں کا اپنے والد کے بارے میں اظہار خیال اور آپ کی باتیں دل کو رلانے والی تھیں میں بہت روئی اور شہزادہ فیصل کے بارے یہ جان کر دکھ بھی ہوا کہ آپ شہزادہ صاحب کا آخری دیدار بھی نہ کر سکے بہت افسوس ہوا مجھے بہت رلایا مجھے اس بات خیر جو قسمت میں لکھا ہو وہی ہو کر رہتا ہے ہونی کو کون ٹال سکتا ہے یہ خدا کی مرضی ہے وہ جسے چاہے زندگی بخشے جسے چاہے موت دے سب خدا کے اختیار میں ہے اگر ہمارے بس میں ہو تو شاید ہم خود غرض ہو جائیں اپنے پیاروں کو کبھی خود سے نہ بچھڑنے دیں وہ جو کرتا بہتر کرتا ہے۔

(نامعلوم)

✈ ......محترمی جناب السلام علیکم، ستمبر 2012 کا شمارہ 28 ستمبر کو ملا اس شمارے میں شہزادہ عالمگیر مرحوم کی وفات کے حوالے سے بہت سے قارئین نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے زبردست انداز میں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی خدمات کو سراہا لیکن افسوس اس بات کا ہو رہا ہے کہ کسی ممتاز ادیب یا دانشوروں نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا اردو ادب میں بے شمار قلمکار ہیں لیکن کسی کو بھی اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنے صحافی بھائی کی خدمت میں دو چار الفاظ تحریر کر سکیں یہ بے حسی نہیں تو اور کیا ہے علاوہ ازیں اس مرتبہ کالم شعری پیغام نہیں تھا جبکہ

اشتہار کا کالم بھی غائب تھا کالم ملاقات میں فوٹو کے بغیر شائع کیا گیا تھا اسے فوٹو کے بغیر ہی شائع کریں کیونکہ فوٹو کی وجہ کالج کی خوبصورت خراب ہو جاتی ہے یا پھر صفائی کا خاص خیال رکھیں آپ اپنے دفتر کا نمبر بھی شائع کیا کریں تا کہ معلومات حاصل کرسکیں کوئی ایک کالم ایسا ضرور رکھیں جس میں موبائل نمبر بھی ہو آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ نمبر شائع کرنے سے معاشرہ خراب ہوگا شاید اس خوف سے آپ دفتر کا نمبر بھی نہیں شائع کرتے۔

(امین مراد انصاری، کراچی)

......ماہ نامہ جواب عرض ستمبر کا شمارہ بہت لیٹ ملا جس میں تمام لکھاریوں شہزادہ صاحب کے بارے میں بہت اچھا لکھا کیونکہ ان کی ذات کے بارے تعریف کرتے ہوئے کنجوسی نہیں کرنی چاہیے اس مرتبہ ساہیوال کے تمام ملک برادر نے ہی خط لکھ ڈالے ملک ندیم عباس ڈھکو، کی تحریریں بہت پسند آتی ہیں راجہ صاحب میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی کوئی سٹوری لکھیں اس کے بعد نثار احمد حسرت بھائی آپ جب بھی لکھتے ہیں کمال لکھتے ہیں عمر یز بشیر گوندل صاحب آپ آج کل نظر نہیں آ رہے والسلام۔

(حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

......السلام علیکم جواب عرض کا دیوانہ ہوں آپ کی کہانی پڑھی تنہائیوں کا زہر بہت دکھ ہوا یہ جان کر کے آپ میری طرح تنہائی کی زندگی جی رہے ہیں آپ کی کہانی میں بہت درد تھا اتنا درد تھا کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوا نہ جانے کیوں آپ کے بارے میں جان کر دل کی عجیب سی کفیت ہوگئی جب بھی آپ کا نام دیکھتا ہوں تو دل میں درد کا سمندر منڈلانے لگتا ہے ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی خوشیاں دے کہ آپ اپنا غم بھول جائیں وقت بڑے بڑے سے زخم کو بھر دیتا ہے مگر کچھ گھاؤ ایسے بھی ملتے ہیں اس دنیا میں جو زندگی بھر نہیں بھرتے جناب آپ کا دکھ میں سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے بھی زندگی میں بہت دکھ درد جھیلے ہیں میں آپ کا نام کبھی نہیں بھول سکتا ہر وقت یہ سوچتا ہوں کہ کوئی اور بھی جو میری طرح زندگی گزار رہا ہے میری دعا ہے کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے خوشحال ہو جائیں گے آمین۔

(رانا بابر علی ناز، لاہور)

......ماہ نامہ جواب عرض ماہ ستمبر 2012ء کا شمارہ 25 ستمبر کو ملا بھائی انتظار کر کر کے تھک گئے ہم لوگوں پر رحم کریں اتنا انتظار تو نہ کروائیں بھائی میرے کو آپ سے ایک ہی شکوہ ہے کہ جب سے شہزادہ صاحب اس دنیا سے گئے ہیں آپ ہمارے کوپن شائع نہیں کرتے ہیں باقی کہانیوں میں کشور کرن پتوکی کی قسط وار کہانی بہت ہی اچھی جا رہی ہے باجی مبارک باد باقی کہانیاں بھی بہت ہی اچھی ہیں کس کس کی تعریف کروں سب اچھی ہیں ہارون بھائی ہزارہ کہاں ہیں آپ نے کوئی کال نہ کوئی ایس ایم ایس کیا باقی ایس اعوان صاحبہ ہری پور، سلمیٰ ثوبیہ، حنیف ناز آپ کی کوئی تحریر وغیرہ نہیں آتی خیریت تو ہے میری طرف سے تمام قارئین جواب عرض اور اسٹاف جواب عرض کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔

(تمریز اعوان ہری پور ہزارہ)

......السلام علیکم! ماہ ستمبر 2012ء کا جواب عرض ہر ماہ کی طرح بہت ہی لیٹ ملا لیکن جب پتہ چلا کہ مارکیٹ میں آ گیا ہے تو مجھ سے رہا نہ گیا اسی وقت منگوا لیا جب تک میرے پاس نہ پہنچ گیا مجھے ایک پل بھی چین نہ آیا میں دو سال سے اسے پڑھ رہی تھی بہت شوق تھا اس میں لکھنے کا لیکن لکھنے کی ہمت پہلی بار کر رہی ہوں پچھلے 9 ماہ سے لگا تار رسالہ یہاں نہیں پہنچ رہا تھا جس کی وجہ سے میں اسے پڑھ نہ سکی اور ہمارے رہنما شہزادہ عالمگیر کی وفات کا بھی پتہ نہ چلا اور اب لگا تار تین ماہ سے یہاں پہنچ رہا ہے اور اب پتہ چلا کہ ان کو ہم سے دور ہوئے ایک سال گزر گیا ہے

یہ سن کر بہت دکھ ہوا کہ ایک عظیم ہستی اس دنیا فانی سے کوچ کر گئی خدا ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے پیاروں کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔ رائٹر تو سب ہی بہت اچھا اور خوبصورت طریقے سے لکھتے ہیں لیکن ہمارے پیارے بھائی ملک ندیم عباس ڈھکو کی ہر دلعزیز کہانیوں کی وجہ سے مجھے قلم اٹھانا پڑا اور شمارہ میرے ہاتھوں میں آتے ہی مجھے سب سے پہلے ندیم عباس ڈھکو کی کہانی، کوپن، اور خطوط کی تلاش ہوتی ہے پلیز آپ سے گزارش ہے کہ میرے پیارے بھائی ملک ندیم عباس ڈھکو کی کہانی ہر ماہ ضرور شائع کیا کریں اس شمارے میں تمام رائٹرز نے شہزادہ عالمگیر صاحب سے محبت کو دل کھول کر اور بہت اچھے طریقے سے بیان کیا جس میں ندیم عباس ڈھکو کی شہزادہ تیری عظمت کو سلام اور بھائی ریاض حسین شاہ قبولہ شریف کی کہانی سب سے بیسٹ تھی کشور کرن چنوکی کی شاعری بہت اچھی ہوتی ہے بلکہ ہر ماہ کی طرح اس ماہ بھی شاعری بہت اچھی تھی اس کے ساتھ ہی تمام سٹاف کو محبت بھرا سلام۔

(انعم نذیر، وہاڑی)

السلام علیکم ستمبر کا رسالہ مجھے بہت لیٹ ملا جس کی وجہ سے لیٹر اور مطالعہ کرنا بہت مشکل لگتا ہے آج کل میرا پیارا بھائی منظور اکبر جھنگ والے جواب عرض پڑھنا چھوڑ دیا ہے انکل جی آج کل شہزادہ عالمگیر کے بغیر جواب عرض کی مارکیٹ میں کمی ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ شہزادہ التمش صاحب جواب عرض کو لیٹ سے مارکیٹ میں بھیجتے ہیں اور اس کے بعد قارئین مایوس ہو جاتے ہیں انکل جی سب قارئین کا موبائل نمبر دوبارہ شائع کریں اور انشاء اللہ دوبارہ جواب عرض مارکیٹ میں اضافہ ہو جائے گا انکل جی آپ کو کیا ہو جاتا ہے موبائل نمبر شائع کرنے سے اور اب آتے ہیں سٹوریوں میں سب سے پہلے میرے پیارے بھائی جناب شعیب شیرازی اور ملک ندیم عباس ڈھکو ان سٹوری ٹھیک لگی اور دوست محمد خان وٹو، کشور کرن، اور باقی بھی سٹوری بہت اچھی تھیں انکل جی میرا پورا ایڈریس شائع کریں عمر یز بشیر گوندل اور حماد ظفر ہادی کو پیارا بھرا دل سے سلام قبول ہو حماد ظفر ہمارا گفٹ کیسا لگا آخر میں راجہ عدنان کسووال کے تمام قارئین کو پیارا بھرا سلام قبول ہو کوپن شروع شائع کریں۔

(راجہ کامران، کسووال)

پیارے بیٹے شہزادہ التمش صاحب السلام علیکم آپ کو اپنی ذاتی کہانی بہت عرصہ ہو گیا ہے ارسال کی ہوئی ہے آپ کے والد محترم کو اللہ جنت میں جگہ دے عمرے سے آیا ہوں شہزادہ عالمگیر کے لیے مکے میں اور مدینے میں جی بھر کر دعائیں کر کے آیا ہوں امید پر دنیا قائم ہے والی بات کے تحت اس میں کچھ کوپن بھی ارسال کر رہا ہوں امید ہے اگست کے شمارے میں شامل کر لیں گے باقی کہانیوں کے ساتھ کہانی لکھنے والے کا لیٹر آپ شائع نہیں کرتے اور اب جواب عرض کا معیار آپ گرا کیوں رہے ہیں۔ اللہ آپ کو کامیابی دے۔ آمین۔

(محمد طفیل طوفی، الکویت)

السلام علیکم، ماہنامہ جواب عرض اگست کا شمارہ 2012 ٹوٹے سپنے نمبر اس وقت میرے سامنے ہے اس دفعہ ماشاء اللہ گلدستہ اچھا خاصا جا رہا ہے اور کہانیاں بھی بہت اچھی ہیں قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی کہانیوں کو مختصر لکھا کریں تا کہ پڑھنے والے بھی سمجھ سکیں اور آج کل جواب عرض بہت لیٹ آتا ہے اس کی وجہ بتائیں اور میری طرف سے تمام قارئین کو اور خاص کر محمد اکبر شاہین سبزاپ والا اور بابو نذیر کی والا اور اسد مشکے والے کو بھی بہت بہت سلام قبول ہو۔

(مصطفی گل، لیاری کراچی)